

فتاویٰ رضویہ

ترجمہ و تفسیر حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
بیسرپور، ضلع راجہ مانی

فتاویٰ

دین کے اندر پیوند کاری کرنے والوں کے پیش پیش۔ ابو داؤد صادق ص ۲۹۶
رضائے مصطفیٰ رسالہ واسطے کا غلط فتویٰ مہر کی تردید ص ۱۵۰

سعودی عرب کیلئے رہیں چاند دیکھنا جاتا ہے۔
پاکستانی ریڈیو کے اعلان پر لندن میں روزہ وعید صبح ۵:۵۵ بجے

۵۷۱
وجد میں تالیاں بجانا پاپو۔ ایسی محافل غنیمت ہیں

۵۷۲
منکر خلدفت حضرت صدیق اکبرؓ کے۔ اعدا و ربا نی جہاز نہیں

ایسی محافلِ قدسہ غنیمت ہیں ۵۷۳

فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ۳۹۲



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
کشف الدجی جمالیہ

حسنت جمیع صالحہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



Marfat.com

يَسْتَفْتُونَكَ ط

قُلِ اللَّهُ

يُفْتِيكُمْ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَلَا تَجْعَلُوا دِينَكُمْ تِجَارَةً يُبَدَّلُ الْبَيْعَ وَكَانَ عِندَ اللَّهِ

فتاویٰ نور

جلد پنجم ششم

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا احاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعمی نقادی علیہ الرحمۃ
بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاذ الفقہ و الحدیث حضرت مولانا علامہ احاج محمد محبت اللہ صاحب نوری مدظلہ
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور، ضلع ادکارا

فتاویٰ نوریہ (جلد پنجم، ششم)	-----	کتاب
حجۃ الاسلام فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ	-----	تصنیف
(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری	-----	ترتیب
جولائی ۱۹۹۰ء / ذوالحجۃ المبارک ۱۴۱۰ھ	-----	اشاعت اول
نومبر ۱۹۹۳ء / جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ	-----	اشاعت دوم
جنوری ۲۰۰۳ء / شوال المکرم ۱۴۲۳ھ	-----	اشاعت سوم
شعبۂ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ	-----	ناشر
بصیر پور شریف (اوکاڑا)	-----	
۳۰۰ روپے	-----	قیمت

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منعم حقیقی کا بے حد حساب کر رہے کہ اس کے بے پایاں لطف و کرم نے اس احمق کی دستگیری فرمائی کہ آج فتاویٰ نوریہ کی تدوین و اشاعت کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

فتاویٰ نوریہ، حجت الاسلام سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور الترمذی قدس سرہ العزیز کے بعض ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو آپ وقتاً فوقتاً ملک بیرون ملک سے آمدہ استفتاءات کے جواب میں تحریر فرماتے رہے، آپ نے فتویٰ نویسی کا کام قریباً پچاس برس تک کیا۔

درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دارالعلوم تحفہ فریدیہ کے انتظام و انصرام کی طرح فتوے نویسی کے عوض بھی کبھی ایک پائی تک وصول نہ کی اور یہ تمام دینی امور محض رضائے الہی کی خاطر انجام دئے۔ اصلاً آپ کا شعبہ درس و تدریس تھا، فارغ اوقات میں فتوے نویسی کا کام کرتے، بعض دفعہ نقل کی عدم موجودگی فتووں کی نقول محفوظ رکھنے میں آٹے آتی جبکہ بعض اوقات سائل کی عجلت کے باعث نقل کرنے کا موقع میسر نہ آتا لہذا آپ کے تحریر کردہ تمام فتاویٰ محفوظ نہ رکھے جاسکے۔ بہر حال بعض فتوے کتابوں میں درج ہوتے رہے اس طرح آپ کے محال ۱۹۸۳ء تک "فتاویٰ نوریہ" کے قلمی نسخہ کی جہازی سائنز کی پانچ جلدیں تیار ہوئیں۔ اس عظیم فقہی ذخیرے سے استفادہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک اسے فقہی ابواب کے مطابق مرتب و مدقن کر کے منظر عام پر نہ لایا جاتا۔ خداوند



تعالیٰ (جل و علا) کوڑوں رحمتیں نچھاور کرے برادرِ گرامی استاذ العلماء شیخ الفقہ والحدیث علامہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ کی روح مقدس پر جنہوں نے آج سے ۱۹ برس قبل (۱۹۷۱ء میں) اس ہم کام کی طرف توجہ فرمائی اور اس وقت تک کے جمع شدہ فتاویٰ کی ترتیب و تدوین کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں فتاویٰ نوریہ کی پہلی جلد ۱۹۷۴ء میں اور دوسری جلد ۱۹۷۷ء میں اشاعت پذیر ہوئی، تیسری جلد کی تدوین کا کام بھی ابتدائی مرحلے میں تھا کہ مالک حقیقی نے اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا اللھم ارفعہ درجۃ فی اعلیٰ علیین۔

استاذِ محترم برادرِ شفیق حضرت علامہ ابوالفضل علیہ الرحمہ کے سانحہ ارتحال کے بعد جو بہت سی ذمہ داریاں اس احقر کے ناتواں کندھوں پر ڈال دی گئی تھیں ان کا تقاضا اور محسنین و مجتہدین کا اصرار تھا کہ فتاویٰ کے کام کو اسی نہج پر آگے بڑھایا جائے مگر ایک عرصہ دراز تک جرأت و ہمت نہ ہوئی دیگر عوائق و مشکلات کے علاوہ ایک بڑی وجہ احقر کی علمی بے مائیگی اور تنہی دامن بھی تھی، اس عظیم تحقیقی کام کے لئے جن علمی صلاحیتوں کی ضرورت تھی وہ احقر میں ناپید تھیں لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا کہ حضرت ابوالفضل علیہ الرحمہ کے مشن کو آگے بڑھانا، ان کی روح کی آسودگی کا سبب اور راقمِ اثم کی مغفرت کا باعث تھا لہذا تو کلاً علی اللہ سیدی فقیہِ اعظم کی دعاؤں سے اگست ۱۹۷۹ء میں اس کٹھن کا کام پڑا اٹھا لیا۔ مارچ ۱۹۸۰ء میں تیسری جلد کی تدوین و ترمیم مکمل ہوئی اور فروری ۱۹۸۱ء میں کتابت بھی پایہ تکمیل کو پہنچ گئی مگر بوجہ طباعت کا کام معرض التواری میں رہا، آخر اپریل ۱۹۸۳ء میں سیدی کے وصال پر ملال کے پانچ ماہ بعد (ستمبر ۱۹۸۳ء) میں یہ جلد اشاعت پذیر ہوئی جبکہ چوتھی جلد جنوری ۱۹۹۰ء میں طبع ہوئی۔ ان چار جلدوں میں یہ ابواب آگئے ہیں :-

(پہلی جلد میں) وقف، طہارت، نماز۔ (دوسری جلد میں) زکوٰۃ، عشر، روزہ، وصیت

ہلال، اعتکاف، حج، رضاءت، نکاح۔ (تیسری جلد میں) طلاق، ظہار، ذبح اور حلال و حرام



جانور، قربانی، عقیقہ، تعزیر اور خطر و اباحت (چوتھی جلد میں) بیوع، سود، رہن، دعویٰ، ثبوت نسب، حق پرورش، وصیت اور فرائض (احکام میراث) وغیرہ۔

لہذا الحمد والمآلہ فتاویٰ نوریہ کی آخری دو جلدیں (پنجم ششم) بھی آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔ جلد پنجم عقائد، تفسیر، حدیث سے متعلق ابواب پر مشتمل ہے جبکہ ششم کی حیثیت پہلی جلدوں کے ضمیمہ کی ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا فتاویٰ کی پہلی دو جلدیں بالترتیب ۹۷۲ اور ۹۷۷ میں چھپیں، صاف ظاہر ہے کہ ان کے ابواب سے متعلقہ استفادات بعد میں بھی آتے رہے اسی طرح کچھ فتوے پہلی جلدوں میں چھپنے سے رک گئے یا قلمی نسخہ میں درج نہ تھے بلکہ کاغذات میں سے مسودات کی شکل میں دستیاب ہوئے ایسے تمام فتوے چھٹی جلد میں شامل کر دئے گئے ہیں۔ ترتیب کا ایک اسلوب یہ بھی تھا کہ مسائل کی مناسبت سے ہر جلد کے ساتھ ضمیمہ لگا دیا جاتا مگر اس طرح جن حضرات کے پاس پہلی جلدیں موجود ہیں وہ ان فتاویٰ سے محروم رہ جاتے یا نئے ایڈیشنوں کی خریداری کا بار اُن پر پڑتا لہذا قارئین کی سہولت کے پیش نظر ان فتاویٰ کو ایک الگ جلد میں مرتب کرنا مناسب سمجھا۔ یہ جلد (ششم) طہارت، مساجد، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق، خطر و اباحت اور متفرقات پر مشتمل ہے، ان ابواب کے تفصیلی مسائل کے لئے پہلی جلدوں کا مطالعہ کیا جائے۔

مجموعی طور پر پیش نظر جلد پنجم ششم میں فتاویٰ موجود ہیں جن میں درج ذیل مسائل بھی شامل ہیں:-

۱۔ مسئلہ سایہ ۲۔ انا استمرار الکفار فی اضرار النار ۳۔ حدیث الحبیب ۴۔ قضائے سنت فجر

پہلی جلدوں کی طرح اس جلد کے استفادات بھی جوں کے توں رکھے گئے ہیں تاکہ سوال کی حقیقی روح سمجھنے میں آسانی رہے اور سائلین کی ذہنی معاشرتی سطح کا صحیح ادراک ہو سکے۔

قارئین کی سہولت کے پیش نظر جلد پنجم اور ششم کی علیحدہ علیحدہ مفصل فہرست ہر جلد کے آغاز میں



دی جا رہی ہے جبکہ کتاب کے آخر میں قرآنی آیات اور ماخذ و مراجع کی فہرستیں بھی لگادی گئی ہیں
اکثر و بیشتر ماخذ میں مطبع، مقام و سن طباعت، مصنف و مولف اور سن وصال کی تفصیل موجود ہے۔
احقر کو اپنی بے بساختی کا کامل احساس ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان فتاویٰ کی ترتیب تدوین اور
تحقیق و تعلیق میں غلطیاں رہ گئی ہونگی جنہیں سراسر احقر کے تساہل پر محمول کیا جائے۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی
عار نہیں کہ اگر برادر گرامی حضرت علامہ ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی دو جلدوں کی تدوین کی صورت میں راہنمائی
نہ کی ہوتی تو میرے لئے یہ کام نہایت مشکل ہوتا، احقر نے تدوین تبویب اور اشاعت کے سلسلے میں اپنے
برادر گرامی ہی کے خاکوں میں رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے ظاہر ہے سیر رنگوں میں ایسی چمک دمک اور آفتاب
نہ ہوگی تاہم جو کچھ ہو سکا پیش خدمت ہے۔ ————— زیر نظر جلد کی اشاعت میں جن حضرات نے معاونت
فرمائی ہے ان کا تہ دل سے ممنون ہوں۔



حضرت مفتی محمد اہل نوری نے مسودہ کی کتابت پہلے اور بعد میں تصحیح فرمائی۔ — عزیزم مولانا محمد لطف اللہ
اشرفی نے حوالہ جات کی اصل مراجع سے مطابقت آیات اور ماخذ و مراجع کی فہرست اور پروف ریڈنگ کا کام
بڑی جانفشانی سے انجام دیا۔ مولانا حافظ محمد عرفان اللہ اشرفی اور مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے بھی پروف ریڈنگ میں
مدد دی۔ مولانا شاہ محمد حشمتی قصوری نے پہلے حصے کی طرح اب کے بھی بڑی خوش اسلوبی سے خطاطی کی۔ مولانا عزیز محمد
نوری خطیب قصور نے کتابت کے لئے کاتب صاحب کو مستعد کیا۔ پروفیسر خلیل احمد نوری (فصل آباد) نے جلد ششم کی
کی فہرست کی کتابت اور کاپی پیسٹنگ کی مشقت اٹھائی۔ مولانا شرف قادری (دلاہو) نے صاحب فتاویٰ کی حیات مبارکہ
پر قلم اٹھایا۔ محترم راجا رشید محمود مدیر لغت نے منظوم تاثرات کا اظہار کیا۔ حضرت قمر زیدانی نے مادائے تاریخ سے
مرصع نظم رقم کی۔ عزیز مولانا فیصل المصطفیٰ نوری نے جملہ طباعتی امور بڑی محنت اور دلچسپی سے انجام دیے جبکہ مولانا تاج القسوری
نے مفید مشوروں سے حوصلہ افزائی کی۔ ————— فخر اہم اللہ تعالیٰ احسن البکرا۔

حضرت فقیر اعظم علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کا جو ذخیرہ میسر آیا، بحمد اللہ تعالیٰ چھ جلدوں میں مرقن ہو کہ



منظرِ عام پر آگیا۔ اگر مزید فسادے دستیاب ہو سکے تو وہ بھی شائع کر دئے جائیں گے۔ آپ کی دیگر تحقیقات کو بھی منظرِ عام پر لانے کی سعی کی جائیگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ رب العزت جل جلالہ اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے صاحبِ فتاویٰ نو بہ سیدی فقیہِ اعظم
رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ بلند فرمائے اور تشنگانِ علم و فکر کو ان کے علمی فیضان سے مستفیض ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین
بجاہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ جمعین۔

محمد محسن اللہ نوری
مہتمم دارالعلوم تنفیہ بریلویہ بصیر پور



در فقاہت وجودِ نور اللہ
اہلِ دین را دلیلِ محکم بود
زاں سبب در افاضلِ امت
لقبِ او فقیہِ اعظم بود

(حافظ محمد افضل فقیر)

فہرست

مشمولات

۷۴۵۱۷	-----	تفصیلی فہرست مسائل فتاویٰ نوریہ جلد پنجم
۴۸	-----	اجمالی فہرست فتاویٰ نوریہ جلد ششم
۶۰۵۴۹	-----	حیات فقیہ اعظم
۲۸۶۵۶۱	-----	فتاویٰ نوریہ جلد پنجم
۳۱۱۵۲۸۹	-----	تفصیلی فہرست فتاویٰ نوریہ جلد ششم
۶۱۶۵۳۱۳	-----	فتاویٰ نوریہ جلد ششم
۶۳۳۵۶۱۹	-----	فہرست آیات مبارکہ
۶۴۵۵۶۳۴	-----	فہرست احادیث مبارکہ
۶۶۰۵۶۴۶	-----	ماخذ و مراجع
۶۶۷۵۶۶۱	-----	اختتامیہ
۶۷۰۵۶۶۸	-----	اجمالی فہرست فتاویٰ نوریہ (مکمل ۶ جلدیں)



فہرست مسائل فتاویٰ نور

جلد پنجم



صفحہ	مضامین	نمبر
	کتاب العقائد	
	توحید	
۶۶ تا ۶۹	عقائد متعلقہ ذات باری تعالیٰ جل و علا۔	۱
	نور انبیت مصطفیٰ علیہ التوحید والارشاد	
۸۵ تا ۸۳	رسالہ مسئلہ سایہ۔	۲
۷۳	بلاشبک و شبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور علی نور ہیں۔	۳
۷۴، ۷۷	حضور کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک اسم "نور" بھی ہے۔	۴
	قد جاءكم من الله نور و کتاب مبین میں "نور" سے محمد رسول اللہ	۵
۷۴	مراد ہیں۔	

صفحہ	مضامین	سلسلہ
------	--------	-------

- ۶ ایت مذکورہ میں "نور" سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ ۴۴
- ۷ عطف، معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے۔ ۴۴
- ۸ بملہ اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور قدرت سے حضور کے نور کو ظاہر فرمایا۔ ۴۴
- ۹ حدیث پاک اقل ما خلق اللہ نوری۔ ۴۴
- ۱۰ حدیث انما من اللہ والمؤمنون منی۔ ۴۴
- ۱۱ حضور علیہ السلام تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں بسورت نور موجود تھے۔ ۴۵
- ۱۲ حضور چونکہ نور ہیں اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔ ۴۵
- ۱۳ حضور کے سایہ نہ ہونے پر امام سیوطی نے "خصائص کبریٰ" میں مستقل باب مرتب فرمایا ہے۔ ۴۶
- ۱۴ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ سوج اور چاند کی روشنی میں ظاہر نہ ہونے پر ائمہ و مفسرین کے متعدد اقوال۔ ۴۸، ۴۹، ۵۰
- ۱۵ عنون کے سایہ نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کہیں پلید زمین پر واقع نہ ہو جائے یا کسی کا پاؤں آپ کے سایہ پر نہ پڑ جائے۔ ۸۰، ۴۹، ۴۸
- ۱۶ جہاں بھر میں کوئی چیز حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف نہیں تو پھر آپ کا سایہ کیونکر ہوتا؟ ۸۰
- ۱۷ جب لطافت کی وجہ سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا تو



صفحہ	مضامین	نمبر
۸۰	رب محمد کا سایہ کیونکر ممکن ہے؟	
۸۱	اللہم اجعل لی نورا الخ (مکمل حدیث)	۱۸
	حضور کی اس دعا میں تحدیثِ نعمت، تواضع، استقامت اور تعلیم امت کے	۱۹
۸۲	احتمالات ہیں۔	
۸۲	اھدنا الصراط المستقیم کی دعا بغرض استقامت کی جاتی ہے۔	۲۰
۸۲	ہر نبی کی دعا قبول کی ہے۔	۲۱
	مشاہدہ سے ثابت کہ بہت سے اجسام لطیفہ کا سایہ نہیں جیسے ستارے،	۲۲
۸۲	ہوا وغیرہ۔	
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے پر مفتی دارالافتاء دیوبند	۲۳
۸۲، ۸۳	کافوتے۔	
	عدم سایہ پر دہا بیہ کے مولوی نور محمد جوڑوی کے اشعار اور حافظ محمد لکھی والے	۲۴
۸۳	کی تشریح۔	
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ گویا یہی ہے کہ ہر قابلِ رحمت آپ کے	۲۵
۸۳	سایہ رحمت کے نیچے ہے۔	
۸۲، ۸۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کے بارے میں تیرہ دلیلیں۔	۲۶
	عظمتِ مصطفیٰ	
۲۰۷	حضور تمام رسولوں سے درجات میں بلند ہیں۔	۲۷
۲۱۴	ختمِ نبوت حضور کی صفت ہے اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔	۲۸
	اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم کو علمِ غیب عطا فرمایا اور عالمِ ماکان	۲۹



صفحہ	مضامین	سلسلہ
۸۶	وما یكون بنایا۔	
۸۸	حضور کے علم غیب پر قرآنی دلائل۔	۳۰
۸۹	حضور علیہ السلام بفضلِ خدا مختارِ کل ہیں۔	۳۱
۸۹	آپ حاضر و ناظر اور امت کے احوال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔	۳۲
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی پہلے کی طرح حیات ہیں اور آپ ہی کا حکم نافذ ہے۔	۳۳
۲۰۶	حضور اپنی امت کے تمام احوال و افعال پر مطلع اور گواہ ہیں۔	۳۴
	اللہ عز و جل کی تعظیم کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس کے حبیب کی تعظیم کی جائے	۳۵
۲۰۰	اور تعظیم رسول کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی تعظیم بجالائی جائے۔	۳۶
۲۸۳، ۲۸۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات طاہر ہیں۔	۳۷
۲۰۶	حضور کے منکروں پر اللہ کی لعنت ہے۔	۳۸
۲۰۶	حضور کے گستاخ کافر ہیں۔	۳۹
۹۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تاریخ یا تاج ہے۔	۴۰
۹۰	آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔	۴۱
۹۰	تایا یا چچا کو محاورہ میں آبا یا بابا کہا جاتا ہے۔	۴۲
۹۰	تایا پر آب کے اطلاق کی قرآنی دلیل۔	۴۳
	حضور علیہ السلام کے سب باپ دادے ہر زمانہ میں بہترین جماعت میں سے تھے۔	۴۴
۹۲، ۹۱		
۹۲	کافر بہترین نہیں ہوتا بلکہ بدترین ہوتا ہے۔	۴۵



قرآن کریم

- ۴۶ قرآن کریم ایسی بلند پایہ کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ ۲۰۷
- ۴۷ دنیا بھر کے کفار اپنے حمایتیوں سمیت قرآن پاک کی ایک سورت کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ ۲۰۷
- ۴۸ نسخ کا منکر کافر ہے۔ ۲۱۳
- ۴۹ قرآن کریم کی توہین یا اس کے کسی حکم، خبر یا کسی حرف کا انکار کرنے والا بالاجماع کافر ہے۔ ۱۳۲، ۱۳۵
- ۵۰ ایسے شخص کا نکاح ٹوٹ گیا۔ ۱۳۶
- ۵۱ قرآن کریم پر صحیفہ آسمانی کا اطلاق درست ہے۔ ۱۳۷
- ۵۲ سورۃ لم یکن میں صحف مطہرۃ سے قرآن مجید مراد ہے۔ ۱۳۷
- ۵۳ قرآن کے لئے صحیفہ جمع صحف لانے کی حکمتیں۔ ۱۳۸
- ۵۴ قرآن کریم کو مصحف عثمانی کہنے سے احتراز چاہیے۔ ۱۳۸
- ۵۵ آیات قرآن کریم و احادیث کے بارے ناشائستہ کلمات استعمال کرنا اللہ و رسول کو ایذا ہے۔ ۱۳۵
- ۵۶ حضور کی تفسیر و تشریح کے بغیر قرآن سمجھا ہی نہیں جاسکتا۔ ۲۲۳
- ۵۷ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، جلال و جمال کا روشن بیان اور جملہ مخلوقات کے ذرہ ذرہ کا مکمل تفصیلی علم ہے۔ ۲۲۵
- ۵۸ حضرت مولا علی فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لا دوں۔ ۲۲۸

صفحہ	مضامین	نمبر
۲۳۸	حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اگر میرے اونٹ کی رتنی گم ہو جائے تو اسے قرآن پاک سے پالیتا ہوں۔	۵۹
۲۳۱، ۲۳۰	دارثان علوم شریعہ صحابہ، ائمہ اور علماء و محدثین کی تشریح و تفسیر قرآن معتبر ہے۔	۶۰
	ملائکہ	
۲۱۰	فرشتوں کا ماننا ضروری ہے۔	۶۱
۲۱۰	فرشتوں کا دشمن کافر ہے۔	۶۲
۲۴۲	جبریل امین اور دوسرے فرشتے عوام الناس کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔	۶۳
	حساب، کتاب	
۱۴۵	حساب و کتاب، آخرت پر اعتقاد ضروریات دین میں سے ہے۔	۶۴
۱۴۵	ضروریات دین کا منکر کافر ہوتا ہے۔	۶۵
۱۴۵	حساب و کتاب (نامہ اعمال) قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔	۶۶
۱۴۵	جنت، دوزخ، قیامت، بعث اور حساب کا منکر بالاجماع کافر ہے۔	۶۷
۱۴۴ تا ۹۴	رسالہ "انار استمرار الکفار فی اضرار النار"۔	۶۸
۹۶	زید کا یہ قول کہ کفار کو دائمی عذاب نہ ہوگا بلکہ کچھ عرصہ کے بعد آگ میں بھی لذت پائیں گے کیونکہ عذاب عذب (راحت) سے شق ہے، محض باطل و مردود ہے۔	۶۹
۹۷	امام رازی، امام بغوی، امام غزالی، امام علاؤ الدین خازن اور امام صادی سے منقول عذاب کی تعریفات۔	۷۰
۹۷	اقوال ائمہ کا محصل یہ کہ عذاب میں سخت تکلیف نہ اور درد کا ہونا ضروری ہے۔	۷۱



صفحہ	معانی سے	سلسلہ نمبر
۹۷	قرآن کریم میں عظیم، الیم، مہین، غلیظ، اکبر، اختری، اشن اور اشد وغیرہ اوصاف سے عذاب کی شدت بیان فرمائی گئی۔	۷۲
۹۷	عذاب سے الم اشد ہی مراد ہے۔	۷۳
۹۸	بہت سے مشترک الفاظ قبیلہ اضداد سے ہیں۔	۷۴
۹۸	بہت سے الفاظ حقیقت و مجاز میں استعمال ہوتے رہتے ہیں مگر لوہے نہیں کہ ایک مدت تک ایک ہی کلام میں ایک معنی مراد ہو اور پھر بدل کر دوسرا ہو جائے۔	۷۵
۹۸	عبادات میں صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج کے شرعی اصطلاحی معانی مراد لئے جائیں گے لغوی نہیں۔	۷۶
۹۸	عذاب، عذب سے مشتق کہنا غیر صحیح ہے بلکہ عذاب سے عذب مشتق ہے۔	۷۷
۹۹	آیات عذاب کا تدبیر سے مطالعہ کرنے سے صاحب بصیرت پر عیاں ہو جاتا ہے کہ عذاب سے شدت و الم کا معنی ہی مراد ہے۔	۷۸
۱۰۰، ۹۹	عذاب و عذب کی مزید تشریح و توضیح۔	۷۹
۱۰۱	کفار کو آگ میں جھوننا جائے گا اور بار بار ان کے کھالیں تبدیل کی جاتی رہیں گی تاکہ بالذمہ درود شدت پاتے رہیں۔	۸۰
۱۰۲، ۱۰۳	قرآن کریم میں عذاب پانے کو چکھنے سے تعبیر کرنے کا مطلب بیان قلت نہیں بلکہ اظہار شدت ہے۔	۸۱
۱۰۳	ان اللہ کان عزیزاً حکیماً میں عزیز و حکیم لانے کی مناسبت و حکمت۔	۸۲



صفحہ	مضامین سے	سلسلہ
۱۰۳	معاذ بن جبل کا قول کہ کفار کی ایک ساعت میں سو بار کھلیں تبدیل کی جائیگی۔	۸۳
۱۰۴	امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ کفار کو ہر روز ستر ہزار مرتبہ آگ جلائے گی، ہر بار جلنے کے بعد جسم پہلی حالت میں تروتازہ بنتے رہیں گے۔	۸۴
۱۰۵	عقلی و نقلی دلائل سے اس وہم کا ازالہ کہ کفار کا عذاب طبیعت سے مل کر ہلکا محسوس ہونے لگے گا۔	۸۵
۱۰۶، ۱۰۵	غم و کرب کی شدت کے سبب جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو گزریں مار کر پھر واپس دھکیل دیے جائیں گے۔	۸۶
۱۰۶	کفار دوزخ سے نکلنے کی کوشش کب کریں گے۔	۸۷
۱۰۹	عذاب جزائے کفر ہے اس میں آرام کیسے متصور ہو۔	۸۸
۱۰۹	کفر اعظم جنایات ہے اس کی جزا بھی جزا اعظم ہوگی۔	۸۹
۱۰۹	اس سوال کا جواب کہ عذاب کی اتنی شدید وعید اللہ تعالیٰ کی رحمت کے معافی تو نہیں۔	۹۰
۱۰۹	”وزر“ کا معنی بوجھ اور اس سے مراد عذاب ہے۔	۹۱
۱۱۱	دنوی و اخروی عذاب میں (بجائیت عدم انقطاع) فرق۔	۹۲
۱۱۳	کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت کہ کفار ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔	۹۳
۱۱۳	جنت، دوزخ، حشر و نشر، حساب اور قیامت کا منکر بالا جماع کافر ہے۔	۹۴
۱۱۳	جو شخص جنت، دوزخ، ثواب و عقاب وغیرہ کا اقرار کرے مگر ان کے ظاہری مرادی معافی کا انکاری ہو وہ بھی کافر ہے۔	۹۵



صفحہ	مضامین	نمبر
۱۱۵	کفار کے لئے عذاب کے دائمی نہ ہونے پر سیدنا ابن عربی سے منسوب قتل قابل اعتماد نہ ہونے پر دلائل۔	۹۶
۱۱۵	قرآن کے لفظ خاص کے مقابلہ میں عدم موافقت کی بنا پر خبر واحد کو چھوڑا جاتا ہے تو ابن عربی سے منسوب خبر واحد پر کیسے اعتماد کیا جاتے؟	۹۷
۱۱۵	عذاب کفار کی نصوص محکمہ ہیں کہ ان کا نسخ جائز ہی نہیں۔	۹۸
۱۱۵	وعدہ ثواب اور وعید عقاب کی خبر منسوخ نہیں ہو سکتی۔	۹۹
۱۱۵	اللہ تعالیٰ کی خبر میں احتمال نسخ نہیں کہ وہ جھوٹ اور غلطی سے پاک ہے۔	۱۰۰
	عذاب میں عذب کی تاویل نہیں ہو سکتی کہ تاویل میں تعلیس نہیں بلکہ موافقت ضروری ہے۔	۱۰۱
۱۱۶	خلاف شرع تاویل منع اور ناجائز ہے۔	۱۰۲
۱۱۸	یہودیوں نے شیخ ابن عربی کی کتابوں میں تحریف کی ہے۔	۱۰۳
۱۱۹	فصوص الحکم میں خلاف شرع کلمات موجود ہیں۔	۱۰۴
	موت و حیات	
۲۱۳	اللہ تعالیٰ جسے چاہے مار سکتا ہے اور جسے چاہے زندہ فرما سکتا ہے۔	۱۰۵
۲۱۳	پانچ آیات سے استدلال کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسی دنیا میں دوبارہ زندگی عطا فرما سکتا ہے۔	۱۰۶
	قیامت جہنم و نشر	
۲۱۳	قیامت کو ماننا ضروری ہے۔	۱۰۷
	حدیث پاک "انکم تحشرون حفاة عراة الخ" (تم جہنم میں ننگے	۱۰۸



صفحہ	مضامین	سکہ نمبر
۱۲۵	اٹھائے جاؤ گے، کا خطاب امت کو ہے، حضرات انبیاء اس سے مستثنیٰ ہیں۔	
۱۲۵	انبیاء کرام کے لئے تشریفی خلعتیں ثابت ہیں۔	۱۰۹
۱۲۵	السان جن کپڑوں میں فوت ہوتا ہے انہی میں اٹھایا جائے گا۔	۱۱۰
۱۲۵	احادیث مرفوعہ میں وارد کہ اموات اپنے کفنوں میں اٹھائے جائیں گے۔	۱۱۱
	سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں مردوں کو اچھا کفن دو کہ قیامت کو اسی میں اٹھائے جائیں گے۔	۱۱۲
۱۲۶	معارض احادیث میں تطبیق و توفیق۔	۱۱۳
۱۲۶	محشر میں بعض لوگ ننگے اور بعض لباس میں ہوں گے۔	۱۱۴
۱۲۶	جمہور کا نظریہ ہے کہ شہداء کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔	۱۱۵
۱۲۹	حضرات صحابہ کرام اور اولیاء عظام کا محشر بھی لباس میں ہوگا۔	۱۱۶
	ان حضرات کی حضرات انبیاء کرام سے رفاقت و معیت دنیا، برزخ اور قیامت میں ثابت ہے۔	۱۱۷
۱۲۹	جہاد بالنفس جہاد اکبر ہے۔	۱۱۸
۱۲۹	اللہ اور رسولوں کے ساتھ ایمان رکھنے والے ہی صدیقین و شہداء ہیں۔	۱۱۹
۱۲۹	احادیث مرفوعہ و موقوفہ کہ ہر ایماندار شہید ہے۔	۱۲۰
۱۳۰	صالحین و متقین کا محشر بڑے ہی اعزاز و اکرام سے ہوگا۔	۱۲۱
۱۳۰	صالحین کو اللہ تعالیٰ رسولوں کا ساتھ عطا فرمائے گا، ان کے استقبال کے لئے نوری فرشتے بھیجے گا، ایسے جوتے پہنائے گا جن کے تسمے انتہائے بصرت تک روشنی پھیلائیں گے۔	۱۲۲



صفحہ	مضامین	صفحہ نمبر
------	--------	-----------

۱۲۳ صالحین کی سواری کے لئے سونے کے کچادے اور زبرجست کی مہار والی اونٹنیاں ہوں گی۔

۱۳۰

۱۲۳ "تم ننگے حشر کئے جاؤ گے" والی حدیث بظاہر عام ہے مگر دوسری احادیث اس کی تخصیص ثابت ہے۔

۱۳۲

۱۲۵ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا نص قرآنی سے ثابت ہے مگر حدیث پاک میں ہے کہ ایماندار کے لئے فرض نماز سے بھی ہلکا ہوگا۔ یہاں بھی حضور کی شانِ انذار و تبشیر نمایاں ہے۔

۱۳۵

۱۲۶ "لوگوں کا حشر ننگے جسم ہوگا" میں شانِ انذار ہے مگر شانِ تبشیر سے واضح کہ خواص مؤمنین لباس میں ہوں گے۔

۱۳۶

۱۲۷ محاورات پر کبھی لفظ عام ہوتے ہیں جو بظاہر سب کو شامل ہوں مگر ان میں تخصیصات ہوتی ہیں، ایک آیت سے اس پر استدلال۔

۱۳۷

شفاعت

۱۲۸ عام گنہ گار ایماندار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے نفع اٹھائیں گے۔

۱۳۸

۱۲۹ گنہ گار حضور کے غلاموں کی شفاعت سے بھی بہرہ یاب ہوں گے۔

۱۳۹

۱۳۰ حضور تبشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔

۱۴۰

۱۳۱ مقامِ انذار عمومی ہوتا ہے مگر مخلصین پر حیثیت "بشر" ہی کی خصوصی جلوہ گری ہوتی ہے۔

۱۴۱

۱۳۲ آیت "وانذر عشیرتک الاہک" کے نزول پر قبائل قریش کو حضور نے جو

۱۴۲

خطاب فرمایا ویسا ہی خطاب سیدہ فاطمہ الزہراء سے فرمایا، سیدہ کے حق میں



صفحہ	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۲	تبشیر اور کفار کے لئے انذار ہے۔	
۱۳۳	حدیث مبارک ما بال رجال یقولون ان رحم رسول اللہ لا ینفَع بِلِہِ واللہ ان رحمی موصولۃ فی الدنیا والاخرۃ۔	
۱۳۴	حنور نے فرمایا ساری نسبیں اور سبب منقطع ہو جائیں گے مگر میری نسب اور سبب قیامت میں بھی نافع رہیں گے۔	
۱۳۵	مخلصین اہل ایمان کی نسب کا ان کے والدین اور بیوی بچوں کو آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔	
۱۳۶	لا اغنی عنک من اللہ شیئا الحدیث کی توضیح۔	
	مسائل ارواح	
۱۳۷	موت روح و جسم کی مفارقت کا نام ہے۔	
۱۳۸	سب کی روہیں زندہ رہتی ہیں۔	
۱۳۹	ان سترہ مقامات کی تفصیل جن میں بعد از وصال ایسے اندازوں کے ارواح رہتے ہیں۔	
۱۴۰	مقامات ارواح مؤمنین کے بارے میں ائمہ کے اقوال و دلائل۔	
۱۴۱	ارواح مؤمنین کے بارے میں متعدد اقوال میں تطبیق۔	
۱۴۲	اہل کمال کے ارواح جہاں چاہیں آتے جلتے ہیں۔	
۱۴۳	صاحبان کمال کے ارواح کا جسم سے تعلق رہتا ہے حتیٰ کہ وہ زائرین کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔	
۱۴۴	کفار کے ارواح کے متعلق اقوال اور ان میں تطبیق۔	



صفحہ	مضامین	نمبر
۱۴۰	جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کی روہیں برزخ میں ہیں۔	۱۴۵
۱۴۱	چھوٹے بڑے حیوانات کی روہوں میں ذات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔	۱۴۶
۱۴۱	روح جو فہرہ و بسیط ہے، کثیت اور مقدار کو قبول نہیں کرتا۔	۱۴۷
۱۴۱	روح مرکب نہیں کہ اس میں جسم کی طرح طول، عرض، عمق ہو سکے۔	۱۴۸
۱۴۱	ارواح میں تعلق اور تاثیر کے لحاظ سے فرق ہے۔	۱۴۹
۱۴۱، ۱۴۲	اس مسئلہ کی تحقیق کہ مرنے کے بعد ارواح کیا کیا کام کرتے ہیں۔	۱۵۰
۱۴۱	روح کو جسم پر قیاس کرنے والے غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔	۱۵۱
۱۴۲	روح کے تصرفات عبارات علماء کی روشنی میں۔	۱۵۲
۱۴۰	کسی روح کا باذن اللہ تعالیٰ والمدبرات امرا کے ساتھ لاحق ہو جانا مستبعد نہیں۔	۱۵۳
۱۴۲	بہائم و حشرات الارض کی روہیں کون قبض کرتا ہے۔	۱۵۴
۱۴۹	خلفائے راشدین، ائمہ اہل بیت کرام	۱۵۵
۱۴۹	خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت و صحابیت کا انکار ایمان بالقرآن سے منہ ر ہے۔	۱۵۶
۱۴۹	ایسے شخص کو قربانی میں شریک نہ کیا جائے۔	۱۵۷
۱۵۰	خبریل امین پر سیدنا صدیق اکبر کی افضلیت کے قائل کئی تکفیر پر	۱۵۸
۱۵۰	”رضائے مصطفیٰ“ میں چھپنے والے فتوے کے رد میں حضرت مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کا فتوے۔	۱۵۹



صفحہ	مضامین	سلسلہ نمبر
۱۵۳ تا ۱۵۷	حضرت مفتی نعیمی صاحب کے فتوے پر حضرت فقیہ اعظم کی توثیق و تائید۔	۱۵۸
	امام حسن مثنیٰ معرکہ کربلا میں شہید نہیں ہوئے تھے، آپ کا وصال ۳۷ سال بعد ہوا۔	۱۵۹
۱۶۰	جبکہ آپ کی عمر ۹۷ برس تھی۔	
۱۶۰	امام حسن مثنیٰ کی اہلیہ حضرت سید الشہداء کی صاحبزادی تھیں۔	۱۶۰
۱۶۰	آپ کے چھ صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔	۱۶۱
	آپ کے ساتھ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نسب اطہر بلا شک ثابت ہے۔	۱۶۲
۱۶۱	شہید کے تمام حقوق معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا۔	۱۶۳
۱۶۲ تا ۱۶۴	سیدنا امام حسین کو امام مظلوم کہنا جائز ہے۔	۱۶۴
۱۶۴	مظلوم کا معنی مجبور نہیں ہے۔	۱۶۵
	اولیائے کرام	
۱۶۹	صدیقین شہداء سے اعلیٰ اور صالحین حکماً شہداء سے ملحق ہیں۔	۱۶۶
۱۶۹	شہداء مقتولین سیف اعداء ہیں اور صلحا سیف محبت کے مقتول ہیں۔	۱۶۷
	حضور سیدنا غوث اعظم کا فرمان قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ بالتواتر ثابت ہے۔	۱۶۸
۱۶۹	اس قول مبارک کو آپ کے زمانہ سے آج تک جاہلین اولیائے عظام تسلیم کرتے ہیں۔	۱۶۹
	آپ کا قدم پاک ہر ولی کی گردن پر ہونے کی پیشینگوئیاں آپ کی ولادت سے پہلے کے اولیائے کرام بھی دیتے رہے۔	۱۷۰



- ۱۴۱ حضور غوث پاک نے تدمیٰ ہذہ الخ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خاص حکم سے فرمایا۔ ۱۴۶
- ۱۴۲ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے فرمان والا شان کی تصدیق میں اولیاء کرام کے اقوال۔ ۱۴۶، ۱۴۶
- ۱۴۳ اللہ تعالیٰ غوث پاک کو اپنے حق کی قسمیں دے کر کھلاتا ہے تو آپ کھاتے ہیں اور قسمیں دے کر کلام کرنے کا حکم دیتا ہے تو آپ کلام فرماتے ہیں۔ ۱۴۸
- ۱۴۴ تمام اولیاء کرام کی گردنوں پر قدم پاک کا ہونا اظہارِ فضیلت میں کا ندھوں پر ہونے سے بدرجہا نمایاں ہے۔ ۱۴۹
- ۱۴۵ شبِ معراج سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضور غوث اعظم کے دوش مبارک پر قدم انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے یا حضور اقدس کے عرش پر تشریف لے جاتے وقت ایسا ہوا۔ ۱۴۹
- ۱۴۶ قصیدہ روحی کا حضور غوث اعظم کی تصنیف ہونا تحقیق طلب ہے۔ ۱۴۰
- ۱۴۷ غیر نبی خادمانہ حیثیت میں انبیاء کرام کی مدد کر سکتا ہے (قصیدہ روحی میں انبیاء کرام کی امداد کے واقعات کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا۔) ۱۴۰
- ۱۴۸ اللہ کے پیارے اس کی قدرت کے مظہر ہوتے ہیں لہذا حق تعالیٰ کے افعال کی نسبت بطور ایہام اپنی طرف کر لیتے ہیں۔ ۱۴۱، ۱۴۲
- ۱۴۹ کنت سمعہ الذی یسمع بہ الحدیث۔ ۱۴۱
- ۱۵۰ بلاشبہ تمام کسی کلام یا کتاب کی نسبت حضرات انبیاء کرام بلکہ کسی عام مسلمان کی طرف بھی نہ کی جائے۔ ۱۴۲



صفحہ	مضامین	سلسلہ نمبر
۱۸۱	کلام پاک کتاب متحقق نسبت ہو تو اسے متشابہات پر محمول کر کے تسلیم کیا جائے اور تصورِ فہم کی نسبت اپنی طرف کی جائے۔	۱۸۱
۱۸۲	سیدنا غوثِ اعظم کے وہ محامد و مناقب جو قصیدہ غوثیہ وغیرہ سے ثابت ہیں بڑے جامع مانع اور اشتباہ سے پاک و مبہرا ہیں جن کا پڑھنا سننا باعثِ نجاتِ دارین ہے۔	۱۸۲
۱۸۳	مقامِ ولایت کے خصوصی منصب کے بارے میں حضرت محبتِ والہ ثانی کے ایک مکتوب کا اقتباس قطبیتِ کبرے اور مرکزیتِ حضراتِ اہل بیت کرام کے لئے ہی ہے۔	۱۸۳
۱۸۴	ائمہ اہل بیت اور حضور غوثِ پاک کے درمیان اور کوئی شخص قطبیتِ کبریٰ کے مرتبہ پر فائز نہیں اور اب یہ مرتبہ آپ ہی کے ساتھ خاص ہے اور سب اقطاب و نجباء آپ کے توسط ہی سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔	۱۸۴
۱۸۵	افلت شمس الاولین و شمسنا الخ	۱۸۵
۱۸۶	اہل بیت کرام کے علاوہ دوسری اقوام کے متشرع حضرات اہل بیت کرام کے فیضان سے قطب ہو سکتے ہیں۔	۱۸۶
۱۸۷	عالم متقی حقیقی پیر کا عالم و متقی سجادہ نشین اس کا قائم مقام اور منظر ہوتا ہے۔	۱۸۷
۱۸۸	سجادگی، نیابت اور خلافت کا معنی قائم مقامی ہے۔	۱۸۸
۱۸۹	نائب کا کام یہ ہے کہ اپنے منسوب عند کے فرائض و اختیارات کا اجرا کرے ایسا متقی سجادہ نشین اولی الامر میں داخل ہے۔	۱۸۹



صفحہ	مضامین	مذکر
۱۸۳	ستران کریم کی توہین اور نماز روزہ کا انکار کرنے والا جاہل پیر کا ذرا اور مرتد ہے، اہل اسلام پر لازم کہ ایسے شخص سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔	۱۹۰
	شریعت و طریقت —	
۱۱۹	ابن عربی دلی ہیں اور دلی کا قول مخالف شرع نہیں ہو سکتا۔	۱۹۱
۱۴۳، ۱۲۰	ستیدنا غوث اعظم کا فرمان ہے کہ ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کر دے، بے دینی ہے۔	۱۹۲
۱۲۰	امام غزالی فرماتے ہیں کہ اول و آخر ظاہر شریعت کو صحیح ماننا ضروری ہے۔	۱۹۳
۱۲۰	شریعت کی اہمیت پر حضرت داتا گنج بخش کا قول۔	۱۹۴
	خلافت شریعت کشف کا دعویٰ باطل اور اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنے والا کافر و زندیق ہے۔	۱۹۵
۱۲۰	شاہ سلیمان تونسوی فرماتے ہیں کہ خلافت شرع معمولی کام بھی بسندہ کو مرتبہ ولایت سے گرا دیتا ہے۔	۱۹۶
۱۲۱	موافق شریعت الہام اولیا۔ ان کے اپنے حق میں حجت ہے۔	۱۹۷
۱۲۱	جو شخص شریعت پر عمل پیرا نہ ہو اس کا ایمان اور توحید غیر معتبر ہے۔	۱۹۸
۱۴۳، ۱۲۱	صوفیائے کرام کی مصطلحات کو معانی متعارفہ پر محمول سمجھ کر اعتقاد کرنا کفر ہے۔	۱۹۹
۱۴۳، ۱۲۱	کلمات صوفیہ مشابہات کا درجہ رکھتے ہیں جن کی مراد تک عام عقل کی رسائی نہیں۔	۲۰۰



صفحہ	مضامین	سورہ نمبر
۱۱۷	خلاف شرع تاویل منع اور ناجائز ہے۔	۲۰۱
۱۱۸	یہودیوں نے شیخ محی الدین ابن عربی کی کتابوں میں تحریف کی ہے۔	۲۰۲
۱۱۸	فصوص الحکم میں خلاف شرع کلمات موجود ہیں۔	۲۰۳
	اہم شعرائی نے شیخ ابن عربی کے ہاتھ کا لکھا ہوا فتوحات مکیہ کا نسخہ دیکھا	۲۰۴
۱۱۸	جس میں مصری نسخوں والی تحریف شدہ عبارات میں سے کوئی عبارت نہ تھی۔	
۱۱۹	در المختار میں ہے کہ شیخ ابن عربی کی کتابوں کا مطالعہ نہ کیا جائے۔	۲۰۵
۱۲۱	سیدنا ابن عربی فرماتے ہیں ہم ایسی قوم ہیں کہ ہماری کتب غیر نظر کرنا حرام ہے۔	۲۰۶
	کسی بزرگ کی کتاب میں خلاف شرع کلمہ ملے تو اس کی توجیہ و تحقیق کا اسلوب کیا ہے۔	۲۰۷
۱۲۲، ۱۲۱	متشابہ میں سکوت لازم ہے۔	۲۰۸
۱۲۳	کتاب التفسیر	
	قرآن کریم کی کسی آیت میں یہ نہیں کہ دنیا میں کسی جگہ یہودی حکومت قائم نہیں ہو سکتی۔	۲۰۹
۱۹۳	کفار اور اشتراکیت پرست طبقہ اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔	۲۱۰
۱۹۳	اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ قرآنی ارشادات کو سمجھنے کے لئے علماء ربانین کی طرف رجوع کریں۔	۲۱۱
۱۹۳	قرآنی خبریں حرف بحرف صحیح ہیں۔	۲۱۲
۱۹۴	واقعات عالم سے حقانیت اسلام اور صداقت قرآن کی تازہ بہ تازہ	۲۱۳



صفحہ	مضامین	پہلی نمبر
۱۹۴	تصدیقیں ہو رہی ہیں۔	
۲۱۳	حضرت علیہم الذلۃ کے ساتھ انتشار بھی ہے اسی سیاق و سباق میں آیت کو سمجھنا چاہئے۔	
۱۹۴	۲۱۵ آیات قرآنی کے مفہوم کے مطابق یہودی اسلام لے آئیں تو حقیقی عزت یاب ہو سکتے ہیں یا حکومتوں سے عہد و پیمان کر کے دنیوی عزت پاسکتے ہیں۔	
۱۹۴	۲۱۶ امریکہ، روس اور برطانیہ کے تعاون سے اسرائیلی حکومت کا قیام صداقت قرآن کی دلیل ہے۔	
۱۹۴	۲۱۷ کلمہ اوقدوا نارا للحراب الخ صداقت اسلام کی دوسری دلیل۔	
۱۹۵	۲۱۸ ویسعون فی الارض فسادا صداقت اسلام کی تیسری دلیل۔	
۱۹۵	۲۱۹ لن یضروکما الا اذی میں یہودی مدینہ میں مسلمان ہو جانے والے کمزور صحابہ کرام کو خطاب ہے، اس میں عموم نہیں۔	
۱۹۴	۲۲۰ اگر آیت کا خطاب ہر زمانہ کے مسلمانوں کو ہو تو بھی اعتراض نہیں۔	
۱۹۴	۲۲۱ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کی فتح و نصرت کو مشروط فرمایا ہے۔	
۱۹۸	۲۲۲ مدعیان اسلام کا آپس میں دست بگریباں ہونا، احکام ربانیہ میں غفلت اور تقویٰ و توکل سے عاری ہونا مسلمانوں کی موجودہ بزدلی کا باعث ہے۔	
۱۹۸	۲۲۳ قرآنی صداقتوں کو دشمنان اسلام کا دھوکہ سے اعتراض کے رنگ میں پیش کرنا اہل اسلام کی غفلت کا نتیجہ ہے۔	
۱۹۸	۲۲۴ انا عرضنا الامانتہ میں "امانت" سے مراد تکلیفات شرعیہ نماز،	



صفحہ	مضامین	نمبر
۲۰۰	روزہ وغیرہ ہیں یا امانت سے مراد تجلیات ذاتیہ دائمہ کی استعداد و قابلیت ہے۔	
۲۲۵	و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ کی ضمائر کے مراجع کے بارے میں اقوال مفسرین۔	
۲۰۰	جس کی طرف ضمیر راجع ہو اس کا دور ہونا بعد مرجع کہلاتا ہے۔	۲۲۶
۲۰۰	ایک کلام میں ایک ہی قسم کی ضمیروں کا مختلف مراجع کی طرف لوٹنا انتشارِ ضمائر کہلاتا ہے۔	۲۲۷
۲۰۰	ایک قرأت و يعزروہ و يوقروہ یا کے ساتھ بھی ہے۔	۲۲۸
۲۰۱	اکثر ائمہ کے مطابق و تعزروہ و توقروہ کی ضمیریں حضور علیہ السلام کی طرف لوٹی ہیں۔	۲۲۹
۲۰۱	مرجع کے لئے لفظی ذکر کا قرب ضروری نہیں ذہنی ذکر کافی ہے۔	۲۳۰
۲۰۱	اللہ جل و علا اور حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ذہنوں میں جلوہ گر ہے۔	۲۳۱
۲۰۱	ومن اوفى بعهده عليه الله فسيؤتيه اجرا عظيما کے مراجع کا بیان۔	۲۳۲
۲۰۲، ۲۰۱	بعد مرجع یا انتشارِ ضمائر اگر ماہر لغت عرب کے لیے وقتِ فہم کا باعث ہوں تو قابلِ اعتراض ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔	۲۳۳
۲۰۲	ومن يطعم الله ورسوله ويدخله جنت الاية اور سبحة الخ الذي اسرى بعبدہ الاية کے ضمائر کا بیان۔	۲۳۴
۲۰۲	توقروہ پر وقفِ تام ہے اور تسبحوہ سے دوسرے کلام کی	۲۳۵



صفحہ	مضامین	سردنبر
۲۰۲	ابتداء ہوتی ہے۔	
۲۰۳ تا ۲۱۴	سورۃ بقرہ کا مختصر عام فہم تعارف۔	۲۳۶
۲۰۴	ہجرت مدینہ منورہ کے بعد سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی۔	۲۳۷
۲۰۴	اس سورت میں ہزار حکم، ہزار نہی اور ہزار خبریں ہیں۔	۲۳۸
۲۰۴	آیۃ الکرسی کی فضیلت	۲۳۹
۲۰۴	امن الرسول تا آخر سورت دو آیات کی فضیلت۔	۲۴۰
	جس گھر میں سورت بقرہ کی تلاوت کی جائے وہ تین دن تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔	۲۴۱
۲۰۴	حروف مقطعات اللہ و رسول کے درمیان اسرار ہیں۔	۲۴۲
	سورہ بقرہ کے چالیس رکوع، دو سو چھیالیس آیات اور ساڑھے پچیس ہزار	۲۴۳
۲۰۵	حروف ہیں۔	
۲۰۵	عقائد متعلقہ ذات باری تعالیٰ۔	۲۴۴
۲۰۶	عقائد متعلقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔	۲۴۵
۲۰۶	یہود و نصاریٰ کے علماء حضور کو اپنے بیٹوں کی طرح اچھی طرح پہچانتے تھے۔	۲۴۶
۲۰۶، ۲۰۶	تورات و انجیل میں آپ کا ذکر بڑی وضاحت سے موجود تھا۔	۲۴۷
۲۰۷	قرآن کریم کی شان۔	۲۴۸
۲۰۷	حضرت آدم علیہ السلام کا بیان	۲۴۹
۲۰۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان۔	۲۵۰
۲۰۸	بنی اسرائیل کا ذکر۔	۲۵۱



صفحہ	مضامین	سکہ نمبر
۲۰۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان۔	۲۵۲
۲۰۹	حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر	۲۵۳
۲۰۹	حضرت عزیر علیہ السلام کا بیان۔	۲۵۴
۲۱۰	فرشتوں کا ذکر۔	۲۵۵
۲۱۰	ارکان اسلام (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کا بیان۔	۲۵۶
۲۱۱	حلال کھانے اور حرام سے بچنے کا حکم۔	۲۵۷
۲۱۱	بیع حلال ہے اور سود حرام ہے۔	۲۵۸
۲۱۱	گواہی کا بیان۔	۲۵۹
۲۱۱	گروی رکھنے کا بیان۔	۲۶۰
۲۱۱	صدقات و خیرات کا بیان۔	۲۶۱
۲۱۱	ریاء سے بچنے کا حکم۔	۲۶۲
۲۱۱	نکاح کا بیان کہ مؤمنین کے ساتھ ہو اور کفار کے ساتھ نہ کیا جائے۔	۲۶۳
۲۱۱	مسائل طلاق۔	۲۶۴
	کعبہ شریف کی تعمیر اس کا لوگوں کے لئے مرجع اور امان ہونے، قبلہ بننے	۲۶۵
۲۱۱	اور طواف کا بیان۔	
۲۱۲	ذبیہ لاپح کی خطر حق چھپانے کی برائی۔	۲۶۶
۲۱۲	قصص کا بیان۔	۲۶۷
۲۱۲	جہاد، ثابت قدمی اور صبر کا حکم۔	۲۶۸
۲۱۲	شہید کی حیات ابدی کا بیان۔	۲۶۹



صفحہ	مضامین	صفحہ
۲۱۲	یتیموں کی اصلاح کا حکم۔	۲۴۰
۲۱۲	عہد پورا کرنے کا ذکر۔	۲۴۱
۲۱۲	مرتد کے احکامات۔	۲۴۲
۲۱۳	نسخ کا بیان۔	۲۴۳
۲۱۳	اب کوئی آیت یا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا۔	۲۴۴
	کتاب السنۃ والحدیث —	
	قرآنی دلائل کی روشنی میں حجیت حدیث کے ثبوت میں رسالہ "حدیث الحجیب"	۲۴۵
	رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور راہ و رسم کا نام سنت و حدیث ہے۔	
۲۲۱ تا ۲۸۰	حضرت کی سنت و حدیث ایمانداروں کے لئے آفتاب ہدایت ہے۔	۲۴۶
۲۲۱	حجیت حدیث پر قرآن پاک سے دلیل نمبر۔	۲۴۷
۲۲۲	حنور کے بتلانے ہی سے امت نے قرآن کا قرآن ہونا جانا۔	۲۴۸
۲۲۳، ۲۴۴	حضرت کا یہ بتانا کہ یہ قرآن ہے، بھی حدیث ہے گویا انکار حدیث کی صورت میں قرآن کا اعتبار بھی نہیں رہے گا	۲۴۹
۲۲۳، ۲۴۴	جب حدیث کے بغیر فہم قرآن ممکن نہیں تو اس پر عمل کیسے ممکن ہو گا۔	۲۸۰
۲۲۳	حضرت اکرم آیات کے علاوہ اپنے اقوال سے بھی امت کا تذکرہ فرماتے ہیں۔	۲۸۱
۲۲۳	و یعلمہم الکتاب والحکمۃ میں کتاب سے قرآن کریم اور حکمت سے حدیث پاک مراد ہے۔	۲۸۲
۲۲۳	قیامت تک آنے والے لوگ حضرت سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔	۲۸۳





صفحہ	مضامین	سردہ
۲۲۲	تعلیم قرآن کی طرح تعلیم حدیث بھی اللہ کا فضل ہے۔	۲۸۲
۲۲۵	دلیل نمبر ۲ و ۳۔	۲۸۵
۲۲۵	اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک کو اپنی کتاب کے مطالب بیان فرمادئے ہیں۔	۲۸۶
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان کے لئے ضروری و مفید مطالب و معانی	۲۸۷
۲۲۵	بیان فرمادئے۔	
	حدیث پاک کی مدد کے بغیر گزشتہ، موجودہ اور آئندہ کی کسی مخفی چیز کی تفصیل معلوم	۲۸۸
۲۲۶	نہیں ہو سکتی۔	
	احادیث میں ہوائی جہاز، ریل گاڑی، ایٹم بم وغیرہ نو ایجاد شدہ چیزوں کا تفصیلی	۲۸۹
۲۲۶	علم موجود ہے۔	
۲۲۸	حدیث کے بغیر ارکان و اعمال شرعیہ کا علم بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔	۲۹۰
	صلوٰۃ، زکوٰۃ وغیرہ کے لغوی معنی شرعی معنی کی وضاحت نہیں کرتے بلکہ ان کا	۲۹۱
۲۲۸	بیان قولی، فعلی اور تقریری حدیثوں سے ہوتا ہے۔	
	چونکہ ہم نے حضور کا ظاہری زمانہ نہیں پایا لہذا ہم صحابہ کرام، ائمہ دین اور علماء اسلام	۲۹۲
۲۳۰	کے بھی محتاج ہیں۔	
۲۳۰	خارجی ان الحکمہ اللہ پڑھ کر صحابہ کرام کے فیصلوں کو بے اعتبار بتاتے۔	۲۹۳
۲۳۰	اس سلسلہ میں حضرت علی کا ایک واقعہ۔	۲۹۴
۲۳۱	دلیل نمبر ۴ و ۵۔	۲۹۵
۲۳۲	حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ظاہر و پوشیدہ علم حاصل ہیں۔	۲۹۶
	حضور ان خدا داد علوم سے امت کو بھی فیضیاب فرماتے ہیں اور بخل سے	۲۹۷

صفحہ	مضامین	نمبر
۲۳۲	کام نہیں لیتے۔	
۲۳۲	حضور چونکہ سراپا رحمت ہیں اور ذرہ ذرہ کا علم غیب رکھنے والے ہیں اس لئے	۲۹۸
۲۳۲	اپ کی تعلیمات پر عمل و اعتقاد ہماری ہدایت کا باعث ہے۔	
۲۳۳	حدیث پاک سے دور ہونا گمراہی اور سبب غضب الہی ہے۔	۲۹۹
۲۳۴	اللہ اور اس کے انعام یافتہ بندوں کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔	۳۰۰
۲۳۴	دلیل نمبر ۶۔	۳۰۱
۲۳۴	صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اور اولیاء و علماء آفتاب رسالت مآب ہی کا نور	۳۰۲
۲۳۴	پھیلا رہے ہیں۔	
۲۳۴	دلیل نمبر ۷۔ متعدد آیات سے حجیت حدیث کا ثبوت۔	۳۰۳
۲۳۹	حضور کی تمام قولی و فعلی حدیثیں واجب العمل ہیں۔	۳۰۴
۲۴۰	عمل بالقرآن، عمل بالحدیث کے بغیر ناممکن، اسی طرح عمل بالحدیث صحابہ و فقہاء مجتہدین	۳۰۵
۲۴۰	کی ہدایت کے بغیر ناممکن لہذا فقہ پر عمل حدیث پاک پر عمل ہے۔	
۲۴۰	دلیل نمبر ۸۔	۳۰۶
۲۴۱	حدیثوں پر عمل اتباع رسول ہے جس سے انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔	۳۰۷
۲۴۲	دلیل نمبر ۹ تا ۱۲۔	۳۰۸
۲۴۵	دلیل نمبر ۱۳ تا ۱۵۔	۳۰۹
۲۴۶	اللہ و رسول کے حکم ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کی تحدیث کو بھی	۳۱۰
۲۴۶	معتبر مانا جائے۔	
۲۴۶	دلیل نمبر ۱۶، ۱۷، ۱۸۔	۳۱۱





صفحہ	مضامین	نمبر
۲۴۸	دلیل نمبر ۱۸ تا ۳۵۔	۳۱۲
۲۴۹	حضور کی ایک ایک بات اور پیشینگوئی صداقت کے بلند ترین مہینار کی حیثیت رکھتی ہے۔	۳۱۳
۲۴۹	پیشینگوئی نمبر ۱۸ حجاز مقدس میں زبردست آگ کا ظہور۔	۳۱۴
۲۵۰	آگ ظاہر ہونے کی تاریخ اس کی شدت و مدت طول و عرض اور ہولناکی کا بیان۔	۳۱۵
۲۵۱	سخت حرارت والی اس آگ کی طرف سے مدینہ منورہ والوں کو ٹھنڈی ہوا آتی رہی۔	۳۱۶
۲۵۰	اس زبردست آگ سے اللہ تعالیٰ نے حرم مدینہ کو محفوظ رکھا۔	۳۱۷
۲۵۲	آگ کے ظہور سے پہلے کئی دن تک سخت زلزلے آتے رہے تھے کہ ایک دن اٹھارہ مرتبہ زلزلہ آیا۔	۳۱۸
۲۵۲	یہ آگ باون دن تک مسلسل قائم رہی۔	۳۱۹
۲۵۳	دوسری پیشینگوئی، ترک قوم کے حلیہ اور ان سے جہاد کی خبر پر مشتمل۔	۳۲۰
۲۵۳	تیسری پیشینگوئی، الا ان القوة الرمحی کے مفہوم کی وسعت۔	۳۲۱
۲۵۵	حضور علیہ السلام کا ایک اسم گرامی "صاحب السیف" بھی ہے۔	۳۲۲
۲۵۶	"رمی" کا لفظ تیر سے لے کر توپوں کے گولے، ایٹم بم، میزائل وغیرہ تک تمام جدید ہتھیاروں کو شامل ہے۔	۳۲۳
۲۵۶	یہ حضور کی ہمہ دانی اور جامع بیانی ہے کہ ایک لفظ "رمی" میں وہ سب کچھ جمع کر دیا جو ہر زمانے کے اوزار پر صادق آتا ہے۔	۳۲۴
۲۵۶	حضور کے سامنے زمان و مکان اور مکین و مکان کی دو سعتیں سمٹی ہوئی ہیں۔	۳۲۵

صفحہ	مضامین	نمبر
۲۵۶	۴ تا ۸ پیشینگوئی، فضائل و برکاتِ رمضان کے سلسلہ میں ارشادات کی قسط	۳۲۶
	نویں، دسویں اور گیارہویں پیشینگوئی، جب گویا عورتیں مزامیر اور باجے	۳۲۷
۲۵۹	ظاہر ہوں گے تو مسخ اور قذف ہوگا۔	۳۲۸
۲۶۰	منشیات کا عام ہونا بھی حضور کے فرمانات کی صداقت کی دلیل ہے۔	۳۲۹
۲۶۱	خف کا معنی۔	۳۳۰
۲۶۱	مسخ اور قذف کا مفہوم۔	۳۳۱
۲۶۲	بارہویں پیشینگوئی ”ظہور القلم“۔	۳۳۲
۲۶۲	ظہورِ قلم کی متعدد صورتیں۔	۳۳۳
۲۶۳	تیرہویں پیشینگوئی، اتحاد و یک جہتی کا فقدان۔	۳۳۴
	چودھویں پیشینگوئی، جب خانہ جنگی کا آغاز ہوا تو قیامت تک یہ سلسلہ	۳۳۵
۲۶۳	جاری رہے گا۔	۳۳۶
۲۶۳	سبائیوں اور بلوایتوں نے عہدِ خلافتِ عثمانی میں خانہ جنگی کی بنیاد رکھی۔	۳۳۷
۲۶۴، ۲۶۳	مختلف ادوار کی خانہ جنگیاں۔	۳۳۸
۲۶۴	پندرہویں سولہویں پیشینگوئی، جھوٹے مدعیانِ نبوت کا ظہور۔	۳۳۹
۲۶۴	سیکون کذابوں مثلاً ثون الحدیث کی تشریح۔	۳۴۰
۲۶۴	سترہویں پیشینگوئی، فتنہ انکارِ حدیث کی نشاندہی۔	۳۴۱
۲۶۴	الا فی اوتیت القرآن و مثله معہ الحدیث کا معنی و مفہوم۔	۳۴۲
۲۶۶	محبتِ حدیث پر دلیل نمبر ۳۶۔	۳۴۳
۲۶۸	محبتِ حدیث پر دلیل نمبر ۳۷۔	۳۴۴





صفحہ	مضامین	سلسلہ نمبر
۲۶۹	حجیت حدیث پر دلیل نمبر ۳۸، ۳۹۔	۳۴۳
۲۷۰	حجیت حدیث پر دلیل نمبر ۴۰۔	۳۴۴
۲۷۱	حجیت حدیث پر دلیل نمبر ۴۱۔	۳۴۵
۲۷۲	ہر نبی کا قول و فعل کتاب اللہ کی طرح شرعی دلیل ہے۔	۳۴۶
۲۷۲	حجیت حدیث پر دلیل نمبر ۴۲۔	۳۴۷
۲۷۳	حلال و حرام کرنا حضور کی صفت ہے۔	۳۴۸
۲۷۳	حجیت حدیث پر دلیل نمبر ۴۳ تا ۴۵۔	۳۴۹
۲۷۴	یہودیوں کو بھی انکار حدیث کی بڑی عادت تھی۔	۳۵۰
۲۷۴	موسے علیہ السلام کی حدیث کا انکار کرنے والوں پر عذاب الہی نازل ہوا۔	۳۵۱
۲۷۵	حجیت حدیث پر دلیل نمبر ۴۶۔	۳۵۲
۲۷۶	حجیت حدیث کے متعدد دلائل پر مشتمل دلیل نمبر ۴۷۔	۳۵۳
۲۷۸	حجیت حدیث پر دلیل نمبر ۴۸۔	۳۵۴
۲۷۸	اللہ رب العزت نے محبوب پاک کے کام کو اپنا کام اور اپنے کلام کو رسول کا کلام قرار دیا۔	۳۵۵
۲۷۹	اگر قول رسول (حدیث) کا اعتبار نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے قول کا نام "قول رسول" نہ رکھتا۔	۳۵۶
۲۸۰	حدیث قولی، فعلی اور تقریری کی تعریفیں۔	۳۵۷
۲۸۲	حدیث "شرب البول" کے اسناد پر بحث اور اس کی ایک سند کی تصحیح۔	۳۵۸
۲۸۵	حدیث "لایت رجب" فی صورة شاب کے حوالہ جات۔	۳۵۹



فوائد متفرقة

- ۳۹۰ صاحب جلالین، تفسیر جلالین میں سب سے راجح قول پر اعتماد کرتے ہیں۔ ۷۵
- ۳۹۱ "کلمہ" لغت عرب میں عموم افعال کے لئے ہے۔ ۱۰۱
- ۳۹۲ کلمہ "کلمہ" تعمیم افعال کا مقتضی ہے اور تعمیم افعال تکرار افعال کا مستلزم۔ ۱۰۱
- ۳۹۳ جس طرح جملہ اسمیہ مثبتہ قرآن کی مدد سے دوامی ثبوت کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح جملہ اسمیہ منفیہ مقامی معاونت سے نفی کے دوام کا فائدہ دیتا ہے، دوام کی نفی نہیں کرتا۔ ۱۰۸
- ۳۹۴ خاص، افادہ معنی میں قطعی ہوتا ہے۔ ۱۱۵
- ۳۹۵ خاص قرآن کے مقابل ایسی خبر واحد جو حضور علیہ السلام یا رب العزت کی طرف منسوب ہو اور خاص قرآن سے موافقت نہ کر سکے تو اسے چھوڑا جائے گا۔ ۱۱۵
- ۳۹۶ خاص اپنے مدلول کو یقینی اور قطعی طور پر شامل ہوتا ہے۔ ۱۱۵
- ۳۹۷ محکم وہ ہے جس سے مراد پختہ ہو کہ احتمال نسخ و تبدل باقی نہ رہے۔ ۱۱۶
- ۳۹۸ اخبار میر نسخ جاری نہیں ہوتا۔ ۱۱۵
- ۳۹۹ ایسی خبر جس میں طلب کا معنی نہ ہو منسوخ نہیں ہو سکتی۔ ۱۱۵
- ۴۰۰ نسخ کا محل ایسا حکم ہے جو وجود و عدم دونوں کا محتمل ہو۔ ۱۱۶
- ۴۰۱ ایسا حکم منسوخ ہو سکتا ہے جس کے ساتھ نص سے ثابت نسخ کے منافی قید لاحق نہ ہو۔ ۱۱۶
- ۴۰۲ محکم کے مقابلہ میں ظاہر نص اور مفسر مرجوح ہیں۔ ۱۱۶
- ۴۰۳ ظاہر سے نص مقدم ہے اور ظاہر نص سے مفسر مقدم اور ان سب سے



صفحہ	مفہم	مسئلہ نمبر
۱۱۶	محکم مقدم ہے۔	
۱۱۶	محکم میں کسی تاویل، تخصیص کی گنجائش نہیں۔	۳۷۴
۱۱۶	امادہ یقین میں محکم تمام قطعی نصوص میں کامل و قوی ہے۔	۳۷۵
۱۱۷	تاویل کا معنی و مفہوم۔	۳۷۶
	نصوص کے ظاہری معنی ہی معتبر ہیں، جھوٹے اہل باطن کے غلط بیان کردہ	۳۷۷
۱۱۷	معانی اکھا دو بے دینی ہے۔	
۱۱۹	شرعیات کا ترازو علمائے شریعت کے ہاتھوں میں ہے (قول ابن عربی)	۳۷۸
۱۲۰	جو دلی (مکلف) میزان شریعت سے باہر نکلے اس کا رد و انکار ضروری ہے۔	۳۷۹
۱۲۰	سیدی عبدالعزیز و باغ مصری، حلیل القدر اصحاب کشف میں سے ہیں۔	۳۸۰
	ہجۃ الاسرار نہایت ہی بلند پایہ تصنیف ہے جو کتب حدیث کی طرز پر	۳۸۱
۱۶۶	باقاعدہ با اسناد ہے۔	
	مخبر صادق جب امر ممکن کی خبر دے تو قابل تسلیم اور مخبر لازم الاطاعت ہو تو	۳۸۲
۱۷۱	ماننا ضروری اور لازم ہے۔	
۱۸۰	جمع مؤنث سالم معرف باللام مفید استغراق ہے۔	۳۸۳
۱۸۰	جمع مضاف بھی مفید استغراق ہے۔	۳۸۴
۲۶۰	امام ترمذی نے ۳۷۹ھ میں وفات پائی۔	۳۸۵
۲۶۳	ابوداؤد، ترمذی تیسری صدی ہجری میں لکھی گئیں۔	۳۸۶
۸۷	خرگوش دوسرے لوگوں کی طرح بلوچوں اور سیدوں کے لئے بھی حلال ہے۔	۳۸۷
۸۷	حضرت علیہ السلام نے خرگوش کے دوران قبول فرمائے۔	۳۸۸



صفحہ	مضامین	نمبر
۸۹	بطور امداد غنی یا فقیر ام مسجد کو قربانی کی کھالیں دی جاسکتی ہیں۔	۳۸۹
۸۹	تنخواہ کے طور پر قربانی کی کھالیں دینا جائز نہیں۔	۳۹۰
۸۹	قربانی یا عقیقہ کی کمال قصاب کو بطور مزدوری دینا ناجائز ہے۔	۳۹۱
	دفاعی فنڈ میں حیدر تملیک سے زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔	۳۹۲
۱۶۱		



اجمالی فہرست فتاویٰ نوریہ جلد ششم

باب الطہارۃ	باب الاعتکاف
كتاب المساجد	كتاب الحج
كتاب الصلوة	كتاب النكاح
باب الاوقات	باب المحرمات
باب الاذان	باب المصاہرۃ
باب الامامت	باب نکاح المعتقات والمحوامل
باب ما تبطل به الصلوة وما لا تبطل	باب الرضاع
باب التطوع	باب الولی
باب الجمعة والعیدین	باب الکفو
باب الحج تاتر	كتاب الطلاق
كتاب الزکوة	كتاب المحظور والاباحۃ
كتاب الصوم	فوائد اصول فقہ
باب رویت الملل	متفرقات



تفصیلی فہرست جلد ششم کے آغاز میں (صفحہ ۲۸۹ پر) ملاحظہ فرمائیں



حیاتِ فقیرِ اعظم

غمرا در کعبه تنجانی می ناله حیات
آز بزم عشق یک دانی راز آید برین

تحریر: علامہ عبدالحکیم شرف قادری

پکٹائے روزگار

فقیرِ اعظم حضرت علامہ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی بصیر لوری قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے۔ علم و فضل، تقویٰ و طہارت، تنظیم و سیاست اور ہمت و استقامت میں پکٹائے روزگار تھے، جلالتِ علمی اور عظیم دینی خدمات کے باوجود تواضع اور خوش اخلاقی کا پیکر تھے۔ اپنے اساتذہ محترم مفتی اعظم پاکستان حضرت ابوالبرکات سیّد احمد قادری قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ادب و احترام اور انکسار کا مجسمہ دکھائی دیتے اور دیکھنے والا آپ کی عظمت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہتا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ علمی مرکز سے دور بصیر لوری ایسے دیہاتی اور غیر علمی ماحول میں رہ کر علم دین اور حبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کی جس کی ضیاء باری نے صرف پاکِ تن ہی کا گوشہ گوشہ منور نہیں کیا بلکہ اس کی شعاعیں دوسرے ممالک تک پہنچیں وقت کے علیل القدر علماء علمی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے اور فیض یاب ہوتے۔ ہزاروں طلباء اور علماء نے آپ کی بارگاہ سے علوم دینیہ کا فیض حاصل کیا۔

آپ کے دارالعلوم کا امتیازی وصف یہ تھا کہ یہاں طلباء کو صرف نصابی کتب نہیں پڑھائی جاتی تھیں بلکہ انہیں اعمالِ صالحہ اور اخلاص و تقویٰ کا پس کر بھی



بنایا جاتا تھا۔

حضرت فقیہ اعظم لویں تو تفسیر و حدیث اور دیگر تمام مروجہ علوم و غیب میں کامل و مترس رکھتے تھے لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا اسی لئے آپ کے ہم عصر اور اکابر علماء نے آپ کو فقیہ اعظم تسلیم کیا، چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل آپ کے فتاویٰ کے مطالعہ سے آپ کی وسعت نظر، عمیق مشاہدہ، قوت استدلال اور جدت فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔



خاص علمی و دینی ماحول اور دیہات کی سادہ وضع میں زندگی بسر کرنے کے باوجود ان کی فکر میں بڑی جدت تھی۔ انہوں نے عہد حاضر کے مسائل جدیدہ کا مجتہدانہ انداز میں حل پیش کیا۔ دینی مسائل میں جہاں اجتہاد کی گنجائش ہو تحقیق اور ریسرچ جاری رہنی چاہئے ورنہ جمود اور تعطل فکری صلاحیتوں کو زنگ آوے گا اور نئی نسل دین سے دور ہوتی چلی جائے گی۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، ایلو پیچی اور ہومیو پتی دواؤں کا حکم، جان بلب مریضوں کے لئے عطیہ خون، لڑکیوں کو لکھائی کی تعلیم دینا، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز، روزے کی حالت میں انکیشن، بلغاریہ اور ڈنمارک وغیرہ میں نماز، روزے اور دیگر تقریبات کے اوقات کا تعین، جہاں سال میں بعض راتیں صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کی ہوتی ہیں، حج کے لئے تصویر کا جواز وغیرہ مسائل کا حضرت فقیہ اعظم نے فیتہانہ بصیرت سے حل پیش ہے، تمام تر فکری جدت کے باوجود کیا مجال ہے کہ کہیں تکبر اور عجب کا اظہار ہو یا بزرگوں کی تخفیف کا کوئی پہلو نکلتا ہو، دور جدید کے محققین کے لئے یہ طرز عمل مشعل راہ ہونا چاہئے۔

حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

”کیا تازہ حوادث و نوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم



بالکل صمّ بکم بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں
کہ معاذ اللہ! اسلام ایک فرسودہ مذہب ہے، اس میں روزمرہ ضروریات
زندگی کے جدید ترین ہزار ہا تقاضوں کا کوئی حل نہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلیٰ العظیم۔

یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و
منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم حجاز
کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری
ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علماء کرام محض اللہ کے لئے نفسانیت
سے بلند و بالا، سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں، مگر
بظاہر یہ توقع تمنا کی حدود طے نہیں کر سکتی، یہی انتشار آزا دنیا کی باعث
بن رہا ہے۔ فان اللہ وانا الیہ راجعون ۱۰

فقیر اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی ابن مولانا محمد صدیق ابن مولانا احمد الدین
ابن سلطان التارکین مولانا محمد ابراہیم ۱۶ رجب، ۱۰ جون ۱۳۳۲ھ/۹۱۴۲ کو پاکپتن شریف
کے پاس واقع گاؤں سو جے کی میں پیدا ہوئے۔ کئی پشتوں سے آپ کے خاندان
میں اصحاب علم و فضل اور ارباب زہد و تقویٰ چلے آ رہے تھے، آپ نے قرآن مجید اور
فارسی نصاب کی تعلیم والد ماجد اور جد امجد سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ درس نظامی
کی ابتدائی کتابیں بھی گھر میں پڑھیں۔ سو جے کی سے چھ سات میل کے فاصلے پر
مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ رہتے تھے، ان سے کافیہ کے چند اسباق پڑھے،

۱۰ محمد نور اللہ نعیمی، فقیر اعظم مولانا : فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۲۷۰۔

بعد ازاں جب بھی ملاقات ہوتی ان کا پورا پورا ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے۔
 دیگر علوم و فنون کی تحصیل کے لئے ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں محدث بہاول نگری حضرت
 مولانا فتح محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء) کی خدمت میں گھمنڈ پور، پسیل خلسا نہ
 ریاست بہاول پور حاضر ہوئے۔ دیگر فنون کے علاوہ معقولات کی اکثر کتابیں ان سے پڑھیں
 فرمایا کرتے تھے کہ مولانا فتح محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریس میں جو لطیف ہوتا تھا وہ کہیں
 نہ دیکھا اور مجھے پڑھانے کا بہترین طریقہ بھی انہی سے حاصل ہوا۔ درس نظامی کی تحصیل کے ساتھ ہی
 علم طب کی تکمیل کی، دورہ حدیث کے لئے امام المحدثین حضرت مولانا ابو محمد محمد ویدار علی شاہ الوری
 رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں حاضر ہوئے، دورانِ سباق
 اہم علمی اور معقول سوالات پیش کرتے جن کا جواب محدث الوری بڑے اطمینان سے دیتے،
 ایک مرتبہ کچھ ساتھیوں نے کہا کہ آپ زیادہ سوالات نہ کیا کریں، اس طرح وقت ضائع
 ہوتا ہے اور سبق کم ہوتا ہے، حضرت محدث الوری نے انہیں سختی سے تنبیہ کی
 اور فرمایا :

”اس سال دورہ حدیث نہایت ہی احسن طریقہ پر ہو رہا ہے اور تم جو کچھ
 سمجھ رہے ہو، ان کی بدولت سمجھ رہے ہو۔“

حدیث کی تمام کتابیں امام اہل سنت محدث الوری قدس سرہ سے پڑھیں،
 ترمذی شریف کے کچھ اسباق مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات ستیا احمد قادری
 رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھے اور ۶ شعبان، ۲۳ نومبر ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کو سند فراغت

اور دستارِ فضیلت سے مشرف ہوئے ۱۵

اپنے والدِ گرامی اور مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری
قدس سرہ کے مشورے کے مطابق سلسلہ عالیہ قادریہ میں صدر الافاضل حضرت مولانا
سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، بیعت
کے بعد صدر الافاضل نے فرمایا :

”مولانا! آپ کا وظیفہ درس و تدریس ہے“

چنانچہ حضرت فقیہِ اعظم تمام زندگی اس وظیفہ پر عمل پیرا رہے۔ رمضان المبارک
(۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) کی تعطیلات میں مراد آباد حاضر ہوئے، حضرت صدر الافاضل نے سلوک کی
منازل طے کرائیں، مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت عطا فرمائی
سلسلہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی اور سلاسل
حدیث کی سندیں عطا فرمائیں ۱۶

حضرت فقیہِ اعظم قدس سرہ نے فارغ التحصیل ہوتے ہی درس و تدریس کا
سلسلہ شروع کیا اور عمر شریف کے آخری دنوں تک پورے پچاس سال کمال استقامت
کے ساتھ جاری رکھا۔ ابتداءً کچھ عرصہ مدرسہ مفتاح العلوم میں استاذِ گرامی حضرت مولانا
فتح محمد محدث بہاولنگری کے پاس رہے پھر ضلع ساہیوال کے مختلف مدارس میں پڑھاتے
رہے۔ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۸ء میں فرید پور تحصیل دیپالپور میں دارالعلوم خفیفہ سریدیہ کی
بنیاد رکھی جہاں طالبانِ علوم دینیہ کشاں کشاں حاضر ہونے لگے طلباء کی بڑھتی ہوئی

۱۵ محمد باقر ضیاء النوری، مولانا : الزاریات ص ۳۳-۲۹

۱۶ محمد محب اللہ نوری، مولانا : فقیہِ اعظم دیباچہ فتاویٰ زوریہ ج ۲ ص ۳۵



تعداد ایک عظیم اور وسیع ادارے کی متقاضی تھی جس کے لئے اس جگہ کا جاگیردارانہ ماحول مانع تھا چنانچہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۵ء میں بصیر لورپتشریف لائے اور دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ وہ جگہ جو قزاقوں کی آماجگاہ تھی آج وہاں علوم دینیہ کی عظیم الشان یونیورسٹی بن چکی ہے۔

بلاشبہ حضرت فقیہ اعظم کی یہ بہت بڑی کرامت ہے کہ جنگل میں قیام کیا اور اسے دین اور علوم دینیہ کا عظیم الشان گلشن بنا دیا جہاں سے ہزاروں حفاظ، علماء اور دین اسلام کے مبلغ اور مدرس تیار ہوئے۔ اس وقت آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا علامہ محمد محب اللہ نوری دام مجدہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر لورپ کے مہتمم شیخ الحدیث اور جانشین فقیہ اعظم ہیں جو اپنے عظیم المرتبت والد گرامی کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ اتباع شریعت و سنت کا حسین پیکر تھے، تنہا کے وقت نہ صرف خود بیدار ہوتے بلکہ جامعہ کے تمام اساتذہ اور تلامذہ کو بھی بیدار کرتے اور سب حضرات خشوع و خضوع کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے اس سے فرائض و واجبات کی پابندی کا اندازہ باسانی لگایا جاسکتا ہے۔



نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والہانہ محبت و عقیدت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب بھی مدینہ منورہ کا ذکر ہوتا آپ کی آنکھیں دفور شوق سے اشکبار ہو جاتیں، مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-
 ”میرا تو بفضلہ تعالیٰ یہ علم ہے کہ بصیر لورپ میں درس اسباق دیتے ہوئے مدینہ عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں، گنبد خضراء

۱۔ محمد محب اللہ نوری، مولانا : فقیہ اعظم دیباچہ فتاویٰ نوریہ ج ۲ ص ۳۵

ج ۲ ص ۲۳

۲۔ ایضاً :

پیش نظر رہے تو کوئی دوری نہیں، تعلیم بھی نہایت ضروری کہ صوفی بے علم
شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے ورنہ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت ہی مدینہ عالیہ
حاضری رہے لے

۱۹۶۰ء میں پہلی بار حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۷۹ء میں زیارت
مدینہ منورہ کے سفر کے موقع پر بغداد شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف، بصرہ، کوفہ،
دمشق اور حلب وغیرہ شہروں میں متعدد انبیاء کرام، صحابہ، اہل بیت اور اولیاء کرام
کے مزارات پر حاضری دی۔ مجموعی طور پر بیس مرتبہ جرین شریفین کی حاضری سے
مشرف ہوئے لے

حضرت فقیہ اعظم کو درس و تدریس کے ساتھ عشق کی حد تک لگاؤ تھا اس کے
باوجود میدان سیاست کے ہر نازک موڑ پر پوری بے باکی کے ساتھ قوم کی راہنمائی کی تحریک
پاکستان میں مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی چنانچہ ۱۹۷۶ء کے الیکشن میں آپ کے حلقے
سے مسلم لیگ کا امیدوار کامیاب ہوا، مرشد گرامی حضرت صدر الافاضل کے مشن کو
پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دیگر علماء اہل سنت و جماعت کے شانہ بشانہ کام کیا،
بہادر کشمیر میں غازی کشمیر حضرت علامہ ابوالحسنات قادری سے مکمل تعاون کیا، ۱۹۷۸ء
میں انوار العلوم، ملتان میں جمعیت العلماء پاکستان کی تشکیل ہوئی جس میں فقیہ اعظم بھی
شامل تھے، آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے، جمعیت کی مجلس عاملہ دشوری
کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں پرزور حصہ لیا جس کے نتیجے میں آپ کو ایک

سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی لیکن تین ماہ بعد رہا کر دیئے گئے، ۱۹۷۲ء میں سانحہ رلویہ کی بنا پر دوبارہ تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو اس میں بھی قابل قدر کردار ادا کیا۔

۱۹۷۷ء میں عوام و خواص کے اصرار پر جمعیتہ العلماء پاکستان کی طرف سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر اسٹیشن میں حصہ لیا اور کسی خطرے کو خاطر میں لائے بغیر نعرہ حق بلند کیا، ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو گرفتار کر کے آپ کو سنٹرل جیل ساہیوال پہنچا دیا گیا جہاں آپ تحریک کے آخر تک رہے۔ جیل میں بھی آپ نے اپنا مشن جاری رکھا، نہ صرف یہ کہ درس قرآن دیتے رہے بلکہ بخاری شریف کا درس بھی جاری رکھا۔

حضرت فقیہ اعظم کی تصانیف متعدد ہیں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :-
۱۔ فتاویٰ نوریہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کا مختصر تعارف ابتدائی سطور میں پیش کیا جا چکا ہے۔

- ۲۔ مکبر الصوت : لاؤڈ سپیکر میں جماعت کرانا جائز ہے۔
- ۳۔ حدیث الحلب : حجیت حدیث پر ایک اہم کتاب۔
- ۴۔ فی الزوال : ظہر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نادر تحقیق (عربی)۔
- ۵۔ نعمائے بخشش : نعتیہ دیوان۔
- ۶۔ نور القوانین : قواعد صرف (پنجابی نظم میں)۔
- ۷۔ حرمت زناغ : کوڑے کی حلت و حرمت کے بارے میں تحقیق۔
- ۸۔ روزہ اور ٹیکہ وغیرہ۔

اس کے علاوہ بخاری اور مسلم شریف پر حواشی (نوٹس) بھی تحریر کئے۔
 حضرت فقیہ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے شعر و سخن کا پاکیزہ ذوق بھی عطا فرمایا تھا،
 زمانہ طالب علمی میں پنجابی، اردو، فارسی اور عربی میں سخن سخن کرتے رہے، بعد ازاں
 ہمہ تن تدریس میں مشغول ہو گئے، فارسی نعت کا مطلع ہے۔
 کے خدایا روئے زیبائے رابینیم باز
 از بہم دو قوس ابرویش تابینیم باز
 عربی نعت کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

فِدَاكَ اِخْوَتِي اُنْحَى اِلَيْ اَبْنَائِي اَحْبَابِي
 وِدَادِي وَذِي مَرْغُوبِي اَغْشَنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ صاحبزادے اور سات
 صاحبزادیاں عطا فرمائیں، صاحبزادگان کے نام یہ ہیں :-

۱۔ مولانا ابوالعطاء محمد ظہور اللہ نوری

۲۔ مولانا ابوالفضل صفوی محمد نصر اللہ نوری (متوفی ۱۳ رمضان المبارک، ۱۹ اگست ۱۳۹۸ھ)

۳۔ محمد عبداللہ ۴۔ محمد اسد اللہ یہ دونوں صاحبزادے کم سنی کے علم میں وفات پا گئے۔

۵۔ مولانا علامہ محمد محبت اللہ نوری زید مجتہد مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

یکم رجب، ۱۵ اپریل ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء جمعہ کے دن ایک بجے میوہ ہسپتال
 لاہور میں زہد و تقویٰ اور علم و فضل کے پیکر فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری رحمہ اللہ

۱۔ محمد شتابش قسری، مولانا : ابتدائی فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۳۶

۲۔ محمد شتابش قسری، مولانا : غشی یا رسول اللہ ص ۱۶

تعالے کا وصال ہوا۔ نمازِ جنازہ میں ڈیڑھ دو لاکھ افراد شریک ہوئے جن میں علماء مشائخ
اور حفاظ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ نمازِ جنازہ غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید
کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ سے پہلے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :
”امام الفقہار سیدی فقیر اعظم کے وصال سے پورا ملک یتیم ہو گیا ہے
ہم سب یتیم ہو گئے۔ علم و تقویٰ دفن ہو رہے ہیں“ اے
دارالعلوم خفیفہ فریدیہ بصیر لور کے وسیع صحن میں آپ کی آخری آرامگاہ بنائی گئی
جس پر عظیم الشان گنبد تعمیر ہو چکا ہے۔

جناب سید رضی شیرازی مدظلہ نے تاجی قطعہ لکھا :
اے فقیہ بے عدل و بے مثال رفتہ است از گلشن عالم جو بو
تیرہ و تار است دنیاۓ علوم نیست در دنیا فقیہے ہجو او
اے رضی سال وصال اے فقیہ
”ہاں فقیر اعظم ماریت“ گوئے

۱۔ محمد محبت نوری، مولانا علامہ : ابتدائیہ فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۶۳
۲۔ ایضاً : ” ص ۶۳



فتاویٰ نور

فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

(ترمذی)

”ایک نفیثہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔“



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
 وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ
 الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ
 وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا. (النساء: ۱۳۶)

”اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس
 کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے
 اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں
 اور قیامت کو تو وہ ضرور گمراہ ہوا اور گمراہی میں دوڑ نکل گیا؟“

أَنْ تُوْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُوْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ

(اسلم)

” اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے
رسولوں، قیامت اور بہر خیر و شر کے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے البتہ
ہونے پر ایمان لاؤ “

کتاب العرفان

توحید

ذات و صفات باری تعالیٰ جل و علا سے متعلق حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کا
درج ذیل مضمون بعنوان توحید، کتاب العقائد میں بطور مہمید شامل کیا جا رہا ہے

الحمد لله رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب

والہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ رب العالمین کو ذات و صفات میں اکیلا جانتا توحید ہے، کس ذات پاک کا
نام ہے اللہ؟ دنیا کی ہر چیز اوستی بدلتی رہتی ہے کبھی صبح ہے اور کبھی شام، دن اگر چلا جاتا ہے
اور رات چھا جاتی ہے، بچپن کا زمانہ گزرتا ہے تو جوان ہونے کے بعد بڑھاپا گھیر لیتا ہے، ایک
درختوں پر پتے نہیں ہوتے تو دوسرے وقت پتے ہی پتے ہوتے ہیں، بادل، بارش، گرج،
چمک، اُدے بھی آتے جلتے رہتے ہیں، کبھی ندیوں میں پانی نہیں ہوتا اور کبھی کناروں سے
بھی اچھل کر سیلاب بن جاتا ہے، ایک موسم میں گندم کے لہلہاتے کھیت نظر آتے ہیں تو

دوسرے زمانہ میں نام و نشان بھی نہیں رہتا۔

ایک شخص آج بڑی عزت والا ہے تو کل ذلیل اور کوئی ہے کہ آج ذلیل تو کل عزت والا، بادشاہ گدا بننے رہتے ہیں اور گدا سے در بادشاہ ہو جاتے ہیں، غرض کہ دنیا بدلتی رہتی ہے، دنیا کی ہر چیز پیدا ہو کر فنا ہوتی رہتی ہے تو اس کا بدلانے والا اور ہر چیز کو پیدا کر کے فنا کرنے والا کوئی ضرور ہے اس کا نام پاک ہے اللہ، وہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی فنا ہوگا، وہی سب خوبیوں اور کمالوں والا ہے اور ہر عیب اور نقصان سے پاک ہے، اس کی تمام صفات (خوبیاں) ذاتی ہیں یعنی کسی نے اس کو یہ صفات نہیں دیں بلکہ وہ اپنے آپ ہی ان صفات والا ہے وہ خود بخود ہی ہر چھوٹی ظاہر چیز کو جانتا ہے دلوں میں مخفی راز بھی اس پر پوشیدہ نہیں، وہی دیکھنے والا، سننے والا اور کلام فرمانے والا ہے اس کا دیکھنا، سننا، کلام کرنا ہماری طرح آنکھ، کان، بان سے نہیں، وہ بے مثل ہے، اس جیسا کوئی بھی نہیں، وہ جو چاہے کر سکتا ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا ہے، ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہے، موت اور گناہ نیند اور غفلت سے پاک ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، جو کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے کسی کام میں ہمیں فائدہ نظر نہ آئے تو یہ ہماری بے مالتی ہے، وہ ظلم سے پاک ہے سچا ہے، اور جھوٹ سے پاک ہے، وہ بڑا ہی مہربان ہے، ہماری خوراک کے لئے قسم قسم کے غلے اور دودھ گوشت پیدا فرماتے اور ہمارے لئے رنگ برنگے میوے اور سواریاں بنائیں، ہماری دنیاوی زندگی کے لئے جو جو چیزیں ضروری ہیں وہ بڑے سلیقہ اور ترتیب سے موجود کر دی ہیں اور دینی زندگی کے لئے آسمانی کتابیں اتاریں، نبی اور پیغمبر بھیجے، سب سے پیچھے قرآن کریم اتارا اور دل و دماغ دے، اپنے حبیب پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ اس کی معرفت (جان پہچان) حاصل کریں، آنکھ اور کان دے کہ دیکھ سکیں کہ سیدھے راہ پر چل سکیں، زبان دی کہ ضرورت پڑے تو دیندار علم والوں سے پوچھ سکیں اور جب خود سمجھ دار



ہو جائیں تو اپنے دوسرے انجان بھائیوں کو سمجھا سکیں اور یہ اس کا بڑا ہی فضل و کرم ہے کہ اگرچہ ہم غلطی اور بے سمجھی سے عمر بھر گناہ ہی گناہ کرتے رہیں مگر جب بھی سچے دل سے توبہ کریں اور معافی مانگیں تو وہ معاف فرمادیتا ہے بلکہ اپنا پیارا بنالیتا ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ اس بڑے مہربان اور پیارے رب کی بندگی کریں، دل اس کی محبت اور پیار سے پُر ہو، زبان پر ذکر اور ثنا ہو، آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں اس کی مرضی کے خلاف نہ ہلائیں۔ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں اور حج کریں اور پورے پورے فرمانبردار بندے بن جائیں اور ہر وقت ڈرتے رہیں اور اس کے فضل کے امیدار بھی رہیں اور دعا کرتے رہیں کہ وہ ہم پر راضی رہے اور ایمان پر خاتمہ کرے۔

والحمد لله رب العلمین وصلى الله تعالى على حبيبہ

محمد خاتم النبیین وآلہ واصحابہ اجمعین۔





تعارف

ہمارے آقا و مولیٰ سرگرد و عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سر پا نور نور علی نور ہیں اللہ تعالیٰ جل و علا نے آپ کو نقص اور ہر عیب سے محفوظ و مصون پیدا فرمایا، اس نے اپنے محبوب کو ایسا بے مثل بنایا کہ مثلیت کا شائبہ ہی باقی نہ رکھا، یہاں تک کہ آپ کا سایہ بھی نہ بنایا۔ اس (جل جلالہ) نے اپنے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بڑی عزت، عظمت اور رفعت عطا فرمائی ہے اس لئے آپ کا سایہ ہی پیدا نہ فرمایا کہ زمین پر پڑنے سے بے ادبی نہ ہو جلتے۔



زیر نظر کتابچے میں اسی بے سایہ و سائبان عالم آقا علیہ التحیۃ والتناہ کی نورانیت اور آپ کا سایہ نہ ہونے پر دلائل و براہین کی روشنی میں پرمغز گفتگو کی گئی ہے۔

سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء میں یہ رسالہ ایک استفادہ کے جواب میں تصنیف فرمایا تھا جسے انجمن حزب الرحمن بصیر پور نے (غالباً ۱۹۶۳ء میں) شائع کیا، ازاں بعد ۱۹۷۷ء میں مجلہ نور الحبيب بصیر پور کے میلاد نمبر کی زینت بنا۔ اب یہ رسالہ فتاویٰ نور یہ کی کتاب العقائد میں شامل کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ جملہ اہل بصیرت کو اس سے مستفیض ہونے اور حبیب پاک روف و رحیم سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہ طہ و سین۔

(مرتب)



رسالہ مسئلہ سایہ

الاستفتاء



بسم اللہ الرحمن الرحیم
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی سایہ کی کونسی دلیل ہے؟
السائل: (مولانا) محمد نصیر الدین رکن پوری



بلا شک و شبہ و ریب آنحضور پر نور نور علی نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں
اس دعویٰ پر شاہد عدل ایمان مومن ہی کافی و دافی ہے۔ جمہور ائمہ کرام و علماء عظام قرآناً فقراً
تصریحات فرماتے چلے آ رہے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں اور ”نور“ آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سے ہے اور احادیث مبارکہ سے اس نورانیت کی شعائیں اپنی چمک و دمک سے ابصار و بصائر کو منور فرما رہی ہیں اور سب سے بڑھ کر وہ شہادت ہے جو خود اس نور کے پیدا فرمانے والے نے صراحتاً بیان فرمائی، ارشاد ہوتا ہے قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین لہ تحقیق آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اس نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور واؤ عطفہ اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

امام فخر الدین رازی اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں ان العطف یوجب المغایرة بین المعطوف والمعطوف علیہ لہ نیز فرماتے ہیں ان المراد بالنور محمد و بالکتاب قرآن لہ روح البیان میں ہے سستی الرسول نور الان اول شیء اظہرہ الحق بنور قدرت من ظلمتہ العدم کان نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما قال (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اول ما خلق اللہ نوری ثم خلق العالم بما فیہ من نورہ الی ان قال لہذا کان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یقول انا من اللہ و الحق منون منی وقال تعالیٰ قد جاءکم من اللہ نور و روى عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ



لہ القرآن الحکیم : سورہ مائدہ آیت : ۱۵

لہ تفسیر کبیر، مطبع بہتیر مہر ج ۱۱ ص ۱۹۱-۱۹۰

لہ بے شک معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے۔

لہ تحقیق نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

لہ مصنفہ شیخ اسماعیل حق قدس سرہ، ج ۲ ص ۳۷۰



قال كنت نوراً بين يدي ربي ﷺ الحديث - تفسیر جلالتین میں ہے ہو نور النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خطبہ کتاب میں وعدہ فرما چکے ہیں والاعتماد علی راجع الاقوال خازن اور معالم التنزیل دونوں میں ہے یعنی محمد اصری اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان تمام کا خلاصہ یہ کہ اس نور سے جو آیت میں وارد ہوا۔ ہمارے حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں، اس کے علاوہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر صد ہا دلائل آیات و احادیث و اقوال ائمہ قدیم و حدیث پیش کئے جاسکتے ہیں مگر اطمینان قلب کے لئے امید کہ یہی کافی ہو گا اور جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا شمس الضحیٰ کی طرح واضح ہو تو سایہ کا نہ ہونا خود بخود معلوم ہو گیا کہ بدیہیات اولیہ سے واضح ہے کہ نور اور سایہ کا اتفاق نہیں ہو سکتا۔

بمحمد تعلقے حق جواب سوال تفصیل و اجمال کے متوسطانہ پیرایہ میں ادا ہو گیا اور

صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نور سے رکھا گیا کہ حق تعالیٰ نے اپنے نور قدرت سے جلا شیار سے پہلے آپ کے نور مبارک کو ظلمتِ عم سے ظاہر فرمایا جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے ”سب پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا پھر اس نور پاک سے تمام کائنات پیدا فرمائی اسی حضور فرمایا کرتے تھے میں اللہ کے نور سے ہوں اور من میرے نور سے ہیں“ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”تختیں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک آیا نیز کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مری ہے“ میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھا۔“

ﷺ نور سے مراد نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ﷺ یعنی جلالتین میں سب راجع قول پر اعتماد کیا گیا ہے۔

ﷺ مصنفہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بالخازن، مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۳

ﷺ مصنفہ محی السنہ ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (خازن کے حاشیہ پر)

ﷺ مطبوعہ دائرة المعارف، حیدرآباد دکن



آفتاب نیم روز و ماؤنیم ماہ سے بھی حق زیادہ نمایاں ہوا مگر ان بیچارے سادہ لوح کے لئے جو محض لکیر کے فقیر ہی ہیں، چند تصریحات احادیث و اقوال ائمہ و علماء تفسیر و حدیث تحریر کی جاتی ہیں۔

حضرت امام اجل جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھما صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس موضوع کے لئے مستقل باب مرتب فرمایا، فرماتے ہیں ص ۶۸ ج ۱، باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرى لہ ظل یعنی باب اس شان نبوت کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کے دکھائی نہ دینے میں ہے اور پھر اس باب میں حضرت حکیم ترمذی سے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی حیث قال اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرى لہ ظل فی شمس ولا قمر یعنی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دھوپ میں سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا اور نہ چاندنی میں اور پھر حضرت امام ابن سبع سے اس پر شہادت نقل فرماتے ہیں قال ابن سبع من خصائصہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان ظلہ کان لا یقع علی الارض و انہ کان نوراً فان اذا امشی فی الشمس او القمر لا ینظر لہ ظل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل خاصہ سے ہے کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوا کرتا تھا اور بیشک آپ نور تھے تو جس وقت آپ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تھے آپ کے لئے سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا۔

نیز حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مسلم امام ہیں شفاء شریف ج ۱ ص ۲۲۳ میں فرماتے ہیں وما ذکر من انہ کان لا ظل لشخصہ فی شمس

ولا قمر لانه كان نورا يعني آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت و رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے لئے دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا اس لئے کہ آپ نور تھے۔

حضرت محقق برحق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوة ج ۱ ص ۱۲ میں فرماتے ہیں "نبو و مر آنحضرت را سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول الی ان قال "و نوریکے از اسماء آنحضرت است و نور را سایہ نبی باشد" نیز ج ۱ ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں "و نمی افتاد آنحضرت را سایہ بر زمین کہ محل کثافت و نجاست است و دیدہ نشد اور سایہ آفتاب (الی ان قال) چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین نور باشد و نور را سایہ نمی باشد" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اس لئے کہ آپ نور ہیں اور نور کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔

تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۱۲۵ میں امام فخر الدین رازی سے منقول و مقرر ہے ان ظل شخصہ الشریف کان لا یظهر فی شمس ولا قمر یعنی تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں ظاہر نہ ہوتا تھا۔ حضرت شیخ سلیمان جبل فتوحات احمدیہ ص ۵ میں ناقل انہ لم یکن لہ

لہ مطبوعہ مطبع منشی نزل کشور، لکھنؤ

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اسے حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ذکوان سے روایت کیا۔ آپ کا ایک اسم گرامی نور بھی ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر اس لئے نہیں پڑتا تھا کہ زمین پیدی اور لندگی گرنے کی جگہ ہے اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔

۳۔ مطبوعہ قاہرہ، مصر

ظل یظهر فی شمس و لاقمر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا۔

نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتوبات شریف ج ۳ ص ۱۸۷ میں فرماتے ہیں: "ناچار اور اسایہ نہ بود" یعنی ضرور آپ کا سایہ نہ تھا۔

نیز شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی ج ۳ ص ۲۱۸ میں فرماتے ہیں: وسایہ الیثاں بر زمین نمے افتاد۔ "اور ان کا سایہ زمین پر نہ گرتا تھا۔"

مجمع البحار ج ۳ ص ۲۰۲ میں ہے من اسماء صلی اللہ علیہ وسلم النور قیل من خصائصہ انہ اذا مشی فی القمر والشمس لا یظهر لہ ظل یعنی "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ سے ہے نور، فرمایا گیا کہ آپ کے فضائل خاصہ سے شمار کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے چاندنی اور دھوپ میں سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔"



نیز تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۵ میں امام رازی کی کتاب الاشارات ہے و دخل علیہ عثمان فاستشارہ فقال یا رسول اللہ اخذت براءة عائشۃ من ظلمک لانی رأیت اللہ صان ظلمک ان یقع علی الارض ای لان ظل شخصہ الشریف کان لا یظهر فی شمس و لاقمر لان لا یوطأ بالاقدام یعنی حضرت ذی النورین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بلاشبہ میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ضرور محفوظ کیا آپ کے

۱۔ مطبوعہ مطبع نزل کشور، بکھنؤ
۲۔ مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور



سایہ کو زمین پر واقع ہونے سے یعنی آپ کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں ظاہر نہ ہوتا تھا اسلئے کہ اس پر قدم نہ پڑیں۔

مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۶۱ میں ہے کہ عثمان بن عفان گفت کہ سایہ شریف تو بر زمین نئے افتد کہ مبادا بر زمین نخس افتد یعنی حضرت عثمان بن عفان نے عرض کی کہ حضورؐ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا کہ کبھی پسید زمین پر واقع نہ ہو جائے۔

اور ان دو وجوہ میں کچھ تنافی نہیں بلکہ دونوں وجہیں وجہ ہیں کہ راوی نے اختصاراً ایک ایک پر اکتفا کیا اور اصل میں دونوں ہیں چنانچہ معارج النبوة رکن چہارم ص ۱۲۰، ۱۲۱ میں حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ سے ہے: ذی النورین گفت ہاں دلیل کہ خدا تعالیٰ روانمی دارد کہ سایہ تو بر زمین افتد و سبب او آنست کہ مبادا کہ زمین نخس باشد یا آنکہ کسے پائے قدم بر سایہ تو نہند، یعنی حضرت ذی النورین نے عرض کی کہ خداوند تعالیٰ یہ جائز نہیں رکھتا کہ آپکا سایہ زمین پر واقع ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ زمین پسید ہو یا کوئی آپ کے سایہ پر پاؤں رکھے ان ارشادات طیبات اور احادیث و اقوال ائمہ و علماء قدیم و حدیث سے نہایت ہی نمایاں اور درخشاں ہوا کہ آنحضرتؐ پر نور محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور سایہ نہ ہونے کے اسباب و وجوہ بھی بعض حضرات نے ذکر فرمائے۔ بعض نے نورانیت حضورؐ پر نور کو دلیل ٹھہرایا جیسے پہلے بیان ہو چکا۔

خصائص سے امام ابن سبع علیہ الرحمہ کا ارشاد اہل کان نوراً اور شفاء قاضی عیاضؒ لانسہ کان نوراً اور مدارج النبوة سے نور را سایہ نباشد سن چکے اور یہ وجہ بھی مذکور ہوئی کہ سایہ نہ ہونا نبوت کے علامات و نشانات سے ہے اور آپ کے فضائل خاصہ سے ہے چنانچہ الخصائص الکبریٰ اور شفاء شریف وغیرہا سے گزر چکا (باب الایۃ وغیرہا) اور علامات نبوت خارقۃ العادۃ ہی ہوتی ہیں اور بعض نے یہ وجہ ذکر فرمائی کہ پسید زمین پر واقع ہونے سے سایہ اظہر کو بچا ہوا تصور

تھا چنانچہ شیخ علیہ الرحمہ سے قولاً ونقلاً سن چکے بنے افتاد آنحضرت راسایہ بر زمین کہ محلِ نجاست کثافت است، اور مبادا بر زمین نجس افتد، اور بعض نے یہ سبب ذکر فرمایا کہ اس لئے سایہ شریف نہیں تھا کہ کسی کا پاؤں نہ آجائے چنانچہ سیدنا ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روح البیان اور معارج النبوة سے منقول ہوا الان لا یوطأ بالاقدام۔

اور ایک نہایت ہی زبردست، لطف و پرکھتہ وہ علت ہے جسے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا یعنی ”لطافت آل جانِ جاں و روح رواں ایمان صلی اللہ علیہ وسلم“ اور سنیے فرماتے ہیں مکتوبات شریف ج ۳ ص ۱۸۷ ”نیز در علم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است و چوں لطیف تر از وے در عالم نباشد اور اسایہ چہ صورت دارد، علیہ و علی آلہ الصلوٰات و التسلیات“ یعنی جہان ظاہر میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ لطیف جہان میں کچھ بھی نہیں تو آپ کے لئے سایہ کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔



نیز ص ۲۳۷ میں فرماتے ہیں ”ہر گاہ محمد رسول اللہ را از لطافت ظل نبوہ خدائے محمد را چگونہ ظل باشد، صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ و بارک وسلم“ یعنی جب محمد رسول اللہ کے لئے بسبب لطیف ہونے کے سایہ نہیں ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے لئے سایہ کیسے ہو سکتا ہے؟

سبحان اللہ! آپ کی لطافت کا یہ عالم کیوں نہ ہو کہ آپ سرِ اُپا نورِ جانِ لطافت و نور میں جس کا ثبوت اول میں کچھ بیان ہوا اور اب آخر میں ایک نہایت ہی ایمان افروز و اہم سوز حدیث شریف ذکر کروں جس میں محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیتِ کبریٰ کا فیصلی بیان خود محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض سے ترجمان سے ہے، سنئے اور دل کے کان کھول کر سنئے۔

صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۹۳۵ صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۲۶۰، ۲۶۱، سنن ترمذی ج ۱



ص ۱۸۳، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۲ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں بالفاظ متقدمہ ہے والنظم من الترمذی
اللہم اجعل لی نوراً فی قلبی و نوراً فی قبری و نوراً من بین یدی و نوراً
من خلفی و نوراً عن یمنی و نوراً عن شمالی و نوراً من فوقی و نوراً من
تحتی و نوراً فی سمعی و نوراً فی بصری و نوراً فی شعری و نوراً فی
بشری و نوراً فی لحمی و نوراً فی دمی و نوراً فی عظامی اللہم اعظم لی
نوراً واعطنی نوراً واجعل لی نوراً۔ بخاری اور مسلم نے عصبی بھی ذکر فرمایا ہے اور
مسلم نے واجعل فی نفسی نوراً کا اضافہ فرمایا ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے آخر میں
بالجزم واجعلنی نوراً واروہ یعنی الہی بنادے میرے دل میں نور

اور میری قبر میں نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور اور میری دائیں جانب نور اور میری
بائیں جانب نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے کان میں نور اور میری آنکھ میں
نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے
خون میں نور اور میری ہڈیوں میں نور اسے اللہ بڑا کر دے میرے لئے نور اور عطا کر مجھے نور
اور بنادے میرے لئے نور اور میرے عصب (پٹھے) میں نور اور بنادے میری ذات میں
نور اور بنادے مجھ کو نور۔

صورتِ تحدیث بالنعمة واستدامت وتواضع وتعلیم امت میں تو دعا حاصل ہی ہے

سے کہ انھوں پر نور علیہ السلام سے نور ہے، اول ہی سے نور میں جیسے ثابت ہو چکا تو اس دعا سے مراد
تحدیثِ نعمت و تواضع و استدامت و تعلیم امت کے احتمالات ہیں چنانچہ دعا آخر سورۃ البقرۃ کے متعلق ائمہ کرام فرماتے
ہیں کہ تحدیثِ نعمت مراد ہے اور جیسے باوجودیکہ اولئک علی ہدی من ربہم وارد ہر نماز میں تکرار اھدنا الصراط المستقیم
کی دعا عرض استدامت وغیرہ کی جاتی ہے اور ابن حجر علیہ الرحمۃ نے خاص اس حدیث شریف کے متعلق تحدیث بالنعمة کی تصریح فرمائی اور ائمہ کرام
ادعیہ سکا رابہ قرآن علیہ السلام کے لئے احتمالات مذکورہ کا نشان دیتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

لہ دی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اقران الحیم بقوۃ آیہ ۵
لہ ہیں سیدراتے (پہننے) کی اہمیت عطا فرما۔ اقران الحیم لقا آیت ۵

(مرتب)

اور اگر بالفرض طلب غیر حاصل ہی مقصود ہو تب بھی مقصود حاصل کہ حدیث شریف میں وارد کل منی
یجاب بلکہ قرآن کریم کا فرمان مبین قال ربکم ادعونی استجب لکم اور اجیب دعوی
الدعاء اذا دعانتم

بہر حال ثابت ہوا کہ محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اعضاء مبارکہ میں نور ہی
نور تھا بلکہ خود حضور نور ہی تھے اور طرفہ یہ کہ آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے نور ہی نور تھا تو اس کیفیت
مبارکہ کا تصور ہی صریح طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ آپ کے لئے سایہ کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ انسان
جو صحیح معنی میں انسان ہے، اگر دل سے مضمون حدیث ہذا کی تصدیق کرتے ہوئے نظر کرے تو آفتاب
سے بھی زیادہ روشن پائے گا کہ اس آفتاب ربانی کے لئے سایہ ہو ہی نہیں ہو سکتا۔

میں حیران ہوں کہ نفی سایہ میں کونسا استحالہ ہے کہ تسلیم نہ کیا جائے حالانکہ بہت سے
اجسام لطیفہ کے لئے مشاہدہ ثابت و مسلم کہ سایہ نہیں جیسے سات آسمان اور ہوا، نار وغیرہ تو اس جان
لطافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ کا نہ ہونا کیونکر محال و مستبعد ہو سکتا ہے حالانکہ دلائل
صریحہ کثیرہ ظاہرہ قاہرہ باہرہ سے نفی سایہ ثابت ہے اور سایہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں لہذا مانعین
کے بعض معتمدین نے بھی بڑے صاف اور واضح الفاظ میں سایہ کا نہ ہونا ذکر کیا اور اس پر دلائل
بھی قائم کئے ہیں۔

مدرسہ دیوبند کے بڑے خصوصی مفتی اعظم مولوی عزیز الرحمن صاحب جو مستقل دارالافتاء دیوبند
کے اولین مفتی ہیں، ان کا فتویٰ فتاویٰ دیوبند عزیز الفتاویٰ ج ۸ ص ۲۰۲ میں بایں الفاظ ہے :

۱۔ برہنہ کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۲)

۲۔ تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کر دوں گا۔ القرآن الحکیم، المؤمن، آیت ۶۰

۳۔ قبول کرتا ہوں دعا، دعا کرنے والے کی جب وہ دعا مانگتا ہے مجھ سے۔ القرآن الحکیم، البقرہ، آیت ۱۸۶

۴۔ دارالاشاعت دیوبند، ضلع سہارنپور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا

سوال ۱۴۶۴: وہ کونسی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا؟

الجواب: اہم سیوطی نے خصائص کبریٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے اخراج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرى له ظل فی شمس ولا قمر اور توالیخ حبیب الہ میں مولانا مفتی عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا بدن نور تھا، اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔

مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں

قطعہ: پنخیر ماند اشت سایہ تا شک بدل یقین نیستند
یعنی ہر کس کہ پیرو دوست پیدا است کہ باز میں نیستند
انتہی فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ

نیز مولانا نور محمد صاحب جوڑوی نے اپنی مشہور کتاب شہباز شریعت ص ۲۱۰، ۲۱۱ کے تیرہ شعروں میں سایہ نہ ہونے کی تیرہ دلیلیں بیان کی ہیں جن کی تفصیلی تقریر جناب حافظ محمد صاحب لکھی کی والے اس کے حاشیہ شیر طریقت میں بایں الفاظ ذکر فرماتے ہیں:

۱۱ اوہ رحمت الخ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ انبیاء کے آخر میں فرمایا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنی اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے جہانوں کے پس گویا

سایہ آنحضرت کا یہی ہے اس لئے کہ جو شخص قابلِ رحمت ہے وہ اس کے سایہ کے نیچے آجاتا ہے
مصنف نے آنحضرت کے سایہ نہ ہونے کے بارے میں تیرہ وجوہ تیرہ بیوتوں میں بیان کی ہیں ابتدا
ان تیرہ بیوتوں کی اس مصرعہ سے ہے ۛ

اس رحمت عالم سند اسایہ ہر قی مول نہ پوندا

اور آخری مصرعہ ان تیرہ بیوتوں کا یہ ہے ۛ

بس کر نور محمد کیوں کر سایہ سرور کھترا

تیرہ وجوہ ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ کافر یا منافق اس سایہ پر
پاؤں نہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آنحضرت کا جسم نورانی ہے
تیسرے کہ اس نے اپنا سایہ واسطے شفاعت بن جبرائیل علیہ السلام کے لئے ذخیرہ کر رکھا ہے چنانچہ
حدیث بخاری اور مسلم میں لکھا ہوا ہے۔ چوتھے یہ کہ سایہ اس کا رحمت ہے۔ پانچویں یہ کہ آنحضرت
جہان کے پیشوا ہیں ایسا نہ ہو کہ سایہ اس کے آگے ہو۔ چھٹے یہ کہ سایہ ہر چیز کا اس کے نزدیک
ہوتا ہے اور سایہ تاریک ہے اور آنحضرت تمام چیزوں سے زیادہ روشن ہیں پس مناسبت
نہیں کہ تاریکی اس کی اس کے نزدیک آئے جو بہت روشن ہے۔ ساتویں کہ سایہ کی دلیل
آفتاب ہے اور سایہ ہر چیز کا بسبب بلند ہونے آفتاب کے کم ہو جاتا ہے اور مناسب نہ تھا
کہ آفتاب آنحضرت کے سایہ کو گم دیوے۔ آٹھویں یہ کہ علم الہی میں لوگ دو گروہ ہیں خدایق
فی الجنة و خدایق فی السعیر یعنی ایک گروہ بہشتی اور ایک گروہ دوزخی پس مناسب
نہ تھا کہ کوئی شخص اس کے سایہ کے نیچے آئے اور پھر دوزخی ہو جائے۔ نائویں یہ کہ سایہ ہر شخص کا
زمین پر مسجد میں ہوتا ہے اور اکثر لوگ آپ ہی مسجد سے محروم ہوتے ہیں اور آنحضرت



رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے سردار تھے پس حاجت سجدہ سایہ کی نہ تھی۔ دوسری یہ کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور اگر آنحضرت کا سایہ ہوتا تو اس کا عکس ہوتا۔ گیارہویں یہ کہ جو ہر صافی کا سایہ بہت روشن ہوتا ہے اور آنحضرت سب سے زیادہ روشن تھے۔ بارہویں یہ کہ سایہ ہر ایک کا دوسرے کے سایہ سے مل جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ دوسروں کے سایہ سے غلط ملط ہوتا۔ تیرہویں یہ کہ صاف چیز پر سایہ صاف دکھائی دیتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر میں آتا ہے، پس مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ ناپاک دکھائی دیتا۔ بہر حال اہل انصاف کے لئے شاہرہ حق نہایت واضح ہے۔ دعا ہے کہ حضرت رب العالمین جل و علا ہمیں صراطِ مستقیم پر ہی چلائے، حسد و حسد اور عناد سے بچائے اور اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی اور صحیح محبت عطا فرماتے اور اپنے محبوب کی محبت شان سے باخبر بنائے۔

والحمد لله رب العلمین صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و نوره
والہ وصحبہ و بارک وسلم فی کل وقت و حین آمین آمین یا رب العلمین
و یا رحمہم الراحمین۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء

مسئلہ چک ۲۱

لے شیر طریقت عاشیہ شہباز شریعت مطبوعہ رفاہ عام پریس، لاہور

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب کا علم ہے یا نہیں؟ آیات و حدیث کی روشنی میں جواب دیا جائے۔

۲۔ کہ خرگوش کھانا بلوچ کے لئے اور سید کے لئے منع ہے یا نہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ بلوچ اور سید خرگوش نہیں کھا سکتے، اس لئے جو بھی حوالہ ہو پیش کریں تاکہ ان کو پتہ چل جائے کہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں بھی آیت اور حدیث کا بیان کریں۔



بلا شک و شبہ و ریب حضرت رب العالمین نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب عطا فرمایا اور عالم ماکان و مایکون بنایا، قرآن کریم میں ہے و علمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیماً (ترجمہ) اور سکھلا دیا تم کو جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور ہے فضل اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا۔ پ ع ۱۴۔ نیز قرآن کریم میں ہے و ما کان اللہ لیطلعکم علی لغیب و لکن اللہ یجتبیٰ من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ و رسلہ اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اسے عام لوگوں میں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے، پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر۔ پ ع ۹۔ نیز قرآن کریم میں ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ

سہ یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو گا ایک ایک قطرہ اور ایک ایک ذرہ کے جاننے والا بنا دیا ۱۲ منہ

من رسول (ترجمہ) غیب کا جاننے والا، تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ پ ۲۹ ع ۱۲۔ نیز قرآن پاک میں ہے و ما هو علی الغیب بصیر اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ پ ۳ ع ۶۔

ان آیات سے واضح طور پر یہ مسئلہ ثابت ہو رہا ہے اور ان کے سوا متعدد آیات و احادیث بکثرت ہیں۔ اگر زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو تو رسالہ الکلمۃ العلیا اور خالص الاعتقاد مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان اندرون دہلی دروازہ لاہور سے طلب کریں۔

خزگوں جس طرح دوسرے لوگوں پر حلال ہے اسی طرح بوجھوں اور سیدوں پر بھی حلال ہے اور کھا سکتے ہیں۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۵ میں ہے کہ حضور علیہ السلام اس کے دو سرین یادو ران قبول فرمائے اور جس چیز کو حضور علیہ السلام قبول فرمائیں وہ سادات کو بخوشی قبول کرنا چاہیے قرآن کریم میں ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولہم عذاب الیم ”اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تقوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔“ پ ۱۲ ع ۲۱۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
والہ و صحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴۳۲ھ



الاستفتاء

- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام و بزرگانِ دین شرع محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ
- سوال ۱: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا؟ اگر غیب تھا بھی تو کُل تھا؟
- سوال ۲: کیا حضور علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مختارِ کل ہیں؟
- سوال ۳: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں؟ امت کے ہر فعل کا مشاہدہ فرما رہے ہیں؟
- سوال ۴: کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و ممات برابر ہے؟
- سوال ۵: اگر امام مسجد مالی حالت میں کمزور ہو تو عقیقہ اور قربانی کی کمال اس کو دینی جائز ہے؟
- سوال ۶: کیا قربانی یا عقیقہ کے بکرا کی کمال اس کے بننے والے کو مزدوری میں دینی جائز ہے؟
- کیا چار سوال جو پہلے درج ہیں ان سوالوں کا عقیدہ سے تعلق ہے اگر کوئی نفی کرتا ہے
- ان سوالوں کا تو شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم میں اسکو کیا کہنا چاہئے؟
- السائل: حافظ بشیر احمد امام مسجد چک ۱۲/۱۱ ایل کمار غاں ضلع ہیرا



جواب سوال ۱: ہاں بفضلہ و کرمہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل علم غیب ہے قرآن کریم میں ہے
و ما هو علی الغیب بصیرین اور بھی کئی آیتیں اور کافی حدیثیں ہیں۔

جواب سوال ۲ : ہاں قرآن کریم میں ہے انا اعطینک الکوشۃ کوثر میں سب کچھ
اجاتا ہے کما فی فتح العزیز وغیرہ۔

جواب سوال ۳ : ضرور قرآن کریم فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاہداً
علیکم ۛ

جواب سوال ۴ : ہاں برابر ہے وہ اب بھی رسول ہیں اور انہی کا حکم نافذ و جاری ہے۔ قرآن
کریم نے محمد رسول اللہ ۛ فرمایا ہے جو آج بھی اسی طرح حق ہے۔

جواب سوال ۵ : امام مسجد مالی حالت میں کمزور ہو یا نہ ہو، کھالیں دینی جائز ہیں جبکہ بطور امداد
ہوں اور تنخواہ میں نہ دی جائیں۔

جواب سوال ۶ : قربانی کی کھال بنانے والے قصاب کو بطور مزدوری دینی جائز نہیں اور حقیقتہ
کا حکم بھی قربانی کی طرح ہے کما قالوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وبارک وسلم۔

نفی کرنے والا بے علم ہے تو اسے سمجھایا جائے اور اگر بوجہ عناد انکار کرتا ہے تو
اس کا وہی حکم ہے جو عنادیوں کا ہے۔

ان چار جوابوں کی تفصیل کے لئے خالص الاعتقاد، الدولۃ المکیہ، الامن والعدل
وغیرہ اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

صوۃ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ ۱۰-۱۰-۶۱

۱۔ اے مجتہد ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ الکثر ، آیت : ۱
۲۔ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں۔ المنزل ، آیت : ۱۵
۳۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ الفتح ، آیت : ۲۹
ج ۳ ص ۲۸۶

الاستفتاء

مورخہ ۶۲ - ۱۲ - ۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک میں آرزو ہے ابراہیم لابیبہ اسرار آیا کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ آرزو ہے یا نہیں؟ اگر کوئی اور ہے تو اس کا نام لکھیں اور اچھی طرح وضاحت کر دینا، دوسری بات یہ ہے جب ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے آپ کا باپ زندہ تھا یا فوت ہو گیا تھا؟ مکمل جواب دیں۔

السائل: مولوی احمد دینی، ایم سجد چک، وزیر ایل، جھوک کوٹری، ڈاک خانہ چک، ۲۷ ایل شاہ پور، تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال



حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تاریخ ہے "خار" کے ساتھ یا "خار" کے ساتھ، دونوں طرح تفاسیر میں آیا ہے اور آرزو آپ کا عم یعنی چچا یا تایا ہے اور ہر ملک اور قوم کا عام محاورہ ہے کہ تایا یا چچا کو بابا یا آبا کہا جاتا ہے بلکہ خود قرآن کریم میں پہلے پارہ کے آخر میں ہے نعبد الہک والہ ابائیک ابراہیم واسمعیل واسحق

سہ ابراہیم اسمعیل کذا فی المصحف المشریف ۱۲ من غفر



الہا واحد الہ تو حضرت اسماعیل کو جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے تایا ہیں اب فرمایا ہے
تو اسی طرح لابیہ انور میں آزر کو جو ابراہیم علیہ السلام کا عم ہے اب سے تعبیر فرمایا ہے
اس کے آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں محققین کرام نے کافی دلائل قائم فرمائے ہیں۔
تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۸۶ میں ہے کان انور علی الصحیح عمالابراہیم والعرب
یطلقون الالب علی العم الخ نیز اسی میں ہے قال النورقانی فی شرح المواہب
ان دلیل کون انور عمالابراہیم ما قد صرح به الشہاب الہیثمی بان
اہل الکتابین والتاریخ اجمعوا ان انور عم ابراہیم ہے

نیز ج ۳ ص ۲۸ میں ہے وقال السیوطی روینا بالاسانید عن ابن عباس
ومجاہد وابن جریر والسدی انہم قالوا لیس انور ابالابراہیم
انما هو ابراہیم بن تارخ نیز اسی میں ہے واما ابوہ فانہ تارخ بالحاء
المہملۃ وقیل بالمعجمۃ

نیز اس میں یہ دلیل ذکر کی ہے کہ بخاری شریف کی صحیح حدیث میں ہے بعثت
من خیر قرون بنی آدم قرننا فقرنا جس کا حاصل یہ کہ ہر زمانہ میں بنی آدم کی بہترین
جماعت میں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھیجے گئے (ج ۱ ص ۵۰۳)
اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب

ملہ ہم پوچھیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم اسماعیل واسحاق کا ایک خدا۔ البقرہ ۱۰۰ آیت ۱۳۳
بلکہ صحیح یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہ تھا بلکہ چچا تھا اور عرب چچے کو باب کہہ کر پکارتے ہیں۔
تہ زرقانی شرح المواہب میں لکھتے ہیں کہ شہاب ہیشی کی تصریح کے مطابق آزر کے ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہونے کی دلیل ہے کہ مورخین یروونہ کا جمع ہے کہ آزر ابراہیم
علیہ السلام کا چچا تھا۔

لکھ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ابن عباس مجاہد ابن جریر سدی وغیرہ مفسرین سے باقاعدہ اسناد سے روایت کیا ہے کہ آزر ابراہیم کا باپ نہ تھا بلکہ تارخ یا چچا
ہے ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ تھے تارخ اور عابر بمعنی خاں سے تارخ بھی پڑھا گیا ہے۔ (مرتب)

باپ دادے ہر زمانہ میں بہترین جماعت میں سے تھے حالانکہ کافر بہترین نہیں ہو سکتا بلکہ بدترین ہوتا ہے، قرآن کریم فرماتا ہے وَلِعَبْدٌ مِّنْ خَيْرِ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۖ وَهُوَ كَافِرٌ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (سورۃ البقرہ) تو معلوم ہوا کہ آزر جو بدترین تھا ہرگز ہرگز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دادا نہیں بن سکتا اور یونہی فتوحات احمدیہ شرح ہمزہ کے ص ۱ میں ہے اور امام زرقانی نے مواہب اللدنیہ میں بڑی وضاحت فرمائی ہے دیکھئے ج ۱ ص ۱۷۶-۱۷۷ اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تو اپنے مخصوص متعدد رسائل میں یہ مسئلہ بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے خصوصاً مسالک الخلفاء کے صفحات ۲۵، ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ اور رسالہ الدرج المنیفہ کا صفحہ ۱۱ دیکھنے کے قابل ہیں اور مجدد مائتہ حاضرہ امام اہل سنت والجماعت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارک شمول الاسلام جو مرکزی انجمن خیرات لاہور اندرون دہلی دروازہ لاہور سے ملتا ہے اس میں بھی بڑی تفصیل ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہِ وَاٰلِہٖ
وَاصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشاذلی نعیمی غفرلہ

۵ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ ۲۳-۱-۲۰۲۳

۱۔ اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔ سورۃ البقرہ، آیت : ۲۲۱
۲۔ وہی تمام مخلوق میں بدترین ہیں۔ سورۃ البقرہ، آیت : ۶





تعارف

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص کلمہ سب پڑھ کر ایمان لے آئے اور اسی اعتقاد پر فوت ہو وہ خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو بالآخر عذاب سے نجات پا کر جنت میں داخل ہوگا۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة۔ (متفق علیہ)

اس کے عکس جس نے اس پاکیزہ کلمہ کو دل میں نہ اتارا، بخشش و نجات کا دروازہ اپنے لئے بند رکھا اور نعمت ایمان سے محروم رہا وہ ہمیشہ ہمیشہ ذلت و رسوائی میں مبتلا ہو کر آخرت کے دائمی عذاب میں گرفتار رہے گا اور کبھی خلاصی نہیں پاسکے گا۔

جمہور کی اس رائے کے برعکس سیدنا محی الدین ابن عربی قدس سرہ (۳۸۱ھ) کی طرف ایک قول منسوب ہے کہ ”کفار کے لئے دائمی عذاب نہیں بلکہ ایک وقت کے بعد وہ بھی نجات پا جائیں گے اور دوزخ کا عذاب ان کے لئے راحت و سکون کا باعث بن جائے گا۔“

یہ رسالہ سیدنا ابن عربی کی طرف منسوب اسی قول کے حوالے سے کئے گئے ایک استفادہ کے جواب میں سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں تحریر فرمایا تھا جس میں آپ نے دلائل و براہین کی روشنی میں کفار کے دائمی عذاب کے ثبوت اور حضرت ابن عربی کے اس قول پر فصل بحث کی ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہ غیر مطبوعہ رسالہ فتاویٰ نوریہ کی کتاب العقائد میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس رسالہ کی عربی عبارات کا ترجمہ استاذ العلماء حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے چند ماہ پہلے کیا تھا فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ (مرتب)

اناراسقرارالکفار ف اضرارالغار

الاستفتاء



بسم الله الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کفار کو بھی ہمیشہ کے لئے عذاب نہ ہوگا، ہوتا ہوتا بند ہو جائے گا بلکہ لذت بن جائے گا اور آگ کے جلانے سے لذت پائیں گے کہ عذاب عذاب سے مشتق ہے اور عذاب راحت پر ڈال ہے اور فتوحات مکیہ میں ہے کہ عذاب ہمیشہ نہ رہے گا تو ہم حضرت ابن عربی جو ایک زبردست صوفی گذرے ہیں، ان کا قول کس طرح رد کریں؟ آیا قول مذکور صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا ما جورین من رب العلمین



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله العزيز الحميد غافر الذنب وقابل التوب
شديد العقاب ذي الطول ذي البطش الشديد السبوح القدوس
الصادق في الكلام والوعد والوعيد فلا ينقلبن نعيم المؤمنين
عذابا ولا عذاب الكافرين نعيما ولو بعد امد بعيد وتمت
كلمة ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته وهو السميع العليم
وان تطعم اكثر من في الارض يضلوك عن سبيل الله ان يتبعون
الا الظن وان هم الا يخرصون وصلى الله على الصادق المصدق
الامين المامون وعلى آله وصحبه المبلغين عنه بالصدق
المتين وسلم سلاما دائما في كل وقت وحين۔

شخص مذکور کا قول مسطور محض لغزش و باطل و مطرود ہے نہ قول ابن عربی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشہود نہ آیات الہی میں اس کا اصل موجود بلکہ اس کا رد صریح معلوم و معہود
دلائل قاہرہ باہرہ ظاہرہ زاہرہ کے ابراد سے پہلے عذاب کا معنی سمجھنا ضروری ہے کہ تصویب جواب
بآسانی ہو سکے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر طبع مصر ج ۱ ص ۱۸۲، علامہ ابوالسعود حنفی ارشاد اہل
مصری ج ۱ ص ۹۳ میں عذاب کی تعریف یہ ارشاد فرماتے ہیں کل المفاہدح یعنی ہر دروغ و غائب

امام محی السنۃ بغوی علیہ الرحمہ معالم التنزیل مصری ج ۱ ص ۲۸ میں فرماتے ہیں والعذاب کل ما یعنی الانسان ویشق علیہ قال الخلیل العذاب ما یمنع الانسان عن مرادہ یعنی عذاب ہر وہ چیز ہے جو تکلیف دے انسان کو اور سخت ہو اس پر، غلیل فرماتے ہیں کہ عذاب وہ چیز ہے جو انسان کو اس کی مراد سے روکے۔

امام علاؤ الدین علی صوفی خازن لباب التأویل مصری ج ۱ ص ۲۸ میں فرماتے ہیں حقیقۃ العذاب ہو کل ما یوقلح الانسان ویشق علیہ وقیل هو الایجاع الشدید وقیل هو ما یمنع الانسان من مرادہ یعنی حقیقت عذاب یہ ہے کہ وہ ایسی ہر چیز ہے کہ انسان کو درد پہنچائے اور عیب ناک بنائے اور مشکل ہو اس پر اور کہا گیا ہے کہ عذاب سخت درد دینے کا نام ہے اور کہا گیا ہے کہ عذاب وہ چیز ہے کہ روکے انسان کو اپنی مراد سے۔



صاوی علی المجالین مصری ج ۱ ص ۹ میں ہے العذاب هو ایصال الألام للحيوان علی وجه الهوان یعنی عذاب حیوان کو پہنچانا دردوں کو بطور ذلت ہے۔ تمام کا محصل یہ کہ عذاب میں سخت درد کا ہونا ضروری ہے اور قرآن کریم میں عذاب کے اوصاف ایسے ذکر کئے گئے ہیں جن سے اس معنی کی تاکید بداہتہً حاصل ہے جیسے عذاب عظیم، عذاب الیم، عذاب مہین، غلیظ، اکبر، اخزئی، اشد، وغیرہ بلکہ بالتخصیص ارشاد ہوا کہ ان عذابی هو العذاب الالیم کہ بلاشبہ میرا ہی عذاب عذاب دردناک ہے۔

تو جن آیات مواعد میں کفار کے عذاب دائمی کی خبر دی گئی ہے ان میں بھی یہ کہنا پڑے گا کہ عذاب سے وہی الم اشد مراد ہے جو عذاب کا معنی ہے نہ کہ عین ذال الف بار

کا مجموعہ اور اس عذاب کی صفت یہ ہے کہ مقیم ہوگا۔ پارہ ششم کے رکوع دہم میں ہے ولہو عذاب مقیم تو اگر عذاب کا معنی یعنی الہم اشد نہ رہے بلکہ عذاب بن جائے تو مقیم نہ رہا بلکہ زائل ہو گیا حالانکہ عذاب دینے والا فرماتا ہے کہ مقیم ہے۔

نیز آیات عذاب میں الہم اشد مراد ہے یا عذاب اگر عذاب مراد ہے تو ہمیشہ ہی عذاب ہونا چاہیے کہ اس کی صفت مقیم ہے نہ کہ پہلے الہم اور پھر عذاب اور اگر الہم اشد مراد ہے تو ہمیشہ ہی الہم اشد رہنا چاہیے، اس کی کیا دلیل کہ ایک مدت عذاب وارد فی الکتاب بمعنی الہم اشد ہوگا اور بدل کر اس کا معنی راحت بن جائے گا، مولیٰ سبح و قدوس تو فرماتا ہے ت ع ۱۶ ما یبدل القول لدی میرے یہاں بات بدلتی نہیں۔

ہزار ہا الفاظ مشترک ہیں بکثرت قبیلہ اصدا سے ہیں، بہت ایسے ہیں جو حقیقت و مجاز میں مستعمل ہوئے ہیں مگر یوں نہیں کہ ایک مدت تک ایک ہی کلام میں ایک معنی مراد ہے اور پھر بدل کر دوسرا ہو جائے بلکہ جو معنی مراد ہو رہا ہے کمالاً یخفی علی خادم الاصول والعلوم اور اگر یہ مسلم نہیں تو اس قاعدہ تبدیل معنی کو مد نظر رکھ کر اگر کوئی زندیق کہے کہ صلوٰۃ کا معنی دعا، زکوٰۃ کا معنی تمنا، حج کا معنی قصد، صوم کا معنی امساک لغت عرب میں ہے پہلے زمانے میں شرعی معانی مراد رہے ہیں اور اب یہ لغوی معانی مراد ہو گئے ہیں لہذا میں انہیں پرکار بند ہوں گا تو کیوں نہیں کہیں سکتا بلکہ بہ نسبت عذاب یہاں اقرب کہ یہ معانی لغوی ہیں اور لفظ بدلا بھی نہیں اور عذاب کا معنی لغوی عذاب نہیں اور نہ ہی لفظ ایک ہے فافہم و تثبت۔

اور یہ کہنا کہ عذاب سے عذاب شتی ہے غیر صحیح ہے بلکہ عذاب سے عذاب شتی ہے

کما صرح بہ الرازی فی کبیرہ ج ۱ ص ۱۸۲ و ابوالسعود فی ارشادہ ج ۱ ص ۹
والخازن فی لبابہ ج ۱ ص ۲۸ و البغوی فی معالمہ ج ۱ ص ۲۸ ونصہ قال

لہ اہم ظلیل نے فرمایا عذاب چیز ہے جو انسان کو اس کی مراد سے دور کر دے اور اسی سے میٹھے پانی کو عذاب کہتے ہیں کہ وہ پیاس کو دور کرتا ہے۔

التخليل العذاب ما يمنع الانسان عن مراده ومنه الماء العذب لانه
يمنع العطش فزال الاستدلال من اصله نیز اگر ذرہ بھر بصیرت والا تدبیر سے صرف
آیات عذاب کا ہی مطالعہ کرے تو اس پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ مفروض معنی اصل
نہیں ہو سکتا، ہو سکتا تو علیحدہ اس کا وہم بھی نہیں آسکتا۔ سنئے :

۱۔ ان الذين كفروا وماتوا وهم كفار اولئك عليهم لعنة الله والملائكة
والناس اجمعين خلدين فيها لا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينظرون ۱۷۶۔

۲۔ اولئك جزاؤهم ان عليهم لعنة الله والملائكة والناس اجمعين
خلدين فيها لا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينظرون ۱۷۷۔
جس پر لعنت اللہ ہے وہ رحمتہ اللہ سے دور ہے تو اسے راحت کیسے مل سکتی ہے جب
اصلاً تخفیف نہیں ہوگی تو انتقام کس طرح ہوگا اور جب عذاب سے مہلت نہیں ملنی تو
راحت کس وقت میں پائیں گے؟

تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۹۹ میں ہے والحاصل ان هذه الصفات الثلاثة
التي ذكرها الله تعالى للعقاب في هذه الآية دلت على ان الكافر
من الانقطاع والتخفيف والتأخير نیز اسی میں ج ۲ ص ۲۹۱ میں ہے فامعنى

۱۔ بیشک وہ جہنم میں کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی ہمیشہ رہیں گے اس میں
نہ ان پر عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ البقرہ ، آیت ۱۶۱-۱۶۲۔

۲۔ ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی، ہمیشہ اس میں رہیں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو
اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔ آل عمران ، آیت ۸۷-۸۸۔

۳۔ حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں عذاب کی تینوں صفات جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں عذاب کے ختم ہونے ہلکا ہونے اور
مؤخر ہونے سے کفار کی مایوسی اور ناامیدی پر دلالت کرتی ہیں۔

۴۔ تو معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو کفار کے عذاب کو ہلکا کرے گا اور نہ ہی ایک وقت سے دوسرے وقت تک مؤخر کرے گا
اور یہی تحقیق ہے مکملین کرام کے قول کی کہ کافر کا عذاب خالص مقرر ہے جس میں کسی فائدہ کی آمیزش نہیں دائمی مقرر ہے جس
کبھی انقطاع نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔



انہ لا یجعل عذابہما خف ولا یؤخر العقاب من وقت الی وقت
وهذا تحقیق قول المتکلمین ان العذاب الملحق بالکافر مضرة
خالصة عن شوائب المنافع دائمة غیر منقطعة نعوذ باللہ منه
۳۔ واذار الذین ظلموا العذاب فلا یخفف عنهم ولا هم ینظرون ۴
تو جس وقت ان کو عذاب نظر آئے گا، اس وقت سے لے کر آگے ان کے لئے تخفیف نہ ہوگی
اور نہ وہ مہلت دئے جائیں گے۔

تفسیر سیرج ۵ ص ۳۲۳ میں و تحقیق ما یقول المتکلمون
من ان العذاب یجب ان یکون خالصا عن شوائب النفع وهو المراد
من قوله لا یخفف عنهم العذاب و یجب ان یکون العذاب دائما
وهو المراد من قوله ولا هم ینظرون۔



دیکھا کہ نصوص صریحہ سے بین طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ عذاب بمعنی الم اشد ہی ہوگا۔
عذاب سے لفظ عذاب مراد ہے یا معنی، اگر معنی مراد ہے تو وہ عذب نہیں، الم اشد ہے اور
اس میں تخفیف ہو نہیں سکتی بحکم لا یخفف تو الم اشد الم اشد ہی رہے گا اور اگر لفظ عذب
مراد ہے تو بحکم لا یخفف اس میں بھی تخفیف نہ ہوگی تو عذب کیسے بنے گا کہ عذب مخفف
عذاب ہے نیز اگر لفظ عذاب مراد ہے تو یہ کہنا کہ عذاب سے مراد عذب ہے غلط کہ مراد معنی
متساوی ہیں اور اگر عذب مراد لیں تو تب بھی مدعائے قائل حاصل نہیں کہ عذب سے مراد معنی عذاب ہوگا
یا لفظ عذب، معنی عذب تو ہو نہیں سکتا کہ محض حکم کہ عذاب منصوص کا معنی غیر مراد اور عذب مغتری کا معنی

ملہ تحقیق اس کی وہی ہے جو تکلمین فرماتے ہیں کہ کافر کے عذاب میں لازم ہے کہ ذرہ بھر رفع کی تلاوٹ نہ ہو اور یہی مراد
ہے آیت لا یخفف عنهم العذاب سے اور ضروری ہے کہ وہ عذاب دوامی ہو اور اللہ تعالیٰ کے فرمان
ولا هم ینظرون سے یہی مراد ہے۔



مراد ہو اور اگر لفظ عذاب مراد ہو تو اس میں نسبت لفظ عذاب کوئی مفادِ راحت نہیں اور درحقیقت عذاب بمعنی عذاب لینا خود عذاب سے ہی انکار کرنا ہے کہ جیسے یہ عذاب سمجھ رہا ہے وہ عذاب نہیں اور جو عذاب ہے عذاب نہیں ہے۔

شیر بے پاد سرد اشکم کہ دید
ایں چنین شیرے خدا خود نافرید

اور کسے، ارشادِ والا ہے :-

۴- ان الذین کفروا بآیتنا سوف نصلیہم نارا کلما انضجت
جلودہم بدلنہم جلودا غیرہا لیزوقوا العذاب ان اللہ کان
عزیزا حکیمہ ۵۴ ۵

کلمہ لغت عرب میں عموم افعال کے لئے ہے جس کے شاہد عدول نصوصِ فتاویٰ امام
اجل قاضی خان ج ۲ ص ۲۲۰، ہدایہ ج ۲ ص ۳۶۶، فتح القدیر ج ۳ ص ۴۵۰، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۶،
فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۸۲ (ضمنی)، در المختار ج ۳ ص ۶۸۸ (طبع مع شرح)، رد المحتار ج ۲ ص ۶۸۸، نوالانوار
ص ۷۶، اتقان ج ۱ ص ۱۶۹ وغیرہ میں ہے، کلمات ہدایہ ج ۲ ص ۳۶۶ میں یوں ہدایت کی گئی فائزہا
تقتضی تعمیم الافعال قال اللہ تعالیٰ کلما انضجت جلودہم الا یہ ومن
ضرورة التعمیم التکرار تو حاصل معنی یہ ہوا کہ ان کو آگ میں داخل کر کے بھونا جائے گا اور
جب کبھی کھالیں پک جائیں گی بدلائی جائیں گی اور کھالوں سے تاکہ نئی کھالوں سے عذاب چھپیں اور

۵۔ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے، جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں
بدلیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ النساء، آیت ۵۶،

۶۔ کلمہ تعمیم افعال کا مقتضی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کلما انضجت جلودہم الا یہ اور تعمیم افعال تکرار
افعال کا مستلزم ہے۔



عذاب میں کمی نہ آئے، بیشک اللہ تعالیٰ قادر و غالب ہے کہ انسان کو ابد الابد آگ میں جلا بھی سکتا ہے اور جلا بھی سکتا ہے، حکمت والا ہے، اس کے ہر کام میں حکمت ضرور ہوتی ہے تو اس تعذیب ابدی میں بھی ضرور حکمت خاصہ مضمر ہوگی۔

خازن ج ۱ ص ۲۵۶ میں ہے نصلیہم ناراً ای ندخلہم ناراً نشوہم فیہا ومثلہ فی الکبیر۔ خازن ج ۱ ص ۲۵۷ میں ہے قولہ تعالیٰ لیدوقوا العذاب ای انہما فعلنا ذلک لیجدوا اللہ العذاب وکرب وشدتہ کبیر ج ۲ ص ۲۳۹ میں ہے قولہ تعالیٰ لیدوقوا العذاب ای لیدوم لہم ذوق ولا ینقطع کقولک للہ عز وکذا ای ادامک علی العز وکذا ذلک فیہ ومثلہ فی الارشاد، ج ۲ ص ۱۷۹ نیز کبیر میں ہے وایضاً المراد لیدوقوا بہذہ الحالۃ الجدیدۃ العذاب والا فہم ذائقون مستمرون علیہ۔ ارشاد ص ۱۷۹ میں ہے والتعبیر من ادلک العذاب بالذوق لیس لبيان قلتہ بل لبيان ان احساسہم بالعذاب فی کل مرة کاحساس الذائق بالمذوق من حیث انہ لا یدخلہ نقصان بدوام الملا بسة ومثلہ فی الخافان والکبیر، اگے



۱۔ یعنی ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے، آگ میں بھونیں گے اور اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے۔
 ۲۔ یعنی ہم صرف اس لئے ایسا کریں گے کہ وہ عذاب کا درد، پریشانی اور سختی پاتے رہیں۔
 ۳۔ یعنی تاکہ انہیں عذاب کا احساس و ذوق ہمیشہ ہوتا رہے اور کبھی ختم نہ ہو مثل قول تیرے کے عزت والے کو انکر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے ہمیشہ عزت پر رکھے اور اس میں تجھے زیادتی عطا کرے۔
 ۴۔ نیز مراد ہے کہ وہ اس نئی حالت میں عذاب چکیں ورنہ عذاب تو ہمیشہ اور بالذوام پاتے رہیں گے۔
 ۵۔ عذاب پانے کو عذاب چکنے سے تعبیر کرنے کا مطلب اس کی قلت کا بیان نہیں بلکہ شدت عذاب کے بیان کے لئے طرح پہلی مرتبہ کسی چیز کو چکنے سے اس کی محاس یا کڑواہٹ کا احساس شدید ہوتا ہے لیکن بعد میں کم ہو جاتا ہے مگر عذاب کی شدت میں کمی نہ ہوگی بلکہ ہمیشگی کے باوجود شدت ہوتی رہے قائم و دائم رہے گی۔

ارشاد ارشاد ہے اوللشعار بسرارة العذاب مع ايلام اوللتنبيه على شدة
تأثيره من حيث ان القوة الذاتية اشد الحواس تأثرا وعلى
سرايتم للباطن كبريى ہے ثم قال تعالى ان الله كان عزيزا حكيما والمراد
من العزيز القادر الغالب ومن الحكيم الذى لا يفعل الا الصواب
وذكره فى هذا الموضع فى غاية الحسن لانيقعر فى القلب التعجب
من ان كيف يمكن بقاء الانسان فى النار الشديدة ابد الا بآفة فقل هذا
ليس بعجيب الخ

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ بدلیاں کتنی دیر کے بعد ہوتی ہیں۔ معالوم و خازن و ارشاد میں حضرت
معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ایک ساعت میں سو بار تبدیل ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا ہکذا سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول

لے یا اس کے سخت درد کے ساتھ اس کی کڑواہٹ کی خبر دینے کے لئے یا یہ بتانے کے لئے کہ اس عذاب کی تاثیر
سخت ہوگی اس لئے کہ قوت ذاتیہ نسبت دیگر حواس کے شدید ترین متاثر ہوتی ہے یا اس لئے کہ وہ عذاب جسم
کی گہرائیوں تک سرایت کر جائے گا۔

اللہ عزیز سے مراد غالب قدرت والا اور حکیم سے مراد وہ کہ جو کام بھی کرتا ہے، درست اور صحیح کرتا ہے اور اس جگہ
پر ان دونوں کا ذکر نہایت حسین و مناسب ہے کہ یہاں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ اتنی سخت ترین آگ میں
ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسان کی زندگی کیسے ممکن ہے؟ تو یہ اس وہم کا ازالہ ہے کہ وہ عزیز و حکیم ہے، وہ جو چاہے
کر سکتا ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اللہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے سنا۔

معالم وارشاد میں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمودہ ہے کہ تا کلہم النار کل یوم سبعین الف مرة كلما اكلتم قیل لہم عود وافیعودون کما کانوا ومثلہ فی الخائن۔

سبحان اللہ! قدوۃ اہل القصور سے ثابت ہوا کہ اتنا سخت عذاب ابد الابد کفار کے لئے ہوتا ہی رہے گا۔ نیز ارشاد میں ہے لعل السرفی تبدیل الجلود مع قدرت تعالیٰ علی ابقاء ادراک العذاب وذوق بحالہ مع الاحتراق او مع بقاء ابد انہم علی حالہا مصونۃ عن الاحتراق ان النفس بما تشوہہم من وال الادراک بالاحتراق ولا تستبعد کل الاستبعاد ان تكون مصونۃ عن التألم والعذاب صیانتہ بدنہا عن الاحتراق ۛ

سبحان اللہ! خالق الارواح والنفوس کو معلوم تھا کہ ایسے تو بہت فاسدہ کاسدہ سداہ ہونگے
پہلے سے ہی ازالہ فرما دیا۔ اور کہنے:

٥- واما الذين فسقوا فمأواهم النار كلما ارادوا ان يخرجوا منها
اعيدوا فيها وقيل لهم ذوقوا عذاب النار الذي كنتم به

۱۷۔ انہیں ہر روز ستر ہزار مرتبہ آگ جلائے گی۔ ہر گاہ آگ جلائے گی فوراً ان کے جسم پہلی حالت میں لوٹا دئے جائیں گے اور وہ پہلے کی طرح تازہ بنتے رہیں گے۔

۱۷۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان کو احراق کی حالت میں ہی عذاب دیتا رہے یا اتنی شدید آگ میں ان کے جسم جلنے نہ دے کہ عذاب اسی حال میں پاتے رہیں مگر شاید کہ اس تبدیلی اجسام میں راز یہ ہے کہ کوئی یہ دہم کر سکتا تھا کہ احراق کے بعد عذاب زائل ہو جائے گا یا ان کے ابدان کو آگ نہیں جلانے گی اور درود عذاب سے محفوظ ہو جائیں گے تو اس دہم کا ابتداء ہی ازالہ کر دیا۔ (ارشاد العقل میں ۱۸)



تکذبون ۱۵۶۔ یعنی کفار کا ٹھکانا آگ ہے، جب کبھی نکلنا چاہیں گے اس میں سے پھیر دئے جائیں گے اس میں اور فرمایا جائے گا ان سے چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے۔
 مدعی بالکل واضح ہے، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۶۲ میں اس آیت کے تحت اسی آیت سے ایک وہم کا ازالہ بتلایا ہے اور وہی وہم قائل کو دامنگیر ہوا المذاوہ عبارت کبیر بعینہا لکھی جاتی ہے اور پہلے بھی اسی قسم کے ازالے تفاسیر سے منقول ہو چکے ہیں، فرماتے ہیں:

وقوله تعالى كلما ارادوا ان يخرجوا منها اعيدوا فيها وقيل لهم ذوقوا اشارة الى معنى حكى وهو ان المولى اذا تمكن والالم اذا امتد لم يبق به شعور تام ولهذا قال الاطباء ان حرارة حصى الدون

۱۵۷ اس میں ایک حکمی معنی کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ درودہ چیز جس وقت ٹھکانا پکڑ لے اور دردمند ہو جائے یعنی طویل ہو جائے تو اس کا پورا شعور نہیں رہتا یعنی طبیعت کے ساتھ مل جاتا ہے اسی لئے طبیب کہتے ہیں کہ تپدق کی حرارت تپ بلغمی کی حرارت سے اس قدر زیادہ ہے کہ جیسے آگ کی حرارت گرم پانی کی حرارت سے مگر اس کے باوجود تپدق کی حرارت کو آدمی اتنا محسوس نہیں کرتا جتنا تپ بلغمی کی حرارت کو محسوس کرتا ہے اور یہ تپدق کے جسم میں مدت دراز تک رہنے اور جاگزیں ہو جانے کے باعث ہے اور بلغمی بخار چونکہ نیا آتا ہے اس لئے اس کی حرارت ظاہر اور احساس زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان سرد پانی میں ہاتھ ڈالے تو پہلے سردی کا بہت زیادہ احساس ہوتا ہے لیکن اگر کچھ عرصہ صبر کرے تو حاشہ کمزور ہو جائے گی اور برودت کی تکلیف اور درد و مخیف بلکہ ختم ہو جائے گا۔ جب یہ بات جان لی تو اب سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان كلما اسما دوا الایہ میں اس طرف اشارہ ہے اور اس وہم و اشتباہ کا رد و ازالہ ہے کہ کفار کا عذاب ایسا نہیں ہوگا کہ مدت کے بعد طبیعت کے ساتھ مل کر رک جائے گا بلکہ ہر حال میں ان پر نیا دردناک عذاب اتنا رہیگا اور فرمان باری تعالیٰ ذوقوا الایہ اسی معنی کی تائید کرتا ہے۔



بالنسبة الى حرارة الحتمى البلغمية نسبة النار الى الماء المسخن
ثم ان المدقوق لا يحس من الحرارة بما يحس به من به الحى
البلغمية لتمكن الدق وقرب العهد بظهور حرارة الحى البلغمية
وكذلك الانسان اذا وضع يده فى ماء باردين لم يده
من البرد فاذا صبر زمانا طويلا تشجع يده ويبطل عنه ذلك الالم
الشديد مع فساد مزاجه، اذا علمت هذا فقول تعالى كلما ارادوا
ان يخرجوا منها اعيديا فيها اشارة الى ان الالم لا يسكن عنهم بل يرد
عليهم فى كل حال امر مولم يحدد وقوله ذوقوا عذاب النار
الذى كنتم به تكذبون يقرر ما ذكرنا.

اور نکلتا چاہیں گے کیوں؟ اس کا جواب دوسری آیت میں موجود ہے، سنئے:

فَالَّذِينَ كَفَرُوا..... لَهُمْ مَقَامٌ مِنْ حَدِيدٍ كَمَا ارَادُوا

ان يخرجوا منها من غم اعيديا فيها وذوقوا عذاب الحريق له

معالم و خازن میں ہے یعنی کما حاولوا الخروج من النار لما يلحقهم

من الغم والكرب الذى ياخذ بانفاسهم له

اور نکلتا چاہیں گے، کب؟ اس کا جواب خازن و معالم و کبرج ۶ ص ۱۵۳، ارشاد ہے،

له توجع كافر بوتره ان کے لئے ہے کے گرز ہیں جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلتا چاہیں گے پھر سی میں

لوٹا دئے جائیں گے اور حکم ہوگا چٹھواگ کا عذاب۔ الحج، آیت: ۱۹ تا ۲۲

له یعنی غم و پریشانی جو ان کے سانس بند کر دے گی، کے سبب جب کبھی بھی ہنس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے

واپس لوٹا دئے جائیں گے۔ (ج ۵ ص ۹)

ص ۲۲ وغیرہا میں ہے، امام فخر الدین رازی کے الفاظ امام الطائفہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت بڑے صوفی بلکہ امام الصوفیاء ہیں، یہ نہیں :-

ان النار تضربہم بلہبہا فترفعہم حتی اذا کانوا فی اعلاھا ضربوا بالمقامع فہووا فیہا سبعین خریفاۃ

ارشاد ج ۲، ص ۲۲۴ میں ہے یروی انہ یضربہم لہب النار فیرفعون الی طبقاتہا حتی اذا قربوا من بابہا و ارادوا ان یخرجوا منها یضربہم اللہب فیہوون الی قعرھا و ہکذا یفعل بہم ابدا الخ سہ حریق کا معنی ارشاد و کبیر وغیرہا میں یہ ہے والنظم للامام والحریق الغلیظ من النار العظیم الہلاک سہ نکلتا تو چاہیں گے مگر نکل نہیں سکیں گے کہ قرآن کریم میں ہے :

۶۔ یریدون ان یخرجوا من النار و ما ہم بخارجین منها ولہم عذاب مقبب ۶۰۰

ارشاد ج ۳، ص ۲۱۸ میں ہے قولہ عز وجل و ما ہم بخارجین منها اما حال من فاعل یریدون او اعتراض و ایا ما کان فایثار الجملة الاسیة

سہ طلبوا الخروج منها کما فی الخائن ج ۲ ص ۳۹ تحت الکریمة الایة والکبیر ج ۳ ص ۳۰ والارشاد ج ۳ ص ۲۱۸۔ نور غفر سہ بے شک آگ کے شعلے ان کو لگیں گے تو وہ شعلے ان کو اوپر اٹھائیں گے جس وقت بالائی طبقہ نار میں پہنچیں گے تو فرشتے لوہے کی زنجیر مار مار کر ستر سال کی گہرائی و پستی میں گرا دیں گے۔ (تفسیر کبیر طبع جدید ج ۲۳ ص ۲۲) سہ روایت کیا گیا ہے کہ آگ کا بھجوا ان کو لگے گا تو وہ اوپر طبقات نار کی طرف چڑھیں گے حتیٰ کہ جس وقت دروازہ نار کے قریب ہوں گے اور نکلنے کا ارادہ کریں گے تو ان کو پھر نار کا شعلہ پڑے گا جس سے وہ پھر قعر نار میں جا گریں گے اور ان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح کیا جاتا رہے گا۔

سہ حریق کا معنی سخت آگ بہت ہلاک کرنے والی۔

سہ دوزخ سے نکلتا چاہیں گے اور وہ اس سے نہ نکلیں گے اور ان کو دوامی سزا ہے۔ المائدہ، آیت : ۳۷



على الفعلية مصدرة بما في الحجازية الدالة بما في خبره من ناس
على تأكيد النفي لبيان كمال سوبحانهم باستمرار عدم خسرانهم
منها فان الجملة الاسمية الالجبائية كما تفيد بمعونة المقام
دوام الثبوت تفيد السبيلة ايضا بمعونة المقام دوام النفي لان
الدوام كما مر في قوله تعالى ما اصاب سوط النور قرئ ان يخرجوا
على بناء المفعول من الاخراج ولهم عذاب مقيم تصريح بما اشير
اليه انفا من عدم تناهي مدته بعد بيان شدته

نیز پُر ظاہر کہ یہ عذاب جزائے کفر ہے چنانچہ صراحۃً بہت آیات سے ثابت ہے صرف ایک آیت پر اکتفا کیا جاتا ہے :

٤- ثم قيل للذين ظلموا ذوقوا عذاب الخلد هل تجزون
الاب ما كنتم تكسبون ٥

کبیر ج ۲ ص ۵۸۱ میں ہے واما قوله تعالى هل تجزون الا بما كنتم تكسبون ففيه ثلاث مسائل المسئلة الاولى ان الله تعالى ايضا

۱۔ قولہ ماہر بخرجین منہایا تو مریدوں کے فاعل سے حال ہے یا جملہ اعتراض یہ ہے جو بھی ہو جملہ فعلیہ پر جملہ اسمیہ کا اختیار جس پر مانا فایہ اور اس کی خبر پر باز ماندہ جو تاکید نفی پر دلالت کر رہا ہے ان کی پوری بد حالی اور آگ سے عدم خروج کی ہمیشگی کے بیان کے لئے ہے اس لئے کہ جس طرح جملہ اسمیہ مثبتہ قرآن کی مدد سے دوامی ثبوت کا فائدہ دیتا ہے، اسی طرح جملہ اسمیہ منفیہ مقامی معاونت سے نفی کے دوام کا فائدہ دیتا ہے، دوام کی نفی نہیں کرتا، جس طرح اللہ تعالیٰ کے قول ما انسابا سطر کے بیان میں بیان ہو چکا ہے اور ان سے بخرجوا، اخراج مصدر سے مضارع مجہول بھی پڑھا گیا ہے و لہم عذاب مقیم میں بیان شدت عذاب کے بعد مدت عذاب کے بغیر بتا ہی جانے کی تصریح ہے جیسا کہ ابھی پہلے اشارہ کیا گیا۔

۵۲: یونس، آیت ۵۲۔

ذكر العقاب والعذاب ذكر هذه العلة كان سائلا يسأل ويقول
يا رب العزة انت الغنى عن الكل فكيف يليق برحمتك هذا التشديد
والوعيد فهو تعالى يقول انما عاملت بهذه الماملة ابتداء
بل هذا وصل اليه جزاء على الباطل

پس جزائے کفر میں یہ کیونکر مقصور کہ عذاب و آرام ہو کہ کفر اعظم جنایات ہے اس کی
جزا بھی جزا اعظم ہوگی نیز عذاب کفار ایسے اندازوں میں بیان فرمایا گیا ہے کہ جن میں تاویل مؤلین
چل ہی نہیں سکتی چنانچہ مذکور ہوا اور ہوتا ہے کہ:

۸۔ من اعرض عنه فان يحمل يوم القيمة وزرا خلدین فیہا
وساء لهم يوم القيمة حملا ۲ (۱۳۶)

وزر کا معنی بوجھ اور اس سے مراد عذاب ہے۔ اب کہتے کہ یہ بھی عذاب ہو سکتا ہے
کبیر ج ۶ ص ۱، ارشاد ج ۵ ص ۵۵ والنظم من ههنا ونهنا ای عقوبة ثقيلة



لہ اللہ تعالیٰ کا قول ہل تجزون الا بما كنتم تكسبون اس میں تین مسائل ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے جس جگہ بھی عذاب و عقاب کا ذکر کیا، اس کی علت و سبب یہی بیان کیا (یعنی انسان کا اپنا کسب
عمل) گویا کہ کوئی سوال کرتا ہے۔ اے رب العزت تو کل عالم و مافیہ سے بے نیاز ہے تو یہ اتنی سختی اور وعید
شدید تیری رحمت کے کس طرح لائق ہے؟ تو اس کا جواب بیان کیا کہ اس کے ساتھ یہ معاملہ میرے
ابتداء اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ یہ اس کے اپنے عمل باطل و شیع کی جہت سے اور اپنے ہی کردار
کی سزا ہے۔

۹۔ جو اس سے منہ پھیرے تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بوجھ اٹھائے گا وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ قیامت
کے دن ان کے حق میں کیا ہی بُرا بوجھ ہوگا۔ ظ، آیت : ... اما ۱۰۔

فادحة على كفره وسائر ذنوبه وتسميتها وضرر التشبيه بها في ثقلها
على المعاقب وصعوبة احتمالها بالحمل الذي يفدح الحامل
وينقص ظهره اولاً لانها اجزاء الوزر وهو الاشعث والاول هو الانسب
بمساياتي من تسميتها حملاً له

عذاب کا عذب ہونا اور کناز اتنی شدت ہوگی کہ کفار صرف ایک دن ہی کی تخفیف کے
منتہی ہوں گے۔ التجائیں کرینگے مگر وہ بھی نہ سنی جائیں گی اور ایک دن سے زائد کی تخفیف تو
ان کی نظر میں بھی اس قدر محیل و غیر ممکن ہوگی کہ اس کی آرزو بھی نہ کر سکیں گے کہ ہستے
۹۔ و قال الذين في النار لخزنة جهنم ادعوا ربكم يخفف عنا

يوم من العذاب ۵ (ت ۲۴ ع ۱۰)

ارشاد ج ۷ ص ۶۲۹ میں ہے واقتصارهم في الاستدعاء على ما ذكر
من تخفيف قدر يسير من العذاب في مقدار قصير من الزمان دون
رفع رأسه او تخفيف قدر كثير منه في زمان مديد لان ذلك عندهم
مسا ليس في حيز الامكان ولا يدخل تحت امانيه ۵

۵۔ دُعا کا معنی سخت بھاری سزا اس کے کفار اور باقی تمام گناہوں پر شفقت ڈالنے والی اس عقوبت کا نام دُعا دہنے میں تشبیر
ہے اس کے ناقابل برداشت بوجھ اور سختی کی اس بوجھ کے ساتھ جو اٹھانے والی پر بھاری ہو اور پیٹھ توڑ دے یا اس لئے کہ یہ اس
دُعا یعنی گناہ کی سزا ہے اور پہلی وجہ زیادہ مناسب ہے جیسے اگے اس کا نام حاصل آتا ہے۔

۶۔ اور جو آگ میں ہیں اس کے داروغوں سے جو اپنے رب سے دعا کر رہے ہیں کہ عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے انہیں آیت ۴۹
۷۔ اور کفار کا عذاب میں تھوڑی سی تخفیف تھوڑے سے وقت کے لئے مانگنے پر اقتصار کرنا اور عذاب سے خلاصی یا زمانہ
موت تک تخفیف کا طلب کرنا اس لئے کہ عذاب سے رہائی یا عرصہ دراز تک تخفیف ان کے نزدیک ناممکن اور انکی تباہی
اور امیدوں کے تحت داخل ہی نہیں ہوگی۔

عذاب سے اتنے تنگ آئیں گے کہ مرنا پسند کریں گے، استدعا میں کریں گے، ارشاد

اٹلے ہے :-

۱۰۔ ان المجرمین فی عذاب جہنم خلدون لا یفترون و ہم فیہ مبلسون وما ظلمنہم ولکن کانوا ہم الظلمین ونادوا ایملک لیقض علینا ربک قال انکم ما کثون ۱۳۶۲۵

دنیا کا عذاب گو کتنا ہی بڑا ہو اور سخت ہو اس سے آخر نجات ہو جاتی ہے کہ عذاب یا مرنے جاتا ہے اور یا جھیلیا جھیلیا عادی فاسد المزاج ہو جاتا ہے، تکلیف محسوس نہیں کرتا یا رونے پھینکنے سے عذاب دینے والا عذاب اٹھا لیتا ہے یا عذر و استدعا کرنے سے چھوڑ دیتا ہے یا کوئی حمایتی سفارشی چھڑا لیتا ہے مگر عذاب آخرت میں کفار کے لئے کوئی امید رہائی بلکہ کئی عذاب تصور ہی نہیں چہ جائیکہ عذاب عذاب ہو جائے سبوح و قدوس فرماتا ہے :-

۱۱۔ والذین کفرو والہم نار جہنم لا یقضى علیہم فی موتوا و لا یخفف عنہم من عذابہا کذلک نجزی کل کفور و ہم یصطرخون فیہا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنّا نعمل اولہ نعمہم کما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم

۱۲۔ بے شک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہ پڑے گا اور وہ اس میں بے اس رہیں گے اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے (یعنی موت دیدے) وہ فرمائے گا تمہیں تو ٹھہرنا ہے۔

الزخرف، آیت ۳، ۴، ۵



النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر ۱
 کبیر ج ۴ ص ۲۸ میں ہے وفي لطائف، الأولى ان العذاب في
 الدنيا ان دام كثير يقتل فان لم يقتل يعتاده البدن ويصير مزاجا
 فاسدا متمكنا لا يحس به المعذب فقال عذاب نار الاخرة
 ليس كعذاب الدنيا اما ان يفنى واما ان يالف البدن بل هو في
 كل زمان شديد والمعذب فيه دائم الثانية راعى لترتيب على الحسن
 وجه وذلك لان الترتيب ان لا ينقطع العذاب ولا يفتر فقال
 لا ينقطع ولا باقوى الاسباب وهو الموت حتى يتمنون الموت
 ولا يجابون كما قال تعالى ونادوا يا ملك ليقتض علينا ربك اى
 بالموت ۲

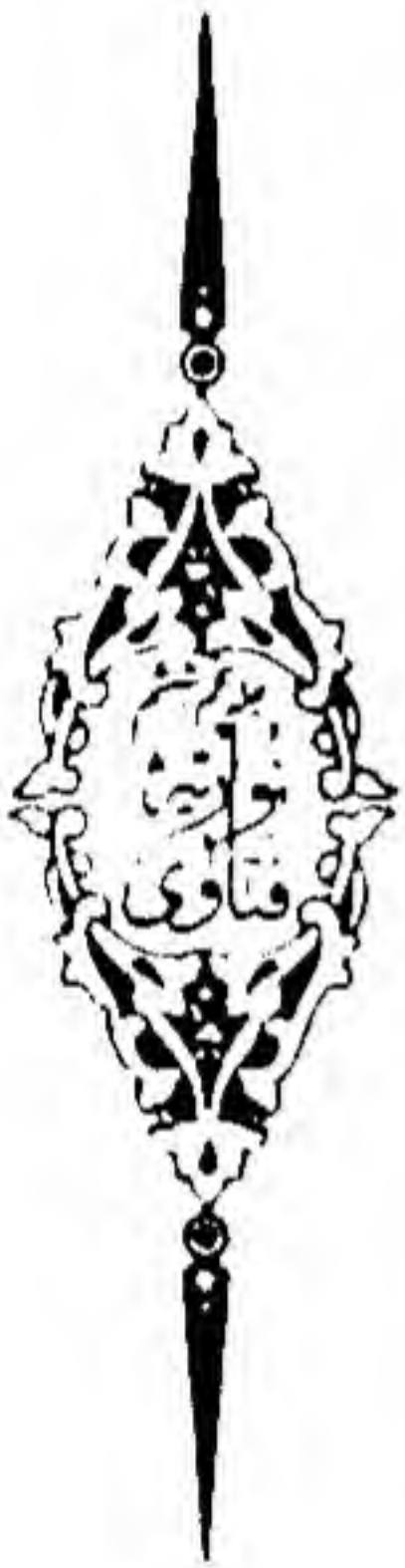


۱۔ اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کی قصائے کہ مرجائیں اور نہ ان پر اس کا عذاب کچھ
 ہلکا کیا جائے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ہر بڑے ناشکرے کو اور وہ اس میں چلتے ہوئے اُسے ہمارے رب
 ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں
 سمجھ لیتے تھے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو، ظالموں کا کوئی
 مددگار نہیں۔ فاطر، آیت: ۳۶، ۳۷۔

۲۔ اس میں کسی لطائف ہیں پہلا یہ کہ دنیا میں عذاب اگر لمبا ہو جائے تو انسان کو قتل کر دیتا ہے اور قتل نہ کرے تو
 مزاج فاسد ہو کر اس کا عادی ہو جاتا ہے اور پھر اس کا احساس ختم ہو جاتا ہے تو فرمایا کہ آخرت کا عذاب ایسا نہیں کہ
 فنا کرے یا بدن اس کا عادی ہو جائے بلکہ وہ ہر وقت سخت اور انسان کا فراس میں ہمیشہ عذاب دیا گیا ہو گا دوسرا
 لطیف نہایت حسین ترتیب کی رعایت کی کہ عذاب منقطع ہو گا اور نہ سست ہو گا اور نہ سب سے قوی سبب انقطاع
 عذاب سے جو موت ہے حتی کہ موت کی آرزو کریں گے تو جواب ہی نہ دیا جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ
 ہے ”اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے یعنی موت دے دے۔“

باری تعالیٰ کا ارشاد سن چکے کہ کافروں کے لئے خلاصی و تخفیف عذاب نہیں حضرت
مالک کا جواب پڑھ چکے کہ انکم ما کثون۔ خزنة جہنم فرمائیں گے فادعوا و مدعوا
الکفرین الا فی ضلل ۱۶۳

عباد الرحمن بھی اس کے مقتدر ہیں ان عذابہا کن غرام ۱۶۴۔ خود کفار
اس کا اقرار کرینگے سوار علینا اجز عنا ام صبرنا ما لنا من محیصۃ
نصوص ماضیہ کے علاوہ بحرث نصوص قرآن کریم موجود اقاؤ شعلیلہ جزیرۃ التعداد
باحسن الوجہ یہی فرما رہی ہیں۔ اقوال مفسرین و ائمہ دین و علمائے ربانیتین بے شمار ہیں، اس پر
اجماع جمیع مسلمین ہے۔ مواقف و شرح مواقف میں ہے (ج ۸ ص ۸-۷-۶-۵-۴-۳) اجمع المسلمون
على ان الکفار مخلصون فی النار ابد الا ینقطع عذابہم سورہ بالغوا
فی الاجتهاد والنظر فی معجزۃ الانبیاء ولم یهتدوا و علموا سورہ
و عاندوا او تکاسلوا و انکرہای تخلید ہم فی النار طائفۃ خارجۃ
عن الملة الاسلامیۃ الی ان قال لا یخرب معہا بنیت بالنار مع
کونہ متأذیا بہا الی ان قال و اعلم ان الکتب و السنۃ و الاجماع
المنعقد قبل ظهور المخالفین یبطل ذلک بل نقول و هو مخالف لما علم



لے تو تمہیں دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھگتے پھرنے کو۔

المؤمن، آیت : ۵۰

عہ کتاب المواقیف از قاضی محمد الدین عبدالرحمن بن احمد و شرح تالیف سید شریف علی بن محمد الجبانی (م ۸۱۶ھ) مطبعة السعادیہ
لے بیشک اس کا عذاب لازم جدا نہ ہونے والا ہے۔ الفرقان، آیت ۶۵
لے ہم پر ایک سہ ہے چاہے بغیر کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں (ابراہیم، آیت ۲)



من الدین ضرورۃ

شفا ج ۲ ص ۲۵۱ میں ہے وكذلك من انكر الجنة او النار او البعث او الحساب او القيامة فهو كافر باجماع للنص علي واجماع الامة على صحة نقله متواترا وكذلك من اعترف بذلك ولكنه قال ان المراد بالجنة والنار والحشر والمنش والثواب والعقاب معنى غير ظاهره وانها الذات روحانية و معان باطنية ۛ اور ایلام عذاب کا ثبوت ایلام نار کا ثبوت ہے کہ وہ عذاب عذاب نار وغیرہ ہی ہے بلکہ نار کے ایسے اوصاف علیحدہ بھی آیات و احادیث میں مذکور کہ یہ تاویل مقصور



ۛ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کفار آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور انکا عذاب کبھی بھی منقطع نہ ہوگا، برابر ہے کہ کفار نے انبیاء کے معجزات میں غور کیا اور سمجھنے کی کوشش کی اور ہدایت نہ پائی کافر ہی رو گئے یا ان کی نبوت کو جان لیا اور عناد و تکامل کے سبب ایمان سے محروم ہے ہوں اور ملت اسلامیہ سے نکلا ہوا ایک گروہ کفار کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا منکر ہے لیکن ہم ان کے شبہ کے ازالہ میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس پر کہ ان کے جسموں کو باقی رکھے اور وہ آگ میں خراب نہ ہوں اور عذاب کی اذیت پاتے ہیں (آگے فرمایا یقین کیجئے کہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت جو منکرین کے وجود و ظہور سے قبل منعقد اور قائم ہو چکا ہے۔ منکرین کے زعم فاسد و غلط کو باطل کرتا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ منکرین کا گمان ایسے حکم کے خلاف ہے جس کا حکم دمرین سے ہوا بالضرورۃ معلوم ہو چکا ہے۔

ۛ اور اسی طرح جو شخص جنت و دوزخ، حشر و نشر، حساب اور قیامت کا انکار کرے تو وہ بھی کافر ہے بالاجماع کہ یہ چیزیں نعت کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہیں اور اسکی نقل صحت کے ساتھ ہم تک تو اسے پہنچی ہے اور اسی طرح وہ بھی کافر ہے جو ان چیزوں کو مانا اور اقرار تو کرتا ہے مگر جنت و دوزخ، حشر و نشر اور ثواب و عقاب کے ظاہری مرادی معانی کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان سے روحانی لذتیں اور باطنی معانی مراد ہیں۔

ہو ہی نہیں سکتی چنانچہ بعض نصوص آیات و تفاسیر و اعلام گزر چکیں اور ان کے علاوہ بکثرت موجود تو اس دشمن کی طرح واضح و لائح ہوا کہ انکارِ ایلام عذاب و نار کی طرف اصلاً کوئی سبیل نہیں، مسلم من حیث ہو مسلم اس کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔

باقی رہا وہ قول جو منسوب بسیدنا ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہا ہے وہ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کر کے انکارِ ایلام مذکور ہو سکے، اولاً تو یوں کہ اگر بعض غلط وہ سیدنا ابن عربی کا قول ہو تو قرآن عربی و رسول عربی کے فرامین غیر قابل التاویل کے سامنے محض معضل و غیر سموع ہو گا نہ کہ لٹافراہین محکمہ کو مضحل و غیر سموع بنا دے کہ عذاب و نار کے لفظ خاص اور خاص افادہ معنی میں قطعی ہوتا ہے جتنے کہ خاص قرآن کے مقابل ایسی خبر واحد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو بلکہ خود رب العزت تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ والا کی جانب

منسوب ہو اور خاص قرآن کے ساتھ اس کی توفیق نہ ہو سکے تو اسے چھوڑا جائے گا نہ کہ خاص میں تاویلیں کی جائیں تو خبر واحد منسوب بہ ابن عربی جو کامل خبر واحد ہی نہیں، کس طرح معتد ہو سکے؟ منار و نور الانوار (کانپوری) ص ۱۵، تنقیح و توضیح و تلویح (مطبوعہ دارالاشاعت) وغیرہ میں ہے والنظم لسعد الملة والدين ان الخاص يتناول مدلوله قطعاً و یقیناً بلکہ نصوص عذاب کفار محکمہ ہیں کہ ان کا نسخ جائز ہی نہیں نیز اخبار ہیں اور اخبار میں نسخ جاری نہیں ہو سکتی، اتفاقاً ج ۲ ص ۳۱ میں ہے اما الخبر الذي ليس بمعنى الطلب فلا يدخله النسخ ومنه الوعد والوعيد الخ۔

۱۔ بیشک خاص اپنے مدلول کو یقینی اور قطعی طور پر شامل ہوتا ہے۔

۲۔ ایسی خبر جس میں معنی طلب ہو وہ منسوخ نہیں ہو سکتی اور وعدہ ثواب اور وعید عقاب اسی قبیلہ سے ہے۔

۳۔ چنانچہ قرار ترویج برایتہ اتحاد ۱۲ نور غفرلہ ص ۳۴۰ تلویح و حاشی ص ۸ و منار ص ۸ میں ہے واللغظ من هنا اما المحکم فما احکم المراد به عن احتمال النسخ والتبديل ۱۲ نور غفرلہ۔

حسامی ص ۸۰ مطبوعہ سعیدی میں ہے وحمل حکم یکون فی نفسہ محتملاً
للوجود والعدم ومثلہ فی المنار۔ تلویح ص ۳۲۲ میں ہے لان اخبار اللہ
تعالیٰ لا یحتمل النسخ لتعالیہ عن الکذب والغلط نصوص مذکورہ مؤیدہ
ہیں اور مؤید منسوخ نہیں ہو سکتا۔ حسامی ص ۸۱-۸۰ میں ہے ولحدیلتحق بہ ما
ینافی النسخ من توقیت او تابید ثبت نصاً کما فی قولہ تعالیٰ
خلدین فیہا ابد او مثلہ فی المنار والتلویح خصوصاً محکم کے مقابلہ ظاہر
نص ہنرمز جوح ہیں۔ حسامی ص ۹، تنقیح ص ۳۲۳، تلویح ص ۳۲۲۔ منار و نور الانوار ص ۸۸
میں ہے واللفظ لسعد الملة والدين فيقدم النص على الظاهر و
المفسر عليهما والمحكم على الكل الخ تو ایک قول سے کیسے منسوخ ہو سکیں گی اور
یہ کہنا کہ تاویل کریں گے بھن غلط کہ محکم میں تاویل بھی نہیں ہو سکتی تنقیح و تلویح ص ۳۲۳ حسامی
ص ۸، منار و نور الانوار ص ۸۷ میں ہے واللفظ منهما وحكم وجوب العمل
به من غير احتمال لاحتمال التاويل والتخصيص فهو اتم القطعيات
فی افادۃ الیقین اور اس سے قطع نظر کر کے بھی تاویل عذب نہیں بن سکتی کہ تاویل میں تعلیس



۱۔ نسخ کا محل (جگہ) ایسا محکم ہے جو وجود و عدم دونوں کا احتمال رکھتا ہو، منار میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔
۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی خبریں منسوخ ہونے کا احتمال نہیں رکھتیں کہ وہ جھوٹ اور غلطی سے پاک ہے۔
۳۔ یعنی وہ محکم منسوخ ہو سکتا ہے جس کے ساتھ نص سے ثابت نسخ کے منافی قید لاحق نہ ہو جیسے تعین وقت یا ہمیشگی کی
قید جیسے اللہ تعالیٰ کے قول خلدین فیہا ابد میں۔ منار اور تلویح میں بھی اسی طرح ہے۔

۴۔ محکم وہ ہے جس سے مراد پختہ ہو کہ نسخ و تبدیل کا احتمال باقی نہ رہے۔

۵۔ ظاہرے نص مقدم اور مفسران دونوں پر مقدم اور محکم سب پر مقدم ہے۔

۶۔ محکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل لازم ہوتا ہے اور اس میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں تو یہ تمام نصوص سے
یقین کا فائدہ دینے میں کامل و قوی ترین ہے۔

مراد نہیں ہوتی بلکہ اس میں موافقت اول و آخر آیت و کتاب و سنت ضروری ہے ورنہ اسے تاویل حق نہیں کہہ سکتے۔ خازن ج ۱ ص ۶ و معالم ج ۱ ص ۱۲ و القان ج ۲ ص ۱۸۰ میں ہے والنظم للسيوطي عليه الرحمة وقال البغوي والكواشي وغيرهما التاويل صرف الآية الى معنى موافق لما قبلها وما بعدها تحتمل الآية غير مخالف للكتب والسنة من طريق الاستنباط۔
اب نظر انصاف سے دیکھنا کہ عذاب اول و آخر نفس آیات عذاب و کتاب و سنت کے مخالف ہے کیا یتبیین مہاذکرت بادی تامل تو اس کا نام تاویل حق نہیں ہو سکتا اور جو مخالف ہو اس کے متعلق فرماتے ہیں واما التاويل المخالف للآية والشرع فمحظوران۔ تاويل الجاهلین الخ

ایسی تاویلوں کے متعلق شفاء شریف ج ۷ ص ۲۲۵، ۲۲۶، العقائد النسفی ص ۱۹، القان ج ۲ ص ۱۸۲ میں ہے والنظم للسيوطي قال النسفي في عقائد النصوص على ظاهرها والعدول الى معان يدعيها اهل الباطن الحاد۔ ثانیاً

۔ تاویل کا معنی کسی آیت کو ظاہری معنی سے بطریق استنباط ایسے معنی کی طرف پھیرنا جو آیت کے اول و آخر کے موافق ہو اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو اور وہ معنی کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو۔

لہذا البتہ ایسی تاویل جو آیت و شرع کے خلاف ہو وہ منع اور ناجائز ہے کہ ایسی تاویل جاہلوں کی تاویل مردود ہے۔
لہذا ان نصوص کے ظاہری معانی ہی حق و معتبر ہیں اور ظاہری معانی چھوڑ کر جو جھوٹے اہل باطن بننے والے معانی بیان کرتے ہیں وہ اکھاڑ اور بے دینی ہے۔

سہ المراد من اهل الباطن المدعون الكذابون لا اهل الباطن في نفس الامر ۱۳ نور غفرلہ

لہذا اس سے وہ لوگ مراد نہیں جو واقعی اہل باطن میں سے ہیں، بلکہ اہل باطن ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر بیٹے مراد ہیں ۱۲



کیسے متیقن ہوا کہ یہ قول سیدنا محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کا ہے، اس کا یقین نہیں ہو سکتا کہ یقیناً ان کی کتابوں میں یہود نے اپنے مفتویا باطلہ داخل کر دیے ہیں۔ در المختار ج ۶ ص ۶۶ مطبوع مع الشامی میں ہے فیہ کلمات تباین الشریعة و تکلف بعض المتصنفین لارجاعها الی الشرع لکن اتیقنا ان بعض الیہود افتراها علی الشیخ قدس سرہ۔ انہار الانوار ص ۱ میں ہے کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لواقع الانوار میں فرماتے ہیں قدم علینا الاخر العالم الشریف شمس الدین السید محمد بن السید ابی الطیب المدنی المتوفی ۹۵۵ھ خمس وخمسين وتسعمائة فاخرج الی نسخة من الفتوحات التي قابلها علی النسخة التي عليها خط الشیخ محی الدین نفسه بقونية فلم ادر فيها شيئاً مما توقفت فيه وحذفت فعلمت ان النسخ التي في مصر الآن كلها كتبت من النسخة التي دسوا علی لشیخ فيها ما يخالف عقائد اهل السنة والجماعة كما وقع له ذلك في كتاب الفصوص وغيره الخ تو کیا عجب کہ قول مذکور بھی افتراء یہود ہو بلکہ اگر باری



۱۷ یعنی فصوص الحکم میں ایسے کلمات ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں، بعض تحلف کرنے والوں نے ان کو شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے لیکن یہ یقین ہو چکا ہے کہ بعض یہودیوں نے شیخ ابن عربی علیہ الرحمہ پر فتراء کیا ہے اور انکی کتابوں میں تحریف کی ہے

للعلم ای فصوص الحکم ۱۲ من خضرہ عنہ ص ۲۶

ص ۱۷ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم کے ص ۵۲۰ تا ۵۲۹ میں بھی موجود ہے۔ (مرتب)

۱۸ امام شعرانی فرماتے ہیں میرے پاس سید محمد بن سید ابوالطیب مدنی تشریف لائے اور انہوں نے فتوحات مکیہ کا ایسا نسخہ دکھایا جو خود شیخ ابن عربی کا لکھا ہوا تھا، اس میں میں نے وہ کوئی بات نہ دیکھی جس میں میں نے توقف کیا اور اس کو حذف کر دیا تھا۔ اس پر مجھے یقین ہو گیا کہ جو نسخے مصر میں اب موجود ہیں وہ اسی نسخے نقل کئے گئے ہیں جس میں مخالفین نے تحریف کی تھی جو عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔



معنی ہے تو ضرور افتراء یہودی ہوگا کہ موافق عقیدہ باطلہ یہود ہے، قرآن کریم میں ہے وقالوا
لن تمسنا النار الا ایتاما معدودات ۱۶ اور اس کا رد خود قرآن کریم میں
موجود ہے کہ قل اتخذتم عند الله عهدا فلن يخلف الله عهده
ام تقولون على الله ما لا تعملون بلی من کسب سیئۃ واخلطت به
خطیئۃ فاولئک اصحاب النار هم فیہا خلدون ۱۷ تو واجب کہ اس
قول کو دیکھا ہی نہ جائے چہ جائیکہ آیات سے ٹکرائے۔

اسی درالختار میں ہے فیجب الاحتیاط بترك مطالعة تلك
الکلمات وقد صدر امر سلطانی بالنهی فیجب الاجتناب من کل وجه
انتهی فلیحفظ۔

ثالثاً یہ متیقن نہ قول مذکور بایں معنی ہرگز ہرگز سیدنا ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
امدنا بیکاتم کا قول نہیں کہ آپ یقیناً ولی اور ولی کا عقیدہ یقیناً مخالف شرع نہیں ہو سکتا
اور یہ مخالف شرع۔ خود سیدنا محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ میں
فرماتے ہیں اعلم ان میزان الشرع الموضوعة فی الارض ہی بایدی العلماء

۱۷ اور بولے ہیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن۔ البقرہ، آیت ۸۰۔

۱۶ تم فرما دو کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ تعالیٰ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا یا خدا
پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہاں کیوں نہیں جو گناہ کلمے اور اسکی خطا سے گھیرے وہ دوزخ والوں
میں ہے، انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔ البقرہ، آیت ۸۰-۸۱۔

۱۷ لہذا احتیاط کرنا واجب کہ ان کی کتابوں کا مطالعہ نہ کیا جائے حالانکہ منع کا شاہی حکم وارد ہو چکا ہے
تو ہر وجہ سے بچنا ضروری ہے۔



من الشريعة فما خرج ولي عن ميزان الشرع المذكور مع وجود عقل
التكليف وجب الانكار عليه (از مقال العرفاء)

حجۃ الاسلام امام غزالی احیاء العلوم شریف قلمی ص ۲۲۲ میں فرماتے ہیں و کذا
لا بد من تصحيح ظاهر الشريعة اولا و آخرًا۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویری
رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب شریف ص ۱۲ میں فرماتے ہیں: پس معرفت بے پذیرفت شریعت
درست نیاید۔ حضرت سیدنا محی الدین غوث الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم و علیہ وسلم فتوح الغیب
شریف ص ۶۶ میں فرماتے ہیں کل حقیقۃ سادۃ ہا شریعت فہی زبیدیۃ۔ حضرت
شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس ارشاد والا کا ترجمہ و شرح یوں فرماتے ہیں: یعنی اگر
یکے را خلاف حکم شریعت چیزے کشف شود و دعویٰ امرباں کند باطل است و اگر اعتقاد بد
کافرو زندیق گردد و نمود بالہ من ذلک۔ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقوفات



۱۔ یقین کیجئے شریعت کا ترازو جو زمین پر اتارا اور رکھا گیا ہے وہی ہے جو علمائے شریعت کے ہاتھوں
میں ہے تو جو ولی عقل تکلیفی کے باوجود اس میزان شریعت سے باہر نکلے اس کا رد اور انکار
واجب ہے۔

۲۔ اور یوں ہی اول و آخر ظاہر شریعت کو صحیح ماننا ضروری ہے۔
۳۔ لہذا ایسی معرفت جس کو شریعت قبول نہ کرے درست اور صحیح نہیں۔
۴۔ ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کرے بے دینی ہے۔

۵۔ اگر کسی کو خلاف حکم شریعت کشف ہو اور وہ اس کا دعویٰ کرے باطل ہے اور اگر اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد
کرے تو کافرو زندیق ہو جائے گا۔

مبارکات ص ۲۸ میں ہے: یک فعل غیر مشروع بندہ را از مرتبہ ولایت بیگزند۔ نور الانوار میں
الہام الاولیاء حجة فی حق انفسہم ان وافق الشریعة۔

والجاء صوفیاء کرام نے اپنے مصطلحات مقرر کئے ہوئے ہیں کہ ان کے معانی الفاظ
متعارفہ کے معانی سے غیر ہیں تو جو ان کو معانی متعارفہ پر محمول سمجھ کر اعتقاد کرے کافر ہو جاتا ہے
اور وہ شبیہ بالمتشابہ میں مثل افعال سیدنا خضر علی نبینا وعلیہ وسلم۔ شامی ج ۳
ص ۲۰۶ میں ہے ان الصوفیة تواطوا علی الفاظ اصطلاحوا علیہا ویرادوا
بہا معانی غریبۃ متعارفۃ منها بین الفقہاء فمن حملہا علی معانیہا
المتعارفۃ کفر بنص علی ذلک الغزالی فی بعض کتبہ وقال انہ شبیہ
بالمتشابہ فی القرآن والسنة کالوجه والید والعین والاستواء لہذا خو
سیدنا ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم ایسی قوم ہیں کہ ہماری کتابوں میں نظر کرنا
حرام ہے۔ وہیں شامی میں ہے فقد نقل عنہ انہ قال نحن قوم یحرم
النظر فی کتبنا۔ تو بالکل جب ہمیں کسی کتاب منسوب الیہ میں کوئی کلمہ خلاف شرع ملے تو بے
پہلے یہ تصفیہ ضروری ہے کہ آیا یہ نسبت کتاب صحیح ہے؟ ہو سکتا ہے کہ آپ کی نہ ہو اور پھر



۱۔ خلاف شرع ایک معمولی کام بھی بندہ کو رتبہ ولایت سے گرا دیتا ہے۔

۲۔ اولیاء کرام کا الہام خود ان کے اپنے حق میں حجت ہے بشرطیکہ شریعت کے موافق ہو۔

۳۔ صوفیاء کرام کچھ الفاظ کے بارے میں اپنی اصطلاح پر موافقت کرتے ہوئے فقہاء کے درمیان متعارف معانی کے سوا
دیگر معانی مراد لیتے ہیں تو جو شخص ان الفاظ کے صوفیاء کی عبارات میں بھی وہی متعارف معانی سمجھے اور درست کہے کافر
ہو جائیگا۔ امام غزالی نے اس پرفص کی سہل اور فرمایا کہ یہ الفاظ قرآن و سنت کے متشابہ کلمات وجہ، ید، عین، استواء کی طرح
ہیں جن کے معانی اور مرادات وہی جلتے ہیں ان تک ہماری عقل کی رسائی نہیں۔

اس کلمہ مخالفہ کی تحقیق کرنی ضروری ہے کہ آیا یہ کلمہ بھی ان کا ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی بے دین
بد مذہب نے اس کتاب میں دھنسا دیا ہو اور جب یہ ثبوت بھی مل جائے تو پھر یہ کیونکر ثابت ہوگا
کہ انہوں نے وہ معنی مخالف شرع ارادہ کیا ہے چہ جائیکہ اسے یقینی سمجھا جائے۔

وہیں شامی میں ہے واذا ثبت اصل الكتب عن فلا بد من
ثبوت كل كلمة لاحتمال ان يدس في ماليس من من عدوا واملح
او من دليق و ثبوت ان قصد بهذه الكلمة المعنى المتعارف وهذا
لا سبيل اليه ومن ادعاه كفر لان من امور القلب التي لا يطلع عليها
الا الله تعالى له لهذا اس قول وامثالہ کے متعلق صاوی علی الجلالین ج ۲ ص ۱۹۴ میں
وهذه الاقوال باطلة ونسبتها لمحي الدين ابن العربي كذب وعلى فرض
صحتها يجب تويلها

بالجملہ یہ قول بایں معنی یقیناً حضرت سیدنا ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نہیں ہو سکتا
اور اگر وہ حضرت اپنے خاص مصطلحات شبہیہ تشابہات میں کچھ فرما گئے ہیں تو وہ فرمود یقیناً کوئی اور



لہ جس وقت یہ ثابت ہو جائے کہ یہ کتاب فی الواقع اسی مصنف کی ہے جس طرف نسبت کی گئی ہے تو یہ
ثبوت بھی ضروری ہے کہ اس کی ہر عبارت کا ہر کلمہ اسی کلمہ ہے کہ کسی بد عقیدہ مخالف نے دل بدل کر لیا ہو پھر یہ ثبوت بھی
ضروری کہ مصنف نے اس کلمہ سے وہی معنی متعارف مراد لیا ہے جو خلاف شرع ہے مگر یہ ثبوت ناممکن ہے جو اس کا
دعویٰ کرے کافر ہو گا اس لئے کہ قصد و ارادہ امور قلبیہ سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے موا کوئی اطلاع نہیں پاسکتا۔
لہ یہ اقوال باطل ہیں اور ان کی نسبت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کی طرف جھوٹ ہے اور اگر بالفرض یہ واقعی ان کے
اقوال ہیں تو پھر ان کی تاویل ضروری ہے۔

معنی رکھتا ہے یہ جو ہندی میں اس کا ترجمہ کر رہے ہیں غلطی میں ہیں کہ اس کتاب کا یہ معنی نہیں، کتاب میں سکوت لازم نہ کہ ترجمہ کیا جائے اور معنی مخالف شرع مراد لیا جائے۔ شامی علیہ الرحمہ ج ۳ ص ۴۰۷ میں فرماتے ہیں ولللمحقق ابن کمال باشافتوی قال فیہا بعد ما ابدأ فی مدحہ ولہ مصنفات کثیرة منها فصوص حکمیة وفتوحات مکیة بعض مسائلہا مفہوم النص والمعنی و موافق للأمر الالہی والشرع النبوی وبعضہا خفی عن ادراک اہل الظاہر دون اہل الکشف والباطن ومن لم یطعم علی المعنی المرام یجب علیہ السکوت فی ہذا المقام لقولہ تعالیٰ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عندہ مستولانہ اور اس کشف سے مراد کشف صحیح مطابق شرع ہے ورنہ خود کشف ہی معتبر نہیں کہ امتیاز تو روز روشن کی طرح ظاہر و متبیین ہوا کہ یہ عقیدہ و استدلال جو سوال میں مذکور ہوا ہرگز صحیح و ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ صراحتاً اس کا خلاف مبین بالتحقیق والیقین ثابت و مبرم ہے اہل اسلام پر اس سے اجتناب و احتراز جلاتی آگ سے بھی ازید لازم۔ اللہ عزوجل اپنے حبیب محترم پر درود عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں اہل اسلام کو توفیق عدل و انصاف عطا فرماتے اور وبائے تفریق و اختلاف سے بچاتے، تمام کو جادہ مستقیم صراط الذین انعمت علیہم پر چلائے ان

لہ محقق ابن کمال پاشا نے ایک فتویٰ میں فرمایا۔۔۔ کہ فتوحات میں بعض ایسے مسائل ہیں جن کے معانی و مطالب واضح اور امر خداوندی اور شریعت نبوی کے موافق ہیں اور بعض مسائل خفی اور اہل ظاہر کے ادراک سے پوشیدہ ہیں اہل کشف صادق اور اہل باطن ہی جانتے ہیں تو جس کو معنی مراد پر اطلاع نہیں اس پر لازم کہ سکوت اختیار کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کافران ہے اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں، بیشک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال ہوتا ہے۔ الامراء، آیت ۳۶

بعض الظن اشم کی طرف ملتفت فرماتے۔

مقصود صرف تحریر مسئلہ تھا جو بہ نہایت اختصار ہر چکا و لاحول و لا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر
واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا
وسندنا ومعتمدنا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ الغوث الاعظم
وبارک وسلم۔ امین۔

صوفی الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
اول جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ

الاستفتاء

جناب مولوی صاحب

ایک مسئلے کی ضرورت ہے، کسی معتبر کتاب سے دیکھ کر تحریر فرمائیں۔
جب محشر کے لوگ قبروں سے نکلیں گے، سب ننگے ہوں گے، وہ کون کون لوگ ہونگے
جو پردے میں ہوں گے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

(مولوی، عبد الکریم، حجرہ)



مخدومی و محترمی جناب الحاج مولوی عبد الکریم صاحب زادت عتبت



وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

مرسلہ طفوف موصول ہوا اور آپ کے اشعار باعث فرح و سرور بنے۔ دعلیہ کہ حضرت رب العالمین جل و علا یخص اپنے فضل و کرم سے بصدقہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی سب تکلیفیں دور فرمائے اور حیات طیبہ سے بہرہ ور بنائے۔ حج کے متعلق خیر مبارک مجھے بھی ایک دو تکلیفیں رہتی ہیں، دعلیہ صحت فرمائیں، جب منظور ہوا تو ملاقات ہوگی۔

۱۔ حدیث پاک میں ہے انکم تحشرون حفاة عراة غرلا رواہ البخاری وغیرہ بیشک تم لوگ حشر کئے جاؤ گے پاؤں اور جسم سے ننگے بے ختنہ کئے۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۶۶)

یہ خطاب امت کو ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام سب ستھنے ہیں اور وہ سب بفضلہ تعالیٰ لباس میں ہونگے ہاں تشریفی خلعتیں بھی علی حسب المدارج ان حضرات کے لئے وارد ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام بہر حال اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ امتی ننگے ہونگے۔

۲۔ نیز حدیث مرفوعہ ہے کہ ان المیت یبعث فی ثیاب التی یموت فیہا یعنی بے شک میت اپنے ان کپڑوں میں جن میں فوت ہوتا ہے، اٹھایا جائے گا کما فی فتح الباری شرح البخاری ج ۱۱ ص ۳۲۲ والبدور السافرة ص ۳۰ والتفسیر المظہری ج ۳ ص ۳۸۶ والزرقانی شرح المواہب اللدنیة و السواہب ج ۸ ص ۳۵۱ والنظم من البدور اخرج ابوداؤد والحاکم وصحیح ابن حبان والبیہقی وعن ابی سعید الخدری انہ لما احتضروا بثیاب جدد فلبسہا ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان المیت یبعث فی ثیاب التی یموت فیہا۔

۳۔ نیز احادیث مرفوعہ و موقوفہ میں یہ بھی وارد کہ اموات اپنے کفنوں میں اٹھائے جائیں گے کما فی الفتح والمظہری والزرقانی والبدور۔ فاروق اعظم سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ



کے نظریہ میں احسنوا اکفان موتاکم فانہم یبعثون فیہا یوم القیامت (کما فی البدور عن سنن سعید بن منصور۔

بظاہر پہلی حدیثیں پہلی حدیث کے معارض ہیں مگر حقیقت کوئی معارضہ نہیں۔ امام بیہقی توفیق و تطبیق میں فرماتے ہیں کہ بعض کا حشر برہنگی میں ہوگا اور بعض کا لباس میں تو دونوں قسم کی حدیثیں ان دو گروہوں پر وارد ہیں و مدار علی انہ لیس فی الاحادیث کلمات الحصر کما تری یا یوں کہ قبروں سے اپنے لباس (یا اکفان) میں نکلیں گے اور پھر لباس گر جائیں گے اور حشر ننگے کئے جائیں گے فالمدار علی ان الحدیث الاول فی الحشر والاحادیث الاخری فی البعث وان عبر فی البعض بالحشر محانرا والبعث قبل الحشر یقیناً۔ عہ



کتب مذکورہ اور عینی علی البخاری ج ۱۰ ص ۱۵۸ میں ہے والنظم من المظہری قال البیہقی یجمع الاحادیث بان بعضهم یبعث عاریا و بعضهم بثیاب و قال بعضهم یخرجون من قبورهم بثیابهم ثم تتناشر عنہم عند ابتداء الحشر فیحشرون عراۃ اور اکثر علماء تطبیق میں دوسرے قسم کی حدیثوں کو شیعہوں پر محمول کرتے ہیں، کتب مذکورہ میں ہے والنظم من البدور والاکثر حملوا هذه علی الشہید الذی امر ان یدفن بثیابہ الی قتل فیہا وبہا الدم وان اباسعید سمع الحدیث فی الشہید فحمل علی العموم اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ثیاب سے مراد عمل ہے، فتح الباری، بدور سافرہ، تفسیر مظہری میں ہے والنظم من الفتح وحملہ بعض اہل

العلم علی العمل واطلاق الثیاب علی العمل وقع فی مثل قوله تعالیٰ
ولباس التقویٰ ذلک خیر الایة۔

اس کا مفاد یہ کہ سب حدیثیں اپنے عموم پر ہیں، بہر حال جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ شہداء
ننگے نہیں ہونگے اور انبیاء کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحبہ وسلم و علیہم السلام و سلم تو مستثنیٰ
ہی ہیں خصوصاً حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم امتیازی شان رکھتے ہیں۔

میں آپ کی تحریر سے یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا سوال دوسرے لوگوں کے متعلق ہے
لہذا مختصر آئیہ لکھا گیا کہ انبیاء کرام مستثنیٰ ہیں اور اگر آپ کا روئے سخن انبیاء کرام کی طرف ہے
اور اس تحریر سے تسلی نہیں ہوئی تو اپنا اشکال دوبارہ لکھیں کہ بفضلہ و کرم مفصلی جواب دیجاسکے۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ
و باریک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ

۱۹۶۲ء

الاستفتاء

از مجلد ۸۲-۸۳-۸۴

من چہ گویم در جلال کبریا حضرت افریں باد افریں باد چہ گویم بر تری
واقف فروع و اصول حاوی معقول و منقول خاص حاجی بیت اللہ مولوی نور الدین سلم اللہ و امنا

بعد سلام سنت خیر الانام !

واضح رائے عالی ہو آپ نے مسئلہ محشر کے لوگ بھی ننگے ہونگے، آپ نے یہ مسئلہ بہت اچھی وضاحت سے تحریر فرمایا، میں خوش ہو گیا۔ باقی ایک خدشہ میرے دل میں باقی ہے۔ کیا صحابہ کرام و اولیاء عظام انبیاء کی طرح مستثنیٰ ہیں یا امتوں کے ساتھ ہوں گے؟ دوسرے مسئلہ ارواحوں کے بارے میں مسلمانوں اور کافروں کے ایک جگہ رہتے ہیں یا مختلف اور جو لوگ مر گئے ہیں اور جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے ان کے روح کہاں رہتے ہیں اور حیوانات کے روحوں کی کیا کیفیت ہے، ایک جیسے ہیں یا چھوٹے بڑے؟ مثلاً ہاتھی کا روح یا چوئیٹی کا؟ اور حیوانات کے روحوں کے قبض کرنے والے کا نام کیا ہے؟ اور روح کیا کام کرتے ہیں؟ اللہ کا ذکر کرتے ہیں یا اور کام بھی یا میری طرح سوتے ہی رہتے ہیں؟ یہ مسئلہ روحوں کا کسی معتبر کتاب سے تحریر فرمادیں، عین نوازش ہوگی اور اپنی خیریت سے بھی مطلع فرمائیں۔

خیر اندیش قدیم: عبد الکریم، حجرہ شاہ مقیم
محکم دین بقلم خود
کراں دعائیں یا رب سائیں دل دیاں نال ضائیں
حاجی مولوی نور اللہ دستائیں خوشی ہمیشہ دکھائیں



نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم



آیات متکاثرہ اور احادیث متواترہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام اور اولیائے عظام رضی اللہ عنہم کا حشر بھی لباس میں ہوگا کہ یہ سب حضرات منعم علیہم ہیں اور ان کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معیت و رفاقت خاصہ بحکم قرآن کریم صراحتاً ثابت ہے۔ پ ۵ ع ۶ میں ہے ومن یطعم اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین وحسن اولئک رفیقاه تو اس انعام و معیت و رفاقت سے ہی واضح ہو رہا ہے کہ وہ بھی انبیاء کرام کی معیت میں لباس میں ہوں گے بالخصوص جبکہ یہ حضرات ہیں ہی صدیقین یا شہداء یا صاحبین حالانکہ پہلے فتوے میں ثابت ہو چکا کہ شہداء لباس میں ہونگے اور چونکہ صدیقین شہداء بھی اعلیٰ ہیں تو ان کے لئے لباس بالاولیٰ ثابت ہوگا اور صاحبین بھی حکماً ملحق بالشہداء ہی ہیں کہ شہداء مقتولین سیف اعداء ہیں تو یہ حضرات بھی سیف محبت کے مقتول ہیں اور بحکم موت و اقبل ان تموتوا مقام فناء پر فائز ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تذکرۃ الموتی ص ۳ میں فرماتے ہیں، واولیاءہم در حکم شہداء اند کہ جہاد بالنفس کردہ اند کہ جہاد اکبر است۔ شرح الصدور ص ۱۰۷ میں ہے واما الشہداء المحبۃ فاجسادہم اسرار بلکہ خود قرآن کریم فرما رہا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں صدیق اور شہداء اپنے رب کے نزدیک۔ پ ۲ ع ۱۸ میں ہے والذین امنوا باللہ ورسولہ اولئک

مہ کتاب الروح ص ۲۳ اور شرح الصدور ص ۸۵ میں ہے وھذہ المعیۃ ثابتۃ فی الدنیا و فی دار البرزخ و فی دار الجزاء والمرع مع من احب فی ھذہ الدور الثلاثۃ یعنی یرعیۃ دنیا و برزخ میں اور قیامت میں ثابت اور ان تینوں گھروں میں ہر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھنا ہے ۴۴ ہمنہ غفرلہ

همالصدیقون والشهداء عند ربهم

اس آیت پاک کے تحت مفسرین کرام نے کافی احادیث مرفوعہ اور موقوفہ سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ ہر کامل ایمان دار شہید ہے چنانچہ تفسیر المنثور ج ۶ ص ۷۱ میں حدیث مرفوعہ میں ہے مؤمنوا امتی شهداء پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تحریر فرمایا کہ ان الرجل لیموت علی فراشہ وهو شہید شحتلانی الخ کہ بیشک مرد اپنے بستر پر مرتا ہے حالانکہ وہ شہید ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت پڑھی الخ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی آیت کے لحاظ سے فرمایا کلکم صدیق و شہید کہ تم سب صدیق و شہید ہو۔ نیز وہی حضرت فرماتے ہیں انما الشہید الذی مات علی فراشہ پھر اس کی توضیح میں ہے یعنی الذی یموت علی فراشہ ولا ذنب لہ کہ جزا میں نیست شہید وہ شخص ہے کہ اگر اپنے بستر پر مرتا ہے تو بہشت میں داخل ہو جائے یعنی وہ جو بستر پر اس حال میں مرے کہ اس کا کوئی گناہ نہ ہو (مرے سے گناہ کیا ہی نہ ہو یا کیا ہو مگر تائب ہو گیا ہو یا مغفرت ہو گئی) اور یونہی شرح الصدور ص ۱۰۵ وغیرہ میں ہے۔



نیز در المنثور میں حدیث مجاہد تابعی سے اور شرح الصدور ص ۱۰۵ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی آیت کی روشنی میں ہے کل مؤمن صدیق و شہید بہر حال

کامل الایمان ضرور حکما شہید ہیں تو ان کے لئے بھی لباس ہوگا اور یہی حکم ہے ان احادیث مرفوعہ و موقوفہ کا جو پہلے فتوے میں درج ہوئی جن میں میت کا اپنے لباس بوقت موت یا کفن میں مبعوث ہونا مذکور ہے نیز قرآن کریم و احادیث شریفہ سے روشن کی طرح ثابت کہ صاحبین اور متقین کا حشر بڑے ہی اعزاز و اکرام سے ہوگا، نوری فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے، بشارتیں دیں گے اور بہشتی بے نظیر اونٹنیاں جن کے کچاوسے سونے کے اور مہاریں زبرجد کی ان کی سواری کے لئے لائی جائیں گی

۱۳۰

اور سب سے بڑی گھبراہٹ بھی ان کو غمناک نہیں کرے گی چہ جائیکہ چھوٹی موٹی، قرآن کریم میں ہے
لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهِمُ الْمَلَائِكَةُ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي
كُنْتُمْ تُوعَدُونَ پچ ۷۶۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ قبروں سے نکلتے وقت کا حال ہے نیز پچ ۹۷ میں ہے
يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَخَدَاةٍ رَجَبَةٍ حَسَنٍ دَنِّهِمْ بِرَبِّهِمْ كَارُونَ كَوْرٍ حَسَنٍ
کی طرف لے جائیں گے حالانکہ وہ سوار ہونگے۔

تفسیر الدر المنثور ج ۴ ص ۲۸۵، ابن کثیر ج ۳ ص ۱۳۷ وغیرہا میں احادیث شریفہ
سے ہے کہ جب قبروں سے نکلیں گے تو ان کے لئے جنتی بے نظیر اونٹنیاں، سونے کے کجاوے
اور زبرجد کی مہار والی لائی جائیں گی اور ان کی جوتیوں کے لئے نور کے ہوں گے، ان کے سبب
ایک ایک قدم انتہائے بصرت تک جگمگا اٹھے گا تو وہ ارحم الراحمین جو اپنے پیارے بندوں کو اپنے
برگزیدہ رسولوں کا اور اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ عطا فرمائے گا اور استقبال
کے لئے نوری فرشتے بھیجے گا جو خوشخبریاں دے رہے ہوں گے اور ان کو غنا کیوں سے پناہ دیگا
اور سواری کے لئے سونے کے کجاوے اور زبرجد کی مہار والیاں اونٹنیاں بھیجے گا اور ایسے
جوتے پہنائے گا جن کے نوری تسمے انتہائے بصرت تک جگمگا ہٹ پھیلانے لگیں تو کیا وہ اپنے ان
پیارے بندوں کے لئے ایسا لباس مہیا نہ فرمائے گا جس سے ستر بدن کر سکیں حالانکہ ستر بدن
سواری وغیرہ کی نسبت نہایت ہی اہم ہے بلکہ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۹۸ میں مرفوعہ حدیث شریف

میں ہے کہ جب مومن قبر میں منکر نکیر کو صحیح جواب دیتا ہے تو حکم دیا جاتا ہے ان صدق
عبدی فافر شوہ من الجنة والبسوہ من الجنة کہ میرے بندے نے
سچ کہا تو اسے بہشت سے بستر بچھا دو اور بہشت سے لباس پہنا دو۔ تو جب قبر ہی میں
یہ انعام ہوتے ہیں حالانکہ وہاں خلوت ہوتی ہے تو جلوت میں کیونکر نہ ایسا انعام ہو؟ تو واضح ہوا



کہ سب صحابہ کرام اور اولیاء عظام بھی لباس میں ہوں گے اور یہ اس حدیث پاک کے مخالف نہیں جس میں جسم اور پاؤں سے برہنگی میں حشر کا ذکر ہے کہ گو بظاہر وہ حدیث عام ہے مگر اس میں کوئی حصر کا لفظ نہیں اور دوسری احادیث سے اس کی تخصیص ثابت ہے۔

ہمارے پیارے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور نذیر بھی ہیں تو پہلی حدیث نذیر کی حیثیت سے ارشاد فرمائی اور مقام انذار کا انذار عموماً یہی ہے کہ بظاہر لفظ عام ہی ہوتے ہیں مگر مخلصین پر حیثیت بشر کا خصوصی جلوہ ہی اپنی جگہ نمایاں ہوتا ہے، اسکی ایک مثال بڑی واضح یہ ہے کہ جب آیت **وَانذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاقْرَبِينَ** (ترجمہ) اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ“ نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل قریش کو بلا کر جو خطاب فرمایا، وہی خطاب اپنی لختِ جگر نورِ نظر سیدہ طاہرہ طیبہ فاطمہ الزہراء کو بھی فرمایا۔

مسلم ج ۱ ص ۱۱۲ وغیرہ میں ہے **يَا فاطمة انقذي نفسك من النار** (ترجمہ) اے فاطمہ! اپنی جان آگ سے چھڑالے۔ **يَا فاطمة بنت محمد سَلِّينِي مَا شِئْتَ لَا اُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا** اے فاطمہ محمد کی لڑکی! صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم میرے مال سے جو چاہتی ہے مجھ سے مانگ لے، نہیں دفع کر سکتی تم سے اللہ کی گرفت سے کچھ۔

ایسی حدیثوں کو بعض مدعیانِ توحید بندوں پر چلا چلا کر پڑھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی کسی کو نسب فائدہ پہنچا سکتی ہے حالانکہ ہمارے روف رحیم، بشیر رسول منبر شریف پر رونق افروز ہو کر خود فرماتے ہیں **مَا بَالُ رِحَالٍ يَقُولُونَ اِنْ رَحِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْفَعُ قَوْمَهُ بَلَىٰ وَاللَّهِ اِنْ رَحِمَىٰ مَوْصُولَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَافِي اَيُّهَا النَّاسُ**

فشرط لکم (ترجمہ) کیا حال ہے ایسے مردوں کا (یعنی ان کا کوئی حال نہیں بلکہ بے حال اور بد حال ہیں) جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت ان کی قوم کو نفع نہیں دیتی کیوں نہیں؟ اللہ کی قسم بے شک میری قرابت دنیا اور آخرت میں موصولہ ہے اور بیشک میں اے لوگو! تمہارے لئے آگے جا کر انتظام کرنے والا ہوں (یعنی جب اور ایمانداروں کے لئے انتظام کرنے والے ہیں تو اپنی قرابت اور آل کے لئے کیونکر انتظام نہ فرمائینگے؟) اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے نیز حضرات ائمہ کرام احمد اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی نے ص ۶۴ ج ۴ میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انساب يوم القيامة تنقطع غير سببی

ونسبی نیز ائمہ بزاز، طبرانی، البیہقی، حاکم (ج ۳ ص ۱۴۲ مع افادة التصحيح وعدم تقرير الذب) و ضیاء حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرما رہے ہیں کل سبب ونسب منقطع يوم القيامة الا سببی ونسبی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل نسب وصهر ينقطع يوم القيامة الا نسبی وصهری ان سبب مدثوں کا حاصل ہی ہے کہ حضور پاک کی پاک نسب قیامت کو بھی نافع ہے۔

۱۸ سند امام احمد ج ۳ ص ۱۸

۲۲۳ سند امام احمد ج ۳ ص ۲۲۳

تہ محو کہتہ میں ہی الفاظ ہیں جبکہ بعض نے یہ حدیث یوں نقل

کی ہے ان الانساب تنقطع يوم القيامة (مرتب)

ص ۲ ج ۳ ص ۳۴

للعہ قد ذکرہ السیوطی علیہ الرحمۃ فی الجامع الصغیر وقال صحیح وقال العزیزی فی شرحہ

السراج المنیر ج ۳ ص ۹۰ قال الشیخ حدیث صحیح ۱۰ منہ غفرلہ

ان تمام احادیث کو باقاعدہ حوالوں سے غیر مقلدین کے مسلم امام قاضی شوکانی نے بھی اپنی تفسیر فتح القدر کے ج ۳ ص ۲۸۶ میں ذکر کیا ہے۔

جب آخرت میں عام گناہ گار ایماندار حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضور کے غلاموں کی شفاعت سے بھی نفع اٹھائیں گے تو حضور کے اہل بیت خصوصاً کھت جگر کیوں نہ نفع اٹھائیں؟ بلکہ قرآن کریم پلا ع ۹ اور پلا ع ۶ کی آیتوں سے صراحتاً ثابت ہے کہ مخلصین اہل ایمان کی نسب فائدہ آخرت میں ان کے بالوں اور بیویوں اور بچوں کو پہنچے گا اور پلا ع ۳ کی آیت سے بھی ثابت ہے کہ مومنین کی اولاد کو ان کے سبب نفع پہنچے گا۔ تفسیر جلالین، صاوی، جمل، دُرستور، ابن کثیر وغیرہ میں بڑی وضاحت سے مذکور ہے بلکہ وہی قاضی شوکانی بھی اپنی تفسیر کے ج ۵ ص ۹۵ میں تیسری آیت والذین امنوا واتبعتهم ذریعتهم بایمان الحقنا بهم ذریعتهم الایۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ومعنی هذه الایۃ ان الله سبحانه يرفع ذریۃ المؤمن الیه وان كان دونہ فی العمل لتقرعینہ و تطیب نفسہ الخ یعنی اس آیت کا معنی یہ ہے بے شک اللہ سبحانہ ایماندار کی اولاد کو بلند کر کے ایماندار کے درجہ کو پہنچا دے گا اگرچہ اولاد باپ سے عمل میں کم ہو تاکہ باپ کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور اس کا دل خوش ہو جبکہ بالغ اولاد ایمان رکھتی ہو۔

تو جب امتیوں کے دل خوش کرنے کے لئے ان کی اولاد کو بلند درجے عطا کئے جائیں گے تو خود امت والے شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس کو خوش کرنے کے لئے ان کی آل اطہار بالخصوص حضرت قرۃ العین سیدۃ نساء الجنۃ رضی اللہ



تعالیٰ عنہم و عنہا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بطفیل کیوں نہ درجات رفیعہ عطا کئے جائیں گے؟ واللہ باللہ! ضرور بالضرور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں رحمت للعالمین ہیں اور بالخصوص مؤمنین کے لئے روف و رحیم ہی ہیں اور نافع ہیں، اُن کی اہل پاک اور ذریت طیبہ طاہرہ بالخصوص اس رحمت سے بے انتہاء نفع اندوز ہیں، اس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں ہو سکتا حالانکہ وہ پہلی حدیث بھی صحیح ہے تو اس حدیث کا معنی علمائے کرام یہ بیان کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کچھ نہیں کر سکتے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے مالک بننے سے سب کچھ کرتے ہیں تو وہ بیگانوں کو نفع پہنچا دینے کو اپنوں کو کیسے بھلائیں گے؟

فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۸۰۳ وغیرہ میں ہے والنظم منہ و اما حدیث لا اغنی عنکم من اللہ شیئا ای انہ لا یملک ذلک الا ان ملکہ اللہ تعالیٰ فانہ ینفع الاحباب بشفاعتہ لہم باذن اللہ تعالیٰ فکذا الاقارب و تمام الکلام علی ذلک فی رسالتنا السلم الظاہر فی النسب الظاہر۔

اور دوسری واضح مثال یہ کہ قیامت کا دن قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے کہ ہزار سال کے برابر ہوگا بلکہ دوسری آیت نے پچیس ہزار سال کے برابر بتایا مگر حدیث پاک سے ثابت کہ ایماندار کے لئے بہت مختصر ہوگا حتّٰی کہ دنیا میں ایک فرض نماز سے بھی ہلکا ہوگا کما فی الحدیث المرفوع عند البغوی فی المعالم و خیر و صرح بہ الخازن و الدر المنثور و تفسیر ابن کثیر و ابن جریر وغیرہ و نیشاپوری ج ۲ ص ۲۲ میں ہے والاصح ان هذا الطول انما یكون للكافر لما روی عن ابی سعید الخدری



انہ قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اطول هذا اليوم
 قال والذی نفسی بیدہ انہ لیخفف علی المؤمن حتی اخف
 علیہ من صلوة مکتوبۃ فی الدنیا حالانکہ آیت میں ہزار اور پچاس ہزار کا
 ذکر ہے تو یہ انداز ہے اور وہ ہمیشہ ہے اور یونہی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں تو لباس
 کے متعلق بھی پہلی حدیث اور اس کی ہم معنی اور حدیثیں شان انداز سے متعلق ہیں جن سے
 ثابت ہو رہا ہے کہ لوگوں کا حشر اس حال میں ہوگا کہ پاؤں اور جسم ننگے ہونگے اور
 پیادہ ہونگے کما فی حدیث مسلم ج ۲ ص ۳۸۴ وغیرہ عن ابن عباس مرفوعاً
 مشاة حفاة عراة مکرشان بشارت واضح فرما رہا ہے کہ خواص مؤمنین لباس میں ہونگے
 اور ان کے پاؤں میں نوری تسموں والے جوتے ہونگے اور خصوصی سواریوں پر سوار ہونگے
 تو یہ بھی صحیح اور حق ہے اور اس کے منافی نہیں کہ لوگوں کا حشر وہ ہو جو اوپر بیان ہوا کہ
 فساق اور کفار اور فجار لوگ ہی تو ہیں بلکہ یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ
 بعض کے حال یا قال کو محاورات میں ایسے لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے جو بظاہر سب کو
 عام ہوتے ہیں، اس کی صد ہا نظیریں قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں موجود ہیں، بطور
 مثال صرف ایک ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے واذن نجینکم من ال فرعون یسومونکم
 سوء العذاب یذبھون ابناءکم ویستجون نساءکم پلح اور
 یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر بُرا عذاب کرتے تھے تمہارے
 بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔

اس ایک ہی آیت میں کئی نظیریں ہیں کہ یہ خطاب بنی اسرائیل کو عام ہے
 مگر نجات صرف ان لوگوں کے ساتھ ہے جو فرعون کے وقت موجود تھے یا ارحام و
 اصلا ب میں تھے اور بُرا عذاب چکھنا اور ان کے لڑکوں کو ذبح کرنا اور لڑکیوں کو زندہ رکھنا



صرف ان لوگوں کے ساتھ حقیقت خاص ہے جو اس وقت موجود تھے یا لڑکوں اور لڑکیوں والے تھے اور یونہی ابناء کھ اور نساء کھ دونوں عام ہیں مگر مراد وہ لڑکے لڑکیاں جو اس وقت تازہ پیدا ہوتے تھے مگر وہ بھی سب مراد نہیں کہ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے علاوہ بھی سب فرج کئے گئے کما صرح بہ المفسرون ذبحہم فی عام دون عام اور یونہی یسومون یذبحون، یستحیون کے صیغے عام ہیں مگر یہ فعل محض ان کے ہی ہیں بالغ اور عقلاء تھے تو جس طرح یہاں صیغے بظاہر عام ہیں اور خطاب بھی عام ہے مگر اہل لغت جانتے ہیں کہ باوجود تخصیصات مذکورہ کے یہ ارشادات بالکل صحیح اور حق محاورات عرب وغیرہ اقوام عالم کے مطابق ہیں اور یونہی پہلے قسم کی حدیثیں جن میں مشاة، حفاة، عراة وارد ہیں انکے کلمات بظاہر عام ہیں مگر فی الحقیقت تخصیصات ہیں فلا منافاة ولا تخالف و لا تعارض۔

هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و
الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مسائل ارواح

روح سب کے زندہ رہتے ہیں، موت، روح و جسم کی مفارقت کا نام ہے، بعد از موت مومنین و کفار کے ارواح الگ الگ رہتے ہیں اور اس میں کافی اقوال ہیں کہ کہاں کہاں رہتے ہیں۔ ان اقوال کی تفصیل کتاب الروح کے ص ۱۲۲ سے ص ۸۷ تک اور شرح الصدور میں ص ۹۶ سے ص ۱۰۹ تک اور بشری الکتاب میں ص ۱۰۲ سے ص ۱۳۵ تک ہے اور یونہی کئی اور کتابوں میں ہے۔

اہل ایمان کے ارواح جناب الہی میں بہشت میں، جنت الماویٰ میں، برزخ میں، ساتوں آسمان کی ایک ایسی حوٹلی میں جس کا نام بیضار ہے، علیین میں، آدم علیہ السلام کی دائیں طرف، حضرت جبریل کی کفالت میں، فرشتہ راعیل کی کفالت میں، حضرت میکائیل کے پاس، عرش معلیٰ کے زیر سایہ، ایک مخصوص زمین میں، جابلیہ میں، چاہ زمزم شریف میں، ارتجاء میں، برزخ میں جہاں جہاں خلق اجسام سے پہلے رہا کرتے تھے، آزاد ہیں کوئی خاص مکان نہیں جہاں چاہیں آئیں جائیں، اپنی قبروں میں۔

ان اقوال کے قائلین نے اپنے اپنے اقوال پر دلائل ذکر فرمائے ہیں، بغرض اختصار صرف ان حضرات ہی کے چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں جن کے نزدیک کامل ایمانداروں کے روح بہشت میں رہتے ہیں۔



امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ شرح الصدور ص ۹۹ میں فرماتے ہیں قد قیل ان ارواح المؤمنین کلہم فی الجنة الشہداء وغیرہما ذالم تحبہم کبیرۃ لظاہر حدیث کعب وام ہانی وام بشر وامی سعید وضمرة ونحوہا ولقولہ تعالیٰ فاما ان کان من المقربین فروح ویمحان وجنت نعیم والی ان قال، وقال تعالیٰ یایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک الی قولہ وادخلی جنتی۔ قال جماعة من الصحابة والتابعین انہ یقال لہا ذلک عند خروجہا من الدنیا علی لسان المملک بشارۃ اور یونہی کتاب الروح، تذکرۃ الموتی وغیرہ میں ہے۔

اس کا خلاصہ یہ کہ سب ایسے ایماندار جنہیں کوئی کبیرہ گناہ دین وغیرہ سے نہ روکے تو ان کے روح جنت میں ہیں شہید اور غیر شہید سب حضرت کعب، ام ہانی، ام بشر، ابو سعید اصحاب اور ضمیرہ وغیرہ تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین کی حدیثوں سے ظاہر ہی ہے اور اللہ

تبارک وتعالیٰ کے اس قول فاما ان کان من المقربین فروح وروحان
وجنتہ نعیم (سورۃ الواقعہ) اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی
الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ہے
بھی یہی ظاہر ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت فرماتی ہے کہ نفس مطمئنة کو یہ دنیا سے
نکلنے وقت خوشخبری کے طور پر فرمایا جاتا ہے۔

تبرکاً صرف ایک حدیث بھی ذکر کی جاتی ہے۔ شرح الصدور ص ۹۶ میں ہے
واخرج مالک فی الموطا واحمد والنسائی بسند صحیح عن
کعب بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما نسمة
المؤمن طائر تعلق فی شجرة الجنة حتی یرجعہ اللہ تعالیٰ
الی جسده یوم القیمة۔

(ترجمہ) حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام نسائی نے
حضرت کعب بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ سے صحیح سندوں کے ساتھ ذکر کیا کہ بے شک
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزا میں نیست کہ ایماندار کی جان پرندہ ہوتی ہے
جو بہشت کے درختوں میں میوے کھاتی ہے حتیٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے
جسم کی طرف واپس فرمائے گا۔

یہ اور اس کی ہم معنی بہت حدیثیں شرح الصدور، کتاب الروح، بشری الکتاب
تفسیر ومنتور، تفسیر ابن کثیر اور کتب حدیث شریف میں کافی ہیں محققین فرماتے ہیں کہ ان
مختلفہ اقوال میں حقیقت کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ لوگوں کے درجے کافی مختلف ہیں
اہل سعادت کے بھی کئی درجے ہیں اور اہل شقاوت کے بھی تو بعض ارواح جو سعادت کے
اعلیٰ درجات والوں کے ہیں اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں اور بعض سبز پرندوں میں یا پرندوں



کی طرح بہشت میں کھاتے اور بعض بہشت کے دروازے پر ہوتے ہیں، بعض قبر میں رہتے ہیں اور اہل کمال کے ارواح اتنے طاقتور ہوتے ہیں کہ جہاں چاہیں فوراً آتے جاتے ہیں، نہ ان کے لئے بُعد مسافت مانع ہے اور نہ کسی مکان کی رفعت اور پھر جہاں بھی ہوا جسم کے ساتھ تعلق ضرور رہتا ہے جتنے کہ زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور باقاعدہ گفتگو سنتے ہیں تو اس لحاظ سے وہ زمزم شریف بھی پہنچ سکتے ہیں اور دوسرے مقامات متبرکہ پر بھی۔

شرح الصدور ص ۱۱۰ وغیرہ میں ہے الصحيح ان الارواح متفاوتة في مستقرها في البرزخ اعظم تفاوت ولا تعارض بين الادلة فان كلامها وارد على فريق من الناس بحسب درجاتهم في السعادة والشقاوة۔

نیز اسی میں ہے وکلها على اختلاف محالها وتباين مقارنها لها اتصال باجسادها في قبورها ليحصل له من النعيم والعذاب اور یہیں سے یہ بھی واضح ہوا کہ ارواح کفار کے متعلق جو اقوال ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں طرف یا جہاں پہلے تھے یا برزخ میں بہت میں جو حضرات میں ہے یا جہنم میں ہیں۔

ان اقوال میں بھی حقیقت کوئی تعارض نہیں، سیدی سید عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مصری جو جلیل القدر اصحاب کشف سے ہیں، ان کی نظر میں برزخ کی عظیم وسعت کے علاوہ برزخ سے بہشت ایسی شاخیں نکلتی ہیں جو جہنم تک پہنچی ہوئی ہیں اور وہ شاخیں بھی ہیں جو جنت تک پہنچی ہوئی ہیں تو جہاں بھی ارواح ہوں برزخ ہی میں ہیں (ابریر شریف ص ۳۱۹) واللہ تعالیٰ اعلم اور جو لوگ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے ان کے ارواح برزخ میں



ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیوانات کے دھوں کے چھوٹے بڑے ہونے کے متعلق یہ ہے، ذات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کہ روح جو ہر فرد ہے، بسیط ہے مرکب نہیں کہ اس میں طول یا عرض یا عمق جسم کی طرح ہو سکے بلکہ جو ہر فرد اور بسیط ہے کہ کمیت اور مقدار کو قبول ہی نہیں کرتا ہاں تعلق اور تاثیر کے لحاظ سے ضرور فرق ہے سمجھنے کے لئے اس کی مثال یہ ہے کہ چراغ اگر بڑے کمرہ میں رکھا جائے تو اس کی تاثیر اور روشنی پھیلاؤ کے لحاظ سے بڑی ہوتی ہے اور چھوٹے کمرہ میں رکھا جائے تو چھوٹی حالانکہ چراغ کی اصلیت وہی ہے جو پہلے تھی۔

فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۶۹۰ اور الیواقیت و الجواہر ج ۲ ص ۱۳۸ میں ہے

والنظم من الفتوحات الروح ليس له كمية فيقبل الزيادة في جوهر ذات بل هو جوهر فرد لا يجوز ان يكون مركبا (الى ان قال) فاذا كان هكذا فلا يقبل الزيادة ولا النقصان كما يقبل الجسم لعدم التركيب۔

اس سلسلہ میں اور بھی کئی اقوال ہیں واللہ تعالیٰ اعلم، جو روح گرفتار عذاب نہیں وہ بہت کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں، اہل علم علمی شغل بھی رکھتے ہیں، ایک دوسرے کی ملاقات و زیارت کرتے ہیں آسمانوں اور بہشتوں میں یا زمین کے کسی متبرک مکان یا جہاں چاہیں آتے اور جاتے ہیں اور آنا فنا آتے اور جاتے ہیں، دنیا کی بہ نسبت طاقت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ جسمانی تعلقات و قیود سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

روح کی صفت بڑی عجیب ہے اس کو جسم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور زیادہ یونہی لوگوں کو غلط فہمی لگتی ہے کہ جسم پر قیاس کر لیتے ہیں ہاں قبر پر آنے والوں



کو دیکھتے رہتے ہیں، ان کے کلام سنتے رہتے ہیں، جواب دیتے ہیں، پہچانتے ہیں، اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور دشمنوں کو برباد کرتے ہیں، بیداری یا خواب میں اس دنیا والوں کو بھی مل سکتے ہیں، پیغام یا نصیحت وغیرہ بھی کر جاتے ہیں۔ یہ اور ان کے سوا اور بہت سے کام کیا کرتے ہیں اپنے اپنے مدارج اور قرب بارگاہ رب العالمین کے لحاظ سے۔

یہ قرآن کریم اور بحیرت احادیث شریفہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہے جس کا ذکر محققین کرام نے بڑی تفصیل سے فرمایا ہے جتنے کہ غیر مقلدین حضرات کے بھی سلم امام ابو عبد اللہ ابن قیم نے اپنی مایہ ناز ضخیم کتاب کتاب الروح میں باقاعدہ ملنتے ہوئے بڑے تفصیل سے روحوں کے افعال و اشغال بیان کئے ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے سیوطی کی تصانیف بالخصوص شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور اور بشری الکئیب ببقار الحبیب اور قاضی ثناء اللہ کا تذکرۃ الموتی والقبور اور ابن قیم کی کتاب الروح دیکھنے کے قابل ہیں اتنی تفصیل ہے کہ اس مختصر سے جواب میں سما نہیں سکتی۔

کتاب الروح ص ۲۳ میں ہے الارواح المنعمۃ الحرسلۃ غیر المحبوسۃ تتلاقی وتتزاود وتتذاکرم ما کان فی الدنیا وما یکون من اهل الدنیا۔ ص ۱۶۱ پر ہے انما یخلط اکثر الناس فی هذا الموضع حیث یعتقد ان الروح من جنس ما یعہد من الاجسام التي اذا شغلت مکانا لم یکن ان تكون فی غیره وهذا غلط محض نیز ص ۱۶۵ میں ہے فہذہ لہا بعد مفارقتہ البدن شان اخر وفعل اخر (الی ان قال) من ہزیمۃ الجیوش الکثیرۃ بالواحد والاشنین والعدد القلیل وفحود لک



و کم قدر وی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر
و عمر قد هزمت ارواحهم عسا کر الکفر والظلم اور اس سے پہلے
ص ۱۶۲ میں ہے ان ما ذکرناہ من شان الروح یختلف بحسب حال
الاشواح من القوة والضعف الخ

تذکرۃ الموتی ص ۳۱ میں ہے : ارواح الیساں در زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ
خواہند میروند و دوستہاں و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمنان را
ہلاک مینمایند۔ نیز اسی میں ہے : در قبور نماز سے خوانند و ذکر میکنند و قرآن میخوانند۔
اشعة اللمعات ج ۱ ص ۱۶ میں ہے : قوسے میگویند کہ امداد حق قوی تر است
و من میگویم کہ امداد میت قوی تر است۔ پھر فرماتے ہیں، نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر
ازاں است کہ حصر و احصار کردہ نشود۔



بہر حال ان نقول سے یہ چیز بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ کاملین اہل قبور
سے ان کی اس حیثیت کے لحاظ سے کہ وہ مقبولان بارگاہ رب العالمین ہیں، ان سے مدد مانگ سکتے ہیں
رہا یہ مسئلہ کہ حیوانات کے رحوں کے قبض کرنے والے کا نام کیا ہے تو اس کا جواب
یہ ہے کہ شرح الصدور ص ۲۱ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مری ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احوال البہائم و خشاہ الارض کلہا فی التسبیح
فاذا انقضی تسبیحہا قبض اللہ ارواحہا۔ اس کا خلاصہ یہ کہ بہائم و خشاہ
الارض سب کے سب جب ان کی تسبیح پوری ہو جائے یعنی جتنی تسبیح ان کے حق میں مقدر
تھی وہ سب کر چکیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی جانوں کو قبض فرمالیتا ہے اور ان میں سے کوئی
ایک چیز بھی ملک الموت کے سپرد نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و

اصحاب و باریک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ، ۲۲-۱۱-۲۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زید و بکر کا ایک مسئلہ میں نزاع ہوا تو زید نے کہا کہ ہر ایک نیکی و بدی کا حساب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره اور نیز آیت میں ہے و ان تبدوا ما في انفسكم او تخفوه يحاسبكم به الله اور ایسا ہی احادیث سے ثابت ہے، تو بکر نے جواب میں کہا نہ کوئی حساب ہے نہ کتاب اور نہ میں ان آیتوں اور حدیثوں کو تسلیم کرتا ہوں، یہ سب کچھ جرح ہے تو زید نے جواباً کہا جو آیات و احادیث کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں رہتا تو بکر نے کہا تو مجھے کافر کہتا ہے اور آیات و احادیث کے متعلق بکر نے سخت ملعون کلمہ بکا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔



بکر نے واقعی اگر یہ یہودہ بکا اس کے ہیں تو وہ باجماع امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ



علیہ وسلم اسلام و ایمان سے علیحدہ و دور ہوا کہ امور مذکورہ بالا ضروریات دین سے ہیں اور ضروریات دین کا منکر کافر ہے، حساب کارو شن ثبوت تو انہیں دو آیتوں میں موجود ہے جو زید نے پڑھی ہیں اور ان کے علاوہ اور بہت سی آیات و احادیث سے بھی ثابت ہے اور اس کا کتاب کا انکار، اگر اس کتاب سے نامہ اعمال مراد ہے تو اس کا ثبوت بھی آیات و احادیث میں بکثرت موجود، قرآن کریم میں موجود ہے کل شیء فعلوه فی الزبر آیات و احادیث کو تسلیم کرنا اور جھٹلانا اور ان کے متعلق ناشائستہ کلمات استعمال کرنا ایذا اللہ المتعال جل جلالہ و عم نوالہ و ایذا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کے متعلق قرآنی فتویٰ یہ ہے ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ و اعد لہم عذابا مہینا اور ایسے ہی بہت آیات و احادیث سے اس کا خسران مبین ثابت ہے۔



شفار شریف جز ثانی ص ۲۵ میں ہے و كذلك من انکر الجنة او النار او البعث او الحساب او القيامة فهو کافر باجماع الخ نیز اسی کے ۲۶۳ میں ہے و المسلمان استخف بالقرآن او المصحف او بشیء منہ او سہما او جحدہ او حرفا منہ او ایتہ او کذب بہ او بشیء منہ او کذب بشیء مما صرح بہ فیہ من حکم او خبر الی ان قال، فهو کافر عند اهل العلم باجماع الخ

اہل اسلام پر واجب کہ جب تک بجز از سر نو مسلمان نہ ہو، توبہ نہ کرے اس سے بایکٹ کریں اگرچہ ان کا کتنا ہی قریبی ہو، قرآن کریم میں ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ

والیوم الآخر یوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباءهم أو
ابناءهم أو אחوانهم أو عشیرتہم الاٰیۃ اور اس کی عورت اس کے جدا ہو گئی
نکاح نہ رہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے لاھن حل لہم ولاھم یجلون لہن۔
واللہ ورسولہ اعلم وعلیہما اتحدوا حکم جل جلالہ
وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

صدر الفقیر البو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ سرمدیہ بصیر پور

۱۸ شوال ۱۳۵۹ھ

الاستفتاء



ماہِ صیم کے آخری عشرہ میں تین تین راتوں میں قرآن کریم نوافل تراویح میں ختم کرنے کا
اہتمام کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں ایک مجلس کی جانب سے ایک اشتہار بعنوان ”صحیفہ آسمانی کے
ضیاء پوشیاں“ جاری ہوا ہے۔ بعض افراد کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم پر صحیفہ آسمانی کا
اطلاق درست نہیں، ان کا کہنا ہے کہ مصحف عثمانی یا دیگر متبادل عنوان ہونا چاہئے۔
مطلوب فقط یہ ہے کہ قرآن کریم پر صحیفہ آسمانی کا اطلاق درست ہے یا نہیں؟

ببینوا توجروا۔

سائل: مرکزی دارالتجوید والقرارت
بہتمام انجمن حمایت القرآن (رجسٹرڈ) چوک شاہ عالم گیٹ لاہور (پاکستان)



ہاں درست ہے۔ قرآن کریم اور لغت عرب سے روز روشن کی طرح واضح کتاب کو صحیفہ کہا جاتا ہے (سورہ طہ میں ہے مافی الصحف الا ولی اور النجم میں ہے مافی الصحف موسیٰ الایۃ الی غیر ذلک من الایات) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن کریم آسمانی کتاب ہے تو اس پر صحیفہ آسمانی کا اطلاق کیوں درست نہیں؟ صحیفہ تو لفظ مفرد ہے۔ قرآن کریم میں تو قرآن کریم پر صُحُف بصیغہ جمع کا اطلاق بھی ہوا ہے۔

سورہ لم یکن میں ہے یتلوا صحفاً مطهرة یعنی ہمارے پیارے سُر
پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں۔

جمہور مفسرین کے نزدیک اس تلاوت سے مراد تلاوت قرآن کریم ہے تفسیر قرآنی میں فرمایا یعنی قرآن و انرا صحف گفت برائے تعظیم یا آنکہ جامع اسرار جمیع صحف است یعنی صحف جمع تعظیمی ہے اور یا اس لئے جمع سے تعبیر فرمایا کہ وہ ان سب اسرار و رموز کا جامع ہے جو تمام کتب انبیاء کرام متفرق طور پر آئے اور بعض دوسری تفاسیر کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے

کہ یا اس لئے صحیفہ فرمایا کہ اس کے نسخے بکثرت پائے جائیگے حالانکہ وہ کتاب پاک ایک ہی ہے کہ ہر نسخہ کتاب ہی کہلاتا ہے اور یا جمع باعتبار ان کاغذوں کے ہے جن پر لکھا جاتا ہے کہ ہر کاغذ کو بھی صحیفہ کہہ سکتے ہیں۔

بہر حال صحیفہ آسمانی کا اطلاق بلاشبہ روا ہے اور یونہی صحیفہ پاک یا صحیفہ ربّانی یا کوئی اور متبادل عنوان مگر صحیفہ عثمانی کہنا محلّ اعتراض اور واجب الاستحسان ہے کہ کسی اور معنی کی غمازی کرتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واصحابہ وبارک وسلم۔
(نوٹ) سائل نے صحیفہ کا تکرار تین مرتبہ کیا مگر ۱ و ۲ کو غلطی سے صحیفہ لکھا۔
جو محض سبقتِ قلم ہی ہے۔

صوۃ الغفر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ ذی القعدۃ المبارک ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین صوّت ذیل میں کہ اگر کوئی شخص بڑھلا کے کہ میں صحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کا سرے سے منکر ہوں اور ان کی صحابیت کا قائل نہیں تو ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر؟ اور اس کے ساتھ اہل سنت حنفی افراد کی قربانی جائز ہے؟



یا نہیں مفصل اور مدلل بیان فرمایا جاوے۔

منجانب : اہالیانِ دیہ جلو از شریف



یہ مسائل علمائے اہل حق نے آفتاب سے بھی زیادہ واضح فرمادے ہیں۔ خلافت کا سرے سے انکار آفتاب نصف النہار کا انکار ہے اور ان کی صحابیت کا قائل نہ ہونا ایمان بالقرآن سے فرار ہے، ایسے کے ساتھ قربانی محض بے کار ہے۔ رسالہ مبارکہ "رد الرفضہ" نوری کتب خانہ لاہور نزد داتا دربار سے خرید کر دلائل ملاحظہ کریں اور یونہی "مقیاس خلافت" مولانا چھری علیہ الرحمہ کا مطالعہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم
وجميع الصحابة اولى الكرم والاکرم وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

از دارالعلوم خفیفہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۹ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۱ھ

بمطابق ۱۵-۲-۲۰۲۱

نوٹ: درج ذیل فتوے پر حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز
کی تائید و تصدیق ص ۱۵۲ پر ملاحظہ کریں۔ (مرتب)

مرثدہ فضیلت ملائکہ میں فتویٰ تکفیر غلط ہے

الاستفتاء

رضائے مصطفیٰ میں ایک فتویٰ شائع ہوا جو لغت ہذا ہے جس میں حضرت سید ابوبکر
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام سے افضل کہنے والے کو نہ صرف گمراہ
بلکہ کافر کہا گیا ہے، تجدید نکاح و تجدید ایمان کے آخری احکام بھی صادر فرمائے ہیں
اس طرح کہ جو شک کرے وہ بھی کافر سے کم نہیں، کیا یہ فتوے درست ہے ورنہ مکفر
کا حکم کیا ہے؟

السائل: عبد الحکیم

الجواب: هو الموفق للصواب

مرسلہ فتویٰ کی بنیاد تین قسم کے امور پر ہے۔ اول حضرت جبریل علیہ السلام
نبی کے مترادف رسول ہیں۔ دوم ان کی فضیلت اجماع قطعی سے ثابت ہے، سوم
یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے حالانکہ یہ تینوں امور اہل علم حضرات کے نزدیک ثابت

نہیں ہیں اور اس فتوے کی بنیاد فاسد علی الفاسد ہے اور عقائد اہل سنت سے بے خبری اور مسلک حق سے محرومی ہے۔ بلاشبہ حضرت جبریل علیہ السلام کی شان و شوکت، جاہ و عظمت، طاقت و عصمت قرآن کریم سے ثابت ہے لیکن نبوت و رسالت لسان شرع اور اسلامی اصطلاح میں صرف انسان کے ساتھ اور فرشتوں کو لغوی معنی سے رسول کہا گیا ہے۔

شرح عقائد میں رسول کی تعریف اس طرح کی ہے الرسول انسان بعث الله تعالى الى الخلق لتبليغ الاحكام وقد يشترط في الكتاب بخلاف النبی۔ نبی اور رسول کو مترادف قرار دینا جمہور معتزلہ کا مذہب ہے چنانچہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد کے حاشیہ میں فرماتے ہیں فقال بعضهم انهم امتساويان وهذا مذهب جمهور المعتزلة واليه ذهب الشارح وقال بعضهم ان الرسول اما صاحب كتاب وشريعة متجددة بخلاف النبی كما بينه المحشي وهذا مذهب اهل السنة۔

رسول کی تعریف میں علامہ ملا عمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے و تعریف الرسول من انسان لان المقصود بالبيان او الرسول مختص في لسان الشرع بانسان بل اطلاق الواقعة على الملك في القلآن وغيره اطلاق لغوي والانسان جنس لمفهوم الرسول۔ اسی طرح عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بخلاف النبی فان من حضر بانسان۔ اس سے واضح ہوا کہ کوئی فرشتہ نبی نہیں البتہ لفظ رسول کا اطلاق فرشتہ پر بمعنی لغوی ہوا ہے۔



بہر حال ملائکہ کی نفس رسالت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان رسالت کے برابر ارفع و اعلیٰ نہیں، شرح عقائد کی عبارت فیما نقل عن بعض الکرامیۃ من جواز الولی افضل من النبی کفر و ضلال کا اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہاں نبی سے مراد شرعی اور اصطلاحی نبی ہے نیز حضرت جبریل علیہ السلام کو معصومیت کی وجہ سے افضل بتانا بھی غلط ہے کیونکہ دوسرے فرشتے بھی تو معصوم ہیں لہذا وہ بھی افضل ہونے چاہئیں۔

اس فتوے کفر کی دوسری بنیاد اجماع کے دعویٰ پر ہے، غالباً اجماع کی بحث کبھی پڑھی نہیں ورنہ ان کو معلوم ہوتا کہ ہر اجماع کا انکار کفر نہیں۔ اہل علم کے نزدیک اجماع قطعی بھی ہوتا ہے اور ظنی بھی، مرآت الاصول شرح مرقاۃ الوصول میں امام ابو الفضل محی الدین قید لی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان الاجماع اما بالتواتر او الشهرة او الاحاد ہکذا فی جمیع کتب الاصول فقط لا خلاف عند اهل السنة۔ اس اجماع کا قطعی ہونا ثابت نہیں ہوتا من ادعی فعلیہ البیان۔



بالفرض قطعی بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی تکفیر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اجماع قطعی کے انکار پر اس وقت تکفیر کی جائے گی جبکہ منکر اجماع قطعی کا اعتراف کرتا ہو اور اگر اجماع کا انکار جہالت اور عدم واقفیت پر مبنی ہو تو تکفیر نہیں، علامہ بحر العلوم شرح مسلم الثبوت میں تحریر فرماتے ہیں اما انکار المجمع علیہ وان کان انکار جلی و نشأ من سفاهة ولكن ليس انكارا مع اعترافهم مجمع علیہ بل ينكرون كون كل لشبهة نشأت لهم وان كانت باقی نفس الامر وانما الکفر انکار المجمع علیہ مع اعترافہ انہ مجمع علیہ من غیر تاویل۔

۳۔ مسئلہ کو ضروریات دین سے کہنا بھی اپنی حد سے گزرنا ہے جس کو فتوے دینے کا شوق

تو اس پر لازم ہے کہ اچھی طرح سمجھے اور مسئلہ کو متعدد کتابوں سے مطالعہ کرے، پھر ایسا فتویٰ جس میں کسی مسلمان کے ایمان کا فیصلہ کرنا ہو تو اس میں تو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہئے، شرح عقائد میں بیل بالضروریۃ کے لفظ سے اس مسئلہ کو ضروریات دین سے بنانا درست نہیں بالضروریۃ کے معنی بالبداهت بھی آتے ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر کی شرح اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں والتقیید بالناس لان خواص السلاکۃ کجبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام و حیلۃ العرش و المقربین افضل من عوام الناس و ان کانوا دون الانبیاء و المرسلین علی الاصح من اقوال المجتہدین مع ان لا ضروریۃ الی هذه المسئلۃ فی امر الدین علی وجه الیقین۔

اب واضح ہوا کہ اس مسئلہ کا ضروریات دین سے ہونا ثابت نہیں لہذا فتویٰ کفر بھی غلط ہے۔ اتنا سخت فتویٰ دینے والے کو توبہ کا اعلان کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
العبد محمد حسین نعیمی، ہتم جامعہ نعیمیہ لاہور

نوٹ: یہ فتویٰ بمع تصدیقات علماء کرام سواد اعظم لاہور، ۳ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۲۰۰۶ء طبع ہوا حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کا تصدیقی مضمون آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں (۱)



الحمد لله الذي ارسل الصادق المصدق المصدق

وصلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و من صدق و سلم التسلیم المحقق
(مصدقہ و صدیقہ و آلہ و سلم تسلیما)

اما بعد فاضل محترم ذوالمجد والکرم حضرت مولانا علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی
مدظلہم العالی کامرسلہ فتویٰ برائے تصدیق و تائید آیا، ماشاء اللہ اوہام باطلہ و استدلالات عاطلہ
کا خوب قلع قمع فرمایا۔ واقعی رسالت ملائکہ رسالت خلفاء اللہ تعالیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم)
کے قطعاً مترادف نہیں، اسی تو ہم مترادف کی بنا پر تو معجزہ نے کہا کہ ملائکہ انبیاء و رسل
سے افضل ہیں کہ تمام انبیاء و رسل رسل ملائکہ اور جبریل کے لئے بمنزلہ امت ہیں اور
رسول اپنی امت سے افضل ہوتا ہے مگر جمہور اہل سنت و الجماعت کے نزدیک ان کا
یہ عقیدہ باطل ہے کہ ملائکہ کی رسالت رسالت انبیاء کرام کے مترادف نہیں بلکہ تبلیغ و
وساطت کے ہم معنی ہے۔



مواقف و شرح مواقف ج ۸ ص ۲۸۸، مطالع شرح طوابع ص ۲۱۳،
تفسیر سیر ج ۱ ص ۲۸۶، تفسیر نیشاپوری ج ۱ ص ۲۲۳، غنیۃ المستملی ص ۲۸۸ وغیرہ میں ہے
والنظم للحلی علیہ الرحمہ ان مطلق الرسالت لا تقضی
افضلیۃ الرسول وانما ذلک فی ما اذا کان الرسول للتشریع و
التعلیم و انقاذ الضلال والدعاء الی اللہ و اما اذا کان لمجرد
تبلیغ الخبر من المرسل الی المرسل الیہ فلا الاتری ان السلطان
قد یرسل الخبر مع بواب الی وزیرہ ولا یقتضی ان البواب
اقرب و افضل عند السلطان من الوزير و ہکذا حال الملائکۃ
مع الانبیاء انما هم مرسل الیہم فی تبلیغ الخبر فقط اور یونہی کر یہ
جاءل الملائکۃ رسل اولیٰ اجنحتہ کے تحت بیضاوی، ابوالسعود، جمل صاوی

علی الجلالین، منظری وغیرہ میں رسلا کی تفسیر و سائنٹس کی گئی ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ ان کی رسالت رسالت انبیاء کرام کے ہم مرتبہ ہرگز نہیں تو مفتی "رضائے مصطفیٰ" کا استدلال ہبائے منشور ابنا اور یونہی ان کا اجماع کی بنا پر بھی تکفیر محض بے جا ہے کہ سلسلہ زیر بحث میں اجماع قطعی قطعاً نہیں بلکہ محض ظنی ہے حالانکہ اجماع ظنی کا منکر کافر نہیں بلکہ صرف اسی اجماع کا منکر کافر ہے جو تمام صحابہ کرام کا اجماع قوی قطعی بطریق تواتر ثابت ہو شامی ج ۳ ص ۳۹۳ میں ہے اذ لم تکن الایۃ او الخبر المتواتر قطعی الدلالة او لم یکن الخبر متواترا او کان قطعیا لکن فی شبهۃ او لم یکن الاجماع اجماع الجمیع او کان ولم یکن اجماع الصحابة او کان ولم یکن اجماع جمیع الصحابة او کان قطعیا بان لم یثبت بطریق التواتر او کان قطعیا لکن کان اجماعا سکو تیا ففی کل من هذه الصور لا یكون الجحد کفر ایظهر ذلك لمن نظر فی کتب الاصول فاحفظ هذا الاصل فان ینفعک۔

جسے اس بیان فیض ترجمان میں شک ہو تو تنقیح و توضیح و تلویح ص ۵۳۲ و ۵۳۵، منار اور شروح منار نور الانوار ص ۲۲۳، شرح ابن مالک و شرح ابن عینی ص ۲۵۹، اقا الاواء نسامات الاسرار ص ۱۴۶، مسلم الثبوت مع شرح بحر العلوم ص ۵۲۰ و ۵۲۱، تحریر و شرح تفسیر التحریر ج ۳ ص ۲۶۰، شرح قاضی معتمد ج ۸ ص ۳۴۲، حسامی مع شرح غایۃ التحقیق ص ۲۱۳ کو غور سے دیکھیے اور پھر دیکھیے کہ اس سلسلہ میں تمام صحابہ کرام کا قوی اجماع بطور تواتر ہرگز ثابت نہیں طرہ تو یہ کہ اجماع قطعی کا منکر اس وقت کافر کہا جاتا ہے جب اسے اجماع کا علم بھی ہو اور واقعہ ہو ورنہ نہیں۔ شرح بحر العلوم ص ۷، مسایرہ ص ۱۷۵، شامی ج ۳ ص ۳۹۲ میں ہے



و النظم للشامی و کذا مبخالفة او انکار ما اجمع علیه بعد العلم
بہ حالانکہ مسئلہ سائل کو جاہل و ناواقف بتاتا ہے تو تکفیر کیسی؟ اور یونہی یہ مسئلہ ضروریات
دین سے بھی نہیں، ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے فقہ اکبر شریف کی شرح ختم کرنے کے بعد ایسے
مسائل کا ذکر بطور الحاق کیا جو اختلافی مسائل ہیں۔ ص ۱۰۲ میں فرمایا و ہنا مسائل
ملحقات لا بد من ذکرہا فی بیان الاعتقادیات ولو کان من امور
الخلافيات اور پھر اسی صفحہ میں تصریح فرمائی کہ ان مسائل سے ناواقفی مضر نہیں اور انہیں مسائل
ملحقہ سے یہ مسئلہ زیر بحث بھی ذکر فرمایا ص ۱۰۴ میں فرمایا و منها تفصیل المسئلة
فخواصہا افضل بعد الانبیاء علیہم السلام من عموم الاولیاء
والعلماء (الی ان قال) قلت فلتکن المسئلة ظنیة لا قطعیت
وہو كذلك بلا شبہۃ نیز ص ۲۰ میں فرمایا لا ضرر و ساءۃ الی ہذہ المسئلة
فی امرالدین علی وجه الیقین۔ شامی ج ۱ ص ۲۹۳ میں ہے المسئلة
خلافتیہ و ہی ظنیۃ۔



تکمیل الامیان ص ۷۳ میں ہے ”و بعضی گفتہ اند کہ ظاہر درال آنست کہ مسئلہ
تفصیل در ہر جا کہ باشد ہمیں حکم داشتہ باشد و مال کلام اختلاف حیثیات و تعدد جہات است
تو اس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ یہ مسئلہ ظنیہ و خلافتیہ ہے اور ضروریات دین سے نہیں تو
اس بنا پر بھی کافر بتانا سخت زیادتی و ناروا ہے، ہاں ہمارے نزدیک تفصیل جبریل امین ہی مختار
ہے مگر یہ نہیں کہ ہمارے ہر مختار کا انکار کفر بنے اور تفصیل کا ایک پہلو تعدد جہات و اختلاف
حیثیات کی بنا پر بھی واقع ہوا کرتا ہے جس کی طرف حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ نے اشارہ
فرمایا جسے علماء فضل جزئی سے تعبیر کیا کرتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ زید نے کسی فضل جزئی کی بنا پر
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل کہا ہو مثلاً اس حیثیت سے کہ انہیں حضور پر نور محبوب

رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی حاضری حاصل ہے اور جبریل امین کے لئے بالذم حاصل نہیں اور فطر اشتیاق میں ومانت نزل الالباس و ربك عرض کرتے ہیں تو زید کو کیوں کافر کہا جائے حالانکہ مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ جب مسئلہ میں تکفیر کے کئی پہلو ہوں اور ایک پہلو مانع تکفیر ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ پہلوئے مانع کی طرف میلان کرے کہ مسلمان کے ساتھ اچھا گمان کرے کما فی جامع الفصولین والبحر والشامی عن الخلاصة والبنازیتہ بلکہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کی کلام جب کسی اچھے محل پر محمول ہو سکے تو کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے کما فی البحر والشامیہ وغیرہما بلکہ فرماتے ہیں يجب حمل احوال المسلمین علی الصلاح کما فی الہندیۃ والشامیۃ وغیرہما اور قرآن پاک نے فرمایا ان بعض الظن اثم۔

افسوس کہ بعض حضرات رهنوی ہونے کے باوجود امام اہل سنت واجماعت علی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع نہیں کرتے، وہ تو الکوکبۃ الشہابیہ کے آخر میں فرماتے ہیں " ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح ظاہر و زاہر کہ اس فرقہ متفرقہ اور اس کے امام نافذ جام پر چڑھا قطعاً یقیناً اجمالاً بوجہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ صاہیر فقہاء کرام واصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ، مگر ساتھ ہی فرماتے ہیں " اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کتب لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب اور یونہی سل السیوف اور سجان السبوح میں فرمایا۔

۱۲ ج ۲ ص ۲۱۶ ۱۲ ج ۵ ص ۱۲۵

۱۲ ج ۳ ص ۳۹۳ ۱۲ ج ۵ ص ۱۲۵

۱۲ ج ۳ ص ۳۹۳

۱ مرتبہ

تو آفتاب نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ یہ فتوے تکفیر صحیح نہیں تو مفتی پر لازم کہ توبہ کا اعلان کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و
و اصحابہ و باریک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

مبسم لا محمد لا مصلیا مسلما

حضرت محترم جناب مولانا صاحب بلہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج عالی۔

جواب باصواب ملا۔ اکمل اللہ کہ آنجناب کے جوابات فقیر پر تقصیر کے جوابات سے مل گئے ہیں اور ناچیز کو تائید حاصل ہوئی ہے۔ جناب کی تکلیف فرمائی اور نیز جلدی جواب دینے کا بہت بہت شکریہ جزا کھ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا۔ چند اور مسائل درپیش ہیں، امید ہے کہ جواب باصواب سے نوازیں گے۔

۱۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معرکہ کربلا سے کیسے بچے تھے، کسی معتبر تاریخ کا حوالہ ہونا کہ شیعہ کو جواب دیا جاسکے اور حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سید ہونا اور اتصال نسب ہونے کے، اگر اہل تشیع

کی کتب اور اہل تشیع اور اہل سنت دونوں کی کتب کا حوالہ ہو سکے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

۲۔ کیا شہید پر جو حقوق العباد تھے وہ بھی معاف ہو جاتے ہیں؟

۳۔ کیا دفاعی فنڈ میں زکوٰۃ لگ سکتی ہے؟

(نوٹ) اس تیسرے سوال کے جواب کی ذرا فوری ضرورت ہے۔

غلام محمد وغفرلہ از دارالعلوم اہل سنت جہلم

۷ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

نوٹ: اس پر سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے درج ذیل مکتوب

اور جواب استفتاء تحریر فرمایا۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والحمد لله تعالى و صلى الله على حبيب الانور و آله و

صحابہ وسلم تسليما كثيرا۔

و عليكم السلام ورحمة الله وبركاته؛ مزاج گرامی۔

چند روز ہوئے ملفوف محبت ملا، جو کچھ لکھا اپنے فرائض کی ادائیگی کی، اس میں شکریہ

ادا کرنے کی کیا ضرورت؟ پھر آپ نے پسند فرمایا اور اپنی تحقیق کے مطابق پایا اور اطلاع بھی دی بغیر

کسی استفسار کے، اس پر فقیر کا شکریہ قبول فرمائیں، ہاں اگر یہ وضاحت فرمادیں کہ آپ کس

دارالعلوم کے مستند ہیں اور کس پیر طریقت سے انتساب ہے تو کرم ہوگا، نیز فقیر کے مشاغل

کافی ہیں اور کچھ امراض بھی لاحق ہیں لہذا جواب میں تاخیر ہو جایا کرتی ہے اور انہی امور کے

پیش نظر استفتاء میں سوال زیادہ نہ ہونے پسند کرتا ہوں۔ اب بھی تکلیف میں ہی لکھ رہا ہوں۔



۱۔ حضرت امام حسنؑ شہنے رضی اللہ تعالیٰ عنہ معرکہ کربلا میں ہرگز شہید نہیں ہوئے بلکہ اس کے تقریباً ۳۷ سال بعد ان کا وصال ہوا اور آپ کی زوجہ پاک جو حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں ایک سال تک آپ کی قبر نور پر خیمہ لگا کر مقیم رہیں صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۷ میں ہے ولما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین ضربت امرأت القبة علی قبرہ سنت۔

شرح بخاری کرمانی ج ۷ ص ۱۱۲، فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۶، عینی ج ۲ ص ۱۴۸، قسطلانی ج ۲ ص ۲۸۶ میں بالفاظ متقاربہ ہے وکانت وفات سنة سبع وتسعين طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۱۹ میں آپ کی اولاد چھڑکے اور چھڑکیاں تفصیل مذکور ہے ونصہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم الخ

تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۳ میں بھی آپ کی اولاد کا ذکر ہے نصہ وعنت اولادہ ابراہیم وعبد اللہ والحسن الخ مرآة الزمان ج ۲ ص ۲۵۱ میں عبد اللہ المحض بن الحسن المثنی بن امیر المؤمنین ابی محمد الحسن بن امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور یونہی بکثرت کتب تواریخ و مناقب جنو سیدنا الغوث الاعظم



رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے نسب اطہر میں حضرت عبداللہ بن الحسن بن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا صریح ذکر موجود ہے جو آفتاب نیم روز اور ماہ نیم ماہ سے بھی واضح و عیاں ہے تو نسب اطہر بلا شک ثابت ہے۔

رہی یہ بات کہ کربلا میں کیسے بچے تو کیف تعین کے علم پر بچنا موقوف نہیں۔ بہر حال آپ اس معرکہ کے کافی زمانہ بعد تک زندہ رہے، یہ یقیناً ثابت ہے اور اس کیف کا بیان بھی مشائخ کرام نے فرمادیا ہے۔ تہذیب التہذیب کے صفحہ مذکورہ میں ہے و حضر مع عمہ کربلاء فحماہ اسماء بن خارجۃ الفزاری لانی ابن عم امہ میرے پاس زیادہ کتب شیعہ نہیں۔

۲۔ حدیث پاک میں الا الدین کی تصریح ہے رواہ مسلم وغیرہ۔

۳۔ ہاں بحیلة التملیک الشرعی من الفقیر شہو یعطی کما فی الدر و الشامی وغیرہما من اسفار المذهب المہذب فان التملیک لا یدمن۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و

اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۹ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ
۱۲/۶/۱۳۸۵

ذیل کے فتوے پر حضرت فقیہ اعظم
علیہ الرحمۃ کا جواب مسئلہ ۱۶ پر
ملاحظہ فرمائیں (مرتب)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اہل سنت اس مسئلہ میں کہ امام عالی مقام جناب امام حسین

علیٰ جدہ وعلیہ السلام کو امام مظلوم یا مظلوم کر بلا کے نام سے یاد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ امام عالی مقام کو ان ناموں سے یاد کیا جاسکتا ہے اور آپ کو مظلوم یا مظلوم کہنا کہ آپ پر زیدیوں کی طرف سے واقعی ظلم کیا گیا تھا، جائز ہے اور عمر کہتا ہے کہ آپ کو مظلوم کہنا جائز نہیں، اسی لئے کہ مظلوم کے معنی ہیں مجبور کے اور امام پاک قوت و اختیار روحانی کے مالک تھے۔ اب آپ سے استدعا ہے کہ یہ بتائیے کہ ان میں سے کس کی بات صحیح اور مسلک اہل سنت کے مطابق ہے؟

الجواب

امام عالی مقام علیٰ جدہ وعلیہ السلام کو امام مظلوم کے نام سے یاد کرنا شرعاً درست اور مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق ہے کیونکہ مظلوم وہ ہوتا ہے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور ظلم کے معنی علم میں یہ لکھے ہیں ارتکاب معصیت مسقطۃ للعدالت مع عدم التوبة و الاصلاح اور وضع الشیء فی غیر محلہ اور التصرف فی ملک الغیر و مجاوزۃ الحد جامع العلوم الجزء الثانی من الفن الاول مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ص ۲۸۴ اور غیاث اللغات مطبوعہ مجید کا پورہ کے ص ۳۲۴ پر لکھا ہے ظلم باہضم گزاشتن چیزے در غیر محل اور لونی لغت کی مشہور کتاب صراح میں لکھا ہے وضع الشیء فی غیر محلہ علیٰ ہذا القیاس دوسری کتب میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس معنی مذکورہ میں کتب کے بموجب لفظ "مظلوم" امام پاک پر بولا جاسکتا ہے۔

نیز قرآن کریم کا سورہ الحج ع ۱۳ میں جو ارشاد خداوندی ہے اذ

لِلَّذِينَ يقاتلون بآنهم مظلومون وان الله على نصرهم لقدير
اس کی تفسیر میں تفسیر جامع البیان مطبوعہ فاروقی دہلی کے ص ۲۹۲ پر مسطور ہے بسبب
انہم مظلومون ہی اول آیت نزلت فی الجہاد حین ہاجر وامن مکہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آیت مسطورہ بالا مہاجرین مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہے
اور مفسران کے بارے میں مظلوموں لکھا ہوا ہے حالانکہ وہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام
تھے جو کہ بہت بڑی روحانی قوت کے مالک اور طاقت و اختیار خدا داد رکھنے والے تھے،
نیز صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف سوانح کر بلا
مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کے ص ۱۳۰ پر لکھا ہے "اور اہم مظلوم کاترین ناز پرور نشانہ
بنا ہوا ہے اور ص ۱۲۶ پر لکھا ہے "اور یہ سب کو یقین تھا کہ اہم مظلوم حق پر ہیں" اور یونہی
حضرت مولانا محمد حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف انتخاب شہادت
مع آئینہ قیامت کے ص ۱۷۰ پر لکھا ہے "اہم مظلوم سے مدینہ چھوڑتا ہے" اور بار بار دفعہ
اپ کو اہم مظلوم لکھا ہے اور یونہی حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
نے اپنی تصنیف "اور اقی غم" مطبوعہ گلزار عالم پریس ص ۲۴۱ پر لکھا ہے "اب وہ
وقت آگیا ہے کہ مظلوم کی ہمیشہ کی کمائی لٹتی ہے" ص ۲۷۲ پر ہے "میں ابن بو تراب میں
مظلوم و تشنہ کام" ص ۲۷۵ پر ہے "اور اہم مظلوم پر جو شوق شہادت میں ہزاروں اشیاء
کے مقابلے کو تنہا تشریف لائے زرعہ ہوا" اس لئے زید کا قول درست اور مسلک اہلسنت کے
عین مطابق ہے اور عمر کا کہنا غلط اجتہاد اہل سنت کی مبارک تحریروں کے خلاف ہے۔

حافظ امیر محمد خاں جہلم اور جواب بنام صوفی محمد حنیف کلرک سے ای این جہلم

آفس پی۔ ڈبلیو ریورس منگایا



حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہیں اور مظلوم ہیں ان کو ناحق قتل کیا گیا اور جسے ناحق قتل کیا گیا اس کا مظلوم ہونا اور اسے مظلوم کہنا قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے، سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۳۳ میں ہے ومن قتل مظلوماً جس کا ترجمہ بنی اسرائیل العرفان شریف میں یہ ہے ”اور جو ناحق مارا گیا“ اگر معاذ اللہ وہ مظلوم نہیں اور ناحق قتل نہیں کئے گئے تو شہید کیسے ہوئے؟ اور مظلوم کا معنی مجبور نہیں دیکھتے زمانہ قریب کی تصنیف فیروز اللغات ج ۲ ص ۲۳ میں ہے ”جس پر بے انصافی کی گئی، ظلم رسیدہ، ستایا ہوا، ستم زدہ“ زمانہ قریب کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ واضح ہو جاتے کہ نیا عرف بھی ایسا نہیں بناؤ ورنہ لغات عربیہ کے اتنے حوالے دئے جاسکتے ہیں جو اس کاغذ میں سما نہیں سکتے۔



نص القرآن کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی ورنہ صد ہا دلیل سے یہ مسئلہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ باقی امام پاک کی قوت روحانیہ اور اختیار تو اس کے معنی عمر بیچارہ کیا جانے! بہر حال قول زید صحیح اور مسلک اہل سنت و الجماعت کے مطابق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعظم

و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عنہ الفقیر البائس محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ ۲۶-۲-۷۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرعی متین اہل تصوف اس مسئلہ میں کہ سنی شہادہ ولد سبحان قوم کھل نے بندہ سے آکر دریافت کیا کہ جناب غوث الاعظم قدس سرہ جس طرح قصیدہ روحی و قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں کہ میرے کاندھوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم ہیں اور میرے قدم تمام اولیاء اللہ کے کاندھوں پر ہیں اور بوقت معراج شریف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غوث پاک نے کاندھوں پر اٹھایا تھا یا نہیں؟ اور جس طرح قصیدہ مذکورہ میں مندرج ہیں کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و اسماعیل و یعقوب و یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہ وغیرہ کی امداد آپ نے فرمائی یا نہیں؟ تو بندہ نے جواب دیا کہ واقعی یہ تمام اوصاف جناب میں ہیں اور تمام بات برحق ہے۔

اس پر سنی فتح دین ولد میاں الشرجویا قوم حجام نے کہا کہ بالکل غلط ہے آپ پورا حوالہ دکھا سکتے ہیں؟ اس پر میں نے کہا ہاں۔ اس لئے آنجلہ علمائے کرام اہل تصوف سے التماس ہے کہ پورا پورا حوالہ درج کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

السائل: قاری علی محمد از موضع نہلہ مورخہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ



قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ کہ میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ایک ولی کی گردن پر ہے، بالتواتر ثابت ہے۔ جاہلیر اولیا عظام زمانہ مبارکہ سے آج تک تسلیم کرتے ہیں بلکہ حضور کے فرمانے سے پہلے بلکہ ولادتِ مقدسہ سے بھی پہلے حضراتِ اولیا کرام کی پیشینگوئیوں سے روزِ روشن کی طرح واضح و ہمدیا ہو چکا تھا اور یہ بھی مسلماتِ محققہ سے ہے کہ حضور کا یہ فرمانا اپنی طرف سے ہرگز ہرگز نہیں بلکہ حضرت رب العالمین جل و علا کے حکمِ خاص سے فرمایا۔

بہجۃ الاسرار شریف جو نہایت ہی بلند پایہ اور کتبِ حدیث کی طرز پر باقاعدہ اسناد ہے اس کے ص ۳ سے ص ۹ تک باقاعدہ اسنادوں سے ان مطالبِ عالیہ کو نہایت ہی وضاحت سے بیان فرمایا، اختصاراً صرف متونِ عبارات سے ایک ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے ص ۴ میں ہے سمعت شیخنا ابی احمد عبد اللہ بن احمد بن موسی الجونی الملقب بالحق بجبل حرد فی خلوتہ سنتہ شان وستین واربع مات یقول اشہدت انہ سیولد بارض العجم مولود لہ ظہور عظیم بالکرامات و قبول تام عند کافۃ الاولیاء یقول قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ الخ



نیز ص ۵ میں ہے وسیظہر ہنا و اشار الی العراق فتی عجمی شریف یتکلم علی الناس ببغداد و یعرف کرامتہ الخاص والعام

۱۰ میں نے اپنے استاذ ابو احمد عبد اللہ بن احمد بن موسی جونی (جن کا لقب حق تھا) سے جبلِ حرد میں اسکی خلوت نشینی کے دوران ۴۶۸ھ میں سنا کہ وہ فرماتے ہیں مجھے مشاہدہ کرایا گیا ہے کہ بیشک غفریب عجم کے علاقہ میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کا کرامت کے عظیم الشان ظہور ہوگا اور اسے تمام اولیا کرام کے نزدیک نبی مقبولیت ہوگی وہ قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمائیگا۔

وہو قطب وقت یقول قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ۛ

ص ۱۹ میں ہے نحن و سائر الاولیاء فی حضرة انفسہو

تحت ظل قدمیہ و فی دائرۃ امرہ ۛ

ص ۱۱ میں ہے قلت لعسی الشیخ عدی بن مسافر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اعلمت ان احدا من المشائخ المتقدمین قال قدمی

ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ غیر الشیخ عبد القادر قال لا قال

قلت فہما معنہ قال ہی مفصحة عن مقام الفردیۃ فی وقتہ قلت

فلکل وقت فرد قال لمریومراحد منهم ان یقول ہذا سوی

الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلت او امر بقولہا

قال بلی قد امر و انما وضعت الاولیاء کلہم سرع و سہم لہما

الامر الا تری الی الملائکۃ لم یسجدوا لادم صلوات اللہ

(نوٹ) مولانا افضل محمد جیل نوری مدرس دارالعلوم خفہ فیہ یہ تعبیر پورے
اس فتویٰ کی عربی عبارت کا اردو ترجمہ کیا ہے (مرتب)

سحر شیخ محفل منجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہوق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ عنقریب وہاں ایک سید نوجوان مجسم سے ظاہر ہوگا اور
بغداد کے مجمع عام میں ارشاد فرمائیگا اور اس کی کرامات کے خاص و عام تمام ہی معترف ہوں گے اور وہ اپنے وقت
کا قطب مطلق ہوگا اور فرمائے گا "قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ"

ۛ اگرہ قاف کے اولیاء کے مزاروں نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق شیخ ابو محمد لطیفی رضی اللہ عنہ
کو فرمایا، ہم اور تمام اولیاء کرام آپ کی بارگاہ عالیہ میں آپ کے مبارک قدموں کے زیر سایہ اور آپ کے دائرۃ ارشاد میں حاضر رہتے ہیں۔

علیہ الا لورود الامر علیہم بذلک لہ بلکہ خود حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مبارک ہے ص ۲۱ میں ہے یقال لی یا عبد القادر تکلم یسمع منک یقال لی یا عبد القادر بحقی علیک کل بحقی علیک اشرب بحقی علیک تکلم و امنتک من الردی لہ

نیز ص ۲۲ میں ہے انما انطق فانطق۔ یہ مطالب علیہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری اور ابن حجر مکی وغیرہم نے بھی اپنی اپنی تصانیف مبارکہ میں وضاحت بیان فرمائی اور یہ بھی اظہر من الشمس کہ تمام اولیاء کرام کی گردنوں پر قدم پاک کا ہونا اظہار فضیلت میں تمام مکاتہوں

لہ حضرت ابوالغافر شیخ عدی بن شیخ ابوالبرکات صخر نے فرمایا کہ میں نے اپنے چچ شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت شیخ عبدالقادر کے سوا مشائخ مقدمین میں سے کسی کو جلتے ہیں جس نے قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کہا ہو تو فرمایا کہ نہیں میں نے عرض کیا کہ پھر اس ارشاد کا کیا معنی؟ آپ نے فرمایا کہ یہ فرمان اپنے وقت کے تمام اولیاء کرام سے شانِ فردیت کا مظہر ہے میں نے عرض کی کہ ہر زمانہ میں کوئی صاحب مقام فردیت پر فائز ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر کوئی شخص اس بات کا مامور نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو اس بیان ذیل کے کا اہتمام تو فرمایا کیوں نہیں آپ بالضرور اس کے مامور تھے اور تمام اولیاء کرام نے اپنے سروں کو اسی امر کی وجہ سے جھکایا، کیا تو فرشتوں کو نہیں جانتا کہ انہوں نے صرف درودِ امر کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا (اس سے ظاہر کہ تمام اولیاء کرام کو حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک تسلیم کرنے کا حکم ہوا)

لہ مجھے فرمایا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر! تو کلامِ کریم کی کلامِ سموع و مقبول ہوگی، مجھے فرمایا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تجھ پر ہے تو کھا، تجھے تجھ پر میرے حق کی قسم تو پی، تجھے تجھ پر میرے حق کی قسم تو کلام کر اور میں نے تجھے گرنے اور ہلاک ہونے سے امن دیا ہے۔

لہ بے شک مجھے بولنے کا حکم دیا جاتا ہے تو میں بولتا ہوں۔



پر ہونے سے بدرجہا نمایاں و تاباں ہے کمالا یحییٰ علیٰ اولی النہی مگر قصیدہ مبارکہ
غوثیہ اور قصیدہ روحی میں یہ ہرگز نہیں کہ میرے قدم تمام اولیاء اللہ کے کاندھوں پر ہیں اور
نہ ہی یہ ہے کہ میرے کاندھوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم ہیں لہذا سائل کے یہ حوالے
صحیح نہیں گو یہ اور اس سے بھی اعلیٰ و افضل مدارج و مناقب ہمارے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے لئے ثابت ہیں ہاں قصیدہ مبارکہ غوثیہ میں یہ ہے (شعر)

وکل ولی لہ قدم وافی

علی قدم النبی بدر الکمال

کہ تمام اولیاء کو ایک ایک قدم ملا اور بے شک میں اس نبی بدر الکمال کے پاک قدموں پر ہوں
اور قصیدہ روحی کے سب نسخوں میں نہیں بلکہ بعض میں (ع) قدمی ہذا علی رقبۃ
کل الخ ہے۔ فتاویٰ افریقہ ص ۴۷ میں ہے۔

”تفزیح الخاطر وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم شب معراج حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش مبارک پر پائے انور
رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش پر حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جاتے وقت ایسا ہوا۔“

باقی رہا حضرات انبیاء کرام کی مدد کرنا تو اس کا ذکر صرف قصیدہ روحی میں ہے

لے جیسا کہ عقل والوں پر پوشیدہ نہیں۔

سہ البتہ گزروں پر قدم پاک ہونے کا ذکر قصیدہ غوثیہ کے اس شعر میں

سہ انا الحسنی والخدم مقامی : وافتادی علی عنق الحجال
(مرتب)

مگر قصیدہ روحی حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہونے میں تحقیق طلب ہے، بر تقدیر
تحقق ثبوت اس کا نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ اس کا تعلق عالم ارواح کے ساتھ ہے اور کسی
روح کا باذن اللہ تعالیٰ والمعدبرات امر اللہ کے ساتھ لاحق ہو جانا قطعاً مستبعد نہیں
متصرف حقیقی حضرت رب العالمین ہی ہے اور حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام، ملائکہ و ارواح
سب اسی کی قدرت کے مظاہر و مجالی ہیں اور اس کا شان ہے علیٰ کل شیء قدیر
تو اگر کسی برگزیدہ مکرم و مطہر روح کو مظہر قدرت و نصرت خاصہ بنا دے تو اس میں گنجائش
انکار قطعاً نہیں اور نہ ہی اس کا انکار ہو سکتا ہے کہ پیغمبران عظام کی امداد و نصرت خادمانہ
حیثیت میں امتی اور غیر نبی کر سکتے ہیں، قرآن کریم میں ہے ليعلم الله من ينصر
رسلاً بالغیب (سورة الحديد)



نیز قرآن کریم میں ہے یٰٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا كُونُوا اَنْصَارًا
اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيسٰى بَن مَّرِيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مِنْ اَنْصَارِيْ اِلٰى
اللّٰهِ ۝ (سورة الصف) نیز قرآن کریم میں ہے فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوْهُ
وَنَصَرُوْهُ ۝ (سورة الاعراف) نیز قرآن کریم میں ہے وَاٰتٰنَا هٗ بِرُوحِ الْقُدُسِ

۱۔ پھر کام کی تدبیر کریں۔ (سورة النازعات، آیت ۵۔

۲۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۔ اس لئے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ (الحمد، آیت ۲۵)

۴۔ اے ایمان والو! دین خدا کے مددگار ہو جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر
میری مدد کریں۔ (الصف آیت ۱۳)

۵۔ تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس سے مدد دیں۔ (سورة الاعراف، آیت ۱۵)

۶۔ اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی۔ (سورة البقرہ، آیت ۲۵۳)



بہر حال اس وحدۃ لا شریک لہ کے فضل و کرم سے کسی مبارک روح کی خادمانہ رنگ میں امداد ممکن ہے اور مخبر صادق جب امر ممکن کی خبر دے تو قابل تسلیم ہے اور مخبر لازم الاطاعت ہو تو ضروری و لازم ہے پھر چونکہ اس کے پیار سے اسی کی قدرت کے مظہر ہوتے ہیں لہذا ایسے افعال کی نسبت و اسناد اسکی طرف بھی جائز ہے۔ قرآن کریم میں ہے و ما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمى (سورة الانفال) اور حدیث قدسی میں ہے فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ الحدیث رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ و اورثہ الاثمة فی تصانیفہم المنیفة بکلمات متقاربة و فوائد مترابدة

بفضلہ و کرمہ تعالیٰ اس مدعی پر آیات و احادیث سے صد ہا شہادتیں قائم کی جا سکتی ہیں بلکہ فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۱۳ و ۲۱۴ میں ہے للعارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و نفعنا بعلومہم و اسرارہم و لحظاتہم و اوقات یغلب علیہم فیہا شہود الحق تعالیٰ بعین العلم و البصیرۃ فاذا تم لهم ذلك الشہود فہلوا حتی عن نفوسہم و لم یبق لهم شعور بغير

سہ کما صرح بہ الاثمة و هو قضیۃ العقل ۱۲ منہ غفرلہ

۱۳ جس طرح حضرات ائمہ کرام نے اس کی صراحت فرمائی اور عقل کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

۱۴ اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (سورة الانفال آیت ۱۷)

۱۵ جب بندہ قرب نوافل کے ذریعے محبوب بنتا ہے تو میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی وہ

آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (الحج ۱) اے امام بخاری علیہ الرحمہ نے ص ۹۶۳ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کیا اور ائمہ حدیث نے اسے اپنی بلند شان تصانیف میں ملتے جلتے کلمات اور زائد فوائد کے ساتھ وارد فرمایا۔

الحق تعالى فحينئذ يتكلمون على ذلك القرب الاقدس
الذي منحوه المشار اليه بقوله تعالى فاذا احببت صرت سمعه
وعينه ويده ورجله الحديث ويشبتون لانفسهم بطريق الايهام
لا بطريق الحقيقة ما اثبت الحق لنفسه لا بمعنى الاتحاد
الذي هو عين الكفر والاتحاد وحاشاهم الله عنه بل بمعنى
اتحاد الشهود الذي صير الحكم ليس الا لذات الحق تعالى و
تقدس رالي ان قال هذا كله ان صدر عنهم ذلك في حال الصحو و
مثله في ص ۲۲۲۔

اور یہ سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ مشابہات کتاب و سنت کی طرح کلام اولیاء کرام
میں بھی ایسے مشابہات پائے جاتے ہیں کہ ان کے غیر کو ان مشابہات کے معانی غامضہ تک رسائی
ممکن نہیں۔ شامی ج ۳ ص ۴۰۶ میں ہے ان الصوفیۃ نواطئوا علی الفاظ اصطلاحاً

۱۔ جو حضرات عارف باللہ ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے علوم و اسرار اور توجہات سے ہیں نفع عطا فرماتا
ان کے کچھ ایسے احوال و اوقات ہوتے ہیں جن میں ان حضرات پر علم و بعیر کی آنکھ سے حق تعالیٰ کا شہود غالب ہو جاتا ہے پھر
جب یہ غلبہ شہود ان کے لئے مکمل طور پر ہوتا ہے تو وہ اپنی جان تک سے بے خبر ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ کے علم و انہیں کسی شعور
نہیں رہتا تو اس وقت وہ حضرات اس پاکیزہ قرب الی زبان سے بولتے ہیں جو قرب خاص میں انہیں عطا فرمائی جاتی ہے جس کی طرف اس حد
قدسی میں انگریز ہے جس میں اس سجدہ کو محبوب بنالیا ہوں تو اس کے کان اور اس کی آنکھ ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں اور اس
وہ حضرات اپنی طرف ان چیزوں کی نسبت بطور اہتمام کر لیتے ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے اپنے لئے ثابت فرمایا مگر نسبت بطور
حقیقت نہیں کرتے اور نہ ہی بطور اتحاد کیونکہ وہ تو عین کفر و الحاد ہے واللہ تعالیٰ انہیں اس کے دور رکھے بلکہ اتحاد شہودی کے معنی
سے جس نے ایسا بنادیا کہ محض ذات حق تعالیٰ و تقدس کیلئے ہی ہوا لگے فرمایا یہ تمام اس وقت ہے جب ایسے کمال حالت
میں (ہوش و حواس برقرار رکھنے کی حالت میں) ان حضرات سے صادر ہوں اور اس کی مثل ص ۲۲۲ میں
بھی ہے۔



علیہا و ارادوا بہا معانی غیر المعانی المتعارفۃ منہا بین الفقہاء فمن حملہا علی معانیہا المتعارفۃ کفر نص علی ذلک الغزالی فی بعض کتبہ وقال انہ شبیبہ بالمتشابہ فی القرآن والسنتہ کالوجہ و الید والعین والاستواء علیہ الیواقیت و الجواہر ج ۱ ص ۲۰ میں ہے السنتہ جمیع المحبین اعجمیۃ علی غیرہم وہی لاصحابہم عربیۃ ہذا کلمہ فی حق المتمكنين من الاولیاء علیہ در نہ کلام کا ملین میں قطعاً کوئی ایسی چیز نہیں جو شریعت غراء کے مخالف ہو وہ تو خود تصریح فرماتے ہیں کل حقیقۃ لا یشہد لہا الشرع فہو سندقۃ یعنی ہر ایسی حقیقت جو شہادت شرع سے ثابت نہ ہو تو وہ بے دینی ہے (فروح الغیب شریف مطبوع مع الشرح ص ۲۳۲) عوارف المعارف شریف ج ۲ ص ۵ مطبوع مع الاحیاء میں ہے کل حقیقۃ حتمتہا الشرعیۃ فہی زندقۃ اور ج ۳ ص ۱۱۹ میں ہے من لا شریعۃ لہ لا ایمان لہ و لا توحید لہ

بہر حال ان پاک ہستیوں کے پاک کلمات شریعت پاک کی مخالفت سے یقیناً پاک ہیں تو ہر وہ بات جو ان حضرات سے ثابت ہو ہرگز ہرگز اس کا انکار نہ کیا جائے۔ اگر سمجھ نہ آئے تو مشابہت

۱۔ بیشک حضرات صوفیہ کرام نے کچھ اصطلاحی الفاظ بندے میں اور ان سے فقہاء کرام کے متعارف معانی کے ماسوا اور معانی کا ارادہ فرماتے ہیں تو جو کوئی ان الفاظ کو انہی عام متعارف معانی پر چل کرے وہ کافر ہو جائیگا۔ اس پر امام غزالی نے اپنی بعض کتابوں میں وضاحت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ قرآن و سنت کے مشابہت کی طرح ہیں جس طرح وجہ، ید، عین اور استواء وغیرہ۔

۲۔ اولیاء کرام کی زبانیں ان کے حق میں فصیح عربی اور دوسروں کے حق میں عجمی کلموں میں ہیں یہ تمام اولیاء کا ملین کے حق میں ہیں۔

۳۔ جس حقیقت کی تردید شریعت مبارکہ کر دے تو وہ بے دینی ہے۔

۴۔ جو شخص شریعت پر عمل پیرا نہ ہو اس کے ایمان و توحید بھی غیر معتبر ہیں۔

کی طرح تسلیم کیا جائے کہ اس کا جو معنی و مراد ہے وہ حق ہے اور اُفہامِ قاصر سے بالاتر ہے، قصورِ فہم کی نسبت اپنی طرف کی جائے نہ کہ ان حضراتِ کاملین کی طرف، تو آفتابِ نیم روز اور ماہِ نیم ماہ کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ سنی فتح الدین کا کلامِ خام مثلِ برخیالاتِ داہم ہی ہے۔ اسے یہ قطعاً جائز نہیں تھا کہ کہتا "یہ بالکل غلط ہے"

یہ تو ایک ایسا مقام ہے کہ بڑے بڑے متبحر علماء بھی دم مارنے سے تھرتے ہیں اس بیچارے حجام کی کیا تاب و توان کہ تنقید کر سکے۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

ہاں یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ بلا ثبوتِ تام کسی کلام یا کتاب کی نسبت خصوصاً جبکہ بظاہر کلماتِ موہمہ خلافِ شرع پر مشتمل ہو، حضراتِ انبیاءِ کرام بلکہ کسی عام مسلمان کی طرف بھی ہرگز نہ کی جائے، ہاں جو ایسا کلام یا کتاب متحقق النسبہ ہو تو اگر منسوب الیہ اہل کمال سے ہے تو اس کے متعلق وہی راستہ اختیار کیا جائے جس کا وضاحت سے بیان ہو چکا اور یہ نہیں کہ اس کو سند بناتے ہوئے شریعتِ غرار کے خلاف کوئی اعتقاد یا قول و فعل اختیار کیا جائے۔

قصیدہِ روحی کے متعلق کسی مستند اور معتمد کتاب میں یہ نہیں ملا کہ حضورِ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور نہ ہی اساتذہ کرام سے بوجہ استفسار کوئی ثبوت ملا تو اندریں حالات یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اس کے پنجابی ترجمے بے علموں کے سامنے رکھے جائیں بلکہ بر تقدیر ثبوت بھی یہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں، حضورِ سیدنا و غوثنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ محامد و مناقب عالیہ و کلماتِ مبارکہ قصیدہِ غوثیہ وغیرہ میں جو ثابت و متحقق ہیں بفضلہ و کرمہ تعالیٰ نہایت ہی کثیر و افرادِ جامع و مانع ہیں اور اشتباہ و ایہام سے پاک و مبرا ہیں، ان میں قطعاً کوئی ایسی بات نہیں جس سے معاذ اللہ خلافِ شرع کو تقویت ملے، جن کا پڑھنا، سنا باعثِ برکت و نجاتِ داریں ہے۔ اہالیانِ صدق و صفا اور متوالہانِ عشق و وفا کے لئے وہی کافی و ودانی ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ
و نوابہ و ابنہ الاکرم غوثنا الاعظم و باریک وسلم۔

ترجمہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ صفر المظفر ۱۴۹۹ھ

الاستفتاء

احب الصالحين ولست منهم

لعل الله يرزقني صلاحاً

اللهم صل على من قال اول ما خلق الله نوري وعلى اله واصحابه
واوليائه اجمعين۔

قدوة السالكين زبدة العارفين سراج الملة والدين بحر عرفان، مبدآت حسنات،

مصدر فيوضات، حضرت فيض درجت جناب فيض مآب حضرت مولانا علامہ

البواخی محمد نور اللہ صاحب مہتمم دارالعلوم بصیر پور دام الطاف

السلام علیکم۔ خیریت جانین بطفیل حضور پیکر نور سیدنا و مرشدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ
وارضاه عنا نصیب باد۔ امید ہے بخیریت ہوں گے۔

حضور سے کوئی ذاتی تعارف نہیں، حضور کے حالات میں ایک مختصر کتابچہ پڑھ کر

حضور سے غائبانہ تعارف کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔ آپ کے بے لوث دینی خدمات

قابل قدر ہیں۔ مولا کریم بصدقہ حضور سرابا نور سیدنا نبی کریم روف رحیم علیہ تجیۃ والصلوة والسلام
آپ کو اس سے زیادہ ہمت عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

عرصہ دراز سے ایک مسئلہ دریافت طلب تھا، چونکہ آپ اہل علم اور اہل طریقت ہیں
اس لئے آپ سے عرض کرتا ہوں امید ہے جواب بصواب سے توفیق فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے۔

حضرت بہیقی وقت قاضی شہار اللہ نقشبندی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری عربی
مطبوعہ حیدرآباد دکن ج ۳ ص ۱۲۰ آپ کنتم خیرا مآخرجت للناس کی تفسیر میں فرماتے ہیں
تفسیر میرے پاس موجود ہے، وکان قطب ارشاد کمالات الولاية علی علیہ
السلام ما بلغ احد من الامم السابقة درجة الاولیاء الا بتوسط
روح رضی اللہ عنہ ثم کان بتلك المنصب الاثمة الکرام
ابناؤه الی الحسن العسکری وعبد القادر الجیلانی ومن قالہ
ووقتی قبل قلبی قد صفا

وهو علی ذلك المنصب الی یوم القیمة ومن ثم قالہ

افلت شمس الاولین وشمسنا

ابد اعلیٰ افق العالی لا تغرب

مندرجہ بالا عبارت حضرت قاضی کی روشنی میں اگر کوئی شخص قطب ارشاد ہونے کا
دعویٰ کرے تو کیا اس شخص کا دعویٰ تسلیم کیا جائے یا رد کر دیا جائے اور کیا وہ شخص اپنے دعوے
میں سچا ہو گا یا جھوٹا؟

مہربانی فرما کر اس سوال کا تسلی بخش جواب بصواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں
امید ہے کہ فقیر کو جلد تر جواب سے سرفراز فرما کر گرم گسٹری سے ممنون احسان فرمائیں گے ہمہ اجاب

غائبانہ السلام علیکم۔ والسلام فقط

نیازمند: فقیر تاج محمد صدیقی، معلم اسلامیات گورنمنٹ ٹیکنیکل ہائی سکول نشتراہاد، پشاور۔



الحمد لله الذي ارسل حبيب محمدًا صلى الله تعالى عليه
قد رحسنته وجمالہ وکمالہ وعلی الہ معادن جودہ ونوالہ
واصحابہ مرآت احوالہ ابدًا ابدًا، اما بعد
محبت العلماء والاویار محترم المقام جناب صدیقی صاحب دایم قلم سردار ہم
علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ مزاج گرامی۔

جناب کا محبت نامہ استفاتی رنگ میں ملا۔ یہ فقیر کسی قابلیت پر نہیں بلکہ لاشیئت
میں ہی ہے، نہایت ہی ندامت سے اپنی غلطی کا معترف ہوں، جناب کا تقاضائے جواب جلد تر
پورا نہیں ہو سکا، کیا عرض کروں دارالعلوم کی مصروفیت بے پناہ ہیں، ان کے علاوہ امرض عیدہ
کا سامنا بھی رہتا ہے اور دارالشفار مدینہ منورہ کی بار بار حاضری اور کئی ایسے اسباب سے یوں ہوا
اور لغافہ کاغذات میں چھپا رہا، اب پھر ملا ہے تو جواباً بمعرض کہ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ
نے یہ سئلہ تفسیر مظہری میں دو مرتبہ ذکر فرمایا ہے، فقیر کے پاس یہ تفسیر مطبوع دہلی ہے جس کے
ج ۲ ص ۱۲۰ میں عبارت منقولہ جناب ہے اور اس سے قبل ص ۱۰۳ میں بایں کلمات ہے
لانہما قطاب الامر شاد فی الولایات اولہما علی علیہ السلام شعر



ابناؤه الى الحسن العسكري واخرهم غوث الثقلين محي الدين
عبد القادر الجيلاني رضي الله تعالى عنهم اجمعين لا يصل احد
من الاولين والآخرين الى درجة الولاية الا بتوسطهم كذا قال
المسجد رضي الله عنه -

اب حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قول مبارک جو حضرت قاضی
صاحب کے اس قول کا ماخذ اور اصل ہے، مکتوبات مبارکہ ج ۳ ص ۲۴۷، ۲۴۸ کے آخری مکتوب
۱۲۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں: مرکز ایں مقام بالیشاں (اہل بیت کرام) تعلق دارد و چوں دورہ
حضرت امیر علیہ السلام تمام شد ایں منصب عظیم القدر بحضرت حسنین ترتیباً مفوض و سلم گشت و بعد
از ایشاں بہر کی از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب و التفصیل قرار گرفت و در اعصار ایں بزرگواران و ہمچنین
بعد از ارجحال ایشاں بہر کرا فیض و ہدایت میرسد بتوسط ایں بزرگواران بودہ و بحیولت ایشاں
بہر چند اقطاب و نجمائے وقت بودہ باشند و ملاذ و ملجاء ہمہ ایشاں بودہ اند چہ اطراف را غیر از
لحوق بہرگز چارہ نیست تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبد القادر جیلانی رسید قدس سرہ و چوں نوبت
ایں بزرگوار شد منصب مذکور با و قدس سرہ مفوض گشت و ما بین ائمہ مذکورین و حضرت شیخ بہچکس
بریں مرکز مشہود نمی گردد و وصول فیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجماء بتوسط
شریف او مفہوم می شود چہ ایں مرکز غیر اورا میسر نشدہ، ازینجاست کہ فرمودہ، شعر

افلت شمس الاولین و شمسنا

ابدا علی افق العلی لا تغرب

مراد از شمس آفتاب فیضان ہدایت و ارشاد است و از اقول آں عدم فیضان ہدایت کو
و چوں بوجہ حضرت شیخ معاملہ کہ با ولین تعلق داشت با و قرار گرفت و او واسطہ وصول رشد و
ہدایت گردید چنانچہ پیش از دوسے اولین بودہ اند و نیز تا معاملہ توسط فیضان برپاست بتوسط



اوست ناچار راست آمد کہ افلت شمس الاولین و شمسنا الخ لہ
ان عبارات سے اس شمس کی طرح واضح دہویدا ہو رہا ہے کہ قطبیت کبریٰ اور مرکزیت

لہ یعنی اس مقام اقرب ولایت کے خصوصی منصب، کامرزاہل بیت کرام ہی سے تعلق رکھتا ہے اور جب امیر المؤمنین
حضرت علی کا دور ختم ہوا تو عظیم القدر منصب بالترتیب حضرات حسنین کے سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب
ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو ترتیب وار تفویض ہوا اور ان بزرگواروں کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کے
انتقال کے بعد جس کو بھی فیض اور ہدایت ملی ان بزرگواروں کے توسط اور حیولت سے ملی اگرچہ وہ اقطاب و
نجائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجا و ماویٰ ہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے بقا الحاق
کرنا لازمی ہے یعنی اس کے بغیر چارہ نہیں یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک
پہنچی اور جب اس بزرگوار تک نوبت پہنچی تو منصب مذکور آپ کے سپرد ہوا اور ائمہ مذکورین اور حضرت شیخ
کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر مشہود نہیں ہوا اور اس راہ میں فیوض و برکات کا وصول جس کو بھی ہو خواہ وہ
اقطاب و نجبار ہوں آپ کے واسطہ ہی سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا یہی وجہ ہے
کہ آپ نے فرمایا ہے ۛ افلت شمس الاولین و شمسنا ۛ ابد اعلیٰ افق الحلی لا تغرب

ترجمہ ”پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے کناروں پر رہے گا اور وہ کبھی غروب

نہ ہوگا۔“

شمس سے مراد فیضان ہدایت و ارشاد کا آفتاب ہے اور اس کے غروب ہونے کا مطلب فیضان
مذکور کا عدم ہے اور وہ معاملہ جو پہلے لوگوں سے تعلق رکھتا تھا حضرت شیخ کی ذات سے مقرر ہو گیا اور آپ ہی
رشد و ہدایت کا واسطہ بن گئے جیسا کہ ان سے پہلے کے بزرگ تھے نیز جب تک فیض کے توسط کا معاملہ قائم ہے
ان ہی کے وسیلہ سے ہے تو لازماً درست ہوا افلت شمس الاولین و شمسنا الخ۔



حضرت اہل بیت کرام کے لئے ہی ہے اور ان کے فیوض و برکات اور وساطت سے اور بھی اقطاب
نجمار ہیں اور چونکہ قاضی صاحب کے بیان کا ماخذ اور اصل بھی یہی ہے تو لامحالہ ان کی مراد بھی یہی ہے
جس کی طرف ان کے بیان میں واضح اشارات بلکہ تصریحات ہیں کہ وہ فرماتے ہیں ھذا قطاب
الارشاد فی الولایات۔ الولایات جمع مؤنث سالم معروف باللام ہے جو مفید استغراق ہے
تو معنی یہ بنا کہ وہ تمام ولایات میں قطب ارشاد ہیں اور اسی طرح دوسری عبارت میں قطب
ارشاد کمالات الولایۃ میں بھی الولایۃ کا الف لام استغراقی ہے اور کمالات
جمع مضاف بھی مفید استغراق ہے تو معنی یہ بنا کہ ہر قسم کی ولایت کے ایک ایک کمال کے لئے
قطب ارشاد ہیں۔

پھر اسی معنی کی توضیح کے لئے فرمایا لا یصل احد من الاولین و
الآخرین الی درجۃ الولایۃ الا بتوسطہ یہ نفی و اثبات کا خصر صاف
صاف بتا رہا ہے کہ وہ (اہل بیت کرام) ایسے قطب ہیں کہ سب اولین و آخرین اولیاء ان کے
محتاج ہیں اور سب کے کمالات کے وسائل و وسائل ہیں اور یہی معنی مرکزیت کا ہے جو مکتوبات
شریف کی ان عبارات سے آفتاب و ماہتاب کی طرح نمایاں ہے تو واضح ہوا کہ اہل بیت کرام
کے علاوہ دوسری اقوام میں بھی متشرع و متدین حضرات ان کے فیوض و برکات سے قطب
ہو سکتے ہیں بلکہ مکتوبات سے ثابت ہے کہ موجود ہیں اور اسکی بکثرت تائیدی حضرت لسان الطائفة
الصوفیہ سیدنا محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف لطیف فتوحات مکیہ شریفہ
میں موجود ہیں چنانچہ جلد ثانی طبع مصر ص ۶ میں ہے ومنہم الاقطاب وھم الجامعون
للأحوال و المسمات بالاصالة و بالنیابة کما ذکرنا وقد یتوسعون
فی هذا الاطلاق فیسمون قطبا کل من دار علیہ مقام ما من المقامات



وانفرد به فی زمانہ علی ابناء جنسہ الخ

اور جلد رابع ص ۶۱ میں ہے وانما اذکر فی الاقطاب المحدثین
کل من دار علی امر جماعۃ من الناس فی اقلیم او جهة کالابدال فی
الاقالیم السبعة لکل اقلیم بدل هو قطب ذلک الاقلیم ۶۱
ص ۱۹۵ تک کافی اقطاب کا طرہ ذکر فرمایا ہے، بناء علی کسی صاحب حال با کمال کا ایسا
دعویٰ جو کسی اپنے خاص الخاص راز دار کے سامنے کرے قابل قبول ہو سکتا ہے اور سچا کہا جاسکتا
اور خاص الخاص اور راز دار کی قید اس لئے کہ نبوت و رسالت کی طرح ولایت کا علانیہ دعویٰ اور
تبلیغ ضروری نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی آلہ
و اصحابہ و ابنہ سیدنا وغوثنا السید عبدالقادر الجیلانی
و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ ۱۰۰۶۰۴۲

۱۷ ان میں سے اقطاب ہیں جو اصالۃ یا نیابت تمام حوال و مقامات کے جامع ہوتے ہیں اور کبھی اس مضموم کو
وسعت دیتے ہوئے ہر اس شخص کو قطب کہہ لیتے ہیں جو مقامات ولایت میں سے کسی خاص مقام پر فائز ہو
اور اپنے ہم جنس لوگوں سے ممتاز و منفرد ہو۔

۱۸ محمدی اقطاب کے بیان میں ایسے لوگوں کا تذکرہ کروں گا جن پر کسی تسلیم والوں کے معاملات کا
دار و مدار ہو جس طرح اقالیم سبعہ میں ابدالوں کی حیثیت ہے۔ ہر اقلیم میں ایک بدل ہوتا ہے جو اس
اقلیم کا قطب کہلاتا ہے۔



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین از روئے طریقت سلسلہ سجادہ نشین
پر یہ تفصیل ذیل:

- ۱۔ عام اس کے کہ وہ اس بزرگ محترم کی اولاد ہے یا نہیں مگر سجادہ نشین ہے، ایسی صورت میں اس کے فرائض و اختیارات اپنے سلسلہ و برادران طریقت کے حق میں کیا ہیں؟
 - ۲۔ سجادہ نشین اب جو کہ اپنے اصول سلسلہ اور شریعت کا پابند ہے، اپنے پیر کا مقام و منظر سمجھا جائیگا یا نہیں؟
 - ۳۔ بزرگ و متوسلین کا ازراہ طریق سجادہ نشین سے کیا برتاؤ ضروری ہے اور کن فرائض کا بار متوسلین کے ذمہ کچھ سجادہ نشین عائد ہے؟
- جواب باصواب ازراہ کرم مفصلاً مع حوالہ جات عنایت فرمایا جائے، زیادہ آداب والسلام مع الکرام فقط۔

المرقوم ۹ جولائی ۱۹۶۱ء
منتظر توجہات: حبیب احمد شکوری قادری



حقیقی پیر عالم متقی کا ایسا سجادہ نشین جو وہ بھی عالم و متقی ہی ہو اس کے قائم و مقام اور

مظہر پیر ہونے میں قطعاً کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، سجادگی نیابت خلافت کا معنی ہی قائم مقامی ہے، ایسی سچی سجادگی و خلافت خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک چمکتا ہوا پرتو ہے۔ نائب کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنے متوہب کے فرائض و اختیارات کا اہرار و امضاء کرے۔

یہ ایسا بے غبار سکہ ہے کہ اس کا مفہوم اس پر دلیل قوی ہے، کسی خارجی دلیل کا قطعاً محتاج نہیں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

کیا ایسا سجادہ نشین اولی الامر میں داخل نہیں حالانکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم، کیا ایسا پابند اصول و شریعت صداقت کا پتلا من اناب الی کا مصداق نہیں؟ حالانکہ حضرت رب العالمین جل مجدہ کا فرمان ہے و اتبع سبیل من اناب الی۔

بفضلہ و کرمہ تعالیٰ اس مختصر جواب سے آپ کے تمام سوالوں کے جوابات مع حوالہ جات تفصیلاً واضح ہو گئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و

اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جاہل جو پیر ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اس نے تقریباً سات افراد کے رو برو کہا کہ قرآن پاک کیا ہے صرف سیاہ ورق ہیں اور ساتھ ہی نماز، روزہ اور حج کا انکار کیا، قرآن کریم اور حدیث پاک کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ ایسے عقائد رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے یا کہ نہیں؟ اور کیا وہ لوگوں کا پیر بن کر راہنمائی کر سکتا ہے؟

السائلین: مرزا محمد اصغر بیگ، میاں عبدالرزاق و ٹو موضع دھرم پور
تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال ۲۰-۸-۷۶



ایسا شخص بلا شک و شبہ و ریب دائرہ اسلام سے خارج ہے اور کافر مرتد ہے، اس کے پاس بیٹھنا اور گفتگو کرنی حرام ہے، جو اسے مسلمان جانے یا کافر ہونے میں ذرہ بھر بھی شک کرے وہ بھی کافر ہے، وہ صحیح راہنمائی کیا کرے گا، ہاں ایسا شخص شیطان اور جہنم کی راہنمائی کرنے والا ہے۔ اہل اسلام پر لازم و فرض ہے کہ ایسے شخص

سے کوئی دنیاوی تعلق بھی نہ رکھیں چہ جائیکہ اس کو پیرو مرشد بنایا جائے۔
 یہ احکام قرآن کریم اور حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک حدیثوں
 سے روز روشن کی طرح ثابت و مبرہن ہیں کما بین فی اسفار المذہب الحنفی
 المذہب و سائر المذاہب الاربعہ - واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
 الاعظم علی آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۳ شعبان ۱۳۹۶ھ
 ۲۰۰۸-۸-۲۶





وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ
مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ (النحل، آیت ۱۰۴)

”اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ ذکر (قرآن مجید) نازل کیا
تاکہ آپ کھول کر بیان کر دیں لوگوں کے لئے جو ان کی طرف اُترا“

مَا قَالَ فِي الْقُرْآنِ يَغْتَرِبُ عَنْهُمْ فَلْيَسْتَبُوا مَقْعَدَهُ
مِنْ الْمَنَارِ
واللہ اعلم
”موسے جبریلؑ کی تمیز کرنے کے لئے رکاوٹ بن رہے تھے“

کتاب التفسیر

یہودی سلطنت کے قیام پر شمنان اسلام کے اعتراضات کے جوابات

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اپنے اس موقف اور نظریہ کے بارے میں کہ دنیا میں کسی جگہ بھی یہودی حکومت قائم نہیں ہو سکتی کما قال اللہ تعالیٰ ضربت علیہم الذلۃ والسکۃ اس امر محکم کی موجودگی اور پھر عصر حاضر میں اسرائیلی حکومت کا شرمین فلسطین بلکہ سرزمین عرب قائم ہو گیا کھلا ہوا تضاد نہیں ہے؟ موجودہ وقت میں اشتراکیت پرست طبقہ جہاں اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا وہاں وہ اب اپنی شوریدہ غزوات کے ذریعہ اسلامی ذہنوں کے لئے اسرائیلی حکومت کا قیام ایک ہوا کے طور پر پیش کر رہے ہیں نتیجہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں ایک عام مسلمان کے دل میں کیا کیا کچھ سوچ نہ آئی ہو گی؟

اشتراکیت کے اس قسم کے سوالات میں ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان کہتے ہیں یہودی
مسلمانوں کا معمولی اذیت و آزار کے سوا اور کوئی نقصان نہ کر سکیں گے اور اگر مسلمانوں سے
رُائی میں مقابل ہوں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے لن یضر وکم الا اذی
وان یقاتلوکم یولوکم الادبار ثم لا ینصرون۔

آیت ہذا میں مسلمانوں کو یہ تاثر دیا گیا ہے :

الف : ایذا دہی سے بڑھ کر یہودی مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ کر سکیں گے لن یضر وکم
الا اذی۔

ب : مقابلہ میں آئے تو کھلی شکست کھائیں گے وان یقاتلوکم یولوکم الادبار
ج : شکست کے بعد کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا ثم لا ینصرون۔

متذکرہ بالا صورت میں آیت قرآن کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے (ابن
اگر ان ہر سہ اجزاء کو نتائج عصریہ سے موازنہ کر کے بحث کے لئے قلم اٹھایا جائے تو
قریب قریب ایک تصنیف کی شکل بن جائے گی۔

جزء الف اور مشرق وسطیٰ میں عرب اسرائیل کردار کا موازنہ مسئلہ غلبہ
کے لئے اصلاً مشکل نہیں۔ جہاد جون سٹریٹج میں عربوں کو صیہونی فوجوں نے ناکوچ چنے
چباوئے اور پھر آب رہی سہی کسر جہاد اکتوبر ۱۹۴۷ء نے پوری کر دی۔ کیا عرب علاقے
یہودیوں کے قبضہ میں نہ آئے؟ کیا ہزاروں فوجی سپاہیوں کا مارا جانا اور شہری
آبادیوں کا مسمار کیا جانا نقصان نہیں ہے اور بھلا جزء ب اپنی کس پوزیشن سے مسلمانوں
کو اطمینان بخش ثابت ہوئی؟ کیا فتح و شکست کی اصطلاح کو اب تبدیل کرنا پڑے گا؟
تو پھر گویا اب یوں ہوگا جس کے جتنے آدمی قتل ہوں اور جتنا زیادہ علاقہ دشمن کے حوالے
کر بیٹھے وہ اتنا زیادہ اور بڑا فاتح قرار پائے گا۔ کیا اب مسلمانوں کو اسی قسم کی فتوحات کا



ہی متوقع رہنا چاہئے؟

ادھر جزہ "ج" پر نظر کریں اور مطلع عالم پر بھی ایک نظر اٹھانے کی زحمت گوارا کی جائے تو کیا یہ حقیقت حقیقتِ مطلقہ بن کر ہمارا حوصلہ توڑنے کے لئے کافی نہیں کہ اسرائیل کو امریکہ اور روس بھر لو پر امداد کر رہا ہے؟

استفتی

احقر فریدی مفتی محمد سیار الحبيب اشرفی
(پاکپتن شریف)

بسم الله الرحمن الرحيم والصلاة والسلام على حبيب الرؤف الرحيم الكريم

الْجَوَابُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ وَالْضَّوَاب

یہ موقف اور نظریہ کہ دنیا میں کسی جگہ بھی یہودی حکومت قائم نہیں ہو سکتی غلط ہے قرآن کریم کی کسی آیت میں بھی یہ نہیں کہ یہودی حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور نہ ہی حقیقی علمائے اسلام (جو واقع میں علماء ہیں) نے یہ کہا ہے۔

قرآن کریم کی جس آیت کا سائل نے ذکر کیا ہے وہ اس آیت کا مفہوم نہیں سمجھ سکا اور نہ تضاد کا دعویٰ نہ کرتا۔ واقعی اشتر اکیت پرست طبقہ بلکہ ہر قسم کے کفار اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے مگر اہالیان اسلام کا فرض ہے کہ وہ اسلام سے واقفیت حاصل کریں اور قرآن کریم کے ارشادات کو باقاعدہ سمجھیں اور علماء بائین

کی طرف رجوع کریں تو کوئی پریشانی کی چیز نہیں، قرآن کریم نے جو کچھ فرمایا ہے حرف بحرف صحیح ہے اور واقعاتِ عالم سے حقانیتِ اسلام اور صداقتِ قرآن کریم کی تازہ بہ تازہ تصدیق پر تصدیق ہو رہی ہے۔

یہ آیت جو سائل نے لکھی ہے یہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۹۱ ہے اور صرف یہ ایک نہیں بلکہ اس کے ہم معنی دوسری آیت نمبر ۱۱۲ سورہ آل عمران کی ہے صُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلٰلَةُ اِنَّ مَا تُلْفَضُوْنَ اِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللّٰهِ وَحَبْلِ مِنَ النَّاسِ وَبَآءُوْا بِعَصٰبٍ مِنَ اللّٰهِ وَصُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ۔

اس آیت میں بھی وہی پہلی آیت دلی خبر ہے کہ ان پر خواری اور محتاجی لازم کر دی گئی ہے مگر اس آیت میں استنثار بھی ہے الا بحبل من اللہ و حبل من الناس۔ اس استنثار کے آنے سے معنی یہ بن گیا کہ ذلت اور خواری سے کسی صوت اور کسی طرح نہیں بچ سکتے مگر اللہ کی رسی کے ساتھ اور لوگوں کی رسی کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا

رسی کے ساتھ یوں کہ یہودی مسلمان ہو جائیں تو خواری سے بچ سکتے ہیں اور حقیقی عزت حاصل کر سکتے ہیں اور لوگوں کی رسی کی صورت یہ کہ لوگوں سے عہد و پیمان کریں، اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیاوی عزت پاسکتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے تو یہودیوں کی موجودہ حکومت فلسطین جو امریکہ، روس، برطانیہ وغیرہم کفار کے تعاون اور سرپرستی سے بن چکی ہے اور امریکہ کے زیر سایہ وقت گزار رہی ہے، اس حکومت کا قائم ہونا قرآن کریم یا اسلام کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کریم کی بڑی صاف اور واضح صداقت ہو رہی ہے کہ حسب استنثار بحبل من الناس صدیوں کے ذلیل و خوار یہودیوں کی ایک جماعت کو دنیاوی عزت مل گئی ہے اور زمین کے ایک گوشہ میں برائے نام ناموس و



عزت والے بن گئے اور قرآن کریم کی آیتوں سے بھی یہ چیز واضح ہو رہی ہے چنانچہ سورۃ المائدہ شریف کی آیت نمبر ۶۴ میں بھی خاص یہودیوں کے متعلق ارشاد فرمایا کَلِمًا اَوْ قَدْرًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاها اَللّٰهُ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَرْحَمُ
جب کبھی یہودی جنگ کی آگ بھڑکائیں گے، اللہ اسے بھاد سے گا اور یہودی زمین میں فساد کے لئے دوڑتے ہیں۔ جنگ کی آگ دہی بھڑکاسکتا ہے جس کے پاس سلطنت ہو سلطنت جیسی کوئی طاقت ہو تو موجودہ حکومت کا قائم ہونا اور ان کا طاقتور ہو کر بار بار جنگ شروع کرنا اس آیت کی ظاہر و واضح صداقت ہے اور پھر جب جنگ شروع کرتے ہیں تو مجبوراً انہیں بند کرنا پڑتا ہے، اقوام متحدہ درمیان میں آجاتی ہیں تو یہ اس آیت کی دوسری صداقت ہے کہ جب کبھی جنگ شروع کریں گے اللہ بند کر دے گا اور پھر ان کی سرور فساد کی کوششیں اور تازہ بہ تازہ شرارتیں جن کی وجہ سے سب سلطنتیں ان کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آچکی ہیں اور ملک بدر کرنا چاہتی ہیں جیسے کہ ہٹلر نے ان کو جرمنی سے نکالا اور لاکھوں قتل بھی کئے اور روس وغیرہ بھی ان کو ملک بدر کرنا چاہتے ہیں تو سب نے مل کر ان کی یاست بنادی اس تجویز سے ہمارے ملکوں سے بخوشی مکمل کر فلسطین میں جمع ہو جائیں گے۔ بہر حال ان کی شرارتیں اور سازشیں بالکل بے نقاب ہیں، یہ اس آیت کی تیسری صداقت ہے و یسعون فی الارض فساداً۔

پھر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶ میں ہے وَاِنْ عَذَبْنٰهُمْ عَذَابًا کہ اگر تم اسے یہودیو! پھر پہلے جیسی شرارتوں کی طرف لوٹے جو تم نے اپنی سابقہ حکومتوں اور سلطنتوں کے وقت میں کی تھیں تو ہم بھی لوٹیں گے اور پہلے کی طرح تمہیں ذلیل و خوار کریں گے، تو اس سے بھی نمایاں طور پر منترشح ہوتا ہے کہ یہودی دنیاوی اقتدار اور طاقت و سلطنت حاصل کر سکتے ہیں تو اتنے ارشادات کے ہوتے ہوئے یہ طعنہ کس طرح دیا جاسکتا

ہے، معاذ اللہ کہ اللہ تعالیٰ کی خبر غلط ہو گئی؟

یہ دشمنانِ اسلام کا محض ایک زبردست دھوکا ہے کہ اسلام اور قرآن کی صداقت کے نشانات کو صداقت کے بجائے متضاد اور تکذیب کے رنگ میں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو اسلام اور قرآن سے آشنا فرمائے کہ ان کے ان دھوکوں سے بچیں اور ہم رنگ زمین دامنوں سے دور رہیں۔

رہے سائل کے وہ تین سوال جو سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۱ لَنْ يَنْصُرُوَكُمْ إِلَّا أَذَىٰ ط وَاِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُؤْلُواْكُمْ اَلَا ذٰلِكَ بَارِئٌ شَحْلًا يَنْصُرُوْنَ س کے لئے ہیں تو وہ بھی بے بنیاد اور کھوکھلے ہیں۔



اس آیت کا ترجمہ یہ ہے ”وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔ یہ آیت تو خطابِ حنا صحابہ کرام سے جو یہودِ مدینہ میں سے مسلمان ہو گئے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ تو اس پر مدینہ منورہ کے یہودیوں نے اپنی دولت اور قوت و فوج کی بنا پر ان لوگوں کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں تو ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حرفِ صبح ہے اور واقع ہو چکا ہے۔

الحاصل یہ ان نو مسلم صحابہ کرام اور ان یہودیوں کے متعلق ہے جو اس وقت مدینہ منورہ میں تھے اور یہ نہیں کہ قیامت تک ہونے والے تمام اہل اسلام اور دنیا بھر کے یہودیوں کے متعلق ہو جو قیامت تک ہونے والے ہیں اس میں عموم کا ایک کلمہ بھی نہیں لَنْ يَضْرُوكُمْ اور اِنْ يُقَاتِلُوكُمْ اور يُولُواْ اور لَا يَنْصُرُوْنَ کی ضمیروں سے مراد وہی مدینہ منورہ کے یہودی ہیں اور جمع مخاطب کی ضمیر کھجوا اس آیت میں تین بار ہے

وہ صرف ان نو مسلم صحابہ سے خطاب ہے جن کو وہ ڈراتے دھمکاتے تھے بلکہ اگر سب صحابہ کرام کو بھی خطاب عام ہو تب بھی کوئی اعتراض نہیں کہ مدینہ منورہ کے یہودی بلکہ روئے زمین کے یہودی صحابہ کرام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے اور صحابہ کرام سے جنگ بھی نہیں کر سکے البتہ خیبر کے یہودیوں سے مقابلہ ہوا تو وہ مار کھا گئے اور ان کی مدد بھی نہ ہوئی بلکہ اگر یہ دعویٰ بھی کیا جائے کہ اس آیت کا خطاب ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لئے ہے تو پھر بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ دوسری آیتوں سے اہل اسلام کی فتح و نصرت اور امداد کی جو شرطیں ہیں ان کا لحاظ بھی نہایت ضروری ہے چنانچہ ارشاد ہوا **وَ اَنْتُمْ اَلَا تَعْلَمُونَ كُنْتُمْ مُنْذِرِينَ** (آل عمران آیت ۱۳۹) (ترجمہ) اور تم ہی غالب آؤ گے اگر کامل ایمان رکھتے ہو۔ نیز ارشاد ہوا **وَ اِنْ تَصْبِرُوا وَ تَتَّقُوا لَا يَضُرَّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا** (آل عمران آیت ۱۲۰) (ترجمہ) اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کئے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ نیز ارشاد فرمایا **وَ اطِيعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِجَالُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ** (آل عمران آیت ۱۵۲) (ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہو جاتی رہے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

چنانچہ غزوہ احد شریف میں جو قریش مکہ سے ہوا اس میں صحابہ کرام فتح حاصل کر چکے تھے اور مالِ غنیمت جمع کر رہے تھے کہ بعض صاحبوں سے غلطی ہو گئی، آپس میں جھگڑا کیا اور ایک حکم کی نافرمانی سرزد ہوئی تو وہ فتح شکست کے ساتھ بدل گئی جس کا بیان سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۲ میں فرمایا ہے **حَتّٰى اِذَا فِئْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ** تو اگر مسلمان ان شرائط کو پورا کریں یعنی صحابہ کرام کی طرح



کامل الایمان نہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے تمام احکامات بجالائیں اور متحد ہو کر سب جھگڑے ختم کر دیں اور صبر اور پرہیزگاری اختیار کریں تو صرف یہی کیا دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی مگر ہو کیا رہا ہے کہ مدعیان اسلام آپس میں دست بگریباں ہیں، اتحاد و اتفاق سے نفرت کر رہے ہیں، احکام ربانیہ میں کستی اور غفلت برت رہے ہیں، صبر اور تقویٰ سے توکل سے عاری ہیں، ایمان ہی کمزور ہو گئے ہیں تو لامحالہ اس کا نتیجہ وہی ہونا ہے کہ بزدلی کا شکار ہو گئے اور رعب جاتا رہا اور مار کھا رہے ہیں۔



قرآن کریم کی تمام آیتیں حق ہیں اور تمام خبریں صحیح ہیں لہذا یہ سب حالاتِ حاضرہ قرآن کریم کی صداقت و حقانیت کے واضح نشانات ہیں، تعجب ہے کہ مسلمان ہو کر ایسے سوال سنتے ہیں اور چپ ہو جاتے ہیں۔ ان آیات میں سے کسی ایک کا پڑھنا ہی کافی جواب کیا قرآن کریم میں یہ نہیں فرمایا وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ سورۃ آل عمران آیت ۱۲۰ (ترجمہ) اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لئے باریاں رکھی ہیں یعنی کبھی کسی کی باری اور غلبہ ہوتا ہے اور کبھی کسی کی باری اور غلبہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ملک میں اس کی مصلیٰ کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا اور اس کے کاموں میں اس کی پوشیدہ حکمتیں ہوا کرتی ہیں تو اگر کسی وقت اہل اسلام کی غفلت اور بد عملی کی وجہ سے بطور سزا شکست ہو جائے اور علاقے چھین جائیں اور غیروں کا غلبہ ہو جائے تو یہ سب کچھ قرآن کریم کے واضح احکامات اور ہدایات اور غیبی خبروں کی زبردست تصدیقات ہیں۔

افسوس کہ ہماری غفلت اس حد تک بڑھ گئی کہ قرآن کریم کی صداقتوں کو ڈھکیا اسلام اعتراض کے رنگ میں پیش کر رہے ہیں اور بھولے بھولے مسلمان سن کر حیرت و حسرت کی تصویر بن جاتے ہیں، الشرب العالمین ہدایت فرمائے اور چشم بینا سے بہرہ ور

بنے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعظم وبارک وسلم

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشماوی غفرلہ

الاستفتاء

محترم المقام جناب حضرت مولانا مولوی البواخیر محمد نور الشماوی صاحب دَام فَوْضُکُمْ
اسلام علیکم۔ آپ کے شاگرد سے آپ کے علم و فضل کی شہرت سن کر اشتیاق پیدا ہوا کہ آپ کے
علوم ظاہری و باطنی سے کسی قدر استفادہ کروں۔

- ۱۔ سورۃ احزاب ۳۳ میں انا عرضنا الامانتہ میں لفظ امانتہ کے کیا معانی ہیں؟
- ۲۔ پارہ ۲۶، آیت و تعذروہ و توقروہ و تسبحوه بکرة واصلا
اس میں تین ضمائر ہیں، پہلی دو ضمائر رسالت مآب کی طرف منسوب کرتے ہیں تیسری
ضمیر اللہ عزوجل کی طرف پھیرتے ہیں، اب اس میں بعد مرجع یعنی انتشار ضمائر ہوتا ہے
اس کا کیا جواب ہے؟ مجھے امید اٹھ ہے کہ آپ بندہ کو بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے
جواب دیکر شکور فرمائیں گے نیز ایک رسالہ تمکیر الصوت لیس الفت بھی ارسال فرمادیں
لغافہ ہمراہ خدمت پیش ہے۔

محمد عسیل جگرانوی، عزیز یہ دواخانہ صد چھاؤنی لاہور



- ۱۔ اس میں کسی قول ہیں اور بہت سے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ نماز، روزہ وغیرہ ہیں۔ تفسیر مظہری ج ۴ ص ۲۲۳ میں ہے و مرجع هذه الاقوال ان الامانة هي التكليفات الشرعية اور حضرت قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ امانت سے مراد تجلیات ذاتیہ وائمه کی استعداد و قابلیت ہے فرماتے ہیں وعندی علی ما استفدت من كلام المجدد للآلف الثاني رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الامانة ما اودع اللہ سبحانه فی ماهیة الانسان من الاستعداد للتجليات الذاتية الدائمة الخ
- ۲۔ بعد مرجع اور ہے اور انتشار ضمائر اور جس کی طرف ضمیر راجع ہو اس کا دور ہونا بعد مرجع کہلاتا ہے اور ایک کلام میں ایک ہی قسم کی ضمیروں کا مختلف مراجع کی طرف لوٹنا انتشار ضمائر کہلاتا ہے۔ سائل نے یعنی "کہہ کر دونوں کو ایک دکھایا ہے جو خلاف واقع ہے۔"



ان ضمائر کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ تینوں شریک العالمین کی طرف راجع ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلی دو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں اور تیسری اللہ عزوجل کی طرف، یہ دونوں قول محتمل اور جائز ہیں اور دونوں کا مال بھی ایک ہی ہے کہ اللہ عزوجل کی تعظیم کا تقاضا ہے لہذا یہ ہے کہ اس کے حبیب اعظم کی تعظیم کی جائے اور تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقاضا ہے ضروری ہے کہ

ان کے رب عزوجل کی تعظیم کی جائے۔ قائلین قول اول سے زمخشری کا کافی چرچہ ہے اور وہ کثاف ج ۳ ص ۱۱۱ میں کہتا ہے والسراد بتعزیر اللہ تعزیر دینہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

معالم التنزیل میں قول ثانی پر بلا اشارہ خلاف اقتصار فرمایا اور خازن میں پہلا زمخشری کا قول بتایا اور دوسرا زمخشری کے ماسوا سب کا قول فرمایا جو ترجیح کی بنا پر ہی بین دلیل ہے، خازن ج ۶ ص ۱۵۹ میں ہے قال الزمخشری والضمان للہ تعالیٰ (الی ان قال) وقال غیرہ الکنایات فی قہ لہ تعالیٰ ویعزروہ ویوفروہ (یہ بھی ایک قرأت ہے اور دوسری و تعزروہ و توفروہ ہے، راجعۃ الی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شفاء شریف ج ۱ ص ۳۲ میں اس دوسرے قول کو اکثر و اظہر فرمایا ہے، فرماتے ہیں والا کثر والا ظہران ہذا فی حق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

رہا بعد مرجع کا سوال تو وہ یہاں وارد ہی نہیں ہو سکتا کہ مرجع کا ذکر لفظی قریب ضروری نہیں بلکہ ذکر ذہنی ہی کافی ہے حالانکہ اللہ عزوجل اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سب ذہنوں میں جلوہ گر ہے۔ قرآن کریم کی ایسی آیات بکثرت ہیں جن میں بظاہر مرجع کا ذکر نہیں اور ضمیر عام ہیں (وذا اظہر من ان یظہر) اور اگر بالفرض ذکر لفظی قریب ہی ضروری ہوتا تو پھر بھی چونکہ اقربیت مرجع ضروری نہیں تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

دور جانے کی ضرورت نہیں، یہیں اگلی آیت میں ہے وَمَنْ آوَىٰ بِمَا عٰہَدَ عَلَیْہِ اللّٰہُ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا اس قول پاک میں غائب ضمیر چار ہیں دو بارز اور دو ستر پہلی بارز علیہ میں ہے جو ما کی طرف راجع ہے او



دوسری بار زخسیوتیہ میں ہے جو من کی طرف راجع ہے حالانکہ وہ بعید ہے اور یونہی خسیوتیہ کی ضمیر مستر اللہ کی طرف راجع ہے حالانکہ بارز متصل من کی طرف راجع ہے اور یونہی صد ہا آیات و احادیث و محاورہ عرب

میں وارد ہے تو معلوم ہوا کہ یہ سوال محض بے جا اور پاؤں ہوا ہے اور یہیں سے انتشار ضمائر کا جواب بھی آگیا مگر اس کی الگ مثالیں بھی زیادتِ افادہ کیلئے ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ اسی سورت میں ہے وَمَنْ يَطْعِمِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْ جَنَّتِ اللّٰهِ اس میں رسولہ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اور یدخلہ کی مفعول ضمیر مستر بھی اللہ ہی طرف راجع ہے مگر منصوب بارز متصل من کی طرف راجع ہے۔

۲۔ نیز سورت بنی اسرائیل کے اول میں ہے سُبْحَنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَ الْاَنْبِيَاۗءِ مِنْ اٰیٰتِنَا اِسْرٰى اَوْ عَبْدُهٗ اَوْ نُوْنٌ مِّمَّنْ اَلَّذِيْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّهُ لَظٰلِمٌ لِّنَفْسِهٖ اِسْرٰى اور لَنْبِیۡہِ کی عبدہ کی طرف راجع ہیں اور حولہ کی ضمیر المسجد کی طرف اور لَنْبِیۡہِ کی عبدہ کی طرف اور اس کی بھی ہزار ہا نظیریں ہیں تو معلوم ہوا کہ نام نہاد بعد مرجع اور انتشار ضمائر کا کوئی اعتبار نہیں ہاں اگر بعد و انتشار ماہر لغت عرب کے لئے فہم معنی میں باعثِ وقت بنیں تو قابلِ اعتراض ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں، خفاجی ج ۱ ص ۳۲۷ میں فرماتے ہیں التفکیک (ای انتشار الضمائر) مع ظهور القرائن کثیر فی کلامہم۔

نیز اسی صفحہ میں قول ثانی کا ایک قرینہ ذکر فرماتے ہیں وقد رجعت

هٰذِهِ الضمائر فی آیت الاعراف (فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِمِ وَّ عَزَوْا



و نصرۃ پھر آیت زیر بحث میں تو یہ کلام بھی الگ الگ ہیں جو بذریعہ عطف متصل ہیں، توقروہ پر وقف تام ہے اور و تسبحوہ سے ابتدائے کلام آخر ہے، خازن و معالم ج ۶ ص ۱۵۹ میں ہے والنظم من الخازن وعندہا تم الکلام فالوقوف علی ویوقروہ وقف تام ثم یبتدأ بقولہ تعالیٰ ویسبحوہ بکرة واصیلا۔

خفاجی میں ہے وقف کثیر من القراء علی قولہ توقروہ للفصل بین ضمیر الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ضمیر اللہ تعالیٰ اور صاحب شفاء کے نزدیک بھی یہی ہے، خفاجی فرماتے ہیں اشار بتم الدالة علی التراخی الی ما علیہ اهل الاداء من الوقوف علی توقروہ سدا علی من خالف اور جب کلام الگ الگ ہیں تو انتشار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ: کافی دن ہوئے آپ کا لغافہ وصول ہوا، پہلے تو فرصت نہ ملی، بعد ازاں کاتب دار الافتاء کی علالت مانع رہی۔

الفقیر البوخی محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت فقیہ اعظم صاب ظلہ
سلام سنون : سورۃ بقرہ کا مختصر اور عام فہم تعارف تحریر فرمادیں، مہربانی ہوگی۔



مدینہ منورہ میں سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی، اس مبارک سورۃ میں
ہزار حکم اور ہزار نئی (ممانعت) اور ہزار خبریں ہیں۔ اس کی آیت ۲۵۵ کا نام آیۃ الکرسی
ہے جو بڑی مبارک آیت ہے، ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت اس کے پڑھنے کی
بہت بڑی فضیلت ہے۔ اس سورت کی آخری دو آیتیں ۲۸۵ و ۲۸۶ عرش کے نیچے
ایک خزانہ سے انعام ہوتی ہیں، رات میں ان کا پڑھنا بحکم حدیث پاک کفایت کرتا ہے
جس گھر میں یہ پاک سورت تلاوت کی جائے تین دن تک شیطان اس میں داخل نہیں ہوتا
اس سورت کی پہلی آیت "الحمد" ہے اور اسی طرح اور بھی بہت سورتوں کے اول میں
حروف ہیں ان کا نام حروف مقطعات ہے، ان حروف یا آیات کا ترجمہ نہیں کیا جاتا

ان کا معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یہ اسرار اور راز ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان، اس سورت کے چالیس رکوع ہیں اور دو سو چھیالیس آیتیں اور پچیس ہزار پانچ سو حروف ہیں۔ اس سورت میں کافی عقیدوں کا بیان ہے :

عقیدے متعلقہ ذات العالمین

یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے (آیت ۱۳۳) اس کا کوئی شریک اور ہم مثل نہیں (آیت ۱۶۳) وہ ہر چیز پر قادر ہے (آیت ۲) وہ گھیرنے والا ہے (آیت ۱۹) اس نے زمین کو بستر بنایا اور آسمان کو عمارت اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل پیدا فرمائے (آیت ۲۴) وہ زندہ کرنے والا مارنے والا اور پھر زندہ کرنے والا ہے اور سب نے اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے قیامت کے دن (آیت ۲۵) زمین میں ہمارے فائدہ کے لئے سب کچھ بنایا، سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جلنے والا ہے (آیت ۲۹) وہی علم و حکمت والا ہے (آیت ۳۲) اس نے پیغمبروں کو بھیجا (آیت ۳۸) اس نے قرآن پاک محمد مصطفیٰ پر اتارا (آیت ۳۳) جبریل امین نے اس کے حکم سے محمد مصطفیٰ کے دل پر اتارا (آیت ۳۹) جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور بڑے فضل والا ہے (آیت ۱۰۵) اسی کے لئے آسمانوں زمینوں کی بادشاہی ہے (آیت ۷۱) وہ دیکھنے والا ہے (آیت ۷۱) وہ وسعت اور علم والا ہے (آیت ۷۱) جو چاہے کن "فرما کر پیدا کر دیتا ہے (آیت ۷۱) وہی سننے والا جاننے والا ہے (آیت ۷۱) وہ بے خبر نہیں (آیت ۷۱) وہ بہت مہربان ہے (آیت ۷۱) بے شک وہ صابروں کا ساتھی ہے (آیت ۷۱) وہ نیکی کا صلہ دینے والا ہے



(آیت ۱۵۸) بڑا توبہ قبول فرمانے والا ہے (آیت ۱۶۱) بخشنے والا ہے (آیت ۱۸۲) وہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (آیت ۱۹۲) بھلائی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (آیت ۱۹۵) وہ سخت عذاب والا ہے (آیت ۱۹۶) وہ جلد حساب کرنے والا ہے (آیت ۲۰۲) بے شک اللہ زبردست ہے (آیت ۲۰۹) سب کاموں کا رجوع اسی کی طرف ہے (آیت ۲۱۱) جسے چاہے بے گنتی دیتا ہے (آیت ۲۱۲) جسے چاہے سیدھی راہ دکھاتا ہے (آیت ۲۱۳) جسے چاہے اپنا ملک عطا کرتا ہے (آیت ۲۲۴) وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے، اس کو اونٹنکھ اور غنیمت نہیں آتی، اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے یہاں سفارش نہیں کر سکتا، اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو سمایا ہوا ہے، اسے ان کی نگہبانی بھاری نہیں، وہی بلند بڑائی والا ہے (آیت ۲۵۵) وہ غنی ہے اور علم والا ہے (آیت ۲۶۲) بے پرواہ ہے سراہا گیا ہے (آیت ۲۶۴) ہمارا مولیٰ ہے (آیت ۲۸۶)۔

عقیدے متعلقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پر قرآن کریم نازل کیا گیا (آیات ۲۳ و ۲۴ و ۲۵) حضور کی تشریف آوری سے پہلے یہودی اپنی حاجتوں کے لئے حضور کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے (آیت ۸۹) ان کے منکروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (آیت ۸۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گستاخ کافر ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (آیت ۱۰۴) وہ اپنی تمام امت کے افعال و احوال پر مطلع اور گواہ ہیں (آیت ۱۴۳) ان کی مرضی پر اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کو قبلہ بنا دیا (آیت ۱۴۴) یہود و نصاریٰ کے علماء حضور کو یوں پہچانتے تھے جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے کیونکہ ان کی کتابوں



تورات و انجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بڑی وضاحت سے آیا تھا (آیت ۱۲۶) حضور امت پر قرآن کریم کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں اور امت کو پاک کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور نچتہ علم سکھاتے ہیں اور وہ علوم تعلیم فرماتے ہیں جن کا پہلے علم نہ تھا۔ (آیت ۱۵۱) وہ ایمانداروں کو بشارت دینے والے ہیں (آیات ۲۵ و ۲۲۳) بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں (آیت ۲۵۲) اور تمام رسولوں پر درجات میں بلند ہیں (آیت ۲۵۳)

حقیقۂ قرآن پاک کے متعلق

قرآن پاک بلند کتاب ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، وہ ڈروالوں کو ہدایت کرنے والا ہے (آیت ۲) تمام دنیا کے سارے کافر اپنے حماستوں سمیت قرآن پاک کی ایک سورت کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے (آیت ۲۳)

حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے زمین میں آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ یعنی نائب بنایا (آیت ۲) آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے علم عطا فرمادے (آیت ۳) آپ تمام فرشتوں پر علم میں فائق ثابت ہوئے (آیت ۳۳) سب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا مگر شیطان نے اس تعظیم سے انکار کیا تو مردود ہو گیا (آیت ۳۴) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی (آیت ۳۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمایا اور وہ آزمائش میں پورے اترے اللہ تعالیٰ



نے ان کو لوگوں کا امام اور پیشوا بنادیا (آیت نمبر ۱۲۲) اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو جس پر ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبہ شریف کو تعمیر کیا نماز کا مقام بنا دیا (آیت ۱۲۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے سرزمین مکہ جو جنگل تھی بڑا آباد شہر بن گیا اور اس کے رہنے والوں کو میوہ جات عطا ہوئے (آیت ۱۲۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دعا کی کہ خصوصی شانوں کے ساتھ انہیں ہماری ذریت میں مبعوث فرما (آیت ۱۲۹) آپ نے اپنی اولاد کو دین اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وصیت فرمائی (آیت ۱۳۲) ابراہیم علیہ السلام ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے (آیت ۱۳۵) نرود بادشاہ وقت نے جو کافر تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا تو اس کے ہوش اڑ گئے (آیت ۱۵۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے دکھا دے کہ مردے کس طرح زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ان کے بلاوے سے چار مڑہ پریشے زندہ فرمائے (آیت ۲۶۰)

بنی اسرائیل کا بیان

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے سب ہم زمانوں پر فضیلت بخشی (آیت ۴۷) ان کو فرعون کے ظلم سے نجات بخشی جو ان کے نومولود لڑکے ذبح کر دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا (آیت ۴۹) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دریا بھاڑ کر خشک راستے بنا کر فرعون سے بچا لیا اور فرعون کو بمع لشکر اسی دریا میں غرق کر دیا (آیت ۵۰) انہوں نے بچھڑا پوجا تو توبہ یوں قبول ہوئی کہ ایک دوسرے کو قتل کیا (آیت ۵۴) موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ایک گروہ نے گستاخی تو دیکھتے ہوئے مر گئے اور



پھر زندہ کئے گئے (آیت ۵۵ و ۵۶) اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کو سائبان بنایا اور
من (ترنجبین کی طرح ایک میٹھی چیز) اور سلوی (چھوٹا پرندہ) اتارے مگر انہوں نے ناشکری کی
(آیت ۵) ان پر خواری اور ناداری مقرر کی گئی اور خدا کے غضب میں لوٹے کیونکہ اللہ تعالیٰ
کی آیتوں کا انکار کیا اور پیغمبروں کو ناحق شہید کیا (آیت ۶۱ وغیرہ) ان کے کئی بے فرمان بند
بنادے گئے۔ (آیت ۶۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان

موسے علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تو حکم آیا کہ اس پتھر پر
اپنا عصا مارو تو اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے (آیت ۶۰) بنی اسرائیل کا ایک قتل ہوا
اور قاتل کا پتہ نہ چلا تو موسے علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کرو (آیت ۶۷) اور
حکم دیا گیا کہ مقتول کو اس گائے کا ٹکڑا مارو تو اس نے زندہ ہو کر قاتل بتا دیا (آیت ۷۳)
اللہ تعالیٰ نے موسے علیہ السلام کو کتاب تورات عطا فرمائی (آیت ۸۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

یہودیوں نے حضور علیہ السلام کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہمت
لگائی کہ وہ جادو گر تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی برات اور پاکی اتاری (آیت ۱۰۲)

حضرت عزیر علیہ السلام کا بیان

عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سو سال تک مردہ رکھا اور پھر زندہ فرما دیا
اور سو سال تک ان کا کھانا اور پانی ٹھیک رہا اور بدبودار نہ ہوا، ان کے سامنے ان کے



صد سالہ مردے گدھے کو زندہ فرمادیا (آیت ۲۵۹)

فرشتوں کا ذکر

فرشتوں کا ماننا ضروری ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام ایماندار فرشتوں کو مانتے ہیں (آیت ۲۸۵) فرشتوں کا دشمن کافر ہے (آیت ۹۸)

ارکان اسلام کا بیان

نماز اللہ سے ڈرنے والے نماز قائم رکھتے ہیں (آیت ۳) حکم ہے کہ نماز قائم رکھو اور باجماعت ادا کرو (آیت ۴۳) نماز اور صبر سے مدد چاہنے کا حکم ہوا (آیت ۳۵ و ۱۵۳) سب نمازوں کی نگہبانی کا حکم ہے خصوصاً بیچ کی نماز اور اکثر کا قول کہ یہ نماز عصر ہے (آیت ۲۳۸) اور بھی بہت آیتوں میں نماز کا ذکر ہے۔ زکوٰۃ کا بیان آیت ۳ و ۴۳ و ۸۳ و ۱۱۰ و ۱۷۷ و ۲۷۷ میں ہے۔

روزہ کا بیان از آیت ۱۸۳ تا ۸۷ ہے کہ روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔ روزہ گنتی کے دنوں میں فرض ہے، ماہ رمضان المبارک میں لازم ہے بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ہے کہ بیمار تندرست ہونے کے بعد اور مسافر گھر اگر روزے کی قضائی دے لے اور جسے روزے کی طاقت ہی نہیں تو وہ بدلہ دے ایک مسکین کا کھانا فی روزہ اور روزے کا وقت صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک ہے۔

حج کا بیان بہت آیتوں میں ہے آیت ۱۵۸ میں ہے کہ حج اور عمرہ کر کے تو وہ صفا

اور مردہ (یہ دو پہاڑیاں کعبہ شریف کے نزدیک ہیں) کے پھیرے کرنے آیت ۱۸۹ میں ہے کہ نئے چاند لوگوں اور حج کے لئے وقت کی علامتیں ہیں آیت ۱۹۶ میں حج اور عمرہ پورا کرنے کا حکم ہے اور رکاوٹ کی صورت میں قربانی کا حکم وغیرہ مسائل کا بیان ہے اور یونہی آیت ۲۰۳ تک حج کے مسائل کا بیان ہے۔

متفہات

- حلال کھانے کا بیان آیت ۱۶۸ وغیرہ میں ہے اور حرام سے بچنے کا حکم آیت ۱۸۸ میں ہے۔
- بیع کے حلال ہونے اور سود کے حرام ہونے کا بیان آیت ۲۴۵ و ۲۴۶ وغیرہ میں ہے۔
- گواہی کا بیان آیت ۲۸۲ میں ہے۔
- گروہی رکھنے کا بیان آیت ۲۸۳ میں ہے۔
- صدقات و خیرات کا بیان اور ریا یعنی دکھاوے سے بچنے کا بیان آیت ۲۶۱ سے ۲۷۴ تک ہے اور بھی کئی آیات میں ہے۔
- نکاح کا بیان کہ کفار کے ساتھ نہ کیا جائے اور مؤمنین کے ساتھ ہو آیت ۲۳۱ میں ہے۔
- طلاق کے مسائل آیت ۲۲۶ و ۲۲۷ سے ۲۴۲ تک کافی آیات میں ہیں اور یوں ہی بعض آیات میں نکاح کے مسائل بھی ہیں۔
- کعبہ شریف کی تعمیر کا ذکر آیت ۱۲۷ میں اور کعبہ شریف کا لوگوں کے لئے مرجع



اور امان بننے کا ذکر آیت ۱۲۵ میں ہے اور یونہی طواف کا بھی اور کعبہ شریف کے قبلہ نماز بننے کا ذکر ۱۲۲ سے ۱۵۰ تک ہے۔

○ دنیاوی لالچ کے لحاظ سے حق پوشیدہ کرنے کی برائی کا ذکر آیت ۱۷۴ وغیرہ آیات میں ہے۔

○ قصاص یعنی ناحق قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے اس کا بیان آیت ۱۷۸ و ۱۷۹ میں ہے۔

○ جہاد یعنی راہِ خدا میں جنگ کرنے کا بیان آیت ۱۹۰ سے ۱۹۵ تک ہے جہاد میں ثابت قدمی اور صبر کا بیان آیت ۱۷۷ اور ۲۱۴ میں ہے اسی طرح آیت ۲۱۶ و ۲۱۷ میں بھی جہاد کا ذکر ہے۔

○ شہید کی حیاتِ ابدی کا بیان آیت ۱۵۴ میں ہے۔

○ یتیموں کی اصلاح اور بھلائی کا حکم آیت ۲۲۰ میں ہے۔

○ مرتد یعنی وہ شخص جو دینِ اسلام سے پھر جائے اور کفر پر ہی مرجائے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے سب عمل مٹ جاتے ہیں اور دنیا و آخرت میں اسے نیک کام پر ثواب نہیں ملتا اور وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی ہو جاتا ہے، اس کا بیان آیت ۲۱۷ میں ہے۔

○ عہد پورا کرنے کا ذکر آیت ۷۷ میں ہے۔

فائدہ اس سورت پاک کی کئی آیتوں سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس مرد کو چاہے اسی دنیا میں دوبارہ زندہ فرما سکتا ہے چنانچہ

آیت ۵۵ میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو مار کر زندہ کرنے کا بیان ہے پھر آیت ۷۳ میں بنی اسرائیل کے مقتول کو گائے ذبح شدہ کے ٹکڑے مارنے سے زندہ کرنے کا

ذکر ہے پھر آیت ۲۴۳ میں ہزاروں کی تعداد لوگوں کو مارنے کے بعد زندہ کرنے کی تصریح ہے، پھر آیت ۲۵۹ میں عزیر علیہ السلام کو سو سال کے بعد زندہ کرنے کا بیان ہے اور ان کے صد سالہ مردے گدھے کو زندہ کرنے کا ذکر ہے۔ پھر آیت ۲۶۰ میں چار ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پرندوں کے زندہ کرنے کا تذکرہ ہے اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارا پیارا رب جسے چاہے مار سکتا ہے اور جس مردہ کو جس وقت چاہے زندہ کر سکتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے لہذا قیامت ضرور قائم کرے گا اور سب مردوں کو زندہ کر کے اپنی سچی عدالت میں جمع فرمائے گا اور دنیا میں مردوں کو زندہ کرنا قیامت کا نمونہ دکھاتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ظاہر ہو رہا ہے کہ رب ارنی کیف تاحی الموتیٰ (ترجمہ) اے میرے رب دکھا مجھے کس طرح تو مردے زندہ کرے گا لہذا قیامت کا ماننا ضروری ہے جو آیت ۲ و ۸ و ۶۲ وغیرہ کافی آیات سے ثابت ہے۔



فائدہ اس سورت پاک میں اللہ رب العالمین نے اپنا ایک خصوصی شان بھی بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ جس آیت یا حکم کو چاہے منسوخ فرما دیتا ہے اس کا بیان آیت ۱۰۶ میں ہے لہذا جو شخص نسخ کا انکار کرے وہ کافر ہے، یہود وغیرہ کافر نسخ پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ ان کا یہ اعتراض غلط ہے اور اگر نسخ نہیں تو آدم علیہ السلام کی شریعت کے احکام جن میں بہن بھائی کا نکاح بھی ہے اب کیوں باقی نہیں رہا؟ یونہی نوح علیہ السلام کی شریعت باقی رہتی تو تورات کے احکام کس طرح نافذ ہوتے؟

نسخ و حقیقت حکم سابق کی مدت کا بیان ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اپنے علم میں پہلے ہی تھا اور لوگوں کو معلوم نہ تھا ہاں اب حضور پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دنیا سے پردہ پوش ہونے کے بعد کوئی آیت یا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا کہ اب وحی بند ہو چکی ہے کیونکہ حضور خاتم النبیین ہیں ختم نبوت حضور کی صفت ہے تو اب کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اور نہ ہی کوئی نئی شریعت آ سکتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ





وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ

النجم ۳۰

يُوحَىٰ ۝

”اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے بات نہیں فرماتے،

ان کا ہر کلام وحی سے ہوتا ہے۔“

آلہاوی تائیدت القرآن وکلمۃ الہیہ
نیز نیکو کلام و سبک و سبک و سبک



تعارف

”حدیث المحبیب“ حجیت حدیث کے موضوع پر ایک اہم تصنیف ہے جس میں اکتیس^۳ قرآنی آیات اور سترہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی طرح حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی معتبر اور قابل قبول و عمل ہے۔

سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یہ کتاب ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں تصنیف فرمائی جسے انجمن حزب الرحمن نے تین پمفلٹوں میں قسط وار شائع کیا، ازاں بعد اسی انجمن کی طرف سے اس کا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن بالترتیب ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء میں نثار آرٹ پریس اور جسارت پریس، لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوا۔

پہلے ایڈیشن میں کل چالیس لیلیں تھیں جبکہ دوسرے ایڈیشن میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے آٹھ مزید دلائل کا اضافہ فرمایا، اس طرح مجموعی طور پر یہ کتاب ۴۸ دلائل سے مزین و مہربن ہے۔ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اسے فتاویٰ نوریہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔
(مترتب)



کتاب السنۃ والحديث

رسالہ حدیث اکجیب

بسم الله الرحمن الرحيم
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہر وہ دل جو صدق دل سے یہ کلمہ پاک مانتا ہے یقیناً جانتا ہے کہ اللہ رب العالمین کے بھیجے ہوئے سچے پیارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فعلیٰ راہ و رسم (جس کا نام سنت و حدیث ہے) ایمانداروں کے لئے آفتاب ہدایت ہے اور مڑے شخص جو اس آفتاب کی نورانی کرنوں سے دور ہوا کبھی راہِ راست پر نہیں چل سکتا۔ یہ دعویٰ حقیقت ہے اور بالکل بے غبار ہے، اس کا ثبوت اتنا مضبوط ہے کہ کسی دلیل کا محتاج نہیں مگر اس نازک زمانے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیشینگوئیوں کے عین مطابق بدعت و بے دینی کی ہزار ہا خطرناک آندھیاں چل رہی ہیں

ہر طرف سے گمراہی کے سیلاب آرہے ہیں جتنے کہ یہ خطرناک طوفان بھی آگیا، کہا گیا کہ صرف قرآن ہی معتبر ہے، وہی قابل قبول و عمل ہے اور حدیث کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی قابل قبول و عمل ہے۔ نعوذ باللہ رب العالمین۔ ایسا کہنے والا کوئی ایسے رو نہیں بلکہ باقاعدہ ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جو پوری قوت سے یہ مہم چلا رہی ہے کہ انہما بیت ضروری ہے کہ ہم اپنے بھولے بھائوں کی حفاظت کریں اور اس مہمیت ناک طوفان سے بچانے کی کوشش کریں۔ اسی بناء پر یہ فقیر سراپا تقصیر اپنے پیارے بھائیوں کے لئے قرآن پاک کی روشنی میں ہی دلائل سے واضح کرتا ہے کہ قرآن پاک کی طرح حدیث پاک بھی معتبر اور قابل قبول و عمل ہے۔

دلیل نمبر ۱

اللہ رب العالمین جل و علا فرماتا ہے :

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يُتْلُو عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا
مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ وَالْخَرِيقِ مِّنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۚ

ترجمہ : ”وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے



ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“ (سورۃ الجمعہ ۲۸)

ان آیتوں سے واضح ہوا کہ تمام امت قرآن پاک سے بالکل بے خبر تھی کچھ نہیں جانتی تھی، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے اور پڑھانے سے ہی امت نے قرآن کا قرآن ہونا جاننا حالانکہ حضور کا یہ بتلانا کہ یہ قرآن ہے، حدیث ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہوا حدیث کے ماننے اور اعتبار سے ہی قرآن کریم کا قرآن ہونا ثابت ہوتا ہے تو جو حدیث کا اعتبار نہ کرے وہ قرآن کا کبھی اعتبار نہیں کر سکتا اور یہ بھی واضح ہوا کہ حضور پاک قرآن کریم کا علم عطا کرتے ہیں، اس کی تفسیر اور تشریح کرتے ہیں اور یوں نہیں کہ صرف تلاوت آیات کر دیں اور سمجھائیں نہ بلکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے کے بغیر قرآن کریم سمجھا ہی نہیں جاسکتا (چنانچہ آگے دلیل دوم میں اس کی تفصیل آرہی ہے) اور یہ سمجھانا حضور کے اپنے پیارے پیارے بولوں میں ہے جن کو حدیث کہا جاتا ہے اور جب حدیث کے بغیر قرآن کریم سمجھ نہیں آتا تو اس پر عمل کیسے ہو؟ تو معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل کرنے سے ہی قرآن پر عمل ہو سکتا ہے لہذا حدیث بھی معتبر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور امت کو پاک کرتے ہیں اور یہ پاک کرنا وعظ و نصیحت سے ہے جو صرف تلاوت آیات ہی نہیں بلکہ حضور پاک اپنے اقوال سے بھی وعظ و نصیحت کرتے تھے ورنہ علیحدہ تذکیہ کا ذکر نہ ہوتا تو ثابت ہوا کہ حدیث بھی معتبر ہے اور پاکیزہ بنانے والی ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ حضور الکاتب (قرآن کریم) کے علاوہ حکمت بھی تعلیم فرماتے ہیں اور حکمت حدیث ہی ہے کہ قرآن کریم اور حدیث پاک کے علاوہ حضور نے کوئی اور تعلیم دی ہی نہیں تو بڑی وضاحت سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم کی طرح حدیث بھی معتبر ہے ورنہ معاذ اللہ یہ کہنا پڑے گا کہ حضور کی وہ تعلیم جس کے بغیر انسان کھلی ہوئی گمراہی سے باہر نہیں آسکتا، اس تعلیم کا کوئی اعتبار نہیں، اللہ تعالیٰ پناہ دے! اور یہ بھی واضح ہوا کہ طرح



امت کا پہلا حصہ حضور سے فیضیاب ہوا یونہی ان سے پیچھے آنے والے قیامت تک سب ہی حضور سے فیضیاب ہو رہے ہیں تو صاف صاف معلوم ہوا کہ جس طرح پہلی امت کے لئے حدیث کا ماننا ضروری تھا یونہی قیامت تک بعد میں آنے والی امت پر ہر زمانہ میں حدیث کا ماننا ضروری ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جس طرح حضور کی تلاوت آیات اور تعلیم کتاب فضل اللہ ہے اسی طرح حضور کا تزکیہ امت اور تعلیم حکمت جو حدیث ہے بلاشبہ فضل اللہ ہے اور اس فضل سے وہی قسمت والا نوازا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کی غلامی کیلئے پسند فرماتا ہے۔

حضرت رب العالمین جل وعلا کے اس احسان عظیم اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اوصاف جلیلہ تلاوت قرآن پاک، تزکیہ امت، تعلیم کتاب و حکمت کا ذکر اور بھی کئی آیتوں میں ہے، دیکھو پارہ اول رکوع ۱۵ اور پارہ دوم رکوع ۲ اور پارہ چہارم رکوع ۸۔

دلیل نمبر ۲۱۳

پارہ ۲۹ رکوع ۷ میں ہے شَمْرَانٌ عَلَيْنَا بَيِّنَاتٌ (ترجمہ) پھر بے شک

لَمَّا سَرَبْنَا وَابَعَثْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ سَيُتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتُكِ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْكُمْ لَئِنْ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ آیت ۱۲۹ ترجمہ) اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب سرفراز بنائے بیشک تو ہی مالک حکمت والا۔

لَهُ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔ (البقرہ آیت ۱۵۱) ————— ”جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ

تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔“

لَهُ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ (ال عمران آیت ۱۶۴) بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا

جو ان پر اسکی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔



اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے“

قرآن کریم پارہ ۵ رکوع ۱۳ میں ہے اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَزَلَّ اللّٰهُ (ترجمہ) اے محبوب! بے شک ہم نے تمہاری طرف
سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔

نیز پارہ ۱۲ رکوع ۱۲ میں ہے فَانْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (ترجمہ) اور اے محبوب! ہم نے

تمہاری طرف یہ یادگار کتاب پاک، اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کرو جو ان کی طرف اتر ادا
کہیں وہ دھیان کریں“

پہلی دو آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ الشرب العالمین نے اپنے حبیب

پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی کتاب پاک کے معنے اور مطلب کھائے اور بیان فرما دے

پھر دوسری اور تیسری آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم

کے ان معنوں اور مطلبوں میں سے جو جو امت کے لئے ضروری ہیں، بیان فرماتے ہیں

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم کے معنے اور مطلب کس قدر زیادہ ہیں، اسکے

متعلق خود قرآن کریم سے ہی واضح ہوتا ہے کہ اس میں ذات پاک اور صفات جلال و جمال

کا روشن بیان ہے اور تمام مخلوقات کے ذرہ ذرہ کا تفصیل وار پورا پورا علم ہے چنانچہ

پارہ ۱۱ رکوع ۹ میں ہے،

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ اَنْ يُّفْتَرَى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ

عِنْدِ الْعٰلَمِيْنَ

”اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بے اللہ



کے آثار سے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے، اس میں کچھ شک نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے“ اور پارہ ۱۳ رکوع ۶ میں ہے :

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصَدِّقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ
وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

”یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے“ اور پارہ ۱۴ رکوع ۱۸ میں ہے :

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى
وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝

”اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت ہے اور بشارت مسلمانوں کو“

اب وہ لوگ جو حدیث پاک کا اعتبار نہیں کرتے بتائیں کہ کیا انہیں ہر ہر چیز کا تفصیلی علم قرآن پاک سے اپنے آپ حاصل ہو جاتا ہے؟ کیا وہ حدیث پاک کی مدد کے بغیر کسی گزشتہ چیز کی تفصیل بنا سکتے ہیں یا آئندہ کی یا ایسی موجودہ چیز کا بیان کر سکتے ہیں جو پوشیدہ ہے؟ کیا انہیں قرآن کریم کی کسی آیت سے ہوائی جہاز، ریل گاڑی، ایٹم بم وغیرہ وغیرہ نوا ایجاد چیزوں کی تفصیل معلوم ہے؟ ہرگز نہیں حالانکہ حدیثوں میں سب چیزوں کا تفصیلی علم ذکر ہو چکا ہے۔

مسلم شریف ج ۲ ص ۳۹۰ میں حضرت حذیفہ سے ہے :

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَّا تَرَكَ

شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ الْأَحَدَةِ بِهِ
حَفِظَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَ مَنْ نَسِيَ.

”یعنی حضور پاک نے ایک مقام میں ہی اس وقت سے قیامت کے
تائم ہونے تک تمام چیزوں کا علم بیان کر دیا، جسے یاد رہا رہا اور جو بھول گیا
بھول گیا۔“

اسی صفحہ کی دوسری روایت البزید میں ہے :

صَلَّى بِمَنَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ
الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ
الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ
صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا
كَانَ وَيَسَاهُو كَأَنَّهُ فَاغْلَمْنَا أَحْفَظْنَا.

” یعنی ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھا کر منبر پر چلوہ گر ہو کر
خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہوا تو اتر کر ظہر پڑھا کر
منبر پر چلوہ گر ہوئے، پھر خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہوا
تو اتر کر عصر پڑھا کر خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سوج ڈوب گیا تو اس دن
حضور نے ہمیں تمام ان چیزوں کی جو ہو چکی ہیں یا آئندہ ہونے والی ہیں
سب کی خبر دے دی تو ہمارا اصحابہ کرام کا زیادہ علم والا وہ ہے جو زیادہ
یاد رکھنے والا ہے۔“

اور بخاری شریف ج ۱ ص ۴۵۳ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے :

قَامَ فِي مَنَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا



عَنْ بُدَيْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ
النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَ مَنْ نَسِيَ.

”یعنی حضور پاک نے صحابہ کرام میں کھڑے ہو کر ابتدائے خلق سے
لیکر اس وقت تک بیان فرمادیا کہ بہشتی اپنے مکانوں میں داخل ہو جائیں گے
اور دوزخی اپنے مکانوں میں، یہ بہت بڑا بیان یاد رکھا جس نے یاد رکھا
اور بھل گیا جو بھول گیا۔“

اس حدیث میں قیامت قائم ہونے سے آئندہ چیزوں کے بیان کا فنی بھی
ہے کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں اپنے اپنے مکانوں میں اختتام قیامت کو
پہنچیں گے حالانکہ وہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو صرف سورہ فاتحہ کی
تفسیر سے ستر اونٹ لادوں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے
تو اسے قرآن پاک سے ضرور پالیتا ہوں۔



اس قسم کے بیانات صحابہ کرام، اولیاء عظام اور ائمہ دین سے بکثرت
منقول ہیں مگر ان لوگوں کو جو حدیث کی روشنی سے بے نیاز بنتے ہیں اور چیزوں کا علم تو
کیا آنا نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ ارکان و اعمال شرعیہ کا علم ہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ صلوٰۃ
کے لغوی معنی کسی ہیں جن میں سے ایک ”دعا“ ہے۔ صلوٰۃ کا یہ معنی جسے نماز کہتے ہیں اور
رکن اسلام ہے وہ صرف لغت عرب سے معلوم نہیں ہو سکتا، یونہی زکوٰۃ کا لغوی معنی
شرعی معنی کی وضاحت نہیں کر سکتا اور ایسے ہی صوم و حج۔ ان الفاظ کے وہ معنی جو اللہ
تعالیٰ کی مراد ہیں ان کا پورا پورا بیان اور وضاحت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قوی،
فعلی اور تقریری حدیثوں میں ہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت ہے ہی نہیں

لہذا حضرت رب العالمین جل وعلا نے قرآن کا بیان اور تشریح و تفسیر اپنے حبیب پاک کے سپرد فرمائی جس کی وضاحت آیات مذکورہ سے ہو رہی ہے۔

صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج نیز کئی اور کلمے بھی ہیں جن کے معانی اللہ رب العالمین نے خاص خاص مقرر کر دیئے ہیں اور اپنے پیارے حبیب کے لئے ظاہر کر دیئے ہیں کہ وہ امت کو سمجھا دیں تو اگر کوئی حبیب پاک سے بے نیاز ہو کر خود سوچنے بیٹھے تو کیا سوچ سکتا ہے اس کی ایک عام مثال ہمارے روزمرہ کے معمولات میں ذکر کی جاتی ہے۔

ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے چار لڑکے عطا فرمائے، اس نے غلام رسول، غلام نبی، غلام مصطفیٰ، غلام محمد چار نام مقرر کر لئے۔ اب دوسرے لوگ اس کے بتائے بغیر یہ تمیز نہیں کر سکتے کہ غلام رسول، غلام نبی وغیرہ کون کون ہیں۔ لغوی معنی کے لحاظ سے تو چاروں لڑکے ہی غلام رسول ہیں اور غلام نبی بھی کہ لغت کے لحاظ سے یہ چاروں نام ہم معنی ہیں اور صرف وہی چار لڑکے نہیں بلکہ سارے مسلمان غلامان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہاں اگر وہ شخص جس نے یہ نام مقرر کئے ہیں خود بتا دے کہ میرا یہ لڑکا غلام رسول اور غلام نبی ہے یا کسی اور شخص کو مقرر کر کے کہے کہ میں نے اس کو تفصیل سے نام بتا دئے ہیں اور لوگ اس سے دریافت کر لیں تو اس دوسرے شخص کا فیصلہ ہی قابل قبول ہوگا، اس صورت میں کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم اس کی ہدایت کے بغیر اپنے آپ ہی لغوی لحاظ سے مقرر کر سکتے ہیں اور یونہی ہنرمند لوگ اپنے اپنے اوزاروں، ہتھیاروں کے نام مقرر کر لیتے ہیں، ان کا علم محض زور و لغت سے نہیں آسکتا۔

اس قسم کی صد ہا مثالیں ہیں تو جب انسان اپنے جیسے انسان کے مقرر کردہ الفاظ کے معانی اپنے آپ معلوم نہیں کر سکتا تو حضرت رب العالمین جل وعلا کے مقرر کردہ معانی کیونکر اپنے آپ معلوم کر سکتے ہیں لہذا ہم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں



کہ اللہ رب العالمین نے ہمیں ان کا پاک درہی بتایا ہے۔ پھر چونکہ ہم لوگوں نے حضور کا زمانہ نہیں پایا لہذا صحابہ کرام اور ائمہ دین اور علمائے اسلام کے بھی محتاج ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور تعلیم ان واسطوں سے ہم تک پہنچی ہے۔

حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خارجیوں نے بڑا شور مچا دیا تھا اور جس طرح آج کل کے کچھ لوگ قرآن پاک کا بہانہ بنا کر حدیث کو بے اعتبار بتاتے ہیں یونہی وہ خارجی بھی قرآن پاک سے **إِن الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ** (نہیں حکم مگر اللہ کے لئے) پڑھ کر صحابہ کرام کے فیصلوں کو بے اعتبار بتانے لگے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا علی نے کچھ خارجی جمع کئے کہ قرآن پاک سے ہی فیصلہ کرالیں۔

آپ نے مجمع کے درمیان میز پر قرآن پاک رکھوا لیا اور بار بار دونوں ہاتھوں میں قرآن پاک لے کر کہنے لگے کہ اے قرآن فیصلہ کر! اے قرآن فیصلہ کر! وہ خارجی حیران ہو کر کہنے لگے حضرت! قرآن کریم بولا نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا جو تمہارے ساتھ بولتا نہیں یعنی تمہیں اپنے معافی و مطالب سمجھانا نہیں اس کا فیصلہ مانگا کرتے ہو اور جو راز دان قرآن بول کر فیصلہ سنائے اس کا فیصلہ مانتے نہیں ہو یعنی تم عجیب نادان ہو، علم قرآن پاک تو حسب قاعدہ حضور پاک اور ان سے لے کر صحابہ کرام نے ہی بیان کرنا ہے۔ آخر قرآن پاک نے ہی حکم دیا ہے **فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ** (پک ۱ ع ۱) (ترجمہ) تو اسے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اس سے صاف صاف ثابت ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے



دارثان علوم شرعیہ صحابہ کرام اور ائمہ دین اور علماء و محدثین ہی کی تشریح و تفسیر کا اعتبار ہے اور قابل قبول و اعتبار ہے، تب ہی تو بے علموں کو حکم دیا جاتا ہے کہ علم والوں سے پوچھو۔ بفضلہ تعالیٰ یہ آیت پاک بھی ایک واضح دلیل ہے قبول و اعتبار حدیث کی تو اسے 'دلیل سوم' شمار کیا جائے۔

دلیل نمبر ۵

قرآن کریم میں ہے :

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا
 "اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے
 اور اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا فضل ہے" (پ ۱۲ ع ۱۱۲)

نیز فرمایا :

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَرِيفٍ
 "اور یہ نبی غیبستانے میں بخیل نہیں" (پ ۱۲ ع ۱۱۳)

نیز فرمایا :

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ
 "بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحمت کرنے والے" (پ ۱۲ ع ۱۱۴)

نیز فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

”اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے“ پطع

نیز فرمایا:

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ صِرَاطِ
اللّٰهِ الَّذِي لَمْ يَأْمُرْ بِالظُّلُمِ ۚ وَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ ط الْآ
إِلَى اللّٰهِ تَصْنِيفُ الْأُمُورِ ۚ

”اور بے شک تم ضرور تم سیدھی راہ بتاتے ہو اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے
جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، سننے ہو سب کام اللہ ہی کی طرف
پھرتے ہیں“ پطع ۶



ان آیات سے ثابت ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ظاہر و پوشیدہ
علم حاصل ہیں اور ہیں بھی وہ سارے علم صحیح اور پختہ کہ اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل سے
حاصل ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ان خداداد علموں میں سے امت کو بھی فیض پہنچاتے
ہیں اور بخل نہیں کرتے اور وہ ہیں بھی بڑے مہربان، سراپا رحمت، بڑی بھلائی چاہنے والے،
ہمارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں ہے تو روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ آپ جن جن
چیزوں سے روکتے ہیں، وہ سب چیزیں نقصان رساں ہیں اور ہماری مشقت اور دنیا
یا آخرت کی تباہی کا سبب ہیں اور ہر وہ کام جس کے کرنے کا حکم دیتے ہیں یا ہر وہ غیبی خبر جسکی
اطلاع دیتے ہیں اس میں ہمارا فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اگر معاذ اللہ ان کا علم صحیح نہ ہوتا یا ہماری طرح غیب نہ جانتے تو احتمال ہوتا

کہ شاید غلط بتا دیا ہو یا یہ احتمال ہوتا کہ چونکہ غیب کا علم نہیں جانتے لہذا صرف اس وقت والوں کے لئے ہی حکم دیا ہو اور اگر سرپا رحمت نہ ہوتے تو احتمال ہوتا کہ شاید کوئی نافع کام نہ بتایا ہو یا کسی نافع کام سے روک دیا ہو مگر جب وہ بفضلہ تعالیٰ ذرہ ذرہ کا صحیح علم رکھتے ہیں اور علم غیب بھی جانتے ہیں اور ہمیں بھی سرپا رحمت ہی رحمت، بڑی بھلائی چاہنے والے تو ایسا کوئی احتمال قطعاً نہیں ہو سکتا لہذا ان حدیثوں پر عمل و اعتقاد کرنا فائدہ ہی فائدہ ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنا ہے کہ وہ تو ہدایت ہی صراطِ مستقیم کی کرتے ہیں جو اللہ رب العالمین تک پہنچانے والا راستہ ہے اس لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں روزانہ پنجگانہ فرض و ترہنت نفل میں یہ دعا کیا کریں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کہ یا اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت پر ثابت قدم رکھ کہ وہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بھکے ہوؤں کا۔

تو بڑی وضاحت سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم اور حدیث پاک پر عمل و اعتقاد نہایت ضروری اور باعثِ ہدایت و انعام ہے اور قرآن و حدیث دونوں سے یا صرف قرآن کریم سے یا صرف حدیث شریف سے دور ہو جانا گمراہی اور سببِ غضبِ الہی ہے اور دونوں جہانوں کی بربادی اور تباہی ہی ہے، اس دعا :

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ . صِرَاطَ الَّذِينَ

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ خَيْرٌ مِّنْ مَّغْضُوبٍ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ .

کے پڑھنے کا حکم دینا اور ہر مسلمان کا بالاتفاق پڑھنا بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے

حدیث پاک کے معتبر اور مقبول ہونے کی لہذا اسے 'دلیل پنجم' شمار کیا جائے۔

تنبیہ

صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ بھی ہے جیسے پہلی آیت میں گزرا اور ان لوگوں کا راستہ بھی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا جیسے اس دعا میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ اس طرح ہے کہ اس کا راہی اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اس کی بے مثل نزدیکی سے نوازا جاتا ہے اور انعام یافتہ لوگوں کا راستہ اس طرح ہے کہ وہ اس راستہ پر چلتے ہیں اور اپنے رب جل و علا کے خصوصی انعام حاصل کیا کرتے ہیں جیسے خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول بھی ہیں اور ہمارے رسول بھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے تو وہ اس کے رسول ہیں اور ہماری طرف بھیجا ہے اور ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے تو وہ ہمارے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم قدر حسنہ وجمالہ وجودہ وبقوالہ۔

دلیل نمبر ۶

ہمارے پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری باتیں اور پیارے پیارے اصلاحی حالات جن کا نام حدیث ہے یقیناً ہماری بھلائی اور بہتری دارین اور حقیقی راہنمائی پر مشتمل ہیں ان کی خلاف ورزی تباہی و بربادی کا باعث ہے اس مدعا پر حضرت رب العالمین جل مجدہ کا ارشاد پاک ہے :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِدًا قَدْ مَبِشَرًا قَدْ
نَذِيرًا قَدْ أَعْيَا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَبِرَاجَا مُنِيرًا قَدْ بَشِيرًا



الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّهُ لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝

”اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا
حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنانا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانا
اور جگمگا دینے والا آفتاب اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے
اللہ کا بڑا فضل ہے“

ان تین آیتوں کا مضمون متعدد اور آیتوں سے بھی ثابت ہے۔ یہ آیتیں کئی وجوہ

سے دلیل ہیں :-

① اللہ کے بھیجے ہوئے ہونے کا صاف صاف تقاضا ہے کہ ان کی ہر بات مانی جائے
کہ بھیجا ہوا سچا و ہی ہوتا ہے جو بھیجنے والے کی رضا بتاتے۔

② حاضر و ناظر (شاہد) ہونا بھی نبی ہونے کی طرح دلیل ہے کہ آپ اپنی تمام امت کے تمام
حالات اور ہر قسم کے نفع نقصان سے پورے پورے باخبر ہیں اور چونکہ آپ
خاتم النبیین ہیں، قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ سب آپ کے ہی امتی
ہیں اور آپ سب کے لئے نبی اور حاضر و ناظر ہیں تو جو کچھ بھی فرمایا ہمارے تمام
حالات دیکھتے ہوئے فرمایا اور جس چیز کا حکم دیا وہ ہمیں مفید اور جس سے منع کیا وہ
ہمیں مضر ہے اور اسی پر حضور کی صفات مبشراً (خوشخبری دیتا) و نذیراً (اڈر سنانا)
دلالت کرتی ہیں۔

③ مبشراً و نذیراً ہونا چاہتا ہے کہ آپ کی ہر بات بشارت (خوشخبری) کی حامل
ہوتی ہے یا انذار (ڈر لانے) کی تو لامحالہ اس پر عمل پیرا ہونا فائدہ ہی فائدہ ہے،

اگر حدیث پر عمل کرتے ہوئے وہ کام کیا جس پر بشارت ملے تو فائدہ ظاہر اور اگر حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس کام سے بچا جس پر اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب ہوتا ہے تو پھر بھی فائدہ ظاہر کہ عذاب سے بچ جانا بھی بڑا مفید ہے۔

④ داعی الی اللہ ہونا واضح طور پر بتاتا ہے کہ حضور کی ہر بات پر عمل کرنے سے آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اس بارگاہ بے کس پناہ کی رسائی ہی اصل مقصود ہے۔

⑤ سرخا منیر (جلمگادینے والا آفتاب) ہونے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی محبت بھری تعلیم سے حق و باطل واضح فرما دیا ہے اور حقیقی کامیابی کے تمام سرسبزہ راز جو جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیروں سے چھپے ہوئے تھے، سب ظاہر فرما دیئے تو جو اس حقیقی آفتاب کی ہمہ گیر روشنی سے فائدہ اٹھائے وہی کامیاب ہے اور ہر وہ شخص جو اس کی پاک کرنوں (حدیثوں) سے گریز کرے تو اس کے لئے دو جہاں میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور اسی لئے تو فرمایا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَكُمْ أَفْنَابٌ فَصَلُّوا كَبِيرًا (ایمانداروں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے انہیں اپنے پیارے حبیب کے نقش قدم پر چلنے اور اس حقیقی آفتاب کی ضیا پاشیوں سے بہرہ ور ہونے (حدیثوں پر عمل کرنے) کی توفیق بخشی اور جلیل القدر انعامات کا حقدار بنا دیا ہے۔

⑥ اس سے ثابت ہوا کہ یہ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بھی ایک مستقل دلیل ہے تو اس چھٹی دلیل کے ضمن میں چھ دلیل ہیں۔

نوٹ: جس طرح ظاہری آفتاب سے ماہتاب اور ستارے اس وقت روشنی



پھیلاتے ہیں جب سوچ پردہ پوش ہو جاتا ہے اسی طرح یہ حقیقی آفتاب رسالت اب بھی جب پردہ پوش ہوئے تو صحابہ کرام اور تابعین، امان دین اور علماء و اولیاء کرام اسی کا نور پھیلا رہے ہیں اور جیسے کہ چاند اور ستاروں کا رات میں جگمگانا سورج کے وجود اور باقاعدہ زندگی و تابندگی کی دلیل ہے یونہی شریعت حقہ کی روشنی اور علماء و اولیاء و مشائخ کرام کی ضیاء پاشیاں اس آفتاب نبوت کی زندگی و تابندگی کی صریح دلیل ہیں بلکہ ان کے پردہ پوش ہونے کا معنی ہی یہ ہے کہ وہ صرف اہل دنیا اور عوام سے پردہ پوش ہیں نہ یہ کہ بزرگان دین، اولیاء عظام اور جلیل القدر علماء کرام سے بھی پوشیدہ ہیں۔ وہ بزرگان دین تو ہمیشہ ہی ان کی زیارت کرتے اور فیض لیتے ہیں اور لیکن عوام الناس کو بھی فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ ظاہری سوچ بھی اہل دنیا ہی کی نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے ورنہ چاند سارے تو اس کے نظارے کرتے ہی رہتے ہیں اور اس سے روشنی لے کر دنیا والوں کو روشن کرتے رہتے ہیں۔

دلیل نمبر

یہ دلیل مجموعہ آیات ہے :

① اِتَّبِعْ مَا اَوْحٰی اِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ (ترجمہ) ”اس کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے“ (پ ع ۱۹)

② اور یونہی پ ۱۱ کے رکوع ۱۶،

③ پ ۲۱ کے رکوع ۷ میں بھی یہی حکم ہے۔

④ نیز پ ۸ رکوع ۷ میں ہے وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ

وَاتَّقُوا الْعَذَابَ الَّذِي لَكُمْ شُرَحْمُونَ (ترجمہ) اور یہ برکت والی کتاب (قرآن کریم) ہم نے اناری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو۔

⑤ نیز اسی پارہ کے رکوع ۸ میں ہے اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (ترجمہ) اسے لوگو! اس کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اترے۔

⑥ پ ۹ رکوع ۹ میں ہے فَالَّذِينَ اٰمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِي اُنْزِلَ مَعَهُ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (ترجمہ) تو وہ جو اس (رسول پاک محمد مصطفیٰ) پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اتر رہا ہے بامراد ہوتے اور اپنے پیارے حبیب کو حکم فرمایا کہ فرمائیں،

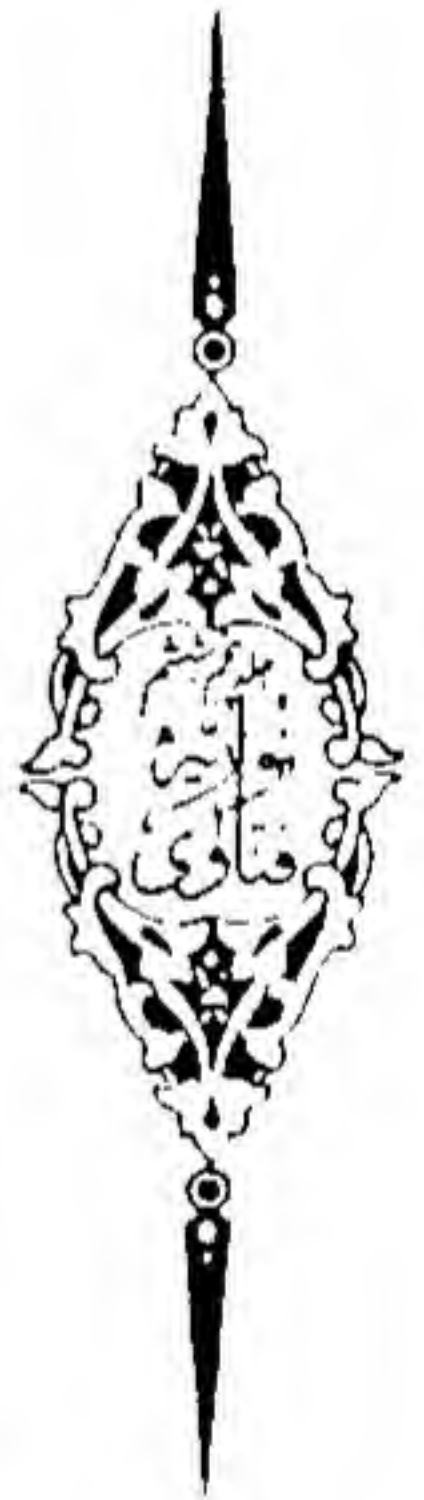
⑦ اِنْ اَتَّبِعِ الْاٰمَآءُ يُوْحٰى اِلَيَّ (ترجمہ) میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی آتی ہے (پ ۱۱ ع ۱۱)

⑧ یونہی پ ۱۲ رکوع ۱۲ اور

⑨ پ ۱۱ ع ۱۱ اور

⑩ پ ۱۱ رکوع ۱۱ میں بھی ہے۔

⑪ پھر اس طرح پارہ کے رکوع ۱۰ میں بھی فرمایا قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِىْ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مُجِّى وَ يُمِيتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ السَّيِّدِ الْاُمَمِ الَّذِىْ يُؤْتِى بِاللّٰهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (ترجمہ) فرماؤ (یا رسول اللہ) اے لوگو میں تم سب کے



اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے اس رسول غیب بتانے والے (نبی) پر جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں پڑھے وہ جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس رسول کی پیروی کرتے ہیں تم ہدایت پاؤ۔

(۱۲) اور یونہی پارہ ۳ رکوع ۱۲ میں بھی حکم اتباع ہے۔

ان آیات کو سرسری نظر سے دیکھا جائے تب بھی مدعا بڑا واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ آیت نمبر ۱، ۲، ۳ میں اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب پاک پر لازم کر دیا کہ وہ وحی اور قرآن کریم ہی کی پیروی کریں اور آیت نمبر ۴، ۵، ۶ میں سب حکم دیا کہ قرآن کریم کی پیروی کی تائید ہو کہ حبیب پاک کی طرح امت پر بھی لازم ہے کہ قرآن کریم کی پیروی کریں اور آیت نمبر ۷، ۸، ۹، ۱۰ کی شہادت سے ثابت کہ حبیب پاک صرف قرآن کریم اور وحی کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ ان کا ایک ایک قول اور ایک ایک کام سب قرآن کریم اور وحی کی پیروی ہے اور ان کا کوئی کام اور کوئی قول ایسا نہیں جو اس پیروی سے باہر ہو تو واضح ہوا کہ قولی و فعلی تمام حدیثیں واجب العمل ہیں اور حدیث کی پیروی قرآن کریم کی ہی پیروی ہے لہذا ہم نادانوں کو آیت نمبر ۱۱، ۱۲ میں حکم دیا کہ حبیب پاک کی پیروی کریں کہ وہ عالم قرآن ہیں، واقف اسرار وحی اور دانائے رموز کما حقہ ہیں۔ ہماری پیروی قرآن کریم کا طریقہ ہی یہ ہے کہ ہم اس قرآن لانیوالے حبیب پاک کی پیروی کریں۔



جب کوئی جاہل اور بے علم اپنے استاد کی تعلیم اور راہنمائی کے بغیر قرآن کریم پر عمل نہیں کر سکتا تو استاد کل امام الرسل ہادی السبل صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی و قولی تعلیم کے بغیر قرآن پر کوئی کس طرح عمل کر سکتا ہے۔ بہر حال حدیث پر عمل قرآن پر عمل ہے اور عمل بالقرآن کی صورت ہی یہی ہے کہ حدیث پر عمل کیا جائے، یہی ہدایت یاب ہونے کا طریقہ ہے چنانچہ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ فرمایا۔

تنبیہ

جس طرح قرآن کریم پر عمل حدیث شریف پر عمل کے بغیر نہیں ہو سکتا یونہی حدیث پر عمل صحابہ کرام، ائمہ دین اور فقہاء مجتہدین کی ہدایت کے بغیر نہیں ہو سکتا لہذا ہمیں حکم دیا کہ اِشِيعْ سَبِيلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (ترجمہ) "اس کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع لایا۔"

ان لوگوں پر افسوس ہے جو حدیث شریف پر عمل کرنا قرآن کریم پر عمل کرنے کے خلاف سمجھتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی افسوس ہے جو فقہ پر عمل عمل بالحدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔

دلیل نمبر

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يَحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

۱۵ سورۃ لقمان آیت ۱۵

۳۱ سورۃ آل عمران آیت ۳۱



”ترجمہ) اسے محبوب افراد وہ لوگوں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے پیروکار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے“

اس آیت پاک سے بھی مدعا نہایت وضاحت سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی حضور کی حدیثوں اور حکموں پر عمل کرنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا حکم دیتا ہے، اس کو اتنا پسند کرتا ہے کہ اس کے ماسوا اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دعوے ہی غلط ہے اور اس سے انسان محبوب خدا بن جاتا ہے، گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے مگر افسوس کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ دیتا ہے کہ حدیث کا کوئی اعتبار نہیں، وہ قابل عمل نہیں وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ قرآن کریم تو حضور کو محبوبیت کے بلند ترین تخت پر جلوہ گرد دکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ ایسے محبوب ہیں جو ان کے طرز عمل کو اپنائے اور ان کے قول و فعل کے مطابق اپنی شکل اور بود و باش بنائے تو وہ بھی محبوب خدا بن جاتا ہے کیونکہ یہ حقیقت واضح ہے کہ محبوب کی ہر صفت و عادت اور ہر چیز محبوب ہوتی ہے تو جب وہ صفتیں اور عادتیں قصداً کوئی آدمی اختیار کرے تو وہ ان صفات و عادات کا حامل بن جائے گا جو سب کی سب محبوب ہیں تو لا محالہ وہ بھی محبوب بن جائے گا۔ وہ وہی محبوب تو ہیں جن کے چہرہ انور کا شوق کعبہ میں آسمان کی طرف اٹھ جانا کعبہ کو قیامت تک سب کا قبلہ بنا دیتا ہے۔

قرآن کریم پارہ ۲ رکوع ۱۱ میں فرمایا قَدْ سَرَىٰ تَقَلَّبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاۤءِ فَلَنُؤْتِيَنَّكَ قَبْلَةً تَرْضَاهَا (ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ہم ضرور پھیر دیں گے تمہیں اس قبلہ کی طرف جس کو تم



پسند کرتے ہو۔“

وہ ایسے محبوب ہیں کہ خود اللہ رب العالمین جل مجدہ ان کا رضا جو ہے جو اس سرِ صاف اور ولسوتِ یغظینک ربُّک فتَرْضٰنی (اور بے شک قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے) سے واضح ہے پسند۔ وہ ایسے اکمل و اجمل و اعلیٰ و اولیٰ ہیں کہ ان کی ایک ایک صفت کمال اور شان جلال کا تقاضا ہے کہ ان کے کسی اشارہ ابرو کا بھی خلاف نہ کیا جائے چہ جائیکہ صریح احکام و ہدایات کو درخور اعتناء نہ سمجھا جائے، پس فرمایا وَمَنْ لَّخَرِيَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُورًا فَمَالَكَ مِنَ النُّوْرِ (ترجمہ) جس کے لئے اللہ نور نہ بنائے اس کے لئے کوئی نور نہیں۔“

دلیل ۱۲ تا ۱۴

السَّيِّئُ اَوَّلِيٌّ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَشْرَ وَاَحْبُّ اَقْرَبًا تَهُمُّ (ترجمہ) یہ نبی زیادہ حقدار ہیں ایمانداروں کے ان کی جانوں سے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔“

جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایمانداروں کے سب سے زیادہ حقدار ہیں کہ حضور کے برابر کسی مخلوق کا کوئی حق نہیں نہ ماں کا، نہ باپ کا، نہ کسی امیر کا، نہ کسی شہر کا حتیٰ کہ اپنی جان کا بھی ان کے حکم کے مقابلہ میں قطعاً کوئی حق نہیں۔

۱۲ سورۃ النور آیت ۲۰

۱۳ سورۃ الاحزاب آیت ۶



دیکھو خود کشتی شرعاً حرام ہے مگر وہ حکم فرمادیں تو حرام کیا اس وقت جان قربان کرنا فرض ہو جاتا ہے جس سے مومن درجہ شہادت پالیتا ہے اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا ہے اور وہ زندگانی حاصل ہو جاتی ہے جو فانی نہیں۔

ایمان والو! ایسے سب سے بڑے حکمران کے احکام اور فرمان جن کا نام حدیث ہے، کیا ان پر عمل کرنا ضروری نہیں؟ ہاں ہاں اللہ کی قسم اللہ تو ضروری قرار دیتا ہے اور قرآن کریم ہی فرماتا ہے اور عاشق جانناز کا تقاضائے دلی اور تمنائے لم یزلی ہی یہی ہے کہ ہم تنہا ہوش و گوش بن کر اسی محبوب مطلق اور حاکم برحق کے حکم کی تعمیل کرتا رہے اور انہی کی شمع ہدایت کے گرد اگر پروانہ وار رقصاں رہے اور عشاق کی یہ دلی خواہش خود رب العالمین جل و علا کے اس ارشاد پاک کے موافق ہے کہ انہی کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے، ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ
يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

(ترجمہ) اللہ کی قسم ضرور ہے واسطے تمہارے اللہ کے اس رسول
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسوۂ حسنہ (بہترین پیروی) واسطے اس
شخص کے جو اللہ اور پچھلے دن (روز قیامت) کی امید رکھتا ہو اور اللہ
کو بہت یاد کرتا ہو۔ پارہ ۳۱ رکوع ۱۹

○ اور یہ وسیلہ دہم ہے۔

بہر حال ایمانداروں پر ان کا اتنا بڑا حق ہے کہ ان کے کسی فیصلہ یا فرمان
کے خلاف کسی ایماندار کا کوئی اختیار نہیں رہتا جیسے خود اللہ تعالیٰ کے فیصلہ یا فرمان
کے خلاف کوئی اختیار نہیں، خود اللہ رب العالمین ہی فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَمْرًا أَنْ يَكُونُوا لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۝

(ترجمہ) ”اور نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ
جب اللہ اور اللہ کا یہ رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار
رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے اس رسول کا تو وہ بے شک
صاف گمراہ ہو گیا۔“

○ یہ دلیل یازدہم ہے۔

ہاں صرف یہی نہیں کہ کچھ اختیار نہ رہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے اور شرط
ایمان ہے کہ دل سے بخوشی مان لے اور کسی قسم کی تنگی دل میں بھی محسوس نہ کرے ورنہ ایمان
ہی نہیں، قرآن کریم کا واضح حلفیہ ارشاد ہے :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ
يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

(ترجمہ) ”تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ ایماندار نہ ہوں گے
جب تک کہ آپس کے ہر جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم
حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہ پائیں اور دل سے اچھی طرح

۱۵ سورہ الاصر اب آیت ۳۶

۱۶ النساء آیت ۶۵



مان لیں۔

○ یہ دلیل دوازہم ہے۔

دلیل ۱۵

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ٥

(ترجمہ) ”تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو اس رسول کا، پھر اگر تم منہ پھیرو تو اس

رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا، اور اگر اس رسول کی فرمانبرداری کرو تو ہدایت پالو گے اور اس رسول کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا۔“

نوٹ: یہ حکم کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک کا حکم مانا جائے، قرآن کریم کی بہت ہی زیادہ آیتوں میں وارد ہوا ہے حتیٰ کہ صاف صاف فرمادیا کہ رسولوں کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ ان کا حکم مانا جائے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ (ترجمہ) ”اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کا حکم مانا جائے اس کی اطاعت کی جائے تو حدیث کو غیر معتبر کہنا معاذ اللہ! معاذ اللہ! حکمت بعثت رسل (رسولوں کو بھیجنے کی حکمت) کا انکار ہے اور حضرت رب العالمین جل و علا کی صریح بے سرائی ہے۔“



○ یہ دلیل چہارم ہے۔

بے فرمانوں کو اس وقت پتہ چلے گا جب دوزخ کی سخت ترین آگ میں ان کے چہرے تلے جلتیگی اور اس ذلت اور رسوائی کے عذاب میں بڑے پشیمان ہو کر حضور کی فرمانبرداری کی آرزوئیں کریں گے چنانچہ اللہ رب العالمین جل و علا نے قرآن کریم میں اس سے خبردار کر دیا ہے تاکہ منکر آج سمجھ جائیں اور بے فرمانی سے باز آجائیں، فرمایا،

يَوْمَ تَقْلَبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا

أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ۔ پ ۲۲ رکوع ۵

(ترجمہ) جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے

کہتے ہوں گے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور اس کا حکم مانا ہوتا۔

○ اور اللہ و رسول کے حکم ماننے کا تقاضا ہے کہ قرآن کی طرح حدیث پاک کو بھی معتبر سمجھا جائے، یہ دلیل پانزدہم ہے۔

دلیل نمبر ۱۷

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ

جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ پ ۵ رکوع ۱۲

(ترجمہ) اور جو اس رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ

اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے

حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل فرمائیں گے اور بری

ہے جگہ پلٹنے کی دوزخ

کون نہیں جانتا کہ حدیث کا اعتبار نہ کرنا اور اپنی رائے کے پیچھے چلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کرنا ہے اور یونہی یہ بھی واضح کہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے مسلمان حضور کی حدیثوں کا اعتبار کرتے ہیں اور ان پر عمل کرنا باعث نجات سمجھتے ہیں۔ حدیثوں کو غیر معتبر بنانے والے اشخاص کا فرض ہے کہ اس آیت پاک کو غور سے پڑھیں اور ایسے خطرناک انجام سے بچیں۔

دنیا مقامِ پردہ ہے، موت آتے ہی سب کچھ کھل جاتا ہے مگر اس وقت آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ اب غور کرنا چاہیے نیز وہ لوگ بھی غور کریں جو آئے دن اہل سنت و الجماعت پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے امامان دین کی تقلید حرام اور شرک ہے اور کہا کرتے ہیں کہ عید میلاد منانا شرک، گیارہویں منانا شرک، یا رسول اللہ کہنا شرک، حضور کی خداداد صفات علم غیب اور اختیار و اقتدار ماننا شرک، یہ شرک وہ شرک، بات بات پر شرک کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ یہ بھی غَیْرِ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ (ایمانداروں کی راہ سے جدا راہ) پر چل رہے ہیں۔ روئے زمین کے مسلمان صدیوں سے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چلے آ رہے ہیں، عید میلاد منانا اور گیارہویں کی خیرات فی سبیل اللہ سعادت سمجھتے ہیں اور حضور کی خداداد شانوں کا ماننا ان کے نزدیک تکمیل ایمان ہے اور سچی محبت کا تقاضا ہے جو جذباتی نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہے۔

یہ امر واقع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و جلال اور شان و شوکت کلمہ بہ کلمہ ترقی در ترقی ہی کر رہے ہیں، قرآن کریم کی شہادت ہے وَ لِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (پ ۱۸ ع ۱۸) اور ضرور کچھلی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے

تو کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ حضور کی خدا واد صفات یا حکومت میں فرق آجائے اور آپ کی اطاعت کسی مابعد زمانہ میں لازم نہ رہے، یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا، ان کے سرانور پر ختم نبوت کا چمکتا ہوا تاج یہ بتا رہا ہے کہ قیامت کے دن تک انہی کا دور دورہ ہے اور انہی کا حکم جاری ہے، ان کا باغی اللہ رب العالمین کا باغی ہے لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے احکام، اقوال، ہدایات جن کا نام حدیث ہے، اب یا آئندہ کسی زمانہ میں قابل اعتبار نہ رہیں تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جس طرح حضور کے زمانہ میں حدیث قابل اعتبار تھی اسی طرح آج بھی قابل اعتبار ہے اور قیامت تک قابل اعتبار ہی رہے گی۔

○ یہ سترھویں دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۱۸ تا ۳۵

قرآن کریم پارہ ۲۲ رکوع ۱ میں ہے

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالْحَقِّ

إِذْ جَاءَهُ الْيُسُفُ فِي جَهَنَّمَ مَشْغُولٌ لِّلْكَافِرِينَ ۚ وَالَّذِي جَاءَهُ

بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۚ

ترجمہ ”تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچ کو

جھٹلاتے جب اس کے پاس آتے، کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں

اور وہ جو سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی

یہی پرہیزگار ہیں“

سچ لے کر تشریف لانے والی شخصیت (جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے)



کا مصداق بلا شک و شبہ محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور پہلی آیت بڑی وضاحت سے بتا رہی ہے کہ سچ کو جھٹلانے والے سب ظالموں سے زیادہ ظالم ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور دوسری آیت فرماتی ہے کہ سچ کے ماننے والے ہی پرہیزگار ہیں اور پرہیزگار جنتی ہیں تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ قرآن کریم کی طرح حدیث پاک کا ماننا بھی ضروری ہے کہ دونوں اسی محبوب حق کے لائے ہوئے ہیں اور سچ ہیں کہ وہ سچے نبی سچ ہی لائے ہیں۔ ان کی ایک ایک بات صداقت کے بلند ترین مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی لاتعداد پیشینگوئیوں (جن کا ظہور لگاتار ہوتا آرہا ہے اور قیامت کے بعد ابد الابد تک ہوتا چلا جائے گا) کا ایک ایک فرد صداقت کی زبردست دلیل ہے اور وہ اس کثرت سے ہیں کہ سب کا جمع کرنا ممکن نہیں لہذا ان میں سے صرف چند اور وہ بھی وہ جو حدیث کی مشہور کتابوں (بخاری و مسلم وغیرہ) کے زمانہ تصنیف سے بلا شبہ بعد میں ظاہر ہوئیں، ذکر کی جاتی ہیں۔

پیشینگوئی نمبر ۱

صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۲، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۳ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ

حَتَّى تَخْرُجَ نَارُ قُبْرِ إِبْرَاهِيمَ حَتَّى تُضِيَّ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى۔

(ترجمہ) ”بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے

نہرینِ حجاز سے ایک ایسی آگ نکلے گی جو بصرے میں اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی“

اس حدیث پاک کے مطابق وہ زبردست آگ ۵ جہادے الاخرے



۱۵۲ھ جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے حجاز مقدس میں مدینہ منورہ کی شرقی جانب نصف فز کی نسبت پر زمین بادل کی طرح گرجتی ہوئی نکلی مسجد مدینہ کی مقدار پر پھر اس سے آگ کا وادی جاری ہوا جس کا طول (المبائی) ۱۲ میل، عرض (چوڑائی) ۲۱ میل، عمق (گہرائی) آدمی کے ڈیڑھ قد کے برابر، بادل کی گرج اور دریا کے جوش میں رواں دواں تھی۔ یوں دکھائی دیتی تھی کہ ایک بہت بڑا شہر ہے جس کی شہر پناہ دیوار نے —

ہر طرف سے احاطہ کیا ہوا ہے اور اس میں بڑے بڑے برج اور مینار ہیں اس آگ کے شرارے بڑے مکانوں کے برابر تھے، پتھروں اور پہاڑوں کو سگے کی طرح پگھلا رہی تھی اور جھاگ نکل رہی تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس سے سیاہ اور سرخ نہریں نکل رہی ہیں پتھر پگھل کر سرخ ہو جاتے تھے اور یہ نہایت ہی تعجب خیز چیز ہے کہ وہ آگ ہماری دنیاوی آگ کے بالکل برعکس تھی کہ وہ پتھروں کو تو خوب جلا رہی تھی مگر درخت اور خشک دھڑلکڑی اس سے محفوظ تھے۔



پہلے پہلے تو اہل مدینہ بہت ہی زیادہ پریشان ہوئے اور سخت ترین خوف خطرہ کا احساس کرتے ہوئے، توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے اور مسجد پاک میں اہل اسلام کے حقیقی مامن اور سچی جائے پناہ روضہ اقدس کے ارد گرد تمام امراء، رؤساء اور خواص و عوام حشی کہ خواتین اور بچے بھی جمع ہو گئے اور شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی علیہ وسلم کی بارگاہ و بکس پناہ میں پناہ گزین اور فریادی و طالب شفاعت ہوئے تو حضرت رب العالمین نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس آگ کا رخ جانب شمال پھیر دیا اور پیارے محبوب کے اعزاز و امتیاز کا جلوہ دکھایا۔ حرارت نہایت ہی سخت تھی اور باوجودیکہ مدینہ پاک کے حرم شریف کے نزدیک پہنچ گئی مگر معجزانہ طور پر مدینہ میں اس طرف سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آرہی تھی۔

ہاں مورخین نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے نکلنے اور جلاسنے سے اتنا گرد و غبار ابھر کہ آسمان پر موٹے بادل کی طرح چھا گیا اور آفتاب و ماہتاب کی ضیاء پاشیاں بالکل مدہم پڑ گئیں اور گریز بن جیسی حالت دور دور تک نمایاں ہو گئی حتیٰ کہ دمشق میں اس کے اثرات دیکھے گئے مگر اس آگ کی روشنی کا یہ عالم تھا کہ فضا جگمگا رہی تھی۔ مدینہ طیبہ کے لوگ رات کو آفتاب جیسی روشنی میں کام کیا کرتے تھے جسے کہ خواتین اپنے مکانوں پر رات کو سوت کا تا کرتی تھیں۔

اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ سے بھی دیکھی گئی اور بصری کے پہاڑ اس سے روشن ہو گئے اور بصرے میں اونٹوں کی گردنوں کو بھی حسب تصریح حدیث پاک اس آگ نے روشن کر دیا حالانکہ بصری دمشق کے قریب اور مدینہ طیبہ سے کافی دور ہے اور ”تیمار“ جو مدینہ طیبہ سے بصری کے مانند بہت دور ہے، میں اس آگ کی روشنی سے رات کو کتابیں لکھی گئیں۔

مورخین کہتے ہیں کہ وہ آگ پتھروں کو جلاتی ہوئی جب حرم مدینہ (مدینہ طیبہ) اور ارد گرد کی پھلی ہوئی مخصوص اراضی کا مخصوص حصہ کی حد پر آئی اور ایک پتھر جس کا نصف حرم میں تھا اور نصف باہر اسلمنے آیا تو آگ نے اس پتھر کے بیرونی حصہ کو حسب دستور جلا دیا مگر اندرونی حصہ بالکل محفوظ رہا اور آگ بجھ گئی۔ یہ بھی حضور کا ایک چکنا چور معجزہ تھا۔ تواریخ بڑے وثوق سے بیان کرتی ہیں کہ اس آگ کے ظاہر ہونے سے

پہلے مدینہ پاک میں کئی دنوں تک زلزلوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اول اول تو بڑے خفیف سے جھٹکے محسوس ہوئے مگر ۳۰ جمادی الاخریٰ منگل کے دن بڑے سخت زلزلے شروع ہو گئے اور بدھ کی رات تو ایسا سخت زلزلہ آیا کہ لوگ ڈر گئے اور دل دہل گئے، دیواریں ہلنے لگیں، زمین دھڑک رہی تھی اور بادل سے سخت گرجیں آرہی تھیں، پھر



ایسے زلزلے جمعہ کے دن تک بار بار آتے رہے جتنے کہ ایک دن میں چودہ بلکہ کہتے ہیں کہ اٹھارہ مرتبہ زلزلہ آیا پھر جمعہ کے دن زمین بھٹی اور آگ نکلی۔ وہ خطرناک آگ اپنی اسی ہیبت ناک حالت پر ابوقبل ازیں ذرا تفصیل سے بیان ہوئی ۲۷۱ رجب المرجب ۵۲ھ اتوار کے دن تک پورے باون روز قائم رہی پھر کچھ گئی مگر لکھتے ہیں کہ کئی دنوں کے بعد پھر ظاہر ہوئی۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ اس آگ کا یہ سلسلہ (یعنی کبھی بند ہو جانا اور کبھی نمودار ہو جانا) تین ماہ تک جاری رہا۔

جب اس آگ نے پہاڑوں اور پتھروں کو سکھ کی طرح پگھلا پگھلا کر بہایا تو دادی شظاۃ کے درمیان ایک زبردست بندستہ سکندری کی طرح کھڑا ہو گیا۔ اس بند سے یہ بہت ہی بڑا فائدہ ہوا کہ اس طرف سے اعرابی قذاق اور مفسد جو آکر ہمیشہ تنگ کیا کرتے تھے، ان کا راستہ بند ہو گیا اور اہل مدینہ ان کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ یہ مضمون فتح الباری ج ۲ ص ۶۷، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۶۶، اشعۃ اللیعا ج ۲ ص ۳۱۳ تا ۳۱۴، جذب القلوب ص ۴۷ تا ۵۰، مرآۃ الزمان (تاریخ یمنی) ج ۲ ص ۳۱ تا ۳۳، تاریخ الخلفاء ص ۳۲۰، وفار الوفاء (تاریخ مدینہ منورہ) ج ۱ ص ۹۸ تا ۱۰۶ وغیرہا سے ماخوذ ہے۔

وفار الوفاء (جو مدینہ منورہ کی نہایت ہی مستند تاریخ ہے) طبع مصر ج ۱ ص ۱۴۱ میں فرمایا :

وَكُلُّ مَنْ ذَكَرَ هَذِهِ السَّارِ يَقُولُ فِي أَحْسَنِ كَلَامِهِمْ وَنَجَائِبِ

هَذِهِ السَّارِ وَعَظَمَتُهَا يَكِلُ عَنْ قَصْفِهَا الْبَنَانُ وَالْأَقْلَامُ

وَتَجِلُّ عَنْ أَنْ تُحِيطَ بِشَرَحِهَا الْبَيَانُ وَالْكَلَامُ۔

(ترجمہ) "جس مؤرخ نے بھی اس آگ کا ذکر کیا۔ اس نے اپنا کلام اس پر

ختم کیا کہ اس آگ کے عجائبات اور اس کی عظمت کے بتانے سے پورے
اور قلمیں تھک جاتے ہیں اور اس کی تشریح اس سے بلند ہے کہ بیان و
کلام اسے احاطہ کر سکیں۔

اور یہ حدیث بخاری و مسلم کے علاوہ بھی بکثرت کتب حدیث میں موجود ہے۔
اس پیشین گوئی کا بکثرت زلزلوں، گرجوں، گونجوں وغیرہ زبردست خدائی اعلانات
کے ساتھ یہ واضح ظہور مخالفین کی دہن دوزی کے لئے بڑا کافی ہے۔

بخاری و مسلم تیسری صدی کے وسط میں لکھی گئی ہیں اور یہ ظہور ساتویں
کے وسط میں ہوا۔ کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے کہ حدیثیں عجمی فہنیت
کی پیداوار ہیں؟ والعیاذ باللہ! پھر اہل مدینہ اور خواص و عوام کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں بہ اتفاق پناہ حاصل کرنا اور شفاعت طلب کرنا پھر اس پر مبنیابی
کا نمایاں طور پر مرتب ہو جانا صاف صاف بتا رہا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
باقاعدہ زندہ ہیں اور اپنی امت کی نصرت و امداد فرماتے ہیں نیز حد حرم پر رک جانا اور
جس پتھر کو جلا رہی تھی، اس کے حرم دلے سے کونہ جلانا پھر سخت ترین حرارت کے
باوجود اہل مدینہ کی طرف ٹھنڈی ہوا کا جانا اور اسی طرح کے دوسرے معجزانہ کوائف واضح
کر رہے ہیں کہ حضرت رب العالمین جل و علا اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے جاہ و جلال اور جود و نوال کا کیسے زبردست اعلانات کے ساتھ اظہار فرما رہا ہے اور
وہ اظہار بھی یوں نہیں کہ صرف وقتی طور پر ہو بلکہ پورے تین ماہ تک ہونا رہا جس کے
زبردست اثرات متعلقہ اراضی اور تواریخ کی کتابوں میں بڑی وضاحت سے ثابت ہیں
اس عظیم الشان آگ کے فوائد و نتائج کا تفصیلی بیان تقاضا کرتا ہے کہ اس
موضوع پر مستقل ضخیم کتاب لکھی جائے مگر بطور تنبیہ اہل سعادت کے لئے یہی کافی۔



پیشینگوئی نمبر ۲

صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۰، مسلم ج ۲ ص ۳۹۵ وغیرہ کتب حدیث میں حدیث
پاک ہے کہ مسلمان قیام قیامت سے پہلے پہلے ترک قوم سے جہاد کریں گے اور
پھر اس قوم کا حلیہ بھی بیان فرمایا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں۔ یہ
پیشینگوئی بھی ساتویں صدی ہجری میں پوری ہوئی۔ بعد ازاں ترک اسلام کے حلقہ بگوش
بن گئے اور یونہی کئی اور قوموں سے جہاد کی پیشینگوئیاں احادیث کثیرہ میں ہیں جن سے
کافی پوری ہو چکی ہیں اور کئی پوری ہونے والی ہیں۔

پیشینگوئی نمبر ۳

یہ پیشینگوئی اس آیت پاک کے متعلق ہے وَاعِدُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ
مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِمِ عَدُوِّ اللَّهِ وَعَدُوِّكُمْ وَ
اٰخِرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
شَيْءٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوفِّىْكُمْ لِيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَظْلَمُوْنَ ۝ ۱۰

(ترجمہ) اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے
باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن ہیں اور
تمہارے دشمن ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں جنہیں
تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے

تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھائے میں نہ رہو گے۔“

قرآن کریم قیامت تک کے لئے ہادی و رہنما ہے، جتنے بھی اسلام کے دشمن قیامت تک ہونے والے ہیں سب کے دلوں میں اپنے اپنے زمانے میں اس قوت کے تیار رکھنے سے دھاک بٹھانا لازم ہے۔ اس قوت کی تفسیر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار خبردار کرتے ہوئے لفظ 'رمی' کے ساتھ فرمائی چنانچہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۳۳ پر عقبہ ابن عامر کی روایت میں ہے **أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمِيَّ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمِيَّ أَلَا إِنَّ** **الْقُوَّةَ الرَّمِيَّ** (ترجمہ) خبردار یہ قوت (جس کا آیت پاک میں ذکر ہے) رمی ہی ہے خبردار یہ قوت رمی ہی ہے، خبردار یہ قوت رمی ہی ہے۔“



رمی عربی لفظ ہے اس کا معنی ہے پھینکنا، اس وقت سے قیامت تک جو چیز بھی بطور اوزار جنگ میں استعمال کے قابل ہے اور پھینکی جاتی ہے۔ ان تمام چیزوں پر یہ لفظ رمی حاوی اور شامل ہے۔ لغت عرب میں رمی تیر کے ساتھ ہی خاص نہیں قرآن کریم میں ہے **مَا سَرَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ** لہٰ حالانکہ حضور نے اس وقت تیر نہیں پھینکا تھا بلکہ مٹی اور سنگریزے پھینکے تھے تو روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ رمی عام ہے ہر پھینکنے کو عربی میں رمی کہا جاتا ہے اور واقعی اس زمانے سے آج تک رمی اوزار جنگ میں نمایاں رہی ہے۔ اس وقت تو تیر، تلوار، نیزے عموماً استعمال ہوتے تھے، تلوار کی حیثیت بھی بڑی نمایاں تھی جتنے کہ ہمارے پیارے رسول مقبول کا ایک نام صاحب السیف بھی ہے مگر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، رمی زیادہ اہمیت پکڑتی گئی اور آج تو ہے ہی رمی پر دار و مدار، نیزے یا تلوار کا استعمال تو ملکی جنگوں میں نام کو بھی نہیں رہا۔

لہٰ الانفال آیت ۱۷ (ترجمہ) اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

بہر حال رمی عام ہے تیر کی رمی ہو یا لفظ کی (ایک قسم کا تیل ہے جسے پھینک کر اوائل زمانہ میں آگ لگائی جاتی تھی) منجنیق سے پتھر پھینکے جائیں یا بندوق سے گولیاں، توپوں سے گولے برسائے جائیں یا برین گنوں سے حملہ کیا جائے سبھی رمی دستی بم پھینکیں یا ہوائی جہاز سے عام بم ہو یا ایٹم بم، ہائیڈروجن یا اس سے بھی کوئی تو انا تر بم سب پر رمی سچی ہے، میزائلوں سے رمی ہو یا تار پیڈو یا وبائی امراض کے جراثیم پھینکے جائیں یا کوئی اور پھینکنے کا اوزار ہو یا نیا ایجاد کیا جائے سب پر لفظ رمی بلا تاویل سچا آرہا ہے۔

یہ ہے ہمارے پیارے محبوب کی ہمہ دانی اور جامع البیانی کہ ایک ہی لفظ رمی میں وہ سب کچھ جمع فرما دیا جو ہر زمانے میں اس زمانے کے اہم اوزاروں پر سچا آرہا ہے۔ قربان جائیں اس پیارے کے سامنے زمین و زمان کی وسعتیں اور مکین و مکاں کی سمتیں سب سمٹی ہوئی ہیں، ماضی و حال و استقبال مختلف ممالک بحر و بر، عرش و فرش سب کے سب پیش نظر ہیں، اقوام عالم کیا، سب عالمین کے حاضر و ناظر ہیں کہ وہ تو ہیں ہی وہ جن کے متعلق ان کا رب جو رب العالمین ہے، فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ^{۱۰۴}

وہ وہی تو ہیں جن کو فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِدًا قَدْ مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا^{۱۰۵}

ہاں ہاں اللہ کی قسم وہ وہی ہیں جن کی شان میں آیا:

لِيَكُونَ لِّلْعَالَمِينَ نَذِيرًا^{۱۰۶}

۱۰۴ الانبیاء آیت ۱۰۴ ترجمہ: اور ہم نے تمہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

۱۰۵ الاحزاب آیت ۴۵ ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا معز و ناظر اور خوشخبری دینا اور ڈر سنانا۔

۱۰۶ الفرقان آیت ۵۲ ترجمہ: جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

ایسے تیز ریل، اسٹاکل، ہادی سبل کی کوئی بات بھی غلط نہیں ہو سکتی و کفی باللہ شہیداً۔

پیشینگوئی نمبر ۲ تا ۸

مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۲، ۱۷۳ میں امام بیہقی کی (متوفی ۴۵۸ھ) شعب الایمان (نام کتاب حدیث) سے بروایت حضرت سلمان فارسی صحابی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے پچھلے دن میں ہمیں وعظ کیا فرمایا اسے لوگو ضرور تمہارے نزدیک ایک ایسا مہینہ جو عظمت والا ہے، ایسا مہینہ جو برکت والا ہے، ایسا مہینہ کہ اس میں ایک ایسی رات (شب قدر) ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، ایسا مہینہ کہ اللہ نے اس کے روزے کو فرض کیا اور اس کی رات کے قیام (تراویح) کو سنت کیا، جو شخص اس مہینہ میں اللہ کی نزدیکی طلب کرے کسی خصلت کے ساتھ نیکی (نفل عبادت مالی ہو یا بدنی) سے تو وہ (ثواب کے لحاظ سے) اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی فرض ادا کیا ہو کسی اور مہینے میں اور جس نے اس مہینے میں کوئی فرض (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) ادا کیا تو وہ (از روئے ثواب کے) اس شخص کی طرح ہے جس نے کسی اور مہینے میں ستر فرض ادا کئے ہوں اور وہ صبر کا مہینہ ہے حالانکہ صبر کا ثواب جنت ہے اور وہ (فقیروں اور غریبوں کی) غمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے کہ اس میں رزق زیادہ کیا جاتا ہے، جو اس میں روزہ دار کا روزہ افطار کرائے ہوتی ہے واسطے اس کے بخشش اس کے گناہوں کی اور آزادی آگ (دوزخ) سے اور اس افطار کرنے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ اس روزہ دار کو ملے گا بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔ ہم (صحابہ) نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا



ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب^{۱۲} ہر اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو کسی کار روزہ دودھ کی لسی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ پر افطار کرائے اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، پلائے گا اسے اللہ میرے حوض سے ایسا پلانا کہ نہ پیاسا ہوگا یہاں تک داخل ہوگا بہشت میں اور وہ ایسا مہینہ ہے کہ اول اس کا رحمت^{۱۳} ہے درمیان اس کا بخشش^{۱۴} ہے اور آخر اس کا دوزخ سے آزادی ہے اور جو اس مہینہ میں اپنے غلام سے (کام لینے سے) تخفیف کرے اللہ اسے بخش دے گا اور دوزخ سے آزاد فرما دے گا۔ یہ جلیل القدر حدیث، یہ پیارا پیارا وعظ، یہ سنہری ہدایات ایک ایماندار کی نظر میں سترہ حیات ہیں۔ بظاہر اس حدیث پاک میں بائیس پیشینگوئیاں ہیں جن سے بعض کا تعلق آخرت سے ہے اور بعض وہ ہیں جو عوام الناس کی ظاہری آنکھوں سے نہاں ہیں اور بعض ایسی ہیں جو سب خواص و عوام کے لئے آفتاب کی طرح واضح و عیاں ہیں۔ سچا ایماندار تو سب کو سچا مانتا ہے اور ظاہر بینوں کو دعوتِ غور دیتا ہے کہ جس جس چیز کا تعلق (اگرچہ بہت ہی کم ہو) ظاہر ہے تو وہ ایسی ظاہر ہے کہ اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔



دیکھئے نہرات ۱-۲-۳-۴-۵-۸ اس مہینے کی عظمت آج بھی ظاہر و باہر ہے اس کی برکت بالکل واضح ہے، اس میں ایماندار کے نیک کام بہت بڑھ جاتے ہیں ایماندار اس گئے گزرے زمانے میں بھی خوب صبر سے روزے نباہا کرتے ہیں اہل بیان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس نیک ماہ میں یتیموں، مسکینوں، فقیروں کی غمخواری کریں ان کے لئے خوراک و پوشاک کا خیال کیا جاتا ہے اور اہل ثروت ایماندار دوسرے مہینوں کی بنسبت اس میں زیادہ خیرات کیا کرتے ہیں، سعادت مندان ازیلی کے ظاہری

رزق اس ماہ میں یقیناً بڑھ جاتے ہیں نسبتاً کھانا اچھا کھاتے ہیں، پینے کا انتظام بھی عمدہ ہو جاتا ہے اور خیرات و صدقات، تلاوت قرآن کریم اور دوسری عبادات بھی دوسرے مہینوں سے زیادہ کیا کرتے ہیں جو معنوی اور روحانی رزق ہیں اور رزق حقیقی ہے ہی وہی جو انسان کے اپنے کام اس جہان میں آئے یا اگلے میں، ورنہ وہ مال جو دوسرے کے کام آئے وہ دوسرے کا رزق ہے چنانچہ حدیث پاک میں آیا کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ بے شک وہ چیزیں جو اس کے مال سے اسکی ہیں تین ہیں، جو کھا لیا تو فنا کر دیا، پہن لیا تو پرانا کر دیا یا دسے دیا (اللہ کی راہ میں) تو ذخیرہ کیا اور جو ان تین چیزوں کے علاوہ ہے تو وہ جانے والا ہے اور اسے لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے (مشکوٰۃ ص ۱۲۲)



بہر حال یہ پانچ پیشینگوئیاں وہ ہیں کہ ہر سال ہر ماہ رمضان المبارک میں ہماری ظاہر بین آنکھوں کے سامنے آفتاب و ماہتاب کی طرح تاباں و عیاں ہوتی ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور جو کچھ حضور نے فرمایا وہ سب سچ ہی سچ ہے کہ ہماری آنکھیں جس جس حدیث کے مضمون کو دیکھ سکتی ہیں وہ سب کے سب صحیح پا رہی ہیں تو ظاہر ہوا کہ وہ جو ہماری آنکھیں ان کے دیکھنے سے عاجز ہیں وہ بھی صحیح ہیں اور یقیناً بالخیب کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بے دیکھے مانا جائے حضرت رب العالمین حل و علما ماننے والوں سے بنائے اور منکروں سے بچائے۔

پیشینگوئی نمبر ۱۰

ترمذی ج ۲ ص ۲۴ وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین کی روایت میں اِذَا ظَهَرَتِ الْيَقِيَانُ وَالْمَعَارِفُ مَذْكُورَةٌ حَسْبُكَ مِنْ بَرِيٍّ وَضَاحَةٍ مِنْ ثَابِتٍ کہ



آخری زمانہ میں گانے والی عورتیں اور گانے کے مزامیر باجے وغیرہ ظاہر ہو جائیں گے۔
امام ترمذی نے جو ان حدیثوں کے راوی ہیں، سلسلہ میں وفات پائی حالانکہ
ان کا بھرپور ظہور اس چودھویں صدی میں ہو رہا ہے، گانا، بجانا و بائی شکل اختیار کر گیا،
سینما بکثرت پھیل گئے ہیں اور ریکارڈ عام ہو گئے ہیں، ریڈیو کی بہتات ہے، ٹیلیوژن چالو ہے
جن سے گانے والی عورتوں کا ظہور ہو رہا ہے اور مزامیر بھی ظاہر ہو رہے ہیں، چلتی ٹریوں، موٹروں
لاریوں بلکہ سائیکلوں، تانگوں کی سواریاں ریڈیو سنتی جا رہی ہیں، عام راہگیر بھی سنتے جا رہے ہیں
ریڈیو اور ٹیلیوژن کی بے پردگی پر تو کوئی پردہ ہے ہی نہیں۔

بہر حال گانے والیوں کا ظہور اور مزامیر کا ظہور حسب تصریح حدیث سامنے
آچکا ہے، یہ دونوں پیشینگوئیاں صحیح طور پر سچی ہو چکی ہیں، اب اس پر مرتب ہونیوالے
بڑے خطرناک نتائج سے بے فکر رہنا دانا کا کام نہیں۔

پوری حدیث پاک سنئے :

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خُفٌّ وَمَسْحٌ وَ
قَذْفٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَتَى ذَلِكَ قَالَ إِذَا ظَهَرَتِ
الْقِيَانُ وَالْمَعَارِضُ وَشَرِيتِ الْخُمُورُ۔

(ترجمہ) بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں خف (زمین میں دھندلنا)
اور مسخ (صوت کا بگاڑ دینا) اور قذف (قوت سے پھینکنا) ہوگا، تو ایک مسلمان نے عرض کی یا رسول اللہ
یہ کب ہوگا؟ فرمایا جب گانے والی عورتیں اور مزامیر (گانے کے) اور اظہار ہو جائیں گے اور شراب پینے لگیں گی
اس معنوں کی حدیثیں بہت ہیں جن میں اور بھی بہت سی چیزوں کا اضافہ ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ
خف و مسخ و قذف ہونگے جب گانے والی عورتیں اور مزامیر ظاہر ہو جائیں گے اور شراب پینے لگیں اور رنگ برنگی شرابیں اور

نشہ آور چیزیں تو مدت پنی جا رہی ہیں مگر اب کافی ترقی پر ہیں گانے والی عورتوں اور مزامیر کا ظہور بھی زوروں پر ہے تو اب ان چیزوں پر مرتب ہونے والے عذاب خف و مسخ و قذف کا سخت ترین خطرہ ہے۔

خف کا معنی ہے زمین میں دھنس جانا یا دھنسا دینا جو زلزلوں کے سبب زمین کے پھٹ جانے سے واقع ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض ملکوں میں سنا گیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان یونہی زمین میں دبا دیا جائے قارون کی طرح: ظاہر بھی نہیں۔ مسخ کا لغوی معنی ہے اچھی صورت بگاڑ کر بری بنا دینا جو آجکل کے کافی نوجوانوں پر سچا آرہا ہے کہ مردانہ شکل جو مرد کے لئے اچھی ہے بگاڑ کر زنانہ شکل اختیار کر رہے ہیں اور یونہی وہ عورتیں جو مردانہ شکل بنا رہی ہیں اور جنس کی تبدیلی بھی کافی وقوع پذیر ہو چکی ہے جو لغوی مسخ کی حامل ہے البتہ کنز العمال کی حدیث مرفوعہ سے ثابت کہ آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم جو کلمہ گو تو ہوگی مگر گانے کے بلے وغیرہ اور گانے والی عورتوں کے اختیار کرنے اور شرابوں کے پینے کے باعث بند اور خنزیر بنا دی جائے گی اور یہی شکل ظاہر ہے۔

قذف کا لغوی معنی ہے زور سے پھینکنا (نہایہ، مجمع البحار) اور چونکہ یہ قذف بطور سزا گناہ پر مرتب ہونا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی ایسا پھینکنا ہوگا جو باعث ہلاکت و رسوائی بنے خواہ آسمان سے پتھر برسائے جائیں یا بمباری کی جائے، آگ برساتی جائے کوئی اور خطرناک چیز زور سے پھینک کر ہلاک کیا جائے، بہر حال قذف رمی کی طرح عام ہے اور پتھر پھینکنے کے ساتھ خاص نہیں، قرآن کریم میں ہے یُقَذَّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ کہ شیطانوں پر آسمان کی ہر سمت سے شہ پنا ر یہ پھینکے جاتے ہیں۔

ہاں تو رمی کی طرح یہ قذف بھی بہت پایا جا رہا ہے۔ ابھی زمانہ قریب مصر میں خوب بم باری ہو چکی ہے اور کئی دوسرے ملکوں میں بھی آتش باری ہو رہی ہے، آتش فشاں اسلحہ کا استعمال تو عام ہی ہے، تو واضح ہوا کہ یہ پیشینگوئی کہ ایسا ہوا تو قذف ہوگا، بھی صاف طور پر ظاہر ہو چکی ہے تو اسے گیارہواں نمبر دیا جائے اور دوسری دوسراؤں کا ظہور بھی عنقریب ہی پایا جانے والا ہے۔

پیشینگوئی نمبر ۱۲

کنز العمال ج ۷ ص ۸۷ میں مستدرک حاکم (متوفی ۵۰۴ھ) اور مسند امام احمد (متوفی ۲۴۱ھ) سے علامات قیامت کی حدیث میں ہے وظہور القلم (اور قلم کا ظاہر ہونا) اور مسند امام احمد سے عمرو بن تغلب کی حدیث میں ہے ویکثر القلم (اور زیادہ ہوجانے لگے قلم) آج یہ دونوں چیزیں یعنی قلم کا ظہور اور کثرت اپنے عروج پر ہے۔ رنگ برنگے مختلف اقسام کے قلم انبار در انبار ظاہر ہو چکے ہیں اور کئی عوام الناس جو لکھنے سے بھی عاری ہیں، جیبوں میں قلم رکھتے ہیں اور بکثرت ایسے حضرات بھی ہیں جو کئی کئی قلمیں اپنے پاس رکھا کرتے ہیں، اور قلم کا ظہور یوں بھی بکثرت ہے کہ کاتب ایک کاپی لکھ دیتا ہے جو پریس میں چھپ کر ایک سے ہزار تک بن جاتی ہے اور کثرت سے ظاہر ہو جاتی ہے بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس پیشینگوئی کا تعلق مختلف اقسام کے مطابع سے بھی ہے کہ مطابع قلم کا کام حسن وجہ انجام دے رہے ہیں اور کثرت سے ظہور پذیر ہیں جو مفاد و نتائج کے لحاظ سے قلم ہی ہیں۔

پیشینگوئی نمبر ۱۳

کنز العمال ج ۷ ص ۸۳ میں بروایت حضرت حذیفہ حدیث مرفوعہ ہے لَا تَقُومُ

السَّاعَةُ حَتَّى تُنَاكِسَ الْقُلُوبُ وَيَخْتَلِفَ الْأَقَاوِيلُ وَتُخْتَلِفَ الْأَخْوَانُ
مِنَ الْأَحِبِّ وَالْأَقْرَبِ فِي الدِّينِ. (ترجمہ) نہیں قائم ہوگی قیامت حتیٰ کہ دل آپس میں غیر مانوس
ہو جائیں گے اور اقوال مختلف ہو جائیں گے اور ایک ماں باپ سے بھائی دین میں الگ الگ
ہو جائیں گے۔

آج یہ پیشینگوئی حقیقت بن کر سامنے آگئی ہے کہ ایک ملک کے باشندے بلکہ
ایک شہر کے، صرف ایک شہر ہی نہیں بلکہ ایک ایک محلہ اور ایک ایک گاؤں اور ایک ایک
خاندان کے لوگ بلکہ ایک ہی گھر کے ایک دوسرے سے مانوس نہیں، دلی کجہتی اور اتحاد نہیں رہا
ان کے اقوال میں بھی یک رنگی نہیں اور مقالات کا اختلاف بھی ظاہر ہو گیا حتیٰ کہ حقیقی بھائی بھی
الگ الگ دینوں کے پیروکار بن چکے ہیں۔



پشینگوئی نمبر ۱۲

مشکوٰۃ ص ۲۶۲ و ۲۶۵ میں بحوالہ ابوداؤد و ترمذی (جو تیسری صدی میں
لکھی گئی ہیں) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اِذَا وَجِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَحْمٍ يَرْفَعُ عَنْهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
(ترجمہ) جب میری امت میں تلوار رکھی گئی (خانہ جنگی شروع ہوگئی) تو اس سے قیامت تک
اٹھائی نہیں جائے گی یعنی قیامت تک امت میں خانہ جنگیاں ہوتی رہیں گی چنانچہ زمین و
زماں، سورج اور چاند گواہ ہیں کہ جب سبائی اور بلوائی شرارتیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ
عنه کے وقت میں خانہ جنگی کی بنیاد رکھی تو اس وقت سے لے کر آج تک ہزاروں خانہ جنگیاں

ہو چکی ہیں۔ اسی سابقہ ہندوستان کی سرزمین پر کافی خانہ جنگیاں ہوئیں۔ یہی خانہ جنگیاں ہی ہیں جن کے باعث اسلامی فتوحات کا تیز دھارا پھر گیا، یہی خودکشی ہے جس کے باعث بنو امیہ کا ستارا ڈوب گیا اور بعد ازاں بنی عباس کا آفتاب غروب ہو گیا، یہی حرب و ضرب ہیں جن سے فرنگی پرچم ہندوستان پر لہرایا۔ یہی آویزشیں ہیں جن سے یہودی ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔ یہی بھوت افغانستان کی حکمران ٹولی کے سر پر سوار ہے کہ پاکستان کی ترقیوں سے پریشان ہیں، اسی پریشان دماغی کا اثر ہے کہ آج سے تقریباً ہزار سال پہلے کی یادگار سومنا کا وہ تاریخی دروازہ جو سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ ہندوستان سے بطور نشان لائے تھے ان شہادوں نے وہی دروازہ بطور تحفہ دوبارہ ہندوستان پہنچا کر سومنا میں بحال کر دیا ہے، اللہ اسلام دشمنی سے پناہ دے۔

پیشگوئی نمبر ۱۶

اسی حدیث مندرجہ بالا میں یہ بھی ہے وَ اِنَّ سَيِّكُونٌ كَذَّابُونَ
ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ بَرٌّ عَمَّا اَنْتَ سَيِّئُ النَّفْسِ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ
لَا نَبِيَّ بَعْدِي (ترجمہ) اور بے شک قریب ہے کہ ہوں گے تیس بڑے جھوٹے، ان کا ہر ایک کہے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے پیچھے کوئی نبی نہیں۔

۱۲۔ اور اب اسی خانہ جنگی سے پاکستان کا نصف کٹ گیا اور باقی ماندہ بھی خطرات میں گھرا ہوا ہے ۱۲

منہ مغفرۃ

اسی مضمون کی حدیثیں بخاری و مسلم وغیرہ مکتب حدیث میں بکثرت ہیں۔ یہ دونوں پیشینگوئیاں (کہ امت میں نبوت کے جھوٹے مدعی ہوں گے اور حضور کے پیچھے کوئی نبی نہیں) آج تک برابر ظاہر ہو رہی ہیں، کتنے ہی جھوٹے نبوت کا دعوے کر چکے ہیں جسے کہ سابقہ پنجاب میں بھی ایسے دعوے کئے گئے اور یہ حقیقت بھی آفتاب و ماہتاب سے زیادہ چمک رہی ہے کہ واقعی حضور کے پیچھے کوئی نبی نہیں، ہاں اس حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ خاتم النبیین کا یہی معنی ہے کہ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (میرے پیچھے کوئی نبی نہیں) اس حدیث پاک میں نہیں فرمایا گیا کہ تیس سے زائد نہیں ہوں گے تو لامحالہ زائد کی نفی ہرگز ہرگز نہیں، پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کاذبون ثلاثون نہیں فرمایا جس کے معنی ہیں جھوٹے تیس بلکہ فرمایا کذابون ثلاثون جس کا معنی ہے بڑے جھوٹے تیس اور بخاری مسلم وغیرہ کی روایت میں دجالون کا اضافہ بھی ہے کہ وہ بڑے جھوٹے، بڑے فریبی، ملعان ہوں گے۔ دجال و کذاب مبالغہ کے صیغے ہیں، یہ ان جھوٹوں پر صادق ہیں جو بڑے جھوٹے اور بڑے فریبی ملعان ساز ہوں اور ہر ایک مدعی نبوت پر صادق نہیں کہ کئی بیچارے تو صرف ایک دو مرتبہ ہی یہ جھوٹا دعوے کر سکے اور زیادہ دیر تک زیادہ جھوٹ نہ بک سکے اور یونہی کئی بالکل کم عقل تھے یا ہوشیار نہیں تھے تو فریب نہ دے سکے یا کسی ایک آدمہ کو فریب دے یا مگر کسی جماعت کثیرہ کو فریب نہ دے سکے تو وہ دجال کیسے بنے؟

بہر حال یہ مخفی نہیں کہ کذاب و دجال وہ ہیں جن کے جھوٹ اور فریب کا جال بڑا وسیع ہو جو طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اپنے مشن کی پوری پوری سرگرمی سے تبلیغ کریں اور بڑے بڑے چست و چالاک مدعیان علم و عقل کو بھی اپنے دام تزدیر میں پھنسا لیں، والعیاذ باللہ!

حضور نے اَنَّا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ اور لَا نَبِيَّ بَعْدِي فرما کر ایسے فریبوں کے پردے تار کر دئے ہیں سبحان اللہ! قربان جائیں کیسی بہترین وضاحت ہے۔ النبیین کا استغراقی



لام اور نبیؐ نکرہ بعد لائے نفی ہر قسم کے نئے نبی کی نفی کر رہے ہیں عام ازیں کہ زمانہ قریب میں ہو یا بعید میں، عرب میں ہو یا عجم میں، مدعی دجال و کذاب ہو یا کاذب و داجل، غرضیکہ اس قسم کی کثیر التعداد حدیثوں نے قرآن کریم کی طرح کسی بھی نئے نبی کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تو جو بھی نبوت کا دعوے کرتے جھوٹکے، مولاتعالیٰ جھوٹوں سے بچائے۔

پیشینگوئی نمبر ۱

اسی فتنہ انکار حدیث کی نشاندہی ہے جو اس صدی میں ہمارے سامنے ظاہر ہوئی ہے۔
ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۶ میں حضرت معذیکرب سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
أَلَا إِنِّي أَوْتِيْتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ إِلَّا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانٌ
عَلَى أَرْيَكْتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَ جَدْتُمْ فِيهِ مِنْ
حَلَالٍ فَاحِلُّوْهُ وَمَا وَ جَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَزِمُوْهُ إِلَّا لَا يَحِلُّ
لَكُمْ الْحِمَامُ إِلَّا هَلِيْ وَ لَا يَكُلُ ذِي نَابٍ۔

(ترجمہ) خبردار ہو تحقیق دیا گیا ہوں میں قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مانند،
خبردار رہو عنقریب ایک مرد پیٹ بھر اپنے اریکے تخت، کرسی، کوئچ وغیرہ جو بڑا آراستہ
اور عمدہ ہو) پرکے گا کہ قرآن کو لازم کپڑو تو جو کچھ اس میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور
جو حرام پاؤ حرام جانو (یعنی حدیث کی ضرورت نہیں) خبردار تمہارے لئے حلال نہیں
اہلی گدھا اور حلال نہیں ہریش والادرنندہ جانور۔

حنو نے آلا آلا بار بار فرما کر تین مرتبہ متنبہ فرمایا، حدیث کی اہمیت بیان فرمائی کہ وہ
قرآن کے ہم مثل ہے اور وہ چیزیں بہت ہیں جن کا حرام ہونا بظاہر قرآن سے نہیں ملتا حالانکہ وہ حرام
ہیں جیسے اہلی گدھا اور درندہ جانور وغیرہ اور یہ بھی فرمادیا کہ ایک شخص پیٹ بھر فارغ البال بے پرواہ

اپنے کو پنج یا قیمتی کرسی پر بیٹھا علماء سے بے نیاز ہو کر کہے گا کہ لوگو قرآن پر عمل کرو، اس کے اس کہنے کا مقصد یہ ہوگا کہ حدیث پر عمل کرو حالانکہ حدیث بھی شیل قرآن ہے اور گدھا وغیرہ بہت چیزیں ایسی ہیں جن کی حرمت بظاہر قرآن کریم سے نہیں ملتی۔

اس مضمون کی حدیثیں حدیث کی مستند کتابوں میں بکثرت ہیں جن کی تدوین کئی صدیاں قبل کی ہے۔ بہر کیف یہ پیشینگوئی بھی پوری ہوئی اور دنیا نے دیکھا کہ ایسا کہنے والا نمودار ہوا اور اس نے باقاعدہ تحریک چلائی کہ حدیث قابل اعتبار نہیں، اس پر عمل کی ضرورت نہیں، اب ہمارا فرض ہے کہ ہم حضورؐ کے خبردار کرنے سے خبردار بنیں اور کسی ایسی آواز پر ہرگز ہرگز کان نہ دھریں جو ہمیں حضورؐ کی ہدایت سے دور کرے اور گمراہی کے گھاٹوں پر اندھیروں میں ڈالے۔

چند پیشینگوئیوں کی بجائے پوری سترہ لکھی گئی ہیں کہ لکھتے وقت دامن دل کشاں آگے ہی نکلتا گیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے سچے رسولِ برحقؐ کی حدیث پاک کے متعلق شکوک و شبہات پھیلانے جلتے ہیں جن کی کوئی بات غلط ہو ہی نہیں سکتی۔ چونکہ ایک ایک پیشینگوئی کا ظہور بھی مستقل دلیل ہے لہذا یہ سترہ دلیلیں ہیں اور آیات سے اٹھارہ دلیلیں پہلے لکھی جا چکی ہیں تو وہ کل دلیلیں جو حدیثِ اکحیب کے نہایت میں ذکر ہو چکی ہیں۔ ۳۵ بنیں۔

دلیل نمبر ۳۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْذِرُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ

اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۳)

(ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے

ڈرو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھیں تو حدیث پاک کے ہوتے ہوتے ہمیں یہ گنجائش قطعاً نہ رہی کہ حدیث کا اعتبار نہ کریں اور اپنی مرضی یا کسی اور کی مرضی پر چلیں ورنہ یہ وہی آگے بڑھنا بن جاتے گا جس سے ہمیں قرآن کریم میں منع کیا گیا ہے اور ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس لَا تُقَدِّمُوا کا دوسرا معنی ہے آگے نہ کرو کیونکہ تقدیم جو اس کی مصدر ہے اس کے دو معنی ہیں لازم آگے ہونا اور متبعدی آگے کرنا۔ اس صورت میں مدعا صاف ثابت ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کے آگے کسی چیز (انسان، جن، فرشتہ، قول، فعل وغیرہ) کو نہیں کر سکتے تو فیصلہ ہو گیا کہ حدیث پاک کے ہوتے ہوئے کسی کے قول یا رائے پر عمل نہیں ہو سکتا ورنہ وہی تقدیم آگے کرنا لازم آئے گی جس سے منع کیا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۳

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْفَ
صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (پ ۲۶ رکوع ۱۳)
(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو کہ اس کی آواز سے اور ان کے
حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو
کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

جب اس پیارے نبی کی یہ شان ہے کہ ان کی آواز پر کوئی اپنی آواز بلند

نہیں کر سکتا اور اگر ایسا کرے تو بے خبری سے کافر بن جانے کا خطرہ ہے کہ عمل کفر سے اکارت ہوتے ہیں تو ایسے بڑی شان والے نبی کی حدیث (بات) پر کوئی اپنی بات کس طرح بلند کر سکتا ہے حالانکہ آوازیات کی کیفیت اور صفت ہی ہے۔ جب صفت پر بلندی نہیں ہو سکتی تو موصوف پر بلندی کیسے؟ یہ بات بالکل واضح ہے جسے کم عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حبیب کے سامنے کوئی اونچا نہیں بول سکتا ورنہ اندیشہ کفر ہے تو ایسے بڑی شان والے کلام کتنا بڑا ہوگا، بڑوں کا کلام بھی بڑا اور معتبر ہوتا ہے تو وہ جو ساری خدائی سے بڑے ہیں ان کا کلام ساری خدائی کے کلاموں سے بڑا ہوگا اور سب سے زیادہ قابل اعتبار ہوگا تو ثابت ہوا کہ حدیث قابل اعتبار ہے اور تمام مخلوق کے کلاموں سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔

دلیل نمبر ۳۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (پہلے ۱۷)

(ترجمہ) اے ایمان والو! حکم مانو اللہ اور اس کے رسول کا جب یہ رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے۔

حکم دینا اور بلانا کلام سے ہوتا ہے تو واضح ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا کلام ماننا ضروری ہے اسی طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی جو کہ حدیث ہے ماننا ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۳۹

اللہ رب العالمین نے ایماندار جنوں (جو تازہ اسلام لائے اور اپنی قوم کو نصیحت

کرنے لگے، کا قول اتنا پسند کیا کہ قرآن کریم میں ذکر فرمایا:

أَجِيبُوا دَعَى اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ
وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابِ إِلِيمٍ. وَمَنْ لَا يُجِبْ دَعَى اللَّهِ فَلَيْسَ
بِمُعِيزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَٰئِكَ
فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ. (پ ۲۶)

(ترجمہ) ”اے ہماری قوم اللہ کے منادی (محمد مصطفیٰ) کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ
کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچائے اور جو اللہ
کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ
کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں، وہ کھلی گمراہی میں ہے۔“

سورج سے بھی زیادہ چمکتی ہوئی بات ہے کہ حدیث پاک اللہ تعالیٰ کے منادی
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بات ہے اور قرآن کریم بتاتا ہے کہ ان کی بات ماننے سے
گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور سخت عذاب سے بچاؤ ہوتا ہے اور جو ان کی بات نہ مانے وہ
خدائی حکومت کا ایسا باغی ہے جو کبھی بچ نہیں سکتا اور اس کا کوئی مددگار نہیں اور وہ کھلا
گمراہ ہے تو ثابت ہو کہ حدیث کا ماننا ضروری ہے اور نہ ماننا بغاوت ہے، گمراہی ہے اور
گمراہی بھی وہ جو بالکل ظاہر ہے ہمارے جن بھائیوں کا ایمان و اعتقاد ہے جسے اللہ نے پسند فرمایا
اور قرآن کریم میں ہماری ہدایت کے لئے ذکر فرمایا تاکہ ہم بھی یہی اعتقاد رکھیں۔

دلیل نمبر ۴

وَالشَّجَرِ إِذَا هَوَىٰ. مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ.



وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ

(پک ۵۷)

(ترجمہ) اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے
تمہارے صاحبِ مذہب کے ذہن پر راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے
نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

دیکھتے اللہ رب العالمین جل وعلا حلفیہ فرماتا ہے کہ حضور کی کوئی بات اپنی
خواہش سے نہیں بلکہ وحی ہی ہے تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیثِ پاک
بڑی قابلِ اعتبار ہے اور یہی مدعا ہے۔

دلیل نمبر ۱۱

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَتَاعَ دُعُونِ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَسْرُوفُ
مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ
إِيتُونِي بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَنَا سَاقٍ مِّنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ۖ (پک ۱۱)

(ترجمہ) تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ، انہوں نے
زمین کا کون سا ذرہ بنایا یا آسمان میں ان کا کوئی حصہ ہے، میرے پاس لاؤ
اس سے پہلی کوئی کتاب یا کوئی منقول کسی نبی کے علم سے اگر سچے ہو۔

یعنی اے کافرو! اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ خداوند تعالیٰ کے شریک
ہیں تو کوئی عقلی یا نقلی دلیل لاؤ عقلی یہ کہ انہوں نے زمین کا کوئی حصہ بنایا ہو یا آسمانوں میں
حصہ دار ہوں اور نقلی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں سے کسی کتاب کا حوالہ دیں یا انبیائے



سابقین میں کسی نبی کا ایسا قول یا فعل پیش کریں جو کتاب اللہ کے علاوہ ہو تو اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جیسے اللہ رب العالمین کی رکتِ تابیں دلیل ہیں ایسے ہی اللہ رب العالمین کے سب پیغمبروں کے قول و فعل دلیلِ حق ہیں تب ہی تو یہ مطالبہ فرمایا گیا کہ سچے ہو تو اپنے صدق پر یا یہ دلیل یعنی نبی کا قول جو اسکی کتاب کے علاوہ ہو اور صحیح طور پر ثابت ہو کہ نبی کا قول ہے، بھی پیش کرو تو صاف صاف معلوم ہوا کہ ہر نبی کا قول و فعل کتاب اللہ کی طرح شرعی دلیل ہے جو بنیادی مسئلہ توحید میں بھی قابلِ قبول ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیائے سابقین کے قول و فعل قابلِ قبول ہیں تو ہمارے نبی پاک جو سید الانبیاء ہیں، ان کے قول و فعل کیونکر قابلِ قبول نہ ہوں گے اور قول و فعل کا نام حدیث ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث دلیلِ حق ہے۔

دلیل نمبر ۴

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ
دِينَ الْحَقِّ (پندرہ رکوع ۱۰)

”لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے
اس چیز کو جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا اور سچے دین کے تابع
نہیں ہوتے“

تو اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جس چیز کو رسول اللہ حرام کریں
اس کو حرام نہ ماننا کفر ہے اور کافروں کی صفت ہے اور ایسے لوگوں سے جہاد کرنے کا
حکم ہے حالانکہ رسول اللہ کا حرام کرنا ان کے اپنے قول سے ہے جس کا نام حدیث ہے

جس طرح کہ دوسری آیت میں رسول اللہ کی صفت حلال کرنا بھی ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ
مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ
الْطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (پ ۹۷)

(ترجمہ) وہ جو غلامی کریں گے اس رسول غیب کی خبریں دینے والے امی کی
جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں وہ رسول انہیں بھلائی کا
حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور مستحری چیزیں ان کے لئے حلال
فرمائے گا اور گندہ چیزیں ان پر حرام کرے گا۔

یہ ارشاد اللہ رب العالمین نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا اور یہ یعنی حلال کرنا
اور حرام کرنا حضور محبوب پاک کی ایسی صفت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو بھی بتائی گئی حالانکہ حضور کا
حلال کرنا اور حرام کرنا اپنے قول سے ہی ہے جس کا نام حدیث ہے، تو ان دونوں آیتوں سے
معلوم ہوا کہ حضور کے کلام اور ارشادات (حدیث) کا ماننا اللہ رب العالمین کی رحمت کا سبب ہے
اور نہ ماننا سزا کا باعث ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث شریف قابل اعتبار اور معتبر ہے۔

دلیل نمبر ۲۵

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ
يُؤْتُونَ زَكَاةً وَيَسْتَمِرُّونَ بِالْغَيْبِ (پ ۱۱۷)

(ترجمہ) وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کو فی شک کی جگہ نہیں اس میں ہر ایسے
ایسے ڈروالوں کے لئے جو بے دیکھے مانتے ہیں۔

جیسے اللہ رب العالمین کو دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا اور یونہی جبریل امین اور دوسرے فرشتے عوام الناس کی نظر سے پوشیدہ ہیں، وحی اترتی ہوئی نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں، بہشت و دوزخ وغیرہ اصد ہا چیزیں ہیں جو ہماری دنیاوی نظر سے غائب ہیں، محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے ہی ہم نے یہ سب چیزیں مانی ہیں تو قرآن کریم کا قرآن ماننا بھی اللہ رب العالمین کے محبوب کے بتانے سے ہے۔ ہم میں سے کسی نے اللہ رب العالمین کا کلام براہ راست نہیں سنا اور نہ ہی جبریل امین کو دیکھا اور جب قرآن کریم کا ماننا ہی حدیث پاک سے ثابت ہوا تو یہ کہنا کہ قرآن مانو اور حدیث نہ مانو، بالکل باطل ہو گیا کیونکہ حدیث نہ مانی جلتے تو قرآن کریم کا ماننا ثابت ہی نہیں ہو سکتا اور یہ فتنہ یعنی حدیث کا انکار ایسا مرض ہے جو یہودیوں کی عادت بد ہے، قرآن کریم میں ہے:

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرٰى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمْ الصُّحُفُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (پ ۱۶)

(ترجمہ) اور جب تم نے (اے بنی اسرائیل) کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک نہ لانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے پکڑ لیا حالانکہ تم دیکھ رہے تھے۔

ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بات یعنی ان کی حدیث نہ مانی تو ان پر اللہ رب العالمین کا عذاب نازل ہوا تو جو محمد مصطفیٰ کی حدیث نہ مانے وہ کیسے عذاب سبچ سکتا ہے؟ سچ فرمایا محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شَبْرًا اَوْ شِبْرًا وَ ذِ سَاعًا



بِذِرَاعٍ حَتَّىٰ لَوْ دَخَلُوا جَحْرَضَتٍ تَبِعْتُمُوهُمْ قُلْنَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ قَالَ فَمَنْ۔

”یعنی اے امت محمد تم میں سے کسی شخص پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلیں گے
بالت ساقہ بالت کے اور گز ساقہ گز کے حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل
ہوئے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ یہودی اور نصاریٰ؟
تو فرمایا پس کون؟“

یہ ایسی پیشین گوئی ہے جو واقعات سے حرف بحرف ثابت ہو چکی ہے تو یہ
آیت اور یہ حدیث دو مستقل چیل^{۳۲} و چہارم اور چیل^{۳۵} و پنجم دلیلیں ہیں۔ پھر اس آیت پاک سے
صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حدیث کا انکار کتاب اللہ کا انکار ہے چنانچہ یہودیوں نے
یَسْمُوْنِي لَنْ تُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهْرَةً (یعنی اے موسیٰ! ہم تمہارے کہنے سے
نہیں مانیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو علانیہ نہ دیکھ لیں۔) اس وقت کہا تھا جب اللہ تعالیٰ نے
ان کو اپنا کلام سنا دیا تھا مگر پھر بھی نہ مانے تو یہ حدیث کے انکار کا نتیجہ ہے کہ جو حدیث کو نہ مانے
وہ اللہ کا کلام براہ راست سن کر بھی نہیں مانتا چہ جائیکہ صرف روایات سے ملے جیسے ہم قرآن
کریم راویوں کے ذریعے ملا ہے جبکہ بنی اسرائیل نے اللہ کا کلام سن کر بھی انکار کر دیا اللہ تعالیٰ
کا تو منشا ہی یہی ہے کہ مجھے اور میری کتابوں کو اور احکامات وغیرہ کو میرے رسولوں سے منکر
مانا جائے جس کا بیان الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَغَيْرِهَا آیات میں ہے۔

دلیل نمبر ۴

وَمَا أَشْكُمُ النَّسْلَ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

۱۱ البقرہ: آیت ۳۔



فَاسْتَهْوَاهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (پ۲۷:۴۷)
(ترجمہ) اور جو کچھ تمہیں رسول اللہ عطا فرمائیں وہ لو اور جس چیز سے منع فرمائیں

باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔“

رسول اللہ کے ارشادات جن کا نام حدیث ہے وہ سب اس میں داخل ہیں جس جس چیز کا حکم فرمائیں اس کا کرنا لازم ہے اور جن جن چیزوں سے منع فرمائیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۴۲

جو حقیقت ایک نہیں بلکہ کثیر التعداد دلیلیں ہیں وہ یہ کہ اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے اقوال کے فرمانے کا حکم دیا جن کا ماننا منکرین حدیث کے نزدیک بھی لازم ہے حالانکہ جب حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے ان قولوں کو فرماتے ہیں تو وہ حضور کے اپنے قول ہوتے ہیں اور حضور کا ہر قول حدیث ہے تو ثابت ہوا کہ حدیثوں کا ماننا نہایت ہی ضروری ہے چنانچہ پارہ ۹ رکوع ۱۰ میں ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

(ترجمہ) تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی ہے۔“

اس آیت پاک میں اللہ رب العالمین نے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ فرمائیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

تو یہ کلمات مبارکہ اس آیت میں اللہ رب العالمین کے کلمات ہیں جن کے فرمانے کا حکم دیا گیا ہے مگر جب حضور پاک اس حکم کی بجا آوری میں امت سے یہ کلمات فرماتے ہیں تو پھر یہ کلمات حضور کے اپنے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلمات نہیں اور یہ حقیقت ان کا لفظی ترجمہ ہی بتا رہا ہے کیونکہ اللہ رب العالمین کا یہ شان نہیں کہ فرمانے بیشک میں اللہ کا رسول ہوں جیسے کہ قرآن کریم میں دوسرے انبیاء کرام کے مقولوں کا بھی ذکر فرمایا ہے تو مقولے حکایت کے لحاظ سے اللہ رب العالمین کے کلمات ہیں مگر اصل میں انبیاء کرام کے مقولے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام سے ذکر فرمایا کہ آپ نے فرمایا مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ (ترجمہ) کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔

یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلمات ہیں، قرآن کریم نے صاف صاف بتایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلمات ہیں اور جب اللہ رب العالمین نے بطور حکایت نقل فرمائے تو کلمات اللہ بن گئے۔

بہر حال یہ حقیقت چمکتے سورج سے بھی زیادہ واضح ہے کہ ایسے مقامات میں ایسے کلمات کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں تو قُل کے ماتحت وہ کلمات جن کے فرمانے کا حضور کو حکم دیا گیا جب حضور اس پر عمل کرتے ہوئے وہ کلمات ادا فرمائیں تو اس صورت میں وہ کلمات حضور کے ہی ہونگے جن کو حدیث کہا جاتا ہے حالانکہ ان کا ماننا بالاتفاق ضروری ہے جو انکار کرے دائرہ اسلام سے خارج ہے تو نہایت وضاحت سے ثابت ہوا کہ حدیث شریف مقبول اور معتبر ہے ورنہ ان کلمات کا اعتبار نہ ہوتا کہ یہ حدیث ہی تو ہیں پھر اس قسم کے کلمات جن کے ادا کرنے کا اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں حضور کو حکم دیا ہے وہ بہت ہی زیادہ ہیں، وہ تین سو کے قریب

ہیں تو یہ ایک دلیل تقریباً دو سو ستانوے دلیلیں بنیں گی۔

میرے بھولے بھلے پیارے بھائیو ذرا غور سے کام لیں تو روز روشن کی طرح یہ دلیل ذہن نشین ہو جائے گی اور سب کو کوشہات دور ہو جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دلیل نمبر ۴

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ إِنَّمَا لَقَوْلُ

رَسُولٍ كَرِيمٍ (پ ۱۶ ع ۱۶)

(ترجمہ) تو مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں

کی جنہیں تم نہیں دیکھتے، بیشک یہ قرآن ایک معزز رسول کا قول ہے۔

اس آیت پاک میں اللہ رب العالمین نے قرآن کریم کو قول رسول کریم فرمایا
حالانکہ ہے قول اللہ تو اللہ رب العالمین نے اپنے قول کو قول رسول فرمایا جیسے کہ قرآن
کریم میں رسول اللہ کی رمی کو اپنی رمی فرمایا۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (پ ۱۶ ع ۱۶)

(ترجمہ) اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ

نے پھینکی۔

بہر حال یہ کمال اختصاص اور اعلیٰ درجہ کا اعزاز ہے کہ اللہ رب العالمین نے محبوب

پاک کے کام کو اپنا کام فرمایا اور اپنے کلام کو محبوب پیارے کا کلام فرمایا قول رسول کریم فرمایا اور
تلاوت رسول کریم یا قرأت رسول کریم نہ فرمایا حالانکہ قرآن کریم کی تلاوت اور قرأت بھی حضور فرماتے ہیں
قرآن کریم نے ہی فرمایا۔

أَتْلُو مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ (پ ۱۶ ع ۱۶)

(ترجمہ) ”پڑھو اسے محبوب! جو تمہاری طرف دھکے کھائی“

اور فرمایا :

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (پہلے ۲۱)

(ترجمہ) ”پڑھو اسے محبوب اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا۔“

اور یونہی حضور کی تلاوت اور قرآن کا کافی آیتوں میں ذکر ہے مگر آیت مندرجہ بالا میں قول رسول کریم فرمایا اور تلاوت یا قرأت نہیں فرمایا۔ یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ اس نئے فتنے انکار حدیث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا رد کر دیا کہ اللہ رب العالمین کے نزدیک اس کے محبوب کا قول ایسا محبوب اور مقبول ہے کہ وہ اپنے قول کا نام بھی قول رسول رکھتا ہے اور پھر اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی بڑی قسم کے ساتھ تاکیداً بیان فرمایا کہ مجھے ہر اس چیز کی قسم ہے جسے تم دیکھتے ہو اور جسے تم نہیں دیکھتے ہو تو اس میں سب کچھ آگیا کیونکہ چیزیں دو ہی قسم کی ہیں، ایک وہ جو نظر آتی ہیں اور ایک وہ جو نظر نہیں آتیں، دنیا کی ہوں یا آخرت کی بلکہ اللہ رب العالمین کی پاک ذات اور تمام صفات بھی اس میں داخل ہیں کہ وہ بھی ہماری نظروں سے بالا ہیں۔

بہر حال اپنی ذات و صفات اور تمام مخلوقات کی قسم اٹھا کر اپنے کلام اور قولے کو رسول اللہ کا کلام اور قول فرمایا۔ نظر حال میں اتنی بڑی اور عظیم الشان قسم غالباً قرآن کریم میں ہی ہے تو معلوم ہوا کہ قول رسول یعنی حدیث پاک مقبول اور معتبر ہے ورنہ اللہ رب العالمین اپنے قول کا نام قول رسول کریم نہ رکھتا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ اللہ رب العالمین چشم بینا عطا فرمائے اور اس پیارے محبوب جو خالق و مخلوق کے محبوب اعظم ہیں، ان کے ماننے کی توفیق عطا فرمائے اور کفر و جہالت کی تاریکیوں سے بچائے آمین۔

نوٹ : حدیث تین قسم ہے قولی، فعلی، تقریری۔

قولی حضور کے کلام کا نام ہے۔

فعلی وہ ہے جس میں حضور کے کام کا ذکر ہو اور

تقریری یہ کہ کسی کے کلام یا کام پر مطلع ہو کر سکوت فرمائیں اور حقیقت یہ بھی فعلی حدیث ہے کہ سکوت بھی فعل ہے۔

والحمد لله رب العلمین وصلى الله تعالى على حبيب

محمد رحمة للعالمین وعلى آله واصحابه اجمعین۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ / ۱۳ اگست ۱۹۷۲ء



الاستفتاء

از حضرت مولانا ابوالفتح غلام محمد، عید گاہ جہلم

ضلع گجرات میں دیوبندیوں کے ساتھ مناظرہ ہو رہا ہے اور مسئلہ زیر بحث حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پئے جانے کا ثبوت ہے، مخالفین اس روایت کی سند پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بوجہ ابومالک عبد الملک بن حسین نخعی کے ضعیف ہے جس کے بارے حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں قال البخاری لیس بشیئ وقال ابن معین متروک۔ اس کا جواب میری سمجھ میں تو یہ آیا ہے کہ دارقطنی نے اس حدیث کو حسن صحیح تسلیم کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کے اسناد متعدد ہیں چنانچہ اصحاب فی معرفۃ الصحابہ میں لکھا ہے ولہ طریق اخر اور دارقطنی ہی کا علل میں اس کے بارے میں یہ کہنا کہ مضطرب ہے، بھی حسن صحیح کے پیش نظر بلحاظ تعدد اسناد مضرب نہیں ہے۔

اب مجھ سے مناظرہ تقریر اور اسلم میں تالیف کے لئے کہا گیا ہے، کتاب الشفاء للقاضی عیاض المالکی اور اس کی شرح لملا علی حنفی قاری اور شرح المواہب للعلامہ عبدالباقی الزرقانی اور اشعة اللمعات جلد اول و رابع اور مدارج شریف وغیرہ زیر نظر ہیں۔

حضور سے گزارش ہے کہ حدیث کے مخارج اور اسناد متعددہ سنن بیہقی اور کنز العمال سے (کیونکہ ہر جلد یہاں موجود نہیں) اور سوال مذکور کا اور کوئی معقول جواب جو اضطراب فی روایۃ الحدیث والے سوال کو بھی رفع کرے، نظر شریف میں آئے تو وہ بھی اور اگر فی الوقت یہ نہ ہو سکے تو فوری طور پر ازراہ کرم دارقطنی میں جس محل پر یہ روایت لکھی ہے وہ موقع محل



ہی فوراً لکھ بھیجئے۔

امید کہ تکلیف گوارہ فرمائیں گے۔

دعاجو : ابو الفتح غلام محمد، کان اللہ، از سعید گاہ جہلم ۹ جون ۱۹۷۱ء



وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

مدت کے بعد یاد آوری کا شکریہ، کیا عرض کروں امسال واپسی مدینہ منورہ کے بعد صحت مخدوش سی ہے، اب تو لکھنے کے بھی پورا قابل نہیں مگر معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر چند کلمات غیر مرتب حاضر ہیں، امید ہے کہ مفید ہوں گے۔

شرح خفاجی علی الشفاہ ج ۱ ص ۲۲۰ میں ہے قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث شرب البول صحیح حسن وذلک کاف فی الاحتجاج اذ لم یُنکر علیہا ولا امر بغسل فمہا ولا نہاھا عن العود لسلثہ وقال القاضی حسین الاصم القول بطہارة الجسیم واختارہ کثیر من المتأخرین۔ پھر ص ۲۲۱ میں ہے ثم وقع فی فقہ الشافعیۃ ایضاً ان حکم جسیم فضلات الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کذلک طاہرة لحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ پھر ج ۱ ص ۲۵۱ میں ہے قال ابن دحیۃ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہما قصتان لا مرأتین وبرکتہ ام یوسف غیر برکتہ
ام ایمن۔ جب قصے ہی دو ہوں اور ہر ایک کے لئے کئی طریق ہو سکتے ہیں تو تصحیح علماء و مشائخ
کا کیوں نہ اعتبار کیا جائے؟

سنن بیہقی ج ۷ ص ۶۷ میں ہے اخبرنا ابو نصر عمر بن عبد العزیز
ابن عمر بن قتادہ حدثنا ابو الحسن محمد بن احمد بن حامد
العتار حدثنا احمد بن الحسن بن عبد الجبار حدثنا یحییٰ بن
معین عن حجاج عن ابن جریج قال اخبرتنی حکیمۃ بنت امیۃ عن امیۃ امہا
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول فی قدح الحدیث۔

اس سند میں ابومالک نخعی نہیں۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع صغیر ج ۲ ص ۳۰۵
میں اس حدیث شرب البول مبارک کے آخر میں علامت تصحیح صحیح لکھی ہے اور اس کی شرح
فیض القدیر لمناوی ج ۵ ص ۷۷ میں ہے تمامہ کما عند الطبرانی بسند قال لہیثمی
رجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۸ ص ۲۷۱ میں اس حدیث امیۃ کے متعلق لکھتے ہیں
رواہ الطبرانی و رجالہ رجال الصحیح غیر عبد اللہ بن احمد بن
حنبل و حکیمۃ و کلاہما ثقۃ۔ بعد ازاں دوسری حدیث ام ایمن لکھنے کے بعد فرمایا رواہ
الطبرانی و فیہ ابو مالک النخعی و ہو ضعیف۔ متدرک حاکم ج ۲ ص ۶۳ میں
اس ابومالک کی سند سے یہ حدیث ہے جس کو ذہبی نے بھی برقرار رکھا ہے۔

عینی علی البخاری ج ۱ ص ۸۲۹ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے متعلق لکھا ہے و ہو یقول بطہارۃ بولہ و سائر فضلاتہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔ فتح الباری علی البخاری ج ۱ ص ۲۱۸ میں ہے وقد تکاشرت
الادلۃ علی طہارۃ فضلاتہ وعد الائمة ذلک فی خصائصہ صلی



اللہ علیہ وسلم۔ شامی ج ۱ ص ۲۹۳ باب الانجاس میں ہے وصحہ بعض ائمة الشافعية طهارة بولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسائر فضائلہ وبہ قال ابو حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ
کنز العمال اور دارقطنی میں یہ حدیث عاجلانہ نظر سے نہیں مل سکی واللہ الحافظ
الناصر خیر الفاتحین۔

حضرت! میری صحت کے لئے ہر روز دعائیں فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا، میں آپ سب
حضرات کا خادم ہوں کسی بڑے عہدے جمعیت کا قطعاً اہل نہیں کہ کچھ بھی نہیں ہوں۔ والسلام
دعا گو و دعا جو :

صلوہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۳-۶-۶۱

الاستفتاء

رئیس المحدثین قدوة الاعلام حضرت الحاج مولانا محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : الشکر کریم حضرت والا کو صحت کاملہ سے رکھے۔ آمین
مولوی وحید الزمان غیر مقلد نے اپنی کتاب ہدیۃ الہدی کے ص ۸۹ پر رؤیۃ باری
کی فصل میں لکھا ہے وقد رأى النبي صلى الله عليه وسلم في صورة شاب

در یافت طلب یہ امر ہے کہ یہ ذکر رویت فی صورة شاب امر " حدیث شریف کی کس کتاب میں ہے، حوالہ مطلوب ہے حضرت کی وسعت نظر میں یہ روایت ہوگی، کرم فرمائیں۔
غلام مہر علی، مسجد نور، منڈی چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر



محقق ابن محقق فاضل نوجواں حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب مدظلہم العالی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ مرسلہ عنایت نامہ وصول ہوا مگر چونکہ میں کچھ معسر ہو چکا ہوں لہذا ضرورت ہے کہ مجھے کوئی صاحب کتاب نکال دے اور پھر جو لکھنا ہے وہ بھی لکھے بدیں وجہ کچھ دیر ہو گئی۔ بہر حال حدیث کے یہ الفاظ سارے تو نہیں البتہ کچھ مل گئے ہیں مشکوٰۃ شریف کے باب المساجد کے فصل ثانی اور ثالث میں فی احسن صورة کے کلمات ہیں اور ترمذی شریف سورت صاد کی تفسیر میں اور مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۶۸ اور جلد ۵ ص ۳۷۸ میں بھی ہے مگر وہ کلمات نہیں ہیں، البتہ فیض القدیر شرح جامع صغیر ج ۲ ص ۶ میں ہے و جاء فی بعض الروایات السطوحون فیہا رأیت ربی فی صورة شاب مگر یہ روایت مطعون بتائی اور کہیں اور نشان نہیں ملا، اگر کہیں مل جائے تو اطلاع دیں البتہ مجمع الزوائد و منبع الفوائد جلد سابع میں علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے ایک حدیث ذکر کی ہے جو بالکل اس کے موافق ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے



ج ۷ ص ۱۷۹ رأیت ربی فی المنام فی صورة شاب موفر فی خضر علیہ نعلان
من ذهب علی وجهه فراش من ذهب قال الحدیث رواه الطبرانی وقال
ابن حبان انه حدیث منکر لان عمارة بن عامر بن حزم الانصاری
لم یسمع من ام الطفیل ذکره فی ترجمته عمارة۔

نوٹ : یہ عید سے پہلے لکھا تھا مگر کاغذات میں پڑا رہا اور آج روانہ کر رہے ہیں۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳۰۸ - ۱۳





جلد ششم

فہرست

فہرست مسائل فتاویٰ نوریہ

جلد ششم

صفحہ	مضامین	مسند نمبر
۳۱۵	کتاب الطہارۃ —	
۳۱۹	باب الوضوء	
۳۱۹	وضو میں پاؤں دھونا لازم ہے	۱
۳۱۹	اُدْجُلْکُوْ میں دو متواتر قرائتیں لام کی زبر اور زیر۔	۲
۳۱۹	دونوں قرار توں میں عطفت وُجُوْھْکُوْ پڑ ہے۔	۳
۳۱۹	دوسری قرار ت میں ادْجُلْکُوْ محض مجاورت اور قرب کی وجہ سے مجبور ہے۔	۴
۳۱۹	وُجُوْھْکُوْ پر عطفت ہونے کی صورت میں اثبات غسلِ رجليں ہے۔	۵
۳۱۹	رق سکھر پر عطفت ہونے کی صورت میں جواز مسح علی الخفین ہے۔	۶
۳۱۹	قرآن کریم کا کوئی ایک حکم کسی دوسرے حکم کے مخالف نہیں ہو سکتا۔	۷
۳۲۰	تین تین مرتبہ اعضاء وضو دھونے کا ثبوت	۸
۳۲۱	مہذوں کی صورت میں مسح ورنہ پاؤں کا دھونا ہے۔	۹



صفحہ	مضامین	مسئلہ نمبر
۳۲۳	کتاب المساجد —————	
۳۲۸	مساجد کو پاک رکھنے اور پاک کرنے کا حکم ہے۔	۱۰
۳۲۸	حائض اور جنبی کو مسجد میں جانا منع ہے۔	۱۱
۳۲۸	بچوں اور دیوانوں کو مساجد سے دور رکھا جائے۔	۱۲
۳۲۸	سقف مسجد کے لیے مسجد جو کا حکم ہے۔	۱۳
۳۲۸	جنبی اور حائض و نساء کو مسجد کی چھت پر کھڑا ہونا حرام نہیں۔	۱۴
۳۳۲	مسجد کی جمع شدہ رقم سے امام و خادم مسجد کو تنخواہ دینا جائز ہے۔	۱۵
۳۳۳	مکان کی چھت کو جائے نماز کے طور پر مخصوص کرنا حکماً مسجد نہیں۔	۱۶
۳۳۳	ایسی جگہ کے بلے کا حکم۔	۱۷
۳۳۴	مسجد کے صحن میں ٹیوب ویل کے لیے کنواں کھودنے کی ممانعت۔	۱۸
۳۳۴	مسجد کے کسی حصہ کو شہید کرنا جائز نہیں۔	۱۹
۳۳۵	مسجد تحت الشری سے لے کر آسمان تک مسجد ہے۔	۲۰
۳۳۶	مسجد کو بے رونق یا ویران کرنا جائز نہیں۔	۲۱
۳۳۶	مسجد میں کوئی پتی نہیں، سب مسلمانوں کا برابر حق ہے۔	۲۲
۳۴۰	تعظیم مسجد کے بارے میں کیسینڈا سے آمدہ ایک استفتاء۔	۲۳
۳۴۲ ، ۳۴۹	مساجد کی تعظیم و احترام کا حکم ہے۔	۲۴
۳۴۵	مساجد کے متعلق بعض بیہودہ خیالات کی تردید۔	۲۵
۳۴۵	قرآن حکیم سے تعظیم مساجد کا ثبوت۔	۲۶



صفحہ	مضامین	مسد نمبر
۳۴۶	حدیث پاک سے تعظیم مساجد کا ثبوت	۲۷
۳۴۶	مساجد میں خرید و فروخت منع ہے۔	۲۸
۳۴۶	مساجد کو کن کن چیزوں یا کاموں سے بچانا واجب ہے۔	۲۹
	مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنے والے کو بد عادی جانے کہ خدا کرے	۳۰
۳۴۶	تیری یہ چیز نہ ملے۔	۳۱
۳۴۶	کون کون سی چیز کھا کر مسجد میں جانا منع ہے۔	۳۲
۳۴۸	مسجد کے تہ خانہ میں ہر قسم کا کھیل منع ہے۔	۳۳
	عورتوں اور مردوں کا مسجد کے تہ خانے میں اکٹھا کر کھانا یا میٹنگ کرنا جائز نہیں۔	۳۴
۳۴۸	عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع اور مل کر کھانا کھانا خرابی کا سبب ہے۔	۳۵
۳۵۰	زکوٰۃ و صدقات کا استعمال مساجد پر جائز نہیں۔	۳۶
۳۵۱	”لعب الحبشة في المسجد“ کے قابل استدلال نہ ہونے کا بیان۔	۳۷
	امام مسجد کے مکان کا وہ حصہ جو مسجد سے خارج ہے اس میں پرائمری سکول برائے طالبات بنانے کا بیان۔	۳۸
۳۵۳	واقف دارالعلوم کے غیر متصل رقبہ کے عوض متصل رقبہ خرید کر دے سکتا ہے	۳۹
۳۵۹	مسجد اور ٹیوٹوں پر مال زکوٰۃ خرچ نہیں ہو سکتا۔	۴۰
	مسجد کو بدلہ نہیں جاسکتا۔	۴۱
۳۵۵	مسجد کا استعمال سامان حاکم اسلام یا متولی کی اجازت سے فروخت کیا جاسکتا ہے۔	۴۲



مسئلہ نمبر	مضامین	صفحہ
۴۳	اس سلسلے میں قاضی اور متولی دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔	۳۵۵
۴۴	غیر آباد گاؤں کی مسجد کا سامان حاکم شرع کی اجازت سے فروخت کرنا اور اس رقم کو اس مسجد یا کسی اور مسجد میں لگانا جائز ہے۔	۳۵۶
۴۵	قربانی کی کھال کو مسجد پر صرف کرنا جائز ہے۔	۳۵۸
۴۶	غیر مصرف میں صرف محتاج دلیل ہے۔	۳۵۶
۴۷	فی بیوت اذن اللہ ان ترفع میں بیوت سے مراد جمیع مساجد ہیں۔	۳۳۷
۴۸	آیہ مذکورہ میں رفع سے مراد رفع بنا ہے یا پھر تعظیم۔	۳۳۸
۴۹	و من اظلم ممن منع مساجد اللہ میں حکم اظلمیت جمیع مساجد کے تمام مخزینین و معطلین کو عام ہے۔	۳۳۸
۵۰	سیدنا فاروق اعظم کا فتویٰ کہ ایک شہر میں دو مسجدیں بنانے سے احتراز کیا جائے۔	۳۳۹
۵۱	خزنی المسلم سے کیا مراد ہے۔	۳۳۹
۳۶۵	کتاب الصلوٰۃ — باب الاوقات —	
۵۲	نماز عصر میں اتنی تاخیر مستحب ہے کہ آفتاب زرد ہونے سے پہلے نماز ادا ہو جائے۔	۳۶۵
۵۳	بعد از نماز اتنا وقت ہو کہ مسبوق اپنی نماز کراہت وقت سے قبل ادا کر سکے۔	۳۶۷
۵۴	بادل گھرے ہوں تو نماز عصر میں تعجیل مستحب ہے۔	۳۶۸
۵۵	آیت میں صلوٰۃ و سلام کا حکم مطلق ہے۔	۳۶۳، ۳۶۲، ۳۶۰
۵۶	المطلق یجری علی اطلاقہ تو اس اطلاق میں قبل اذان کھڑے ہو کر اور بلند آواز سے پڑھنا بھی داخل ہے۔	۳۶۲



صفحہ	مضامین	مسئلہ نمبر
	صلوٰۃ و سلام پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے، جبکہ آپ کی تعظیم کا صریح حکم مطلق ہے۔	۵۷
۳۷۲		
۳۷۲	حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ دعا قبل از اذان پڑھتے تھے۔	۵۸
۳۷۵	دعا کے اول و آخر درود پاک پڑھنا سنت ہے۔	۵۹
	باب الامامت	
۳۷۸	امام مسجد بھنگ پینے کے بعد توبہ کر کے امامت کروا سکتا ہے۔	۶۰
	ایسے فاسق و مبستدع امام کی اقتدار میں نماز درست ہے جس کا کفر ثابت نہ ہو اور ہو بھی حالت مجبوری۔	۶۱
۳۸۱		
۳۸۲	کسی ایسے آدمی کو انفرادی یا اجتماعی اختیار سے امام بنانا مکروہ ہے۔	۶۲
	ایسے شخص کے بغیر کسی اور کی اقتدار ممکن ہو تو افضل ہے ورنہ تنہا پڑھنے سے اقتدار اولیٰ ہے۔	۶۳
۳۸۳		
۳۸۳	تقدیم میں دو کراہتیں ہیں۔	۶۴
۳۸۳	تقدیم میں ایک کراہت ہے۔	۶۵
۳۸۳	حدیث پاک "صلوا خلف کل برو فاجر" قابل استدلال ہے۔	۶۶
۳۸۶	امام پر فضول اعمتہ راض نہیں کرنا چاہیے۔	۶۷
۳۳۲	دارھی کترانے والے کو عارضی امام بھی نہ بنایا جائے۔	۶۸
	دارھی کترانے یا منڈانے والے کو کسی بارشیش زیادہ دینی علم رکھنے والے پر ہیزگار کی موجودگی میں استحقاق امامت نہیں۔	۶۹
۳۵۱		



مسئلہ نمبر	مضامین	صفحہ
------------	--------	------

۷۰. مسلوٰۃ و سلام کو ناجائز اور بدعت کہنے یا عقیدہ رکھنے والا صدقِ دل سے توبہ کرے ورنہ قابلِ امامت نہیں۔ ۳۹۱
۷۱. اہل سنت و جماعت کا امام بھی سُنی ہو۔ ۳۹۱
۷۲. قسمیں اٹھا کر وعدہ پورا نہ کرنے والا مقامِ احترام اور امامت کے قابل نہیں۔ ۳۹۲
۷۳. قرآن پاک کی موجودہ ترتیب کو غلط کہنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ۳۹۲
۷۴. نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال جائز ہے۔ ۳۹۶، ۳۹۸
۷۵. تقریباً تمام اسلامیات عالمِ عملی طور پر لاؤڈ سپیکر استعمال کر رہے ہیں۔ ۳۹۷
۷۶. قائلینِ عدم جواز کا فتویٰ نہ ماننے والے کو یہ کہنا کہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے سراسر جہالت ہے۔ ۳۹۷
۷۷. لاؤڈ سپیکر کا استعمال یوں نہ ہو کہ قریبی مساجد یا متصلہ مکانات کے مناسازی تکالیف اٹھائیں۔ ۳۹۸
۷۸. نمازِ مغرب میں جماعت کے ساتھ تیسری رکعت میں شامل ہونے کے بعد پہلی دو رکعتوں کے پڑھنے کا طریقہ۔ ۴۰۰
- باب ما تبطل بہ الصلوٰۃ وما لا تبطل
- ایک عرصے فتویٰ سے
۷۹. مسبوق اگر بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے اور کسی کے یاد دلانے پر نماز پوری کر لے تو نماز جائز ہے۔ ۴۰۰، ۴۰۱
۸۰. مسافر امام سلام پھیرنے کے بعد مقیم مقتدیوں کو مخاطب کر کے کہے کہ اپنی نماز



مسئلہ نمبر	مضامین	صفحہ
	پوری کر لیں، ہم مسافر لوگ ہیں۔	۴۰۳
۸۱	قہرات سے متعلقہ بہت سے جزئیات جن میں نماز کے فساد اور عدم فساد کا ذکر	
	موجود ہے۔	۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷
۸۲	موضوعات مختلفہ پر جزئیات کثیرہ سے استدلال جن میں عملِ قلیل اور کلام کے	
	درمیان فرق واضح کیا گیا ہے۔	۴۰۴، ۴۰۶، ۴۰۵، ۴۰۴، ۴۰۳
۸۳	اُردو ترجمہ فتاویٰ مذکورہ	۴۰۸ تا ۴۱۷
	باب التطوع	
۸۴	رسالہ قضائے سنت فجر	۴۲۱ تا ۴۳۰
۸۵	رکعتیں فجر بدون فرض رہ جانے کی صورت میں امام اعظم کے نزدیک مطلقاً قضا	
	نہیں۔	۴۲۱
۸۶	فجر کی سنتوں کی قضا صرف تبعاً للفریضہ ہی دی جاسکتی ہے۔	۴۲۶
۸۷	امام محمد کا قول اس بات کا مقتضی کہ بعد طلوع فجر جو دو رکعتیں پڑھتا ہے، وہ	
	سنتیں بنیں گی۔	۴۲۷
۸۸	شیخین کے قول کا مقتضی یہ ہے کہ وہ سنت نہ بنیں۔	۴۲۷
۸۹	امام محمد کے نزدیک قضا لازم نہیں اور شیخین کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتی۔	۴۲۸
۹۰	نفل نماز کی جماعت جائز ہے جبکہ محذورات شرعیہ سے مبرا ہو۔	۴۳۱
۹۱	تداعی سے ہو تو مکروہ ہے۔	۴۳۲
۹۲	تداعی سے مراد جماعت کثیرہ ہے۔	۴۳۲



صفحہ	مضامین	سلسلہ نمبر
۴۳۲	مکروہ ہونے سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔	۹۳
۴۳۲	تداعی کی صورت میں جماعت صرف اس صورت میں مکروہ ہے جبکہ دو انا ہو۔	۹۴
۴۳۲	کراہت کا سبب کیا ہے؟	۹۵
۴۳۴	قاعد سرین اٹھا کر رکوع یوں کرے کہ سر اور پیٹھ ہموار ہوں	۹۶
۴۳۴	نوافل وغیرہ میں قعود قیام کی مانند ہے۔	۹۷
۴۳۷	نماز تسبیح کے دونوں طریقے احادیث سے ثابت ہیں۔	۹۸
۴۳۸	دونوں طریقے جائز ہیں۔	۹۹
۴۳۸	بعض نے دوسرے طریقے کو پسند کیا ہے۔	۱۰۰
	باب الجمعۃ والعیدین	
۴۴۲	نماز جمعہ عید کے دن بھی لازم ہے۔	۱۰۱
۴۴۲	بعض کا شبہ محض بے اصل ہے۔	۱۰۲
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہر سے آنے والے دیہاتیوں کو بعد از نماز عید	۱۰۳
۴۴۲	جمعہ ادا کرنے کا اختیار دیا۔	
	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیہات والوں کو بعد از نماز عید واپس جانے	۱۰۴
۴۴۳	کی اجازت دی۔	
۴۴۴	الجمعة فرض والعید تطوع والتطوع لا یسقط الفرض	۱۰۵
۴۴۶	مسجد کے علاوہ جمعہ ادا کرنا جائز ہے۔	۱۰۶
۴۴۶	جمعہ کو اس لیے جمعہ کہا جاتا ہے کہ سب جماعتوں کو جمع کرنے والا ہے۔	۱۰۷



صفحہ	مضامین	نمبر
۶۱۳	جمعہ کے روز حجامت بنوانا، ناخن ترشوانا قبل از جمعہ افضل ہے۔	۱۰۸
۴۴۶	امام اعظم کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ شہر کی کئی جگہوں میں جائز ہے۔	۱۰۹
	باب الجنائز	
۴۴۹	نمازیں مطلقاً مل کر صفوں میں کھڑا ہونے کا حکم ہے۔	۱۱۰
۴۵۰	نماز جنازہ میں بھی یہی حکم ہے۔	۱۱۱
۴۵۱	نماز جنازہ میں جگہ چھوڑنا شیطان کے لیے ہے۔	۱۱۲
۴۵۲	دعا بعد از نماز جنازہ کا حواز	۱۱۳
۴۵۳	جنازہ کے سروالی جانب قبرستان کی طرف ہو۔	۱۱۴
۴۵۵	میت کو قبر سے نکالنا جائز نہیں۔	۱۱۵
۳۸۶	میت کے غسل دینے کو میوب نہ سمجھا جائے۔	۱۱۶
۳۸۶	اصل یہ ہے کہ میت کو اس کئے وارث غسل دیں۔	۱۱۷
۳۳۲	مسجد میں جنازہ رکھ کر پڑھنا مکروہ ہے۔	۱۱۸
	کتاب الزکوٰۃ	
۴۵۷	زکوٰۃ وصول کرنے والے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے وکیل ہو سکتے ہیں۔	۱۱۹
۴۶۳	دینی مدارس کے طلباء فی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔	۱۲۰
۴۶۵	مدرسین وغیرہ کو مال زکوٰۃ دینا طلبہ کو ہی دینا ہے۔	۱۲۱
۴۶۶	اگر چاہی زمین بارش سے سیراب ہو تو چاہی کا حکم نہیں رہتا۔	۱۲۲
۴۶۷	حدیث پاک اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے۔	۱۲۳
۴۶۸		



صفحہ	مضامین	مسئلہ نمبر
۴۶۸	بارانی زمین کا عشر دسواں حصہ ہوتا ہے۔	۱۲۴
۴۶۸	چاہی کا عشر بیسواں حصہ ہوتا ہے۔	۱۲۵
۴۶۹	کتاب الصوم	
۴۷۳	باب رقیۃ الہلال	
۴۷۵	روزے اور عید کا دار و مدار رویت ہلال پر ہے	۱۲۶
۴۷۵	عام یا غیر مسلم ریڈیو وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں	۱۲۷
۴۷۵	بخومیوں اور حساب دانوں کے کہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔	۱۲۸
	اسلامی حکومت کی طرف سے باقاعدہ شرعی طریقے پر رویت ہلال کا اعلان	۱۲۹
۴۷۵	معتبر ہے۔	
	ریڈیو کی خبر صراحتہ اعلان و منادی بحکم حاکم اسلام ہے جو مقبول ہے، اگرچہ	۱۳۰
۴۷۷	فاسق ہی کرے۔	
۴۷۷	انگریزی دور حکومت اور پاکستان کے ابتدائی ایام میں عدم اعتماد کا فتویٰ تھا۔	۱۳۱
۴۷۸	اخبارات اور ٹیلی فون وغیرہ کا اعتبار نہیں۔	۱۳۲
	باب الاعتکاف	
۴۷۳	معتکف کو غسل فرض کے علاوہ غسل کے لیے معتکف سے نکلنا جائز نہیں۔	۱۳۳
۴۷۹	کتاب الحج	
۴۸۳	باب الحج	
۴۸۴	لڑکی عدت پوری کرنے سے پہلے حج نہیں کر سکتی۔	۱۳۴



صفحہ	مضامین	منبر
------	--------	------

۲۸۷	کتاب النکاح	
۲۹۳	نکاح کے رکن ایجاب وقبول ہی ہیں۔	۱۳۵
۲۹۳	نکاح کے خطبہ کی رکینیت ثابت نہیں۔	۱۳۶
۲۹۴	نکاح کا خطبہ مستحب ہے یا سنت۔	۱۳۷
۲۹۴	بغیر خطبہ کے نکاح پڑھانا احادیث سے ثابت ہے۔	۱۳۸
۲۹۵	تمام فقہاء کے نزدیک ثبوت نکاح وجود خطبہ کے ساتھ مشروط نہیں۔	۱۳۹
۲۹۵	داؤد کا قول وجوب بلا دلیل، معتبر نہیں۔	۱۴۰
۲۹۷	زبردستی صرف انگوٹھے لگوانے سے نکاح نہیں۔	۱۴۱
۲۹۹	بالغہ عورت کی اجازت و رضا کے بغیر نکاح نافذ و لازم نہیں۔	۱۴۲
۵۰۱	اہل حدیث زمانہ کی لڑکی سے نکاح کا حکم۔	۱۴۳
۵۰۲	حق مہر کم از کم دس درہم ہے۔	۱۴۴
۵۰۲	دس درہم کی تشریح (حاشیہ)	۱۴۵
	باب المحرمات	

	زید کے والد کے وصال کے بعد اس کی والدہ نے جس سے نکاح کیا، اس کے	۱۴۶
۵۰۴	پہلی بیوی سے لڑکے ہیں تو ان کے نکاح میں زید کی لڑکیاں آسکتی ہیں۔	
۵۰۴	منکوحۃ الاب کی لڑکی جو پہلے خاوند سے ہے، اس کے لڑکے کے لیے حلال ہے۔	۱۴۷
۵۰۵	آدمی نے جس عورت سے جماع کیا اس کی لڑکی اس آدمی کے نکاح میں نہیں آسکتی۔	۱۴۸
۶۰۹	متوفی بیوی کی بہن، بھتیجی یا بھانجی سے نکاح ہو سکتا ہے۔	۱۴۹



صفحہ	مضامین	مسئلہ نمبر
۵۰۸	بیوی کو طلاق دے کر عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرنا صحیح نہیں	۱۵۰
۵۰۸	ایسی صورت میں جماع کرنے سے متارکہ بالقول ضروری ہے۔	۱۵۱
۵۰۹	ایسی صورت میں عدت گزارنے کے بعد اور جگہ نکاح کر سکتی ہے۔	۱۵۲
۵۲۷	نکاح اقول کے ہوتے ہوئے کسی عورت کا دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا۔	۱۵۳
	باب المصاہرۃ	
۵۱۲	بہو کے ساتھ بدکاری کرنے سے لڑکے کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔	۱۵۴
۵۱۲	وطی کی طرح بوس و کنار سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔	۱۵۵
۵۱۳	سال کے ساتھ زنا سے بیوی کا نکاح نہیں ٹوٹتا۔	۱۵۶
	باب نکاح المعتقدات والحوامل	
۲۸۴	غیر حاملہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔	۱۵۷
۲۸۴	حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔	۱۵۸
۵۱۷	مطلقہ کا نکاح عدت پوری ہونے پر ہو سکتا ہے۔	۱۵۹
۵۱۷	عدت کے دوران بغیر نکاح کے مجامعت زنا ہے۔	۱۶۰
	کنواری لڑکی کے نکاح کے بعد پانچ ماہ سے پہلے ہی بچہ پیدا ہو تو یہ نکاح	۱۶۱
۵۱۸	عند الطرفین صحیح ہے۔	
۵۲۰	کنواری لڑکی کو زنا کا حمل ہو تو اس کا نکاح شرعی جائز ہے۔	۱۶۲
۵۲۰	وضع حمل کے بعد اس سے وطی کی جائے۔	۱۶۳
۵۲۰	منکوحہ زانیہ کا نکاح قائم رہتا ہے	۱۶۴



مسئلہ نمبر	مضامین	صفحہ
------------	--------	------

۱۶۵	عورت، خلوت یا دخول کی صورت میں پورا اور نہ نصف حق مہر وصول کر سکتی ہے	۵۲۰
۱۶۶	حمل زنا غیر ثابت النسب مانع نکاح نہیں۔	۶۱۱
۱۶۷	عدت کے اندر نکاح جائز نہیں۔	۳۹۳
۱۶۸	کوئی شخص حلال جانتے ہوئے عدت کے اندر نکاح پڑھائے وہ اسلام سے خارج ہے، نیز اس کا اپنا نکاح ٹوٹ جائے گا۔	۳۹۴

باب الرضاع —

۱۶۹	رضاعت میں پابند شریعت دو نیک مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ہی قبول ہے۔	۵۲۵
۱۷۰	خاوند کا دل مان جائے کہ عورت نے واقعی دودھ پیا ہے اور تصدیق کر دے تو نکاح فاسد ہو جائے گا۔	۵۲۶
۱۷۱	بچے کے منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا جب تک کہ سپٹ میں دودھ جانے کا علم نہ ہو۔	۵۲۹
۱۷۲	رضاعی بہن بھائی کا نکاح حرام ہے۔	۵۳۰
۱۷۳	اگر نکاح خواں اور گواہوں کو رضاعی بہن بھائی کا علم تھا اور حلال سمجھا تو ازسرنو کلمہ پڑھیں اور ازسرنو اپنے نکاح کریں۔	۵۳۱

باب الولی —

۱۷۴	نابالغہ کا نکاح باپ دادا کر دے تو اس کو توڑنے کا کوئی اختیار نہیں۔	۵۳۲
۱۷۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا۔	۵۳۲



صفحہ	مضامین	مسئلہ نمبر
۵۲۵	بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر باپ دادا بھی کر دے تو فسخ ہو سکتا ہے۔	۱۷۶
۵۲۷	فسخ مشروط بحکم قضا ہے۔	۱۷۷
۵۲۸	ایک فتویٰ کا رد۔	۱۷۸
۵۲۹	اگر گھر کے سب افراد رضا مند نہ ہوں تو ضد ترک کر دینی چاہیے۔	۱۷۹
	باب الکفو	
	ہم کفو سمجھ کر نکاح کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کفو نہیں اور سامان وغیرہ بھی	۱۸۰
۵۲۲، ۵۲۳	واپس کر دیا تو نکاح نہیں رہا۔	
۵۲۵	کتاب الطلاق	
۵۲۹	صرف ایک طلاق دینے پر نکاح ہو سکتا ہے۔	۱۸۱
۵۵۱	عقے میں آکر طلاق دینا کوئی عذر نہیں۔	۱۸۲
۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۶	تین طلاقیں دینے پر مغنظہ ہو گئی جو بلا حلالہ جائز نہیں	۱۸۳
۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۲، ۵۶۸، ۵۷۰		
۵۵۲	”میں نے طلاق دے دی، طلاق طلاق“ سے تین طلاقیں ہوں گی	۱۸۴
۵۵۴	عورت ناراض ہو کر والدین کے پاس چلی جائے تو نکاح موجود رہتا ہے	۱۸۵
۵۵۴	عورت اپنے آپ خلع نہیں کر سکتی۔	۱۸۶
۵۵۶	جھوٹے اقرار پر طلاق پڑ جاتی ہے۔	۱۸۷
	ایک یا دو طلاقیں کا اقرار کرنے کے بعد عورت خاوند کے گھر آباد ہی ہے	۱۸۸
۵۵۶	تو رجعت ہو گئی۔	



صفحہ	مضامین	سلسلہ نمبر
۵۵۶	تین طلاق کا اقرار کرنے سے بائستہ منغلطہ	۱۸۹
۵۵۹	بذریعہ خط طلاق واقع ہو جاتی ہے۔	۱۹۰
۵۶۳	اہل محلہ بایکٹ کریں تاکہ لڑکا لڑکی مجبور ہو کر حرام کاری سے بچیں۔	۱۹۱
۵۶۵	خاوند طلاق کا اقرار کرے تو یہ کہنا کہ مجھے علم ہے یہ جھوٹ بول رہا ہے، غلط ہے	۱۹۲
۵۶۶	نابالغ لڑکے کی طلاق معتبر نہیں۔	۱۹۳
۵۷۳	کتاب الخطر والاباحۃ	
۳۵۳	بچوں کی تعلیم احتیاط کے ساتھ جائز ہے۔	۱۹۴
۵۵۷	فسبؤ پر حفاظ کو قرآن کریم پڑھنے کے لیے بٹھانا اور اجرت دینا ناجائز ہے۔	۱۹۵
۵۵۷	اجرت سے قرآن کریم پڑھنے کا ثواب نہ قاری کو ملتا ہے نہ میت کو۔	۱۹۶
۵۵۷	کوئی اپنی طرف سے قرآن کریم قبر پر ختم کر کے ثواب بخش دے تو بہت اچھا ہے	۱۹۷
۵۹۴	شیرے کے بھرے ہوئے دو ڈرموں سے دو مردہ چوہے نکلنے پر اس کو پاک کرنے کی دو صورتیں۔	۱۹۸
۵۷۸	بعض محافل کے بارے میں کہ ایسی محافل قدسیہ غنیمت ہیں۔	۱۹۹
۵۷۸	بے خودی میں آکر رقص یا تالیاں بجانے پر گرفت نہیں۔	۲۰۰
۵۷۸	مرد کے لیے ریشم اور سونا چاندی استعمال کرنا حرام ہے۔	۲۰۱
۵۷۹	دنیا میں ریشم پہننے والا آخرت میں محروم رہے گا۔	۲۰۲
۵۸۰	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا پکڑ کر ارشاد فرمایا یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔	۲۰۳



۲۰۴	عمر فاروق، مولا علی، عقبہ بن عامر، اُمّ ہانی، انس، حذیفہ، عبداللہ بن عمرو اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ریشم اور سونے کی حرمت پر روایا آئی ہیں۔	۵۸۱
۲۰۵	سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مرد و عورت کے لیے ناجائز ہے۔	۵۸۱
۲۰۶	عورتوں کے لیے صرف بطور زیور سونے چاندی کا استعمال جائز ہے۔	۵۸۲
۲۰۷	مرد کے لیے ریشم پہننا حرام ہے اگرچہ بدن اور ریشم کے درمیان کوئی چیز حال ہو۔	۵۸۲
۲۰۸	ریشم کے چھوٹے سے ٹکڑے پر تعویذ لکھ کر بازو یا گردن میں باندھنا ممنوع ہے۔	۵۸۳
۲۰۹	ریشم کا ٹکڑا اگر جیب میں رکھے تو کوئی عرج نہیں۔	۵۸۳
۲۱۰	ریشمی کپڑے یا ڈورے میں تعویذ باندھ کر گلے میں لٹکانا منع ہے۔	۵۸۳
۲۱۱	گلے میں تعویذ باندھنا یا لٹکانا پہننے کے مشابہ ہے۔	۵۸۳
۲۱۲	ریشمی بٹوہ جیب میں رکھنا ممنوع نہیں۔	۵۸۳
۲۱۳	ریشمی جائے نماز پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔	۵۸۳
۲۱۴	ریشم کا صرف پہننا حرام ہے دیگر طریقوں پر استعمال جائز ہے۔	۵۸۳
۲۱۵	حضرت عبدالرحمن اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ریشمی لباس کی اجازت،	۵۸۳
	دلیل جواز نہیں۔	۵۸۳
۲۱۶	ان حضرات کے لیے رخصت کی حکمت و توجیہ	۵۸۳
۲۱۷	دستار کے کناروں یا کوٹ کے شانوں پر چار انگلی سے کم عرض کا ریشمی ٹکڑا لگانا جائز ہے۔	۵۸۳
۲۱۸	مذکورہ ریشمی ٹکڑوں پر اگر تعویذ لکھا ہو تو بول و براز کے وقت اتارنا ضروری ہے۔	۵۸۳



نمبر شمار	مضامین	صفحہ
-----------	--------	------

۲۱۹	مرد کے لیے سونے کی تختی، جیب، بازو یا گلے میں رکھنا جائز نہیں۔	۵۸۵
۲۲۰	دراہم و دنانیر یا سیم و زر کی ڈلی اپنے پاس بغرض حفاظت رکھ سکتا ہے۔	۵۸۵
۲۲۱	زیور کے علاوہ سونے کا استعمال عورت کے لیے بھی حرام ہے۔	۵۸۵
۲۲۲	کسی عامل کا کہنا کہ تعویذ کی تاثیر ریشم یا سونے چاندی پر موقوف ہے، سبب اباحت نہیں۔	۵۸۶
۲۲۳	تعویذ دوا کے مشابہ ہے کہ دونوں عند الضرورة استعمال کیے جاتے ہیں۔	۵۸۶
۲۲۴	ریشم، سونے اور چاندی میں مردوں کی طرح نابالغ بچوں کے لیے بھی حرمت کا حکم ہے۔	۵۸۷
۲۲۵	بچے کو ریشم یا سونا چاندی استعمال کرانے والا گنہگار ہوگا۔	۵۸۷
۲۲۶	مرد کا نامحرم عورت سے مصافحہ کرنا ناجائز ہے۔	۳۸۶
۲۲۷	تداوی بالمحرم امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں۔	۵۸۶
۲۲۸	کسی حرام چیز کا باعث شفا ہونا متعین ہو جائے تو عند الضرورة جلت کا حکم ہے۔	۵۸۶
۲۲۹	غیر مسلموں کو قربانی کے گوشت دینے کا کیا حکم ہے۔	۴۳۲
فوائد اصول فقہ —		

۲۳۰	العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب	۴۳۱، ۴۶۶، ۴۲۸
۲۳۱	العمل بالمطلق يقتضي الاطلاقات	۳۷۰
۲۳۲	مطلق کا اطلاق پُر زور دلیل ہے۔	۳۷۶
۲۳۳	فقہ خلاصہ احادیث ہے۔	۴۳۹



صفحہ	مضامین	مسئلہ نمبر
۴۶۶	عموم الالفاظ لا یخصه خصوص السبب	۲۳۲
۴۶۶	الوطلاق بمنزلة النص	۲۳۵
۴۶۶	تحریری سے غلبۃ الظن اور غلبۃ الظن سے وجوب واجبات ثابت ہو جایا کرتے ہیں۔	۲۳۶
۴۶۰	عموم واطلاق سے استدلال آج تک شائع و ذائع ہے۔	۲۳۷
۴۶۸	لوگوں کے اصرار سے احکام شرعیہ نہیں بدل سکتے۔	۲۳۸
۵۶۳	قول فقہاء قرآن و حدیث کا حکم ہے۔	۲۳۹
۴۵۶	مفاهییم الکتب حجة	۲۴۰
۵۸۳	محرمات کے باب میں شبہ یقین کا درجہ رکھتا ہے۔	۲۴۱
۵۸۶، ۴۲۱، ۴۲۲	یفتی بقول الامام علی الاطلاق	۲۴۲
۵۸۶، ۴۲۲	بجب الافتاء بقول الامام وان لم نعلم من این قال	۲۴۳
۵۸۶	الیقین لا یرتفع بالشک	۲۴۴
۴۲۲	فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہی ہے اگرچہ شارح نے تصریح فرمائی ہو کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔	۲۴۵
۴۲۶	عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام اعظم کے فتویٰ پر اعتماد کیا جائے۔	۲۴۶
۴۲۳	اگر کسی مسئلہ پر امام اعظم کا کوئی نقل نہ ہو تو فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے۔	۲۴۷
۴۲۳	عموماً متون میں قول شیخین کے ذکر پر اقتصار ہے۔	۲۴۸
۴۲۳	ان المتنون موضوعات لنقل المذهب	۲۴۹
۴۲۳	اعتماد اصحاب المتنون علی شیء ترجیح له	۲۵۰



صفحہ	مضامین	سند نمبر
۴۲۳	جو مسئلہ متون کے خلاف ہے وہ مذہب کے خلاف ہے، اس پر عمل و فتویٰ جائز ہیں۔	۲۵۱
۶۱۲	کتاب اللہ کے سوا ہر کتاب میں غلطی کا امکان ہے۔	۲۵۲
	متون کا اتنا اعتبار کہ اگر ان کے خلاف فتویٰ میں ہو تو بھی متون کو ترجیح ہے بلکہ	۲۵۳
۴۲۴	شروح پر بھی ترجیح ہے۔	
۴۲۴	الفتیۃ بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع	۲۵۴
۴۲۴	قول مرجوح سے کیا مراد ہے۔	۲۵۵
۴۲۶	”لاباس“ اور ”خلاف اولیٰ“ متساوی الاستدال ہیں۔	۲۵۶
۴۲۷	قیل صیغہ تریض و تضعیف ہے۔	۲۵۷
۴۲۸	مقلد کی رائے مخالف کا کوئی اعتبار نہیں۔	۲۵۸
	وان کان المفتی مقلدا یقلد الامام فنص امامہ وان کان	۲۵۹
۴۲۹	اجتہاد یا فی حقہ کالدلیل القطعی	۲۶۰
۴۳۲	التخصیص نسخ	۲۶۱
۴۳۲	النسخ لا یجوز فی القطعی بخبر الواحد ولا التباس	۲۶۲
۵۸۹	متفرقات	
۳۲۱	مسح کالغوی معنی دھونا ہے۔	۲۶۳
۳۹۰	اگر پڑ عالم فاضل، سنی صیغہ العقیدہ ہو تو فتویٰ کے قابل ہے ورنہ نہیں۔	۲۶۴
۳۹۴	قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کے متعلق کہ عند اللہ اور لوح محفوظ پر ہی ہے۔	۲۶۵
۳۹۴	حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترتیب باتفاق صحابہ کرام ہے۔	۲۶۶



صفحہ	مضامین	مسئلہ نمبر
۳۹۴	قرآن کریم کی اس ترتیب پر ساری اُمت کا اتفاق ہے۔	۲۶۷
۵۱۴	محسن زانی کی سزا سنگسار کرنا ہے۔	۲۶۸
۵۱۴	غیر محسن ہو تو سو کوڑے سزا ہے۔	۲۶۹
۵۵۷	کوئی شخص لڑکی یا لڑکے سے اپنی جائیداد موہو بہ واپس نہیں لے سکتا۔	۲۷۰
۵۹۶	مردہ بیل کی کھال اُتارنا جائز ہے۔	۲۷۱
۵۹۶	کچی کھال فروخت کرنا جائز نہیں	۲۷۲
۵۹۶	کچی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔	۲۷۳
۵۹۷	کچی کھال فروخت کرنے پر طنز و تشنیع یا بائیکاٹ حرام ہے	۲۷۴
۶۰۵	حیوان مفعول بہ فعل بد کی وجہ سے حرام نہیں ہوتا۔	۲۷۵
۶۰۵	حدیث ”فاقتلوہ واقتلوا البھیمة“ سے جلت ثابتہ بالقرآن کی تخصیص یا نسخ نہیں ہو سکتا۔	۲۷۶
۶۰۶	”اقتلوا البھیمة“ سے تحریم بہیمہ سمجھنا نہایت ہی بعید ہے۔	۲۷۷
۶۰۶	عند الأئمہ والفقہاء اس کا ذبح مستحسن و مندوب ہے۔	۲۷۸
۶۰۶	دابہ غیر ماکول ہو تو احراق کا حکم ہے ورنہ کھایا جائے۔	۲۷۹
۶۰۷	فاعل کو تعزیراً زد و کوب کیا جائے۔	۲۸۰
۵۹۸	بعد طلوع فجر سنتوں کے ماسوا نفل مکروہ اور ناجائز ہیں۔	۲۸۱
۵۹۸	چھترا، بکرا، دنبہ قربانی کے لیے سال کے ہوں۔	۲۸۲
۵۹۸، ۶۱۴	بڑا موٹا تازہ ہونے کی صورت میں سال سے کم عمر کا صرف دنبہ جائز ہے۔	۲۸۳



مسئلہ نمبر	مضامین	صفحہ
۲۸۴	حلال جانور ذبیحہ کا پھینچنا جائز و حلال ہے۔	۵۹۸
۲۸۵	کپورے ناجائز اور مکروہ تحریمی ہیں	۵۹۹
۲۸۶	صرف کلمہ شریف پڑھنے پر کفارہ نہیں۔	۶۰۳
۲۸۷	کلمہ شریف بارادہ قسم پڑھا جائے تو خلاف ورزی کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا۔	۶۰۳
۲۸۸	کفارہ گناہ پر ہوتا ہے اور قسم توڑنا بھی گناہ ہے۔	۶۰۴
۲۸۹	بوقت ضرورت لڑکے یا لڑکی کا مال استعمال کیا جاسکتا ہے۔	۵۵۷
۲۹۰	تین بھائی، ایک بہن اور دو بھتیجیوں میں تقسیم ترکہ۔	۶۰۱
۲۹۱	کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کفار کے ساتھ خاص ہیں۔	۴۳۰
۲۹۲	اس موضوع پر حضرت ابن عمر سے مروی ایک حدیث	۴۳۰
۲۹۳	وکل ایة وردت فی الکفار فانہا تجرذیلہما علی عصاة المسلمین	۳۳۹
۲۹۴	ایسے درخت جو قبرستان میں وقف اراضی کے بعد پیدا ہوں اور لگانے والا معلوم نہ ہو وہ وقف مطلق کا حکم رکھتے ہیں	۶۰۲
۲۹۵	ان من جملة طرق القضاء القرائن	۴۷۷
۲۹۶	حمل امر المسلم علی الصلاح واجب	۵۶۵
۲۹۷	نماز عشر بغیر جماعت کے ادا کرنے والا وتر یا جماعت ادا کر سکتا ہے۔	۶۱۳
۲۹۸	بہار شریعت پر تبصرہ	۶۱۲



فتاویٰ نور



مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ
 وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ
 (المائدہ: ۶۰)
 ”اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے بلکہ وہ تو تمہیں صاف ستھرا
 کرنا چاہتا ہے۔“

اَلْكَهْمُورُ يَحْتَظِرُ الْاِيْمَانَ سِرًّا
پَیْزِ كُنتِ بِنِ عَـ

کتاب الطہارۃ

وضو میں پاؤں دھونا لازم ہے

درج ذیل فتوے کا سوال قلمی نسخہ میں درج نہیں ہے (مرتب)



از روئے قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ پاک وضو میں پاؤں کا دھونا لازم ہے
قرآن کریم میں آیت وضو میں ہے وَارْجُلُكُمَا إِلَى الْكَعْبَيْنِ اور ارْجُلُكُمَا میں دو متواتر
قرائتیں ہیں لام کی زبر اور لام کی زیر، دونوں صورتوں میں معنی ایک ہے، زبر کی صورت
میں تو ظاہر ہے کہ وَجُوهُكُمْ پر عطف ہے اور زیر کی صورت میں اس کا عطف وَجُوهُكُمْ

پر ہی ہے مگر عطف و وسکم کے پڑوس کی وجہ سے زیر آئی جسے جرّ جوار کہا جاتا ہے جو قرآن کریم اور اشعار و محاورات عرب سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کا کوئی ایک حکم کسی دوسرے حکم کے مخالف نہیں ہو سکتا اور ایک اس کا معنی مسح کا بھی آتا ہے مگر اس کی صوت یہ ہے کہ پاؤں میں موزے ہوں تو موزوں پر مسح ہے۔ پاؤں کی دو ہی صورتیں ہیں یا ننگا ہوتا ہے یا موزوں میں ہوتا ہے، ننگا ہو تو دھونا اور موزوں میں ہو تو مسح قرآن کریم کے یہ معنی مفسرین کرام نے بڑی وضاحت سے تحریر فرمائے ہیں چنانچہ تفسیر جلالین اور اس کی شرح صاوی ج ۱ ص ۲۳۵ اور جمل علی الجلالین ص ۲۶۷ اور تفسیر خازن ص ۱۶ اور تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۶، تفسیر روح المعانی ج ۶ ص ۷۵، تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۵۱، تفسیر تاحیہ ص ۲۲۸ و ۲۲۹ اور تفسیر کشاف ج ۱ ص ۴۰۶، تفسیر ارشاد العقل سلیم مع البکیر ج ۳ ص ۹۰، تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۱۷، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۳، شہاب علی البیضاوی ص ۲۲۰ و ۲۲۱، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۹۶، تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۱۷، تفسیر فتح البیان ج ۲ ص ۲۵۶، تفسیر ابن جریر طبری ج ۶ ص ۸۱، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵، تفسیر السراج المنیر ج ۱ ص ۳۵۸، تفسیر البحر المحیط ج ۳ ص ۴۳۷، تفسیر حسینی ج ۱ ص ۱۵۱، تفسیر احکام القرآن ص ۲ ص ۲۲۲ و ۲۲۵، منیۃ المصلی ص ۵، قدوری ص ۹۸، شرح الوقایہ ج ۱ ص ۵۵، ہدایہ ج ۱ ص ۱۶، فتح القدیر ج ۱ ص ۸، تنویر الابصار، در المختار، رد المختار للثامی ج ۱ ص ۹۱، طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۶۳، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳، بحر الرائق ج ۱ ص ۱۲، الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۴، کنز الدقائق ص ۴، مبسوط ج ۱ ص ۸، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵، فتاویٰ سرحدیہ ص ۲، نور الایضاح، مراقی الفلاح، طحاوی علی المراقی ص ۳۶، مفتی البحر مجمع الانہر والمنہج ج ۱ ص ۱۰، فقہ حنبلی المغنی ص ۱۲۰ تا ۱۲۵، الشرح البکیر ص ۱۲۲، الاقلع و کشف القلوع ج ۱ ص ۱۰۱ اور احادیث شریفہ بھی بکثرت ہیں جن میں دونوں پاؤں دھونے کا بیان ہے۔



صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴ و ۱۲۵، سنن نسائی ج ۱ ص ۳۱، سنن ابوداؤد

ج ۱ ص ۱۶، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۵، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۵ تا ۱۵۶۔ ایک علاوہ حدیث کی کافی کتابوں میں تین تین مرتبہ پاؤں دھونے کا ثبوت ہے بلکہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی ثابت ہے کہ دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھو کر فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو یوں ہے۔

سنن ابوداؤد ص ۱۶ میں ہے شمس غسل رجلہ الی الکعبین شمس قال انما احببت ان اریکم طہور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یونہی ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۵ میں ہے اور سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲ میں ہے اور جہاں جلیکم زیر کی صورت میں شبکیا گیا ہے وہ غلط ہے کیونکہ یہ زیر صرف پڑوس کی وجہ سے ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مسح کا معنی بھی لغت عرب میں دھونے کا ہے چنانچہ لغت عرب کی مستند کتاب لسان العرب ج ۲ ص ۵۹۳، تاج العروس ص ۲۲۳، کتاب الافعال ج ۳ ص ۱۸۴، مجمع البحار ج ۳ ص ۲۹۶، نہایہ ج ۲ ص ۹۹ میں ہے۔

بہر حال یہ چیز قطعی ہے کہ پاؤں کا دھونا وضو میں ضروری قطعی ہے جبکہ پاؤں نیچے ہوں اور موزوں کی صورت میں مسح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ مارچ ۱۹۷۹ء





Marfat.com

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنۢ آمَنَ بِاللَّهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى
 الزَّكَاةَ وَلِسَعِيدٍ خَشِ الْإِلَٰهَ (التوبہ: ۱۸)
 اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے
 اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے
 نہیں ڈرتے۔

أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ مَسْلُوحًا بِرَمٍ
سَجْدًا مَنْزِلَةً مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ



کتاب المسئلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مسجد کی چھت کو بطور ایک گھر کے صحن کے استعمال کرنا اور بیوی بچوں سمیت مسجد کی چھت پر رات کو سونا نیز حیض و نفاس والی عورت مسجد کی چھت پر جا سکتی ہے یا نہیں آیا جائز یا حرام؟ فقط والسلام
سائل: سیکرٹری جامع مسجد مایوالی، ساہیوال
محمد بخش ۸-۸-۷۲





مسجد خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے ان المسجد
لذہ اور اس کے پاک رکھنے اور پاک کرنے کا حکم ہے، قرآن کریم فرماتا ہے طہرا بیتہ
تبعین الحقائق ج ۱ ص ۱۶۸ میں ہے لان تطہیرہ (ای المسجد) من النجاسات
واجب لقولہ تعالیٰ ان طہرا بیتہ الاية العبرة لعموم الالفاظ
لا لخصوص السبب قاعدہ مسلمہ ہے اور پھر حدیث شریف ہے انی لا احل
المسجد لحائض ولا جنب کر میں حائض اور جنبی کے لئے مسجد حلال نہیں کرتا اور فرمایا جنبوا
مساجدکم صبیانکم و محبانینکم درواہ ابن ماجہ ص ۵۵ یعنی اپنے
بچوں اور دیوانوں کو مسجدوں سے دور رکھو اور حکم دیا کہ ان تطہروا و تطیبو کہ مسجدوں کو
پاک رکھا جائے اور خوشبودار (رواہ ابن ماجہ ص ۵۵) اور فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰ جو ہرگز
ج ۱ ص ۳۴ میں ہے سطح المسجد حکم المسجد کہ مسجد کی چھت مسجد کے
حکم میں ہے تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۶۸، شامی ج ۱ ص ۶۱۲ میں ہے ولا یحل للجنب
والحائض والنفساء الوقوف علیہ کہ جنبی اور حائض و نفساء کو مسجد پر کھڑا ہونا
حلال نہیں۔



الحاصل قرآن کریم اور حدیث پاک اور فقہ حنفی سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ امور بالا حلال اور جائز نہیں بلکہ حرام ہیں۔ با اثر مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو ایسی چیزوں سے بچائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم محمد
حناتم النبیین وعلى آله واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ ۹-۸-۷۲



الاستفتاء

بخدمت جناب قذہ و کعبہ الحج فقیر اعظم پاکستان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی من لدیکم۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسائل کہ :

۱۔ جو رقم مسجد کے لئے اکٹھی کی جاتی ہے یا لوگ خود بخود دے جاتے ہیں یا غلہ مسجد میں جمع ہو اس میں سے مسجد کے امام یا خطیب یا خادم کو تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں جبکہ مسجد کی تعمیر و مکمل ہو چکی ہوں۔

۲۔ مسجد میں کچھ جگہ ایسی ہے جو عرصہ دراز سے نماز کے لئے استعمال نہیں کی تھی اس میں

(ب) یہ کہ حافظ قرآن ہو مگر ڈارھی کتراتا ہو تو ایسی صورت میں وہ پڑھا سکتا ہے یا کہ نہیں؟
۲۔ مسجد کے صحن میں یا جہاں مستقل نماز باجماعت ہوتی ہو، جنازہ رکھ کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

نوٹ: حضور آپ مہربانی فرما کر ہیں جلدی جواب عنایت فرمائیں اور مہربانی بھی ثبت فرمائیں نیز مولوی محمد نور انجمن شمس آپ حضور کی خدمت عالیہ میں نہایت ہی ادب سے سلام عرض کرتا ہے۔

السائل

خاکپائے اہلسنت و جماعت سید محمد بشیر احمد شاہ خادم جامع مسجد خوشیہ
محمد شفیع نمبردار دیگر اہالیان چک ۹۰۲ شاہ مدار ضلع ساہیوال ۹-۶-۷۶



۱۔ مسجد کے لئے جو جمع کی جاتی ہے وہ تعمیرات و دیگر ضروریات مسجد کے لئے ہی ہوتی ہے اور جبکہ امام و خادم بھی مسجد کے لئے نہایت ضروری ہیں تو ان کی تنخواہیں بھی اس رقم سے دینی جائز ہیں جبکہ تعمیرات بھی مکمل ہو گئی ہیں۔

۲۔ اس پھوڑی والی زمین پر جب باقاعدہ فرش لگایا گیا تو کس نیت سے؟ اگر متولی وغیرہ انتظامی حضرات نے مسجد کی نیت سے لگوا یا کہ یہ باقاعدہ مسجد میں شامل کیا جائے تو پھر جو نیاں کھنی غیر مناسب ہیں اور اگر صرف آرائش کے لئے اور نمازیوں کے آرام کرنے کے لئے لگوا یا کہ

دنیاوی باتیں کرنی ہوں تو مسجد میں نہ کریں اور یہاں بیٹھ کر کر لیں تو پھر جو تیوں کے لئے بھی وہ فرش استعمال ہو سکتا ہے۔

۳۔ ایسے شخص کو عارضی امام بھی نہ بنایا جائے۔

۴۔ اگر حافظ دار بھی کٹوا کر مشیت بھر سے کم کرانا ہے تو وہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔ قرآن کریم کا حافظ ہو کر بے عملی کرے تو اوہ برا ہے۔

۵۔ مسجد میں جہاں نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہاں جنازہ رکھ کر پڑھنا ہمارے مذہب میں مکروہ ہے جیسے کہ تمام کتب فقہ حنفی میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ على حبیب الاعظم

والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ: کئی دن ہوئے آپ کا لفاظ ملا مگر مجھے فرصت نہیں ملتی کہ جواب جلدی دیں خصوصاً جبکہ سوالات کی فہرست ہو تو اور مشکل ہوتی ہے، ہمیشہ صرف ایک ہی سوال ہونا چاہئے۔ مولوی نورنبی صاحب سے سلام شفقت اور دعا۔ والسلام۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور الشدائعی غفرلہ

۱۲ جمادی الآخر ۱۴۹۶ھ ۶-۶-۱۳۰۶

الاستفتاء

حضرت صاحب!



گزارش ہے کہ ہمارے مکان کی چھت پر بطور جاری نماز مسجد بنائی گئی تھی اور اب وہ مسجد کے نیچے والا مکان ٹٹ گیا ہے اور ساتھ ہی مسجد بھی گرا کر مکان تعمیر ہو سکتا ہے واضح رہے کہ مسجد کے نیچے والا مکان ذاتی تصرف میں رہا ہے اور مسجد میں بھی گھر کے افراد ہی نماز ادا کرتے رہے لہذا اب اس مسجد کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ اگر دوبارہ مسجد بنائی جائے تو اس کا ملبہ ذاتی تصرف میں آسکتا ہے یا نہیں؟ براہ مہربانی اس مسئلہ کو واضح فرمادیں۔

سائل: مستری محمد علی ولد میاں امام دین، دیپال پور



وہ مسجد نہیں بلکہ صرف جاری نماز ہے، دوبارہ نہیں بن سکتی ہے تو کوئی حرج نہیں نماز کسی اور جگہ پڑھتے رہیں اور ملبہ کے متعلق یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نام پر لگایا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہی لگایا جائے، کوئی مسجد بن رہی ہو تو دے دیں کہ اس میں لگ جائے یا فروخت کر کے قیمت مسجد میں لگا دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ و
الہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور الشانسی غفرلہ

بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ ۲۳ - ۲ - ۱۹۸۲



الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
قبلہ استی رضوی جامع مسجد تاندلیا نوالہ میں جگہ کی تنگی کے باعث مسجد کے صحن میں
ایک طرف ٹیوب ویل کے لئے کنواں بنایا گیا ہے جس کے اوپر چھت ڈالی جائے گی اور نماز
پڑھنے کے لئے اسی طرح صفیں ڈالی جائیں گی جیسے کہ کنواں میں کھدائی اور ٹیوب ویل
نصب کرنے سے قبل ادا کی جاتی تھیں، نماز پڑھنے کی جگہ میں کوئی کمی نہیں آتی، کنوئیں کے
اوپر کنکریٹ کی پوری چھت ہے۔

دستخط: محمد اسلم جاوید، صدر انجمن غوثیہ

ستی رضوی جامع مسجد تاندلیا نوالہ ۸۳-۳-۲۵



قرآن کریم میں ہے وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ
فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ

فقہائے کرام فرماتے ہیں مسجد ثریٰ سے لے کر آسمان کی سطح تک مسجد ہے تو گو چھت ڈال کر جبکہ پوری کر لی جائے تب بھی مسجد کا ادب و احترام ایسا کرنے سے مانع ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب

والہ وسلم۔

صوۃ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ھ ۲۵-۳-۸۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان مشرع متین اس مسئلہ کے بیچ موضع بھنڈی سکیو کے جس کو آباد ہوئے تین سو سال ہو چکے ہیں اس وقت موضع مذکور میں مسجد تعمیر کی گئی تھی وہاں دو پتیاں تھیں، مشترکہ جبکہ پر گاؤں تعمیر کیا گیا، بعد میں اس کو تقسیم کر کے دو گاؤں کے حصے بنائے گئے مگر مسجد مشترکہ ہی رہی مسجد کچی تھی، اس کو نچتہ بنانے کے لئے ہر دو پتی داروں نے مشترکہ چندہ اکٹھا کیا مگر بعد میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اب ایک فریق کہتا ہے چونکہ اب مسجد آپ کے قبہ میں آچکی ہے اس لئے ہم اپنے رقبہ میں اپنی مسجد علیحدہ تعمیر کریں گے، یہیں جمع شدہ اور سامان مسجد وغیرہ میں سے ہمارا حصہ دے دیں، دوسرا فریق کہتا ہے چونکہ چندہ اسی مسجد کے لئے اکٹھا کیا گیا ہے لہذا اسی مسجد پر خرچ ہوگا۔

شرعی لحاظ سے وضاحت فرمائی جائے کہ ہر دو فریق میں سے کون حق دار ہے

اور یہ مسئلہ کیسے حل ہونا چاہئے۔

محمد عاشق ولد نور محمد قوم وٹو موضع بھونڈی شکیہو کے
تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر



مسجد کا بڑا ادب ہے اور مسجد کو ویران یا بے رونق کرنا جائز نہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ الْآيَةَ (پہلا پارہ) حالانکہ گاؤں چھوٹے سائل نے زبانی بیان کیا کہ وہ گاؤں پچاس یا پچپن گھروں کا ہے تو اگر دو مسجدیں بنائی گئیں تو آباد کوں کرے گا پہلی بھی غیر آباد ہو جائیگی اور دوسری بھی لہذا وہ پہلی ہی آباد کریں اور مسجد میں کوئی پتی نہیں بلکہ وہ تو خانہ خدا ہے، سب مسلمانوں کا برابر ہے خاص کر جبکہ وہ جنگے حصہ میں ہے لکھ دینے کو تیار ہیں کہ یہ مسجد مشترکہ رہے گی جیسے کہ سائل نے زبانی بیان کیا تو ایک ہی رہنے دیں اور اتفاق سے آباد کریں جبکہ ایک ہی گاؤں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب
والہ وسلم۔

صوہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ ۱۰-۹-۸۱



مندرجہ ذیل فتویٰ چونکہ فتاویٰ نور یہ کے قلمی نسخہ میں نامکمل درج تھا اس لئے
مطبوعہ فتاویٰ نور یہ جلد اول کی کتاب الوقف میں بھی ناتمام ہی طبع ہوا۔ اب اس فتویٰ کا
مکمل مسودہ پرانے کاغذات سے دستیاب ہوا ہے جو نذر قارئین ہے۔
(مرتب)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک مسجد
جو ۶۰/۷۰ سال سے آباد چلی آتی تھی، سیلاب کی وجہ سے اس کا مکان منہدم ہو گیا اور اسی طرح
گاؤں کے بھی کئی مکان منہدم ہو گئے، اپنے اپنے مکان تو لوگوں نے بنائے اور
گاؤں کو آباد رکھا مگر مسجد کو اسی حال پر چھوڑ دیا اور اس کے قریب ایک نئی مسجد
بنانی شروع کر دی حالانکہ گاؤں چھوٹا ہے، ایک مسجد بھی اچھی طرح آباد نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ
دونوں، خصوصاً وہ پرانی مسجد جو شکستہ و خستہ چھوڑ دی ہے اور اس کے لئے کوئی امام
اور پانی وغیرہ کا انتظام نہ ہوگا تو وہ نئی مسجد (جس میں ہر طرح کا انتظام ہوگا) کے بن جانے
سے آباد نہ ہو سکے گی بلکہ ویران رہے گی، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

سائل: سبحان الدین از کوٹھی نور شاہ



قرآن کریم سورہ نور نورانی ارشاد ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع آیتہ

قول محقق یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد جمیع مساجد ہیں۔ لباب التاویل، خازن معالم التنزیل
وغیرہا تفاسیر معتبرہ میں ہے والنظم للسید ابی السعود والمراد من البيوت
المساجد كلها اور اس رفع سے مراد رفع بنا ہے یا تعظیم۔ ارشاد العقل، لباب التاویل،
معالم التنزیل، حمل عن الکرخی، وغیرہا میں ہے والنظم من الارشاد والمراد بالاذن
فی رفعها الامر ببناها، فیعة لا کسائر البيوت وقيل هو الامر
برفع مقدارها۔

بہر حال اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ مسجد مذکور کو بنا کر کیا جائے اور اسکی عظمت کو
بپا کیا جائے خصوصاً ایسی حالت میں کہ لوگوں نے اپنے اپنے گھر درست کر لئے اور خانہ خدا
یونہی ویران و برباد چھوڑ دیا اور اگر نئی مسجد علیحدہ بنائیں تو اس سے پہلی مسجد کا حق
ادا نہیں ہو سکتا حالانکہ وہ مسجد قیام قیامت تک مسجد ہی ہے کما فی جمیع
معتبرات المذہب المنیف بلکہ اس نئی مسجد کے بن جانے سے وہ محض
ویران و معطل پڑی رہے گی تو اندریں حالات نئی مسجد بنانا کریمہ و من اظلم
من منع مسجد الله ان يذكر فيها اسم وسعى في خرابها
(البقرة آیت ۱۱۴) کا مصداق بننا ہے۔

جلالین، بیضاوی، ارشاد العقل وغیرہا میں ہے والنظم لمولانا
الجلال علیہ الرحمہ وسعی في خرابها بالهدم او التعطيل
اور یہ حکم اظہار حکم و لفظاً جمیع مساجد کے تمام مخربین و معطلین کے لئے عام ہے۔
ارشاد العقل، طبری، کبیر، نیشاپوری، خازن، بیضاوی، صاوی روح البیان

والنظم من الحق علی الرحمة وصیفة الجمع لكون
حكم الآية عاما لكل من فعل ذلك في ای مسجد كان۔

صاوی میں تفصیلاً فرمایا کہ مسلمان اور کافر اور حضرت سیدنا فاروق عظیم
کے فتویٰ کا بھی یہی حکم و تقاضا ہے کہ اس نئی مسجد کے بنانے سے نہ بنا بالکل گریز کیا جائے کہ شان
ضرریت سے پرہیز ہو۔

تفسیرات احمدیہ میں مسجد ضرار کے بیان میں ہے و عن عطاء لما فتح
الله الامصار علی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امر المسلمین ان
یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی مدینة مسجدین یضار
احدهما صاحبہ۔ لہذا اس پہلی مسجد کو آباد کیا جائے اور اس نئی کے بہانے سے
پرانی کی خرابی و ویرانی سے اجتناب کیا جائے کہ ویرانی دنیا و آخرت سے نجات اور آبادی
ابدیہ کے ثمرات حاصل ہوں۔

تفسیر صاوی میں ہے لهم فی الدنيا خزی و لهم فی الآخرة
عذاب عظیم کی تفسیر میں فخر فی المسلم فی الدنيا بالمصائب والفقر
والعی والموت علی غیر حالة مرضیة (الی ان قال) علی سبیل
التطہیر ان مات مسلما فان العبرة لعموم اللفظ لا بخصوص
السبب وکل آیت وردت فی الکفار فانہا تجر ذیلہا علی
عصاة المسلمین۔

تفسیر عزیزی میں آیت ومن اظلم ممن منع الآية کی تفسیر میں ہے ہر
رازیں امر احتراز نام باید نمود و از مقدمات و دوائی و اسباب قریب و بعیدہ این کار احتیاط
تمام باید کرد۔



واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وعلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشماغی غفرلہ البصیر فوری

۵ رذی القعدة المبارک ۱۳۶۸ھ

الاستفتاء

کینیڈا سے آمدہ درج ذیل سوال کافی مفصل اور طویل تھا، اختصار کے پیش نظر
متکرر عبارتیں حذف کر دی گئی ہیں تاہم کوشش یہ کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ
سائل کی اصل عبارت اس کے اپنے الفاظ میں آجائے نیز سوال کی اصل روح بھی
برقرار رہے اور وہاں کے حالات کی منظر کشی بھی ہو جائے۔ (مرتب)

سلام منون!

ایک نہایت ہی ضروری کام کے لئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں، آپ کے
ذریعے انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا اور کینیڈا میں مقیم مسلمان آرام و سکون کا سانس
لینے کے ساتھ ساتھ آپ کے ممنون ہوں گے۔

اٹاوا، کینیڈا کا دارالحکومت ہے، اس کی آبادی تقریباً چار لاکھ کے قریب ہے

یہاں اکتوبر سے لے کر مارچ تک متواتر برف باری ہوتی رہتی ہے۔ دارالحکومت ہونے کے باعث یہاں اسلامی حکومتوں کے سفارت خانے بھی ہیں جن کے عطیات کے ذریعے یہاں ایک مسجد تعمیر ہوئی ہے، مسجد کی تعمیر کے لئے ۱۹۷۶ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے ایک لاکھ ڈالر کا عطیہ دیا گیا، دوسری حکومتوں کے عطیات کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ روپیہ زیادہ ہونے کے باعث بینک میں جمع کروا دیا گیا اور اس پر سود لینا شروع کر دیا۔ مسجد کا فی الحال مستقل امام کوئی نہیں ہے۔ ایک ایسوسی ایشن بنی ہوئی ہے وہ مختلف آدمیوں کو امامت کے فرائض کے لئے نامزد کرتی رہتی ہے۔ جمعہ کی نماز مسجد میں اہتمام سے ہوتی ہے پھر جمعہ کو مغرب اور عشاء کی نماز اور ہفتہ کے روز کی تمام نمازیں اگر نمازی اکٹھے ہو جائیں تو ہو جاتی ہیں ورنہ مسجد بند رہتی ہے۔ ہفتہ کے روز فجر کی نماز کے بعد کچھ تعلیم ہوتی ہے۔ اس کے بعد لوگ اپنے ہمراہ کھانا لے کر آ جاتے ہیں اور مسجد کے تہ خانہ میں کھانا کھایا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ ظہر تک جاری رہتا ہے۔



مسجد کا طول ۷۵ x ۷۵ ہے۔ مسجد کے تہ خانہ کی بنیادیں زمین کی کھدائی کر کے اٹھائی گئی ہیں، اسی بنیاد پر ہی مسجد کی دوسری چھت ڈالی گئی ہے جہاں نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اس کے اوپر تیسری منزل گیلری کی صورت میں ہے تاکہ عورتیں وہاں پر نماز ادا کر سکیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ ہفتہ کے دن لوگ تہ خانے میں اکٹھے ہو کر کھانا کھاتے ہیں۔ یہاں کے ماحول کو مد نظر رکھتے کہ عورت اور آدمی میں کوئی فرق خیال نہیں کرتے۔ بچوں کے والدین بھی ساتھ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں پاکستان، ہندوستان، لبنان، ترکی، اردن، افریقہ، ملائیشیا، کینیڈا اور قاہرہ کے لوگ ہوتے ہیں، یہاں فیشن زدہ عرب لوگ بھی جاتے ہیں

میں عرب کی برائی نہیں کرنا چاہتا بلکہ آپ کو تمام حالات سے روشناس کرانا چاہتا ہوں) اگرچہ تمام اکٹھے ہونے والے لوگ مسلمان ہی ہیں لیکن میل ملاقات کا تمام تر کام اسی مسجد کے تہ خانہ میں ہوتا ہے۔

(آپ سے گزارش ہے کہ یہاں کے مغربی طرز کے ماحول کو نگاہیں رکھیں کیونکہ یہاں کے عیسائی اور غیر مسلم لوگ آدمی اور عورت کے سر عام ملنے کو بالکل معیوب نہیں سمجھتے بلکہ فخر محسوس کرتے ہیں کہ میری بیوی کے لتنے بوائے فرینڈز یا دوست ہیں)

اب یہاں چند لوگوں نے اس تہ خانہ میں ٹیبل ٹینس (TABLE TENNIS) لا کر رکھ دی اور کھیلنا شروع کر دیا۔ جب دیندار لوگوں نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے منع کر دیا، معاملہ بورڈ میں گیا اور اکثریت نے نہ کھیلنے کے حق میں ووٹ دیا، اس طرح یہ مصیبت وقتی طور پر ٹل گئی۔ یہ واقعہ ۱۹۶۶ء کا ہے۔

پچھلے سال ۱۹۶۷ء میں بورڈ کا دوبارہ الیکشن ہوا اور اظہر علی خان جس کا تعلق بھی پاکستان سے ہے، ایسوسی ایشن کا صدر منتخب ہوا۔ اب پھر الیکشن ہونے والے ہیں چنانچہ اس نے اپنے دماغ سے سپورٹروں کے کہنے پر ایک میز کی بجائے دو عدد ٹیبل ٹینس لا کر رکھ دئے اور نوٹس بورڈ پر کھیل کے اوقات تحریر کر دئے۔ جب یہ بات خود دار مسلمان کے نوٹس میں آئی تو وہ دونوں میزوں کی دو عدد ڈانگیں بمع پیچ وغیرہ گے اٹھا کر گھر لے آیا اور صدر صاحب کو ٹیلی فون پر تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا کہ آپ مسجد میں نہیں کھیل سکتے اور کھیل کا نوٹس بھی بورڈ سے اتار لایا۔

صدر صاحب نے اپنی مرضی کے ممبروں کی ہنگامی میٹنگ منعقد کی اور کھیلنے کا فیصلہ پاس کر دیا۔



تمام تر صورت حال تفصیل کے ساتھ میں نے تحریر کر دی ہے۔ کھیلنے والے بھی مسلمان ہیں اور روکنے والے بھی مسلمان، اب میں بالکل ایک غیر جانبدار ہونے کے باعث آپ کو دونوں گروپوں کے نقطہ نگاہ سے آگاہ کرتا ہوں۔

کھیلنے والوں کا دعویٰ

۱۔ یہاں کا ماحول گندا ہے اس لئے ہم اپنے بچوں کو مسجد کے ماحول میں لانے کیلئے تھوڑی سی رغبت دلائیں اور اس کے لئے کھیل کا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ جب مسجد کا تہ خانہ کھانے میل ملاقات اور بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال ہو سکتا ہے تو پھیمل ٹینس کے لئے کیوں استعمال نہیں ہو سکتا؟ (واضح رہے کہ یہاں پر عورت اور آدمی بلا امتیاز آپس میں گتپیں لگاتے ہیں)

۳۔ ان کا خیال ہے کہ مسجد صرف دوسری منزل پر واقع ہے جہاں نماز باجماعت ہوتی ہے تہ خانہ مسجد نہیں ہے لہذا اسے کھیل کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ ایوسی ایشن نے اٹاوا سے ۱۲ سو میل دور کینیڈا ہی میں ایک جگہ HALIFI سے ایک عرب مسجد کے امام کو بلا یا جس نے کہا کہ تم مسجد کے تہ خانہ کو بطور کھیل استعمال کر سکتے ہو کیونکہ یہ مسجد نہیں ہے مزید اس نے ایک حدیث نقل کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم کے زمانہ حیات میں حبشہ سے چند آدمی آئے تھے جنہوں نے مسجد میں گتکے کے ذریعے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ جب رسول خدا کی موجودگی میں ایسا ہو سکتا ہے تو اب کیوں نہیں ہو سکتا؟

۵۔ ڈانگلٹن (امریکہ) کے ایک امام مسجد ڈاکٹر عبدالرؤف نے تحریری طور پر مسجد کے تہ خانے کو ٹیبل ٹینس کے لئے استعمال میں لانے کی رائے ظاہر کی ہے۔ واضح رہے کہ کینیڈا اور امریکہ میں TABLE TENNIS کو PING PONG کہتے ہیں۔



روکنے والوں کا دعویٰ

- ۱۔ مسجد میں کھیل بالکل ناجائز ہے چاہے رغبت دلانے کے لئے ہو۔
- ۲۔ مسجد کا ماحول خالص اسلامی ہونا چاہئے، اس میں عورتوں مردوں کے آزادانہ میل ملاقات اور نمود و نمائش کی پابندی ہونی چاہئے۔
- ۳۔ مسجد کا تہ خانہ ہو یا بالا خانہ بنیاد سے لے کر آسمان تک تمام جگہ مسجد ہے جس کا احترام ضروری ہے۔

۴۔ ڈاکٹر عبدالرؤف کوئی مفتی نہیں ہے جو فتوے دے سکے۔

مسجد کے حالات کے ساتھ ساتھ دونوں گروپوں کے خیالات اور دلائل سے بھی آپ کو اپنی سمجھ کے مطابق بندہ نے آگاہ کر دیا ہے لہذا آپ کی خدمت عالیہ میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ ہمیں اس بارے میں آگاہ فرمائیں تاکہ مزید کسی قسم کا نقصان ہونے سے پیشتر ہی مسئلہ اچھے طریقے سے حل کیا جاسکے۔ ہمیں اس بارے میں فتویٰ چاہئے۔

(اس کے بعد مختصر سوالات جو تقریباً وہی ہیں جو اس سے اگلے استفتاء میں درج ہیں اس لئے یہاں نقل نہیں کئے جارہے) (مرتب)

آپ اتنا لمبا خط پڑھ کر شاید اکتا گئے ہوں لیکن تمام حالات کا عرض کرنا بھی ضروری تھا

والسلام

افتی راحمد۔ اٹاواہ (کینیڈا)



مسابہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، شرعاً بڑے معظّم ہیں، قرآن کریم اور احادیث شریفہ

نے بڑی اہمیت دی ہے۔

وہ لوگ بالکل سادہ لوح اور شریعت سے بے بہرہ ہیں جو مسجد کے متعلق ایسے خیالات رکھتے ہیں، پہلے پارہ میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے ومن اظلم ممن منع مسجدا للہ الا یہ ۱۷ اور سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۸ پارہ دسویں کا ارشاد ہے انما یعمر مسجدا للہ من امن باللہ والیوم الآخر و اقام الصلوۃ ۱۹ اور اٹھارہویں پارہ سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۶ ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسم اللہ ۲۰ اور پارہ انتیسواں سورۃ الحج کی آیت نمبر ۱۸ نے فرمایا وان المسجدا للہ فلا تدعوامع اللہ احدا۔

ان چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسجدوں کی تعظیم و ادب کا ذکر فرمایا ہے اور ادب کا ذکر فرمایا ہے اور ان میں اپنے ہی ذکر کی اہمیت پر زور دیا ہے اور یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں اور یونہی ان کی تفصیل احادیث پاک میں ہے۔ ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۴۷ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

۱۷ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی دیرنی میں کوشش کرے، ان کو لائق نہ بتا کہ مسجد اس میں جانیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیاوی رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

۱۸ اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

۱۹ ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام ۲۰ اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جن چیزوں سے منع فرمایا، ان میں خرید و فروخت کی ممانعت بھی ہے اور اسی صفحہ میں واثلہ بن اسقع سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءکم وبيعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم واقامة حدودکم و سل سیوفکم یعنی اپنی مسجدوں کو دور رکھو اپنے بچوں سے اور دیوانوں سے اور خرید و فروخت سے اور اپنے جھگڑوں سے اور آواز بلند کرنے سے اور حدیں قائم کرنے اور تلواریں کھینچنے سے اور یونہی گم شدہ چیز کے متعلق مسجد میں دریافت کرنے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ دریافت کرنے والے کو کہا جائے لا اداھا اللہ الیک فان المساجد لم تن لبن لہذا یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری وہ چیز واپس نہ فرمائے کیونکہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی گئیں رواہ ابو داؤد ج ۱ ص ۶۸ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یونہی ترمذی ج ۱ ص ۲۳ میں حضرت عمرو بن عاص کی حدیث مرفوعہ میں خرید و فروخت وغیرہ سے ممانعت ہے اور حضرت ابو ہریرہ سے مسلم شریف ج ۱ ص ۲۱۰ میں بکثرت حدیثوں میں ہے کہ گم شدہ چیز کو مسجد میں دریافت کرنے والے کو وہی دعا دی جائے کہ چیز نہ ملے کیونکہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی گئیں وہ تو اسی کام کے لئے ہیں جس کے لئے بنائی گئی ہیں اور یونہی مسند امام احمد بن حنبل اور سنن بیہقی وغیرہ میں بکثرت حدیثیں ہیں اور بکثرت حدیثوں میں کچے پیاز، محقوم وغیرہ بدبودار چیز کھا کر داخل ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔ مسلم شریف ج ۱ ص ۲۰۹ اور ۲۱۰ وغیرہ کتب حدیث میں بکثرت حدیثیں ہیں۔



نوٹ: حضرت فقیہ عظیم قدس سرہ العزیز یہ فتوے مفصل تحریر فرمایا چاہتے تھے، یہاں تک مسودہ کی شکل میں لکھا تھا کہ بعض انتہائی اہم مصروفیات کے باعث یہ سلسلہ موقوف ہوتا آنکہ سائل مذکور نے اسی سلسلہ میں بطور یاد دہانی مورخہ ۳۰ کو مختصر سوالنامہ دوبارہ لکھا جو مورخہ ۲۹ اگست ۱۳۸۷ء کو

ان دنوں موصول ہوا جب حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملاں کا سانحہ پیش آئے، صرف ۱۱ دن گزرے تھے۔ شدید صدمہ اور تعزیت کے لئے آنے والوں کے ہجوم کے باوجود حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ۱۳ اگست کو اس کا مختصر جواب تحریر فرمایا جسے اگلے صفحہ پر درج کیا جا رہا ہے (مرتب)

الاستفتاء

یہ سوال دوبارہ مورخہ ۴۸-۴۰-۳۰ کا لکھا ہوا مختصر آیا مورخہ ۴۸-۸-۲۹ کو تو یہ جواب لکھا گیا۔
ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۴۸-۸-۳۱

فتوے کے بارے میں ہمیں از حد ضرورت ہے اس لئے آپ وقت نکال کر اپنی اولین فرصت میں اپنے تعاون سے استفادہ فرمائیں۔ بندہ دوبارہ جن امور میں فتوے چاہئے ہے عرض کئے دیتا ہوں۔

۱۔ آیا مسجد کے تہ خانہ میں ٹیبل ٹینس (TABLE TENNIS) یا دیگر کسی قسم کی کھیل وغیرہ کا شغل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ مسجد کی تعمیر پر صدقات زکوٰۃ وغیرہ کا روپیہ استعمال ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ نماز میں ایک بار لیش دینی علم رکھنے والے ظاہری طور پر بہیز گار (کیونکہ باطن کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) کی موجودگی میں بغیر ڈارھی کے آدمی جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ عورتیں اور مرد مسجد کے تہ خانہ میں اکٹھے مل کر کھانا وغیرہ یا میٹنگ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

یہ تمام مسائل یہاں کے مسلمانوں کے لئے آپس میں کافی رنجش کا باعث بنے ہوئے ہیں اس لئے آپ لوگوں پر بھی عالم ہونے کے ساتھ اس بات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ اپنی دینی خدمات اور علم کے ذریعہ امت محمدیہ کو راہِ راست پر لانے کے لئے اپنی ذمہ داری سرانجام دیں۔

ایک ہفتہ کے بعد رمضان المبارک شروع ہو رہا ہے، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس مبارک مہینہ کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

افتخار
اٹا وہ کینسیڈا



آپ کے سوالات چار ہیں، پہلے اور چوتھے نمبر کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ سب چیزیں مسجد میں ناجائز ہیں کیونکہ مسجدیں اللہ رب العالمین کے خاص گھر ہیں جیسا کہ خود اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (سورة المجن آیت ۱۸) (ترجمہ) اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو اور کسی گھر کی قدر و منزلت گھر والے کی شان سے ہی مستفاد ہوتی ہے۔ دنیا کے کسی شہنشاہ یا بادشاہ یا با اختیار حاکم کے موجود ہوتے ہوئے جبکہ وہ جاگتا اور دیکھتا سنتا ہو اس کے گھر کے

اندر یا او پر نیچے ایسی حرکتیں نہیں ہو سکتیں تو اللہ رب العالمین جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ اور سمیع و بصیر ہے اس کے اپنے خاص گھروں میں ایسی حرکتیں کیونکر روا ہو سکتی ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ گھر کا احترام گھر کے اوپر نیچے گھر والے کی حد ملکیت تک ہوتا ہے۔

دیکھتے کوئی کسی کے گھر کے نیچے یا اوپر اخلاقاً اور قانوناً عمارت نہیں بنا سکتا تو وہ اللہ جو زمین کی نچلی تہہ تک اور آسمان کے اوپر تک کا مالک ہے، اس کے گھروں کا احترام بھی اس کی حد ملکیت تک لازم ہے چنانچہ فقہ حنفی کی نہایت مستند اور معتد کتاب در المختار اور اس کے نہایت معتبر حاشیہ رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۲ میں ہے، در المختار کے لفظ ہیں ان مسجد الى عنان السماء کہ وہ آسمان کے اوپر تک مسجد ہے اور شامی نے فرمایا و کذا الى تحت الثرى لعنی جیسے کہ آسمانوں کے اوپر تک مسجد ہوتی ہے یونہی زمین کی تہہ والی نناک مٹی کے نیچے تک مسجد ہوتی ہے بلکہ مسجد مسجد ہی تب بنتی ہے کہ اس کی نیچی تہہ تک اوپر تک سب مسجد ہو۔

شامی ج ۳ ص ۵۱۲ میں ہے ان شرط کو نہ مسجد ان یكون

سفلہ وعلوہ مسجد اور بالخصوص مساجد کی تعظیم اور احترام کا حکم بھی فرمایا گیا چنانچہ ارشاد فرمایا فی بیوت اذن الله ان ترفع ويذكر فيها اسمه يسبح له فيها بالغدو والاصال رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلوة وایتاء الزكوة يخافون يوماً تتقلب فيه القلوب والابصار (سورة النور آیت ۳۶، ۳۷، ۳۸) ترجمہ ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اہل کا نام لیا جاتا ہے، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح و شام، وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرنا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت، اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل



اور آنکھیں۔

ان گھروں سے مراد مفسرین کلم کے نزدیک مسجدیں ہی ہیں اور بلند کرنے سے مراد تعظیم اور احترام ہے اور احادیث طیبہ بھی بکثرت ہیں جو مساجد کی تعظیم کا حکم فرماتی ہیں تو ماہ نیم ماہ اور مہر نیم وز کی طرح واضح ہوا کہ مسجد کے اندر یا بالا خانہ یا تہ خانہ میں یہ حرکات نازیبا اور ناروا ہیں نیز عورتوں اور مردوں کا کسی اجتماع میں اکٹھے کھانا یا میٹنگ کرنے میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ غیر محرم بھی شامل ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اور زیادہ خرابی ہے۔ قرآن کریم نے تو پردے کا حکم دیا ہے تو اس کی بھی خلاف ورزی ہے لہذا شرعاً ایسے اجتماعات سے پرہیز بڑی ضروری ہے۔



سوال ۱۷ کا جواب بھی قرآن مجید میں واضح موجود ہے۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے اِنَّهَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبِهِمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (سورة التوبة آیت ۱۷) (ترجمہ) صدقات انہی لوگوں کے لئے ہیں جو محتاج اور زسے نادار ہوں اور جو اسے وصول کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

یہ زکوٰۃ و صدقات کے خرچ کرنے کی جگہیں ہیں جن میں مساجد داخل نہیں ہیں تبیل اللہ سے مراد غازی وغیرہ ہیں تو واضح ہوا کہ مساجد پر ان کا استعمال جائز نہیں۔

سوال نمبر ۳ کا یہ جواب ہے کہ بغیر ڈاڑھی کے آدمی دو قسم ہیں، ایک وہ جن کی ڈاڑھی اتری ہی نہیں یا نہیں ہی کھوے یا کترانے یا منڈانے کے بعد توبہ کر لی تو وہ اہم بن سکتے ہیں اور دوسرا قسم جو منڈاتے ہیں یا کتر کر شرعی حد سے کم رکھتے ہیں تو اس دوسری قسم کا آدمی کسی

بارش زیادہ دینی علم رکھنے والے پر ہیزگار کے ہوتے ہوتے استحقاقِ امامت نہیں رکھتا۔ قرآن پاک میں مقتدی کو امام کی معیت کا حکم دیا گیا ہے، فرمایا وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (سورة البقرہ آیت ۴۳) پ ۵۶، راکعین کا اصل امام ہی ہوتا ہے حالانکہ قرآن کریم ہی میں حکم دیا گیا ہے کہ پرہیزگاروں اور صدق والوں کے ایماندار ساتھی بنیں۔ ارشاد ہوتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورة التوبة آیت ۱۱۹) پ ۱۲۶ (ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھی بنو۔ اور احادیث مبارکہ میں بڑی وضاحت سے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اجعلوا ائمتکم خيارکم فانہم وفدکم فی ما بینکم وبين اللہ عز وجل (ترجمہ) اپنے نیکیوں کو اپنے امام بناؤ اس لئے کہ تمہارے وفد میں تمہارے اور اللہ عز وجل کے درمیان (رواہ الدارقطنی ص ۱۹۷ و البیہقی فی سننہ ج ۳ ص ۹۰ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) اور فقہاء کرام نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

نوٹ: بعض لوگ اس حدیث شریف سے استدلال کرتے ہیں کہ مسجد اقدس میں جشیوں نے کھیل کیا، یہ قابلِ استدلال نہیں کیونکہ اولاً تو وہ کھیل کھیل ہی نہیں تھا بلکہ جہاد کی مشق تھی، ثانیاً شارحین حدیث نے فرمایا کہ وہ مسجد کے اندر نہیں تھا بلکہ مسجد کے

نزدیک تھا تو مجازاً مسجد فرمایا گیا چنانچہ اشعۃ اللامعات شرح مشکوٰۃ میں ہے ج ۲ ص ۱۲۹ یعنی در رحبہ مسجد کہ جائے بوند متصل مسجد اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے ای فی رحبۃ المسجد المتصل بہ (ج ۶ ص ۲۶۵) یعنی وہ کھیل مسجد کے رحبہ میں تھا جو مسجد کے متصل تھا، اور انڈیا کے مشہور مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث نے شرح بخاری فیض الباری ج ۲ ص ۵۵ میں بڑے زور سے کہا کہ وہ کھیل مسجد سے باہر تھی اور یہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، اس کے لفظ یہ ہیں وثبت عندی عن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ



انہ کان خارج المسجد لاداخلہ تو ایسی محتمل حدیث سے قرآن کریم کی واضح آیت اور احادیث کے مقابلہ میں استدلال نہیں کیا سکتا بلکہ فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۱، ص ۴۳۶ اور عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۲ ص ۲۲۰ میں فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یعنی یہ ایک دفعہ ہوا اور پھر جواز اٹھ گیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں ان اللعب فی المسجد منسوخ بالقرآن و السنة اما القرآن فقولہ تعالیٰ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع الخ تو اس و شمس کی طرح نمایاں ہوا کہ اس حدیث سے استدلال نہیں ہو سکتا واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

صوہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ ۳۱-۸-۷۸

الاستفتاء

بخاریست جناب تبارک و تعالیٰ جناب مفتی اعظم پاکستان و فقیر اعظم حضرت مولانا نور اللہ صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اما بعد

عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں مسجد سے ملحق امام مسجد صاحب کامکان تھا پھر وہ مکان گرا کر کچھ حصہ مسجد کے ساتھ ملحق کر دیا گیا، باقی ماندہ حصے پڑ پڑیوں کے لئے سکول بنانے کے لئے کچھ لوگوں نے تجویز پیش کی۔ زید نے کہا کہ بچوں کو دینی تعلیم مثلاً قرآن و حدیث پڑھانے

میں کوئی حرج نہیں بلکہ ضروری ہے مگر سکول کی مردجہ تعلیم بالخصوص بچوں کے ہاتھ قلم دینا باعث فتنہ اور منع ہے، اندریں حالات مندرجہ ذیل مسائل دریافت طلب ہیں:-

- ۱۔ کیا بچوں کو مردجہ سکولوں کاجوں میں تعلیم دلانا از روئے شرع شریف جائز ہے؟
- ۲۔ کیا امام مسجد کے مکان کا وہ حصہ جو مسجد میں داخل نہیں کیا گیا اس میں پرائمری سکول برائے طالبات بنانا جائز ہے؟ بینوا تو جروا۔

محمد عبدالشکور شاد قادری جھنگوی حال خطیب جامع مسجد مدینہ حافظ آباد
ضلع گوجرانوالہ ۲۸ نومبر ۱۹۷۸ء



۱۔ اگر چھوٹی بچی ہو تو احتیاط کے ساتھ کوئی حرج نہیں اور بڑی ہو تو مخلوط تعلیم نہ ہو یعنی لڑکے کے ساتھ نہ ہوں تو احتیاط کے ساتھ جائز ہے، قلم ہاتھ میں دینے سے بھی حرج نہیں، علم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس سے بچوں کو نفع اٹھانا جائز ہے البتہ مخرب اخلاق و حیا سوز تعلیم سے پرہیز ضروری ہے، بچوں کو کتابت سیکھنے کی تفصیل فتاویٰ سے نوریہ میں بڑے دلائل کے ساتھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۔ مسجد کے مکان کا بچا ہوا حصہ امام مسجد کا ملکیت ہو تو اس سے خرید کر یا بخشش اجازت ہے تو جائز ہے اور اگر وہ زمین وقف ہے تو واقفین کی مرضی کے خلاف جائز نہیں اور

شاملات دیہہ کی زمین ملو کہ زمینداران ہے تو زمیندار اپنی رضا سے بنا سکتے ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و
علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقررہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۰ رذی الحجۃ المبارک ۱۳۹۸ھ

۲-۱۲-۷۸

الاستفتاء



بسم اللہ الرحمن الرحیم
کیا فرماتے ہیں علمائین ومفتیان شرع متین اندریں کہ مسجد کے شہتیر کڑی اینٹیں جو مسجد پر
صرف نہ ہو سکتے ہیں، ان کو بیچ کر ثمن اسی مسجد کی عمارت کے لئے رکھنا یا اس کی عمارت میں
صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ضائع ہونے کا خوف غالب ہو بلکہ
بعض ضائع ہو چکے ہوں، لوگوں نے اپنے تصرف ذاتی میں استعمال کر لئے ہوں۔ ایک
فاضل فرماتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے بلکہ ان اشیاء سے حجرہ بنایا جائے یا پانی گرم کرتے ہیں
صرف کریں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: خوشی محمد، واسو سالم کا ضلع مظفر گڑھی

۱۳۶۰ھ





بلا شک و شبہ اشیاے مذکورہ کی بیع قاضی شرع و متولی کر سکتے ہیں۔ وقایہ، ہدایہ، فتح القدیر، بحر الرائق میں ہے والنظم من البعہ قال فی الہدایۃ وان تعذر إعادة عینہ الی موضعہ بیع وصرف ثمنہ الی المرمۃ صرفا للبدل الی مصرف المبدل اھ وایضا فیہ وقد منانہ لا فرق بین المتولی والحاکم فی الاحبار والتعمیر فکذا فی النقض وقد سوی بین القاضی والمتولی فی الحاوی انتہی ونقل فی الدر عن الحاوی التسویۃ فقط ایضا۔

اور جب ضائع ہو رہی ہوں تو بیع بطریق اولی جائز ہے کہ خوف ضیاع مجبور متولی سے حتی کہ صاحب الصرف کی بیع کو بھی جائز بنا دیتا ہے چہ جائیکہ بوجہ عدم صلاحیت پہلے سے ہی جائز ہو اور ہلاک ہو رہی ہوں نہ کہ صرف خوف ہلاکت ہو فی البحر والدر من الحاوی واللفظ من الدر اذا خاف ضیاعہ فی بیعہ ویمسک ثمنہ لاحتاج حاوی

جلد ۵ ص ۲۲۰

جلد ۵ ص ۲۱۹

مجموع الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۱۹

وفي البحر وردد المحتار فعلى هذا يباع النقص في موضعين عند تعذر
عوده وعند خونه لا كـ بلکہ شامی میں ہے ثم رأيت الآن في الدخيرة قال
وفي فتاوى النسفی سئل شيخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا و تداخى
مسجدها الى الخراب وبعض المتغلبة يستولون على خشب
وينقلونه الى دورهم هل لواحد اهل المحلة ان يبيع الخشب
بامر القاضي ويسلك الثمن ليصرفه الى بعض المساجد او الى هذا
المسجد قال نعم الخ بلکہ اس میں یہ بھی ہے والذي ينبغي متابعة المشائخ
المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض كما افقني به
الامام ابو شجاع والامام الحلواني وكفى بهما قدوة لاسيما في زماننا الخ
پس اس شمس کی طرح وضع و لائح ہوا کہ اشیا پر مذکورہ کی بیع بطریق مذکور جائز ہے،
حجرے اور پانی کے گرم کرنے میں صرف نہیں کر سکتے کہ مفاہیم الکتب حجة، نیز
غیر صرف میں صرف محتاج دلیل ہے فاذا انعدم انعدم الجواز فعلى لفاضل المانع
المجوز التامل الصادق فيما قلت والمراجعة الى الكتب فان يجد خلاف ما حذر
يكتب برهانا حتى يرجع الى الصواب والا فليصدق الجواب. والله تعالى اعلم
وعلى اتم واحكم وصلى الله على المحبوب والى وصحبہ وسلم۔

حرره الفقير البواخير محمد نور الشارح في القادري النعمي نوره الشريفة وقوه القوى

فرید پور جاگیر

۲۲ ربیع الثانی شریف ۱۳۶۰ھ



الاستفتاء

مکرم و محترم حضرت مولانا مفتی اعظم محمد نور اللہ صاحب خدا آپ کا سایہ قائم

رکھے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض خدمت اقدس میں یہ سہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھالیں مسجد میں صرف کی جاسکتی ہیں یا نہیں مسجد زیر تعمیر ہو۔ ویسے مسجد کا کام تو ختم ہو سکتا ہی نہیں ہمارے گاؤں میں ایک حافظ صاحب رولق علی صاحب اور ایک مولوی خلیق صاحب نے یہ مسئلہ بتایا کہ قربانی کی کھالیں مسجد میں لگ سکتی ہیں اس نے گاؤں سے تمام کھالیں جمع کر کے مسجد میں دے دی ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تفصیل سے آگاہ کریں حضور کی عین نوازش ہوگی۔

نیز مسجد کے ملحقہ مزار شریف ہے کیا قربانی کی کھالیں مزار شریف کے برآمدے پر ساتھ کے حجرے پر صرف کی جاسکتی ہیں اس کے متعلق ارشاد گرامی فرمادیں حضور کی بندہ پروردی ہوگی۔

فقط والسلام

آپ کی دعاؤں کا طالب حاجی انتظار محمد خاں

مورخہ ۱۵/۸



قرآن کریم سورۃ التوبہ میں ہے انما یسر مسجداً لله من آمن بالله الایہ یعنی اللہ کی مسجدوں کو صرف ایماندار ہی آباد کرتے ہیں۔ بہر حال یہ ایمانداروں کا کام بہت اچھا ہے اور شرعاً خیر ہے۔ نیز قرآن کریم سورۃ الحج کے آخری رکوع میں ہے وافعلوا الخیر بعدکم تفعلون کہ اچھے کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ تو قربانی کا کام بھی اچھا کام اور مسجد کی امداد بھی اچھا کام ہے تو قربانی کا پیام مسجد میں بلاشبہ جائز ہوا اور البوداود صفحہ ۲۲ جلد ۲ کی مرفوع حدیث حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ میں ہے فکلووا ذخرہوا و اتجسروا کہ کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور ثواب حاصل کرو۔ کہ قربانی سے ثواب کھاؤ تو اس سے بھی جائز ہوا اور کسی فقیہ نے اس سے منع نہیں کیا تو بہر حال بلا شک و شبہ جائز ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے حضرت مجدد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور دیگر اکابر فقہاء و مشائخ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے اور حضرت مولانا عبد العظیم صدیقی علیہ الرحمہ والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ نے بھی جواز کی تصدیق فرمائی ہے اور یوں ہی ملحقہ مزار شریف کا حجرہ پر خرچ کرنا بھی جائز ہے کہ وہ بھی کار خیر ہے۔

واللہ اعلم وصلى اللہ علیٰ حبیبہ وآلہ وسلم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ھ

۱۶۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اندریں مسئلہ کہ کسی شخص نے ایک دینی درس گاہ کو تین کنال انیس مرلہ رقبہ وقف کیا، اتفاقاً اس رقبہ میں سے چودہ مرلہ رقبہ غیر متصل الاٹ ہو گیا جس کے درمیان شارع عام ہے اور اس رقبہ چودہ مرلہ پر مہاجرین قابض و آباد ہیں جن کے بے دخل کرنے سے حرج عظیم لازم آتا ہے نیز اس رقبہ چودہ مرلہ سے مدرسہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ متولی رقبہ مدرسہ کے مفاد اور ہمدردی غریبوں کے لئے اس رقبہ چودہ مرلہ کو فروخت کر کے اس کے عوض اس رقم سے اسی ایکڑ زمین میں سے متصل رقبہ خرید کر محض دینی درس گاہ کے مفاد کے پیش نظر شامل کرنا چاہتا ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مسئلہ میں متولی رقبہ مذکورہ کو فروخت کر کے اس کے عوض اتنا ہی رقبہ خرید کر وقف کر دے تو جائز ہے یا نہ؟ بنیوا تو جروا۔

سائل: شیخ محمد صدیق ساکن بہاول نگر

نوٹ: یہ سوال مئی ۱۹۸۰ء کے واسط میں آیا ہے۔



ہاں اندریں حالات واقف کو اختیار ہے کہ اس چودہ مرلہ غیر متصل رقبہ کو فروخت

کر کے حاصل شدہ رقم دارالعلوم کے لئے اتنی اراضی یا زیادہ خرید کر متصل رقبہ خرید کر دیدے
مگر فروخت شدہ کی رقم میں سے اپنے لئے کچھ نہ رکھے، جو خرید سے بچے وہ رقم بھی دارالعلوم
کو دیدے کیونکہ وہ رقبہ دارالعلوم کا ہی ہے۔ فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴۰، بحر الرائق ج ۵ ص ۲۲۳،
عقود الدریہ ج ۱ ص ۱۱۴، شامی ج ۳ ص ۵۳۹ میں بالفاظ متقاربہ ہے الحاصل ان
الاستبدال اما عن شرط الاستبدال اولا عن شرط فان كان
لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف عليهم فينبغي ان لا يختلف فيه۔
اور علماء کرام نے بھی یہی فرمایا ہے یفتی بکل ما هو انفع للوقف (فتاویٰ خیر
ج ۱ ص ۱۲۰، بحر الرائق ج ۵ ص ۲۲۱ میں ہے لان الوقف يحمل الانتقال من ارض
الى ارض۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى
آله واصحابه اجمعين وبارك وسلم۔

حزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ رجمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ ۲۰-۵-۸۰





إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا

(النساء)

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے چنے اپنے مقرر وقت پر

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
 مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ . (ترمذی)
 " بے شک قیامت کے روز بندے کے عمل میں سے پہلے
 جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے "

کتاب الصلوة

باب الاوقات

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ حنفی مذہب میں نماز عصر اول وقت یا اوسط میں پڑھنی مستحب ہے یا اتنی تاخیر والی و مستحب ہے کہ مکروہ وقت سے اتنی پہلے مکمل ہو جائے کہ دوبارہ باجماعت ادا کرنے کی صورت میں مکروہ وقت کا شبہ نہ ہو فقہ حنفی کی کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔

منجانب: اہالیان جامع مسجد پیر اسلام حکیم حاجی غلام محمد والی حویلی لکھا تحصیل دیپال پور
ضلع ساہیوال ۹-۱۰-۷۷



بلا شک و شبہ دریب مذہبِ مہذبِ حنفی کی جلیل القدر کتبِ معتبرہ متون و شرح و فتاویٰ میں روزِ روشن سے بھی زیادہ روشن ہے کہ نمازِ عصر کی ادا کا وقت مستحب جبکہ بادلِ شہل ہر موسم میں یہ ہے کہ سورج زرد ہونے سے پہلے پہلے یعنی جب تک کہ نظر اس پر نہ ٹھہر سکے نماز پوری ادا ہو جائے چنانچہ قدوری ص ۲۱، کنز الدقائق ص ۱۷، وقایہ متین شرح الوقایہ ص ۱۲۸، ہدایہ ص ۸۳، مبسوطِ بشری ص ۱۲، بدائع صنائع ص ۱۲۵، تنویر الابصار، در المختار شامی ص ۳۲۱، ملقی البحر ص ۷۱، شرح الکفر زلیعی ص ۸۳، عینی ص ۱۹، بحر الرائق ص ۲۲۷، فتح القدیر ص ۱۹۹، عنایت ص ۱۹۹ میں ہے والنظم من المبسوط فاما العصر فالمستحب تاخيرها في الصيف والشتاء عندنا بعد ان يوديها والشمس بيضاء نقية لم يدخلها تغير لغني عصر کی نماز کے لئے یہ مستحب ہے کہ اتنی مؤخر کی جائے گرمیوں اور سردیوں میں کہ سورج سفید اور صاف ہونے کے وقت میں جب کہ اس کی ٹکیہ بدلی نہ ہو ادا ہو جائے۔ اور اس بدلنے سے مراد یہ ہے کہ سورج کی ٹکیہ پر نظر جم جائے اور پریشان نہ ہو، یہی تفسیر صحیح ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۲، فتاویٰ قاضی خان مطبوعہ مع المندھیہ ص ۷۲، فنیۃ المصلی ص ۲۰۸، مجمع الانہر ص ۷۱، جوہرہ نیرہ ص ۵۰، عینی علی الکفر ص ۱۹، بحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۷، تبیین الحقائق ص ۸۳، عینی علی الہدایہ ج ۱ ص ۵۰۵، ہدایہ ص ۸۳، المختار

تنویر الابصار رد المحتار ص ۳۲۱، مراقی الفلاح ص ۱۰۸ وغیرہ میں ہے والنظم من
الهندية والعبرة لتغير القرص لا لتغير الضوء فمتى صار القرص بحيث
لا تحارفه العين فقد تغيرت والا لا كذا في الكافي وهو الصحيح كذا
في الهداية اور یہی حدیث مرفوع سنن ابی داؤد ص ۵۹ کا تقاضا ہے جو حضرت علی بن شیبان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قد منا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدينة
فکان یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقية یعنی ہم مدینہ منورہ حضور کی
خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور عصر کی نماز مؤخر فرماتے تھے جب تک سورج سفید اور صاف
رہتا تھا بلکہ نماز عصر کا نام عصر رکھا ہی اس لئے گیا کہ مؤخر کی جاتی ہے، عربی زبان میں عصر کا
معنی پچوڑنا ہے چنانچہ مبسوط بر خسی ج ۱ ص ۱۲۷، بدائع صنائع ج ۱ ص ۱۲۷ میں ہے وقیل
سمیت العصر لانها تعصر ای تؤخر سنن دارقطنی ج ۱ ص ۹۵ میں حضرت ابو قتادہ
وغیرہ سے باسناد روایات میں آیا ہے واللفظ لانها سمیت العصر لتعصر
پھر یہ حدیث مرفوع صحیح کا فیصلہ ہے کہ نماز عصر کے بعد کوئی نفل نماز پڑھی جائے کما فی
الصحيحين البخاری ومسلم وغیرہما صراحة اور یہی سب اسفار فقہ حنفی میں
مبین ہے لہذا نماز عصر دیر سے پڑھی جائے کہ نوافل کا وقت بند نہ ہو جتنے کہ خود ہی
بعد از نماز سورج کے زرد ہونے کے ساتھ بند ہو جائے کما فی الاحادیث المبارکة
واسفار الفقہ الحنفی۔

باقی سائلین حضرات کا استفادہ میں یہ کہنا کہ اتنا وقت بعد از نماز باقی ہو کہ دوبارہ باجماعت
ادا کی جاسکے مکروہ ہونے سے پہلے پہلے تو یہ شرط کتب مشد اولہ سے مجھے کہیں نظر نہیں آئی،
ہاں یہ نظر آیا کہ مقتدی سبق اپنی باقی ماندہ نماز کراہت وقت سے پہلے ادا کر سکے چنانچہ پیشامی
ج ۱ ص ۳۲۱ میں ہے ویسبغی ان لا یؤخر تاخیر الا یمکن للمسبوق

قضاء عافات اور سبق چونکہ قعدہ میں بھی شامل ہو سکتا ہے لہذا چار رکعت کا وقت باقی ہونا چاہئے مگر یہ بھی کسی امام شیخ مقدم کا قول نہیں بلکہ متاخرین میں سے کسی صاحب کی بحث یعنی اپنا خیال ہے جو وجہ یہ ہے کہ جماعت میں شامل ہونا بلاشبہ جائز ہے اور مقتدی کا خیال رکھنا بھی بہتر ہے مگر دوبارہ جماعت والی قید نہیں ہونی چاہئے کہ اس کی بنا پر محض اس وہم پر کہ شاید نماز فاسد ہو جائے تو دوبارہ کرا لی جائے جس کا وجود محض وہم ہی وہم ہے و لا عبرة للاوهام ہاں اگر بادل گہرے ہوں تو نماز جلدی پڑھنی مستحب ہے کما فی جمیع الكتب المعتمدة۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ رذی القعدة ۱۳۹۷ھ ۲۶-۱۰-۷۷





باب الاذان

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قبلہ حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ درود شریف ہر وقت پڑھنا چاہیے لیکن اذان
سے قبل پڑھنا بدعت ہے۔ امید کہ آپ وضاحت فرمائیں گے۔ والسلام
رحمت علی ۵۶۴ پیر غنی ضلع ساہیوال



کسی مولوی صاحب کا بلا دلیل کچھ کہہ دینا اللہ تبارک و تعالیٰ کے کسی حکم کو بدلا نہیں سکتا جب کہ صاف صاف حکم ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيَّ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** یہ حکم مطلق ہے اور عموم و اطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک علماء میں شائع و ذائع ہے یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا تو جہاں جس وقت اور جس طرح واقع ہوگی ہمیشہ محمود رہے گی تا وقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے مثلاً مطلق ذکر الہی کی خوبی قرآن و حدیث سے ثابت ہوئی تو جب کبھی کہیں کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی بہتری ہوگی۔ ہر صورت کا ثبوت ضروری نہیں مگر پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یاد الہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت، غرض جس مطلق کی خوبی معلوم اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی مطلق کی تو ہیں جس کی بھلائی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا یہ محتاج دلیل ہے، مسلم الثبوت میں ہے شاع و ذاع احتجاجہم سلفا و خلفا بالعمومات من غیر منکیر، اسی میں ہے العمل بالمطلق يقتضي الاطلاق^۱ تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے العمل بہ ان یجزی عن کل ما صدق علیہ المطلق لہذا درود شریف ہر وقت پڑھنا چاہیے جب کسی خاص جگہ پڑھنے کی ممانعت نہ آئے تو مولوی صاحب اذان سے پہلے پڑھنے کی ممانعت کسی آیت یا حدیث سے لاتے تو منع ہوتا صرف



ان کے کہنے سے منع نہیں ہو سکتا لہذا اگر کوئی پڑھے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب محمد وعلى آله و
اصحابہ وبارک وسلم۔

حزب الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ ۱۹-۸-۸۱

الاستفتاء



بخدمت مخدومی و متاعی فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ
سلام سنون! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ کے صدقہ جلیلہ میں
جناب کا سایہ عاطفت ہم اہل سنت پر تا ابد قائم رکھے۔ آمین۔
عالی جناب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھنا
(جو کہ اب اہل سنت کا شعار بن چکا ہے) از روئے شرع متین جائز ہے، مستحب ہے،
سنت ہے، فرض ہے اور دلائل شرعیہ کیا ہیں؟

۱۵ ص ۱۵۴

۲۴ مسلم الثبوت ص ۲۴۲

۳۳۱ ص ۳۳۱



قبل ازیں بھی ایک عرضہ حاضر خدمت کر چکا ہوں لیکن تا حال حضور کا جواب نہیں آیا ہے، امید ہے کہ حضور اولین فرصت میں جواب سے نوازیں گے۔

فقط والسلام
حضور کا خادم، سید فیض الحسن شاہ تنویر قادری
فیض العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر



صلوة وسلام کا پڑھنا قبل اذان بھی بلا شک و شبہ و ریب جائز ہے کیونکہ سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶ میں اللہ رب العالمین جل وعلا کے دونوں حکم یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا مطلق ہیں اور اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے المطلق یجری علی اطلاقہ اور اس اطلاق میں یقیناً قبل اذان بھی داخل ہے اور یونہی کھڑے ہو کر اور بلند آواز سے پڑھنا بھی داخل ہے تو یہ حکم رب العالمین کی تعمیل ہوئی تو ناجائز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور تشرانِ کریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کا صریح حکم مطلق دیتا ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۵۴ کے آخر میں ہے فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا

النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ سورۃ الفتح شریف
کی آیت ۹ میں ہے لَتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ
اور یونہی اور بھی متعدد آیات سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم کی اہمیت مانیم ماہ و
مہرِ نیمروز سے بھی زیادہ نمایاں وعیاں ہے لہذا اس کے جواز و استحباب میں ذرہ بھر بھی
شک و شبہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا
محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ۷-۷-۷۶



الجواب صحیح والمجیب نجیح
ابو نعیم محمد باقر زری صدر المدرسین
دارالعلوم خفییہ فیہ بصیر پور

الجواب هو الصواب بلا شك و ارباب
الفضل محمد نور زری نائب مہتمم
دارالعلوم خفییہ فیہ بصیر پور
۷-۷-۷۶

الاستفتاء

بمختار سیدی و سندی فقیہ اعظم قبلہ شیخ الحدیث بانی دارالعلوم خفییہ
بصیر پور شریف دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-



امید کہ حضور والا مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات فرما کر حوصلہ افزائی کریں گے، ہمارے محلہ کی مسجد میں صلوٰۃ و سلام کے بارے میں جھگڑا ہوا ہے اور دیوبندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان سے قبل کچھ نہیں پڑھا۔ آپ اس کے بارے میں ثبوت دیں کہ حضرت بلال اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام یا کوئی دعا پڑھتے تھے یا نہیں اور وہ کہتے ہیں حضرت بلال کا صلوٰۃ و سلام پڑھنا ثبوت ہو جائے تو ہم خود صلوٰۃ و سلام پڑھیں گے۔

عرض

حافظ جان محمد قادری امام مسجد محلہ این بلاک عارفوالہ تحصیل پاکپتن شریف ضلع ساہیوال



قرآن کریم کا ارشاد ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلٰى وَّ سَلِّمُوْا وَسَلِّمًا۔ یہ حکم مطلق ہے کوئی دیوبندی کوئی آیت یا حدیث کے تخصیص نہیں کر سکتا باقی رہے حضرت بلال تو وہ ہمیشہ دعا قبل از اذان پڑھتے تھے۔ دیکھو ابو داؤد ج ۱ ص ۷۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۲۵۔ یہ حدیث حسن ہے۔ حافظ حدیث حضرت ابوالفضل ابن حجر علیہ الرحمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۱ میں فرماتے ہیں اسنادہ حسن پھر ابو داؤد کی شرح عون المعبود جو ایک غیر مقلد کی شرح ہے اس کے ج ۱ ص ۲۰۴ میں بھی اس حدیث کی

شرح میں کوئی اعتراض نہیں اور یونہی اس کی شرح بذل الجہود جہاں ۲۹۸ میں کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس حدیث شریف کے کلمات یہ ہیں عن عروہ بن الزبیر عن امرأة من بنی النجار قالت کان بیتی من اطول بیت کان حول المسجد فكان بلال یؤذن علی الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت ینظر الی الفجر فاذا ساءه تمطی ثم قال اللهم انی احمداک واستحینک علی قریش ان یموا دینک قالت ثم یؤذن قالت واللہ ما علمت کان ترکها لیلۃ واحدة هذه الکلمات۔



(ترجمہ) عروہ بن زبیر سے روایت ہے بنی نجار کی ایک خاتون سے (جو صحابہ ہیں) فرماتی ہیں کہ تھا میرا گھر بڑا اونچا مسجد کے آس پاس والے گھروں سے اور تھے حضرت بلال اس پر فجر کی اذان دیتے، پس آتے سحری کے وقت پس بیٹھ جاتے اس مکان پر نظر کرتے ہوئے طرف فجر کی، جب دیکھتے فجر انگڑائی لیتے پھر یہ دعا کرتے اللهم انی احمداک واستحینک علی قریش ان یموا دینک پھر اذان دیتے فرمایا مائی صاحبہ نے اور اللہ کی قسم نہیں جانتی میں ان کو کہ چھوڑا ہو کسی ایک رات بھی ان کلمات کو۔

تو اس حدیث شریف سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دعا کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور دعا کی سنتوں میں اولِ آخر درود شریف پڑھنا بھی داخلِ سنت ہے تو درود شریف بھی ثابت ہوا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خود اس دعا کو سن کر منع نہیں فرمایا و نہ رک جاتے اور ہمیشہ نہ کہتے تو یہ حدیث تقریری بنی، تو مرفوع حدیث سے ثبوت ہو گیا جبکہ قرآن حکیم

کے مطلق حکم سے بھی ثابت ہے اور یہ تو خوب ظاہر ہے کہ مطلق کا اطلاق بھی پرزور دلیل ہے جیسے کہ کتب اصول فقہ سے واضح ہے تو آپ کے محلہ والے دیوبندی صاحب وعدہ کے پتے ہیں تو صلوة و سلام پڑھنا شروع کر دیں ورنہ آپ تو پڑھتے رہیں کسی کے شک ڈالنے سے شک میں نہ پڑیں۔ یہ لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام جس طرح پڑھ نہیں سکتے یونہی سن بھی نہیں سکتے تو آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔

واللہ الہادی

عزہ العفیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ / ۸-۸-۲۰۰۸





بَابُ الْإِمَامَةِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ زید ایک امام مسجد ہے، اس نے عمدہ جنگ پی لیا اور بعد میں توبہ بھی کر لی، کیا امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

استفتی: محمد اسماعیل

قلعہ حاجی محمد یوسف بھٹی تحصیل دیپال پور





زید نے بڑی سخت غلطی کی کہ امام ہو کر بھنگ پی لی حالانکہ نشہ آور چیز حرام ہے مگر چونکہ ابھی تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً تَصُوحًا لِهَذَا تَوْبَةٍ کے بعد امامت کرا سکتا ہے، حدیث شریف سے ثابت ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب له کہ گناہ سے توبہ کرنے والا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا کوئی گناہ ہی نہیں اور حافظ صاحب توبہ کے ساتھ ایک دیگر خیرات کرنے کا عہد بھی کرتے ہیں کہ اللہ شکوہ ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے ان الصدقة لتطفى غضب الرب والحمد لله تعالى وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين۔

صوفی الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ ۲۰۰۸-۲۰۰۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں تو عین

طیبین میں صحیح العقیدہ سنی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت دشوار ہوتا ہے کیونکہ حرمین طیبین میں فی زمانہ نجدیوں کی حکومت ہے بدیں وجہ حرمین شریفین میں ائمہ مساجد حکومت کی طرف سے مقرر کردہ امام ہیں اور وہ غالباً نجدی ہیں اور اگر کوئی شخص علیحدہ جماعت کرے تو حکومت کی طرف سے یہ ممنوع ہے، اسے فساد کہہ کر منع کیا جاتا ہے تو ایسے حالات میں مقرر شدہ ائمہ مساجد کی اقتدار میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر پڑھی جائے تو جماعت کی فضیلت حاصل ہوگی یا نہیں؟

زید کا قول ہے کہ مجبوری کی حالت میں حکومت کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لینا جائز ہے اور ایسا کرنے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی فتح القدیر میں ہے وفي الدراية قال اصحابنا لا ينبغي ان يقتدى بالفاسق الا في الجمعة لان في غيرها يجد اماما غيره نیز اسی میں ہے لو صلى خلف فاسقا او مبتدعا حرز ثواب الجماعة لكن لا يحرز ثواب المصلي خلف تقي اور اسی میں ہے يريد بالمبتدع من لم يكفر۔

زید کا قول ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت قدس سرہ نے جو ہندوستان کے دہائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے سختی سے منع فرمایا ہے تو تحذیر و تنفییرا للقوم ہے کیونکہ ان دیار میں کوئی مجبوری نہیں ہے پھر سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حکم شرعی کے مطابق اسی بد مذہب کی تکفیر کی جو ضروریات دین کے منکر ہیں جو شان نبوت و رسالت میں توہین و گستاخی کے مرتکب ہوئے یا ایسا ارتکاب کرنے والوں کو دیدہ و دانستہ حق پر جانتے ہیں لیکن ان کے ماسوا عوام کی تکفیر نہیں کی جاسکتی لہذا امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کا



فتاویٰ رضویہ مبارکہ میں وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت میں اسی روایت کو دلیل بنایا ہے روی محمد عن ابی حنیفہ و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا تجوز لو اگر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اہل الاموار کو مطلق کافر جانتے تو بجائے اس روایت کے یہ قول فقہی نقل فرماتے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بها کقولہ ان اللہ جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح الاقتداء بہ اصلاً (در المختار) پھر جو قول فقہی امام اہل سنت مجدد دین و ملت قدس سرہ نے اہل الاموار کے پیچھے نماز کی ممانعت میں نقل فرمایا اس کے متعلق فقہاء کا قول ہے روی محمد عن ابی حنیفہ و ابی یوسف ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا تجوز والصحيح انها تصح مع الكراهة خلف من لا تكفره بدعة (مراقی الفلاح) زید کا نظریہ یہ ہے کہ ہر نجدی کی تکفیر نہیں کی جاسکتی، جب تک ضروریات دین میں سے کسی دینی ضروری امر کا انکار نہ کرے اور نجدی حکومت کے منظور شدہ ائمہ مساجد اعتقادات سے زیادہ واقف نہیں ہوتے بلکہ اگر ان کے سامنے ان کے کسی بڑے کی کوئی گستاخی کی بات بیان کی جائے تو وہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں تو بہ تو بہ کرتے ہیں بدیں وجہ عوام نجدیوں کو مبتدع ہی کہا جائے گا اور بغیر دلیل کے تکفیر نہیں کی جاسکتی اور بحالت مجبوری ان کی اقتدار میں نماز پڑھ لینے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

مراقی الفلاح میں ہے و اذا صلى خلف فاسق او مبتدع يكون محرزاً ثواب الجماعة لكن لا ينال ثواب من يصلي خلف امام تقى

طحطاوی علی المراقی میں ہے قال البدیع العینی یجوز الاقتداء بالمخالفة و کل بر و فاجر ما لم یکن مبتدعا بدعة یکفر بها۔ ہاں اگر مجبوری ہو تو تو کسی مبتدع کی اقتدار میں نماز ہرگز نہ پڑھی جائے جیسے کہ ان دیار میں وہاں پر دیوبندیہ غیر مقلدین وغیرہم ہیں لہذا بیان فرمایا جائے کہ زید کا قول درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دلائل سے تردید کی جائے۔ بینوا تو حسروا۔

نوٹ: یہ بھی واضح فرمائیں کہ نجدی امام کی اقتدار میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا افضل ہے؟

والسلام

محمد کریم مستعلم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیر ضلع سرگودھا



زید کا یہ کہنا کہ عوام نجدیوں کو مبتدع ہی کہا جائے گا اور بغیر دلیل کے تکفیر نہیں کی جاسکتی الخ مجھے درست معلوم ہوتا ہے اور کسی ایسے فاسق و مبتدع امام کی اقتدار میں جس کا کفر ثابت نہ ہو اور ہر بھی مجبوری کی حالت تو نماز درست ہے، اس کی تصدیق زید کے حوالوں کے علاوہ حوالہ جات ذیل سے بھی ہوتی ہے۔

فتاویٰ قاضی خان ص ۴۳ میں ہے من شرائط السنة والجماعة

ان سیری الصلوة خلف کل بر و فاجر۔ عقائد اور شرح عقائد ص ۱۱۵ میں ہے

وتجوز الصلوة خلف كل بر وفاجر لقوله صلى الله عليه وسلم
صلوا خلف كل بر وفاجر ولان علماء الامة كانوا يصلون خلف
الفسقة واهل الاهواء والبدع من غير تكبر وما نقل عن بعض
السلف من المنع عن الصلوة خلف المبتدع فمحمول على الكراهة
اذ لا كلام في كراهة الصلوة خلف الفاسق والمبتدع هذا اذا لم يؤد
الفسق والبدعة الى حد الكفر اما اذا ادى اليه فلا كلام في عدم جواز
الصلوة خلفه۔

پھر شرح العقائد ص ۱۱۶ میں اس مسئلہ کو اہل سنت کا مابہ الامتیاز قرار دیا، فرمایا
من المسائل التي يتميز بها اهل السنة عن غيرهم اور یہ مسئلہ فتاویٰ
قاضی خان ج ۱ ص ۹۱، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۵۰، تنویر الابصار، در المختار شامی ج ۱ ص ۵۲۵،
طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۲۲۳، فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۲، کفایہ ج ۱ ص ۳۰۵، البحر الملتقی اور اس کی
شرح در المنتقى اور مجمع الانهر ج ۱ ص ۱۰۸، زاد الفقیر ص ۵۵، عینی علی الکنز ص ۳۲، عینی علی الہدایہ
ج ۱ ص ۲۲، غرر درر ج ۱ ص ۸۵، بدائع صنائع ج ۱ ص ۱۵، بحر الرائق ج ۱ ص ۲۹، تبیین
الحقائق ج ۱ ص ۱۳۲، فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۸۲ میں ہے والنظم من الهندیہ
ان کان ہوی لا یکفر بہ صاحب تجوز الصلوة خلفہ مع الکراہۃ
والافلاہکذا فی التبیین والخلاصۃ وهو الصحیح ہکذا فی
البدائع۔ نیز ہندیہ اور عینی علی الہدایہ وغیرہ میں بکلمات متقاربہ ہے ولو صلوا
خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لا ينال



مثل ماینال خلف تقی کذا فی الخلاصة اور جو عذر جمعہ میں ہے (کما ذکرہ الساعل) جب وہ دوسری نمازوں میں بھی پایا جائے تو ان کا بھی وہی حکم ہونا چاہئے چنانچہ بحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۹ میں ہے وینبغي ان یکون محل کراہۃ الاقتداء بهم عند وجود غیرہم والا فلا کراہۃ کمالا یخفی پھر تقدیم و تقدیم کا فرق ہے یعنی انفرادی یا اجتماعی اختیار سے کسی ایسے کی تقدیم یعنی امام بنانا مکروہ ہے اور کسی ایسے کا اپنی انفرادی یا اجتماعی طاقت سے تقدیم یعنی امام بن جانابے طاقت افراد پر اثر انداز نہیں ہوتا اور پہلے قسم کی طرح کراہت نہیں ہوگی۔

قدوری اور اس کی شرح جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۷۰ اور ہدایہ، فتح القدیر، کفایہ، عنایہ ص ۳۳ وغیرہ میں ہے والنظم من القدوری ویکرہ تقدیم العبد (الی ان قال) فان تقدم مواجنا۔ اس جاز کا تقاضائے ظاہر مقابلہ کے اعتبار سے عدم الکراہتہ ہے مگر غرر درر ج ۱ ص ۸۶ اور غنیۃ المستملی ص ۳۵۱ میں بکلمات متقاربہ ہے جانا مع الکراہۃ اور یہ کراہت تنزیہیہ ہی ہو سکتی ہے۔

بحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۹ اور حاشیہ درر، غنیۃ ذوی الاحکام ج ۱ ص ۸۶ میں ہے والنظم منها قول الکراہۃ تنزیہیۃ کما فی البحر اور بحر میں اتنا اضافہ اور بھی فرمایا فان امکن الصلوة خلف غیرہم فهو افضل والا فلا اقتداء ولی من الانفراد اور یہ فرق بھی ہو سکتا ہے کہ تقدیم میں دو کراہتیں ہوں، نفس تقدیم اور صلوۃ خلفہم اور تقدیم کی صورت میں صرف صلوۃ خلفہم کی کراہت ہو۔

تنبیہ : حدیث شریف صلوا خلف کل بر وفاجر بلا شہر قابل استدلال ہے۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۵ میں ہے یرتقی الی درجۃ الحسن



عند المحققين وهو الصواب - کبیری ص ۲۷۹ میں فرمایا وحاصله
انہ مرسل وهو حجة عندنا وعند مالك وجهه من الفقهاء فيكون
حجة (الی ان قال) يرتقى الى درجة الحسن عند المحققين
حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادة ص ۵۳۵ میں اس حدیث
کے متعلق فرماتے ہیں " وعلماہ اہل سنت و سنت برآں اجماع کردہ و در کتب عقائد آنرا
ذکر کردہ و آنرا از علامات سنت و جماعت دانستہ اند (الی ان قال) و بالجملہ وے از حیثیت
حدیث ظنی ست و از حیثیت اجماع قطعی " لہذا ہمارے مشائخ کرام نے اس سے استدلال
فرمایا کما مر (ہذا)

البتہ زید کا اول سوال میں یہ کہنا کہ حرمین طیبین میں صحیح العقیدہ سنی امام کے
پیچھے نماز ادا کرنا الخ محل نظر ہے۔ اگر باقاعدہ محتاط ہو کر ادا کریں تو ہو سکتا ہے بلکہ آسانی
سے ہوتا رہتا ہے کما جبر بناہ فی الحجات المتعددة واللہ الحمد
والصنت۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا
سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

۲۷-۸-۲۷



الاستفتاء

از کدھ کوٹ ۷ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

بخدمت اقدس اساتذ العلماء مخدوم الفقہار حضرت علامہ صاحب

السلام علیکم : بعد از ہدیہ سنون کے معروض خدمت ہوں، خیریت ہے۔ امید ہے آپ بھی بخیریت ہوں گے۔ مندرجہ ذیل مسائل کا جواب باصواب ارسال فرما کر مشکور فرمادیں۔
۱۔ ایک امام مسجد میت کو غسل بھی دیتا ہے اور مستقل امامت بھی کراتا ہے۔ اس کا غسل دینا معاوضہ مطلوب ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کی مستقل امامت جائز بلکہ بلا کر اہت ہے یا کہ ناجائز یا مکروہہ، جب عوام اس کام کو حقیر جانتے ہیں اور غسال کو بھی ادنیٰ نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور غسل دینا امام کے لئے ایک امامت کے لوازم میں شمار کرتے ہیں، مفصل بیان لکھیں۔

۲۔ بعض علاقوں میں مرد عورتوں کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور یہ بات ایک ضروری سمجھی جاتی ہے، غیر محرم عورت کو بھی مصافحہ کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟
۳۔ مسجد کے باہر وضو کے لئے ٹوٹیاں، ٹینکی، نلکا وغیرہ پہ زکوٰۃ کا مال لگ سکتا ہے

یا نہیں؟ فقط والسلام

بشیر احمد معرفت حاجی ولی محمد دوکاندار،

کدھ کوٹ ضلع جیکب آباد سندھ



۱۔ میت کو غسل دینا ضروری ہے، اس کو حقیر کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اصل تو یہ ہے کہ میت کے وارث گھر والے غسل دیں مگر رٹنے چلانے میں لوگ چالاک ہیں اور ایک فریضہ دینی ادا کرنا ناپسند ہے۔ امام کو کیوں مجبور کرتے ہیں کہ غسل دے اور جب دیتا ہے تو نکتہ چینیاں شروع کر دیتے ہیں اور معاوضہ مال خود دیتے ہیں۔ امام پر فضول اعتراض نہیں کرنا چاہئے بلکہ فضول سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۲ میں ہے ویستحب للغاسل ان یکون اقرب الناس الى المیت فان لم یعلم الغسل فاهل الامانة والورع۔ دیکھو پرہیزگار بہتر ہے تو معلوم ہوا کہ اعتراض فضول ہے والا فضل ان یغسل المیت مجانا وان ابتغی الغاسل الاجری یجوز لہ اخذ الاجر الخ



۲۔ مرد کا غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا ناجائز ہے۔ ہماری پیاری ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں واللہ ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرأة قطّ حالانکہ آپ سب امت کے باپ ہیں تو اور کس کو جائز ہو؟ جو لوگ جائز کہتے ہیں جاہل ہیں، حرام کو حلال بلکہ ضروری سمجھتے ہیں، جائز نہیں ناجائز ہے دیکھو درالمختار شامی ج ۵ ص ۳۲۵، ۳۲۶۔

۳۔ زکوٰۃ کے مال میں مالک بنانا ضروری ہے لہذا مسجد اور ٹوٹیوں پر زکوٰۃ کا مال خرچ نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۷ میں ہے لایجوذان یسبی بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطیر والسقایات الخ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب الاکرم
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

۲۸-۵-۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علما و دین شریع متین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد مولوی صاحب فریضہ امامت ادا کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھے اذان پڑھنے سے پہلے الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا واقعی بدعت ہے، شرعاً جائز نہیں ہے اور اس کا کوئی ثواب بھی نہیں ہے، کیا حکم شریعت ایسے امام کے پیچھے نماز کے ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ مدلل و مفصل جواب عطا فرمائیں۔ بینو التوجہ و۔

میاں نور محمد ولد امیر قوم سندھیلہ، چک ۱۲۹ ساہیوال
حاجی محمد یوسف بہتم مدرسہ جامعہ غوثیہ حضرت خواجہ محمد نپاہ رحمۃ اللہ علیہ



قرآن کریم میں ہے إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا لہذا صلوٰۃ و سلام جس وقت اور
جس جگہ بھی پڑھا جائے جائز ہے اور اس حکم پاک کی تعمیل ہے، اس کو بدعت کہنے یا عقیدہ
کرنے والاسنت ترین غلطی پر ہے، اس پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ کرے ورنہ امامت کے
قابل نہیں۔ امامت کے لئے ضروری ہے کہ حضور امام الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اچھا
عقیدہ رکھے اور ان پر صلوٰۃ و سلام جو خاص اعزاز و اکرام ہے اس کو جائز اور باعث ثواب و نجات
دارین جانے اور کسی آیت یا حدیث کے حکم خاص سے جب تک ممانعت ثابت نہ ہو مثلاً پاخانہ
کے وقت یا بیت الخلاء میں نہ پڑھے، ناجائز و بدعت نہ کہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد
وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صوۃ الفقیر البواخی محمد نور الشاذلی نعیمی غفرلہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۱۸-۹-۰۶



الاستفتاء

جناب محترم و مکرم مولانا مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ :-

عزیز احوال یہ ہے کہ چند روز ہوئے ہمارے گاؤں میں محمد شکیل نام کا ایک مولوی بطور امیدوار امام مسجد آیا۔ جمعہ کے دن اس نے دورانِ تقریر اولیاء اللہ کے حالات و حکایات بھی بیان کئے، علم غیب کی باتوں کو علم غیب نہیں مانا بلکہ کہا کہ اولیاء اللہ کو علم غیب نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ اپنی نورانیت سے بھانپ لیا کرتے ہیں، بعد نماز جمعہ اس نے کتاب سے دیکھ کر سلام بھی پڑھا۔

ہم نے اس سے پوچھا کہ آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی ہے؟ اس نے بتایا کہ مدرسہ خیر المدارس سے تعلیم حاصل کی ہے، دیگر ذرائع سے ہیں معلوم ہوا کہ وہ، اس کا باپ اور اس کے رشتے دار پکے دیوبندی ہیں۔ ہمیں اس کے صحیح بریلوی مسلک ہونے میں شک ہوا لہذا راقم نے ایک سوال مولوی مذکور کو مسجد میں لکھ کر بھیجا کہ آپ علی الاعلان بتائیں کہ مولوی اشرف علی تھانوی مصنف ہشتی زیور کافر ہے یا مسلمان؟

مولوی مذکور نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا فقط یہ کہا کہ ہم کسی کلمہ کو مسلمان کو کافر نہیں کہتے اور کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے۔ جواب سن کر ہم نے برسرِ عام اعلان کیا کہ ہم اس مولوی کو امام رکھنے میں رضا مند نہیں ہیں لیکن لوگوں نے اپنی مرضی سے امام رکھ لیا

(اکثریت ان پڑھ لوگوں کی ہے) اور تصدیق کے لئے صاحبزادہ عبدالسلام لد عبدالصمد صاحب عرف حنوبہ جی جو کہ رینالہ خورد ضلع ساہیوال میں ایک گدی نشین پیر ہیں ان کے رجوع کیا کیونکہ اس گاؤں کے چند افراد اور مولوی مذکور ان کا مرید ہے (صاحبزادہ عبدالسلام صاحب کے دیوبندی بھی بہت سے مرید ہیں) انہوں نے یعنی صاحبزادہ عبدالسلام صاحب نے کہا کہ یہ مولوی مذکور پہلے دیوبندی تھا اب ٹھیک ہے، دوسرے یہ کہ ہم کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔

اب اس صورت میں دو سوال آپ کے سامنے پیش ہیں :-

۱۔ یہ کہ مولوی مذکور کے پیچھے صحیح سنی بریلوی کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر مولوی صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے لیکن مولوی اشرف علی تھانوی کا معتقد ہے۔

۲۔ یہ کہ کسی پیر کی دلیل کو بطور فتوے کے شرعی مسائل میں مانا جائے یا نہیں؟
جواب جلدی فرما کر شکر گزاری کا موقع بخشیں۔ فقط والسلام
صوفی عبدالعزیز نقشبندی مجددی

معرفت

قمر الدین کریم مرچنٹ نزد چکی عبداللہ
کلب روڈ دہاری



اہل سنت و جماعت کا امام بھی سنی ہو، گول مول امام نہیں ہو سکتا۔ پیر اگر علم خاں



اور سنی صحیح عقیدہ تو فتویٰ کے قابل ہے ورنہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ امام مسجد ہے دوسرے اشخاص جو کہ مولوی نہیں ہیں کہہ کہ تم میرے ساتھ فلاں مسئلہ پر بحث مباحثہ کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ ہمارا ملازمت کا معاملہ ہے لہذا ہم آپ سے کھلم کھلا بات نہیں کر سکتے تو امام مسجد نے کہا مجھے خدا کی قسم اور قرآن کی قسم اگر میں آپ کے بارے میں یا آپ کا نام لیکر کسی کو بتاؤں، بات ختم ہو گئی۔

ٹھیک دو دن کے بعد جمعہ کے روز عوام الناس کے سامنے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کر دیا اور نام لیکر کہا کہ میں افسران بالا کو اپیل کرتا ہوں کہ آپ فلاں فلاں مولوی صاحبان کو یہاں آنے سے روک دیں کیونکہ یہاں آکر ایٹیم بم گراتے ہیں اور غالباً جمعہ کے بعد یا پہلے ان کے افسر کو ٹیلی فون پر بتا دیا جس کو ٹیلی فون کیا تھا اس نے خود بتایا ہے کہ مجھے فلاں آدمی نے ٹیلی فون کیا ہے لہذا آپ شریعت کی رو سے فرمائیں ایسی جھوٹی قسمیں کھانے والے کے پیچھے نواز جائز ہے یا نہیں۔ مسئلہ کی صحیح وضاحت فرما کر عن اللہ ماجور ہوں۔

بینوا وتوجروا۔

المستفتیان

سیف اللہ حسن دین بقلم خود احمد یار محمد شفیع



اگر سوال صحیح اور حقیقتِ واقعی ہے کہ امام مسجد نے قسمیں اٹھا کر وعدہ کیا اور پھر لوہا نہ کیا اس نے بڑا جرم کیا۔ قرآن کریم اور حدیث پاک میں ایفاءئے عہد کا حکم ہے لہذا ایسا شخص مقامِ احترام اور امامت کے لائق نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری شامی، غنیۃ المستمل وغیرہ میں فاسق کی امامت مکروہ لکھی ہے اور مکروہ بھی تحریمی ہے لہذا اس شخص کو مصلے سے گھرنا چاہیے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

واصلحہم وبارک وسلم۔

صوہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ ۸۰-۹۰-۸۰

الاستفتاء

بخدمت اقدس قبلہ و کعبہ سیدی و سندی غوثی و غیاثی مفتی اعظم پاکستان محدث عربیہ عظم

شیخ الحدیث والتفسیر الحاج اباجان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

- ۱۔ شرع متین علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتی ہے کہ ایک مولانا صاحب نے عدت میں نکاح پڑھا دیا ہے حالانکہ اس بات کا مولانا صاحب کو پورا پورا علم تھا کہ ابھی تک عدت ختم نہیں ہوئی۔ کیا نفس نکاح ہو گیا یا نہیں؟ نیز نکاح خوان پر شرعی حکم کیا سزا جزا ہے یا کہ نہیں؟
- ۲۔ اور مولانا صاحب نے دورانِ جماعت قرآن پاک کی ترتیب غلط پڑھی اور مقتدیوں نے بعد از جماعت مولانا صاحب سے پوچھا کہ آپ نے سورتوں کی ترتیب توڑ دی ہے تو مولانا صاحب نے جواب دیا کہ موجودہ قرآن پاک کی ترتیب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دی ہے، غلط ہے۔ کیا بقول مولانا صاحب کے غلط ہے یا کہ نہیں؟ شرع سزا جزا حکم ہے؟

براہ کرم ان دونوں مسائل کا جلدی اور مدلل بحوالہ جواب سے نوازیں تاکہ ان مسائل کی وجہ سے شہات دور ہو جائیں۔ فقط والسلام

آپ حضور کا ادنیٰ خادم : محمد عبد الغفور نوری
اہم مسجد چک دربار میرا شاہ شریف، دہلی پکارتھ تحصیل پاکپتن شریف



۱۔ عدت کے اندر نکاح نہیں ہو سکتا۔ تمام کتب فقہ حنفی کا متفقہ مسئلہ ہے اور

جس نے دیدہ دانستہ نکاح پڑھایا اس نے بڑا ظلم کیا، حرام کا ترکب ہوا۔ اگر حلال جانا تو اسلام سے بھی خارج ہو گیا اس کا اپنا نکاح بھی ٹوٹ گیا، نئے سرے سے اسلام لائے اور دوبارہ اپنا نکاح بھی کرے، باقی سزا و جزا کا سلسلہ تو وہ حکومت کا کام ہے، اس کی سزا سزائے موت ہے اور جزا رکچہ بھی نہیں، جزا تو نیک کام پر ہوتی ہے، بُرے کام پر سزا ہوتی ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله عليه وسلم

۲۔ قرآن پاک کی ترتیب کسی کی خود ساختہ نہیں بلکہ عند اللہ ہی یہی ہے اور لوح محفوظ پر بھی یونہی ہے، وہ خود ساختہ امام جاہل یا بد مذہب ہے، اس کا کہنا غلط ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا نَالِیْ لَحَفِظُوْنَ ۝۱۴ سورۃ الحجرات ۹۔ نیز ارشاد فرمایا لَا یَأْتِیَہُ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہِ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ پارہ ۲۴ سورہ طہ السجدہ آیت ۴۲۔



ان آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن کریم تغیر و تبدل سے محفوظ ہے، تمام تفاسیر و ضاحت سے بیان کر رہی ہیں قرآن کریم کی ترتیب صحابہ کرام نے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے فرمائی ہے جو ہدایت رب العالمین سے ہے۔ دنیا بھر میں قرآن کریم کے لاکھوں نسخے ہر ملک میں اسی ترتیب سے ہیں جاہل ملا اپنی غلطی نہیں تسلیم کرتا بلکہ حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ پر تہمت لگاتا ہے حالانکہ ان کی ترتیب باتفاق صحابہ کرام ہے دیکھو تفسیر القان ج ۱ ص ۵۷ اور اس کے آگے نیز باتفاق آیات قرآن کریم کی ترتیب یہی ہے، اس پر ساری امت کا اتفاق ہے تفسیر القان ج ۱ ص ۶۰-۶۱ اور یونہی فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۰۲، ج ۹ ص ۳۲ اور قسطلانی ج ۲ ص ۱۱۰ اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹۲ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے اور اسی سے ترتیب سورجی ثابت

ہو گئی ہے، جاہل لوگ یونہی کوئی بے سری بات ہانک دیتے ہیں اور لوگ شہرہ میں پڑ جاتے ہیں، قرآن کریم کا شان لا ریبہ، لہذا شبہات سے بچنا ضروری ہے، پھر مدلل جواب کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ دلائل سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں۔

بہر حال یہ نہایت مدلل مختصر فتوے لکھ دیا ہے، اللہ تعالیٰ شبہات سے بچائے اور بے دینوں سے پناہ دے، قرآن کریم پر اعتبار نہ ہو تو ایمان ہی نہیں، ایسے کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں، تو یہ کریں اور آئندہ اس کے پیچھے نماز سے بچیں۔ یہ تمام کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہے، دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں اور علم نہیں پڑھتے تو کیا سمجھیں گے؟

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ الاعظم والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

صوہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۲ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ ۱۶-۸-۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال جب کہ امام کے سامنے کھڑا ہو کیسا ہے اور مکبر کے سامنے کھڑا ہو تو کیسا ہے۔ جو آدمی یہ کہے کہ عدم جواز کے علماء کے فتوے کو جو نہیں مانتا وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے اس کے پیچھے امامت نہیں ہوتی۔ مذکورہ شخص کے

بارے میں شرع شریف کیا حکم صادر فرماتی ہے، تفصیل سے ذرا جواب ارقام سرائیں
بینوا وتوحدوا۔

السائل، ابوالاعجاز قاری امتیاز حسین نقشبندی
مدرس دارالعلوم جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد

گرگڑ ہار و طفیل آباد



نماز شروع کرنے سے قبل اہم کے پاس سپیکر بول رہا اور چالو کیا جائے کہ
اہم کی آواز اور تک پہنچا دے تو شرعاً جائز ہے کیونکہ اباحت اصلیہ کا یہی تقاضا ہے کہ
جس کی حرمت یا عدم جواز قرآن کریم اور حدیث پاک سے ثابت نہ ہو وہ مباح ہے وَمَا
كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا اللہ تعالیٰ بھول سے پاک ہے۔

دین کمال ہو چکا اب یہ دین میں پیوند کاری کرنے والے کون ہیں، ان میں سے
پیش پیش مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب رضائے مصطفیٰ والے ہیں مگر آج تک انہوں نے
بھی کوئی آیت یا حدیث حرمت و عدم جواز کے لئے نہیں لکھی، اس کی تفصیل فتاویٰ نور
رسالہ مکبر الصوت میں ہے من شاء فلينظر۔

عدم جواز کے قائلین آج تک کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے اور تقریباً اسلامیات

عالم عملی طور پر استعمال کر رہے ہیں، صرف ہندوستان اور پاکستان کے بعض حضرات ہی
بدلیل عدم جواز پر زور دیتے ہیں۔

رہا وہ حکم جبروتی کہ دائرۃ اسلام سے خارج ہیں وہ سرسری جہالت ہے، عدم جواز^۱
کے قائلین بھی یوں ہرگز تہرگز نہیں کہتے، ایسا کہنے والا فوراً توبہ کرے ورنہ احادیث صحیحہ
مسلم و بخاری سے ڈرے، فقد باء پر غور کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاعظم
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ ۲۸-۲۰-۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرض نماز اور وتر، تراویح، عیدین،
جمعة المبارک لاؤڈ سپیکر میں جائز ہے یا نہیں بشبینہ اور تراویح اور جمعة المبارک کے
موقع پر اکثر مقامات پر لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جاتا ہے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں تفصیلی طور پر

سہ عمل اجماع حضرت مولانا فضیلۃ الشیخ محمد ضیاء الدین صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ نے تفصیلاً بیان کیا ہے میں نے سامنے فرماتے

ہوئے اپنے کانوں سے سنا اور حضرت موصوف امام المسند العظمیٰ علیہ الرحمہ کے خلیفہ میں ۱۲۰ منہ غفرلہ

۱۲ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ، ۲۸-۲۰-۸۰

ازدئے شرع جواب سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ فقط

محتاج الدعاء: الفقیر محمد بشیر چشتی غفرلہ ۲۸-۶-۱۹۸۲



نماز فرض وغیرہ یوں ادا کرنی کہ امام کے پاس پہلے سے چالو سپیکر رکھا جائے کہ امام کی قرارت اور تکبیرات انتقالیہ مقتدی بہ آسانی سن سکیں جائز ہے جس کا جواز آفتاب نصف النہار اور ماہ و نیم ماہ سے زیادہ نمایاں اور بفضلہ تعالیٰ ثابت کیا گیا ہے۔ فقیر نے مختلفہ سوالات کے جوابات دئے ہیں۔ رسالہ مکبر الصوت کئی مرتبہ چھپ چکا ہے اور اب وہ الگ تو نایاب ہے البتہ فتاویٰ نور یہ میں آپ دیکھ سکتے ہیں جو باسانی مل سکتا ہے، جلد اول میں رسالہ بالاستیعاب آگیا ہے وہی منگو الیں، اب ضخیم کتاب لکھنی تو مشکل ہے ہاں یہ چیز ذہن نشین رہے کہ یوں استعمال نہ ہو کہ قریب مساجد کے نماز تکلیف اٹھائیں یا متصلہ مکانات کے نماز پڑھنے والوں کو تکلیف ہو ورنہ قاعدہ فقہیہ الضرر یزال کے لحاظ سے قابل احترام ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الانور

والا الاطهر۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الرشوال المکرم ۲۰۳ھ ۱۰۸۰۸۲



الاستفتاء

قبلہ و کعبہ آداب نیاز۔

جناب قبلہ اساتذہ العلماء حضرت شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب
منعسی قادری

جناب عالی! السلام علیکم کے بعد مزاج اقدس۔

گزارش ہے کہ بندہ شعبہ تبلیغ کا ممبر ہوں ۵۷۔ گزارش ہے کہ ایک مسئلہ
درپیش ہے۔ مقتدی مغرب کی نماز میں جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور بقایا
اکیلا دو رکعت کس طرح پڑھے؟ ایک پڑھ کر التحیات پر بیٹھے یا کہ دونوں پڑھ کر بیٹھ جائے؟
برائے کرم مسئلہ لکھ کر بھیج دیں۔

خادم: حاجی محمد شریف ولد رحیم بخش، غوثیہ فریدیہ مکی نیکل و رکشاپ
فتاویٰ نوریہ کی قیمت آپ کے ہاں کیا ہے اور مل سکتی ہے اور ہرسم
پڑھ سکتے ہیں۔ برائے کرم نگاہ کرم کیا کرو (آمین)



مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ تیسری رکعت ملی تو بعد از سلام امام رکعت یوں

پڑھے کہ ایک رکعت بعد از امام تنہا پڑھ کر التحیات اور پھر دوسری رکعت کے آخر میں تشهد پڑھ کر سلام کہے مگر ان دونوں رکعتوں میں قرارت سورہ اور فاتحہ پڑھے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۱ طبع جدید حتی لوادرک رکعة من المغرب قضی رکعتین و فصل بقعدة فتكون بثلاث قعدات و قراء فی کل رکعة فاتحة و سورة اور یونہی دوسری کتب فقہ حنفی میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

عنہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ ۶-۸-۸۰

فتاویٰ نوریہ مکمل مل سکتا ہے، قیمت جلد اول پچیس روپے اور جلد ثانی بائیس روپے۔ اگر یہ جواب پڑھ لیں تو پھر وہ پڑھ لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

سہ اس وقت فتاویٰ کی دہی قیمت تھی جو اوپر درج ہے، اب کاغذ وغیرہ کی گرانی کی وجہ سے جدید ایڈیشنز کی قیمت

تبدیل ہو چکی ہے ۱۲ (مرتب)



بَابُ مَا يَبْطُلُ بِهِ الصَّلَاةُ وَالْأَبْطُلُ

الاستفتاء

ما قول السادة الحنفية في ان المسبوق لو نسي مسبوقية
وسلم مع الامام فقال له صدرك تتم صلواتك فانك مسبوق
فتذكر واستم الصلوة، افضلوت جائرة ام لا؟
بينوا ماجورين من رب العالمين اداكم الله بالخير
داثمين عن الضرر محفوظين.



ينبغي ان تجوز صلواته لان الفقهاء صرحوا قاطبة بان
الامام اذا سلم يستحب له ان يقول اتوا صلواتكم فانا قوم سفر
اخذوا ذلك من الحديث حيث قال في الهداية لانه عليه السلام
قال حين صلى باهل مكة وهو مسافر، قال في الفتح رواه
ابوداؤد والترمذي عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال
غزوت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وشهدت معه
الفتح فاقام بمكة ثمان عشرة ليلة لا يصلي الا ركعتين
يقول يا اهل مكة صلوا اربعافانا قوم سفر صححه الترمذي وعلوه
ايضا بان الاحتمال ان يكون خلفه من لا يعرف حاله ولا يتيسر له
الاجتماع بالامام قبل ذهابه فيحكم حينئذ بفساد صلوة نفسه بناء
على ظن اقامة الامام ثم افساده بسلامه على ركعتين كما في الفتح
والبحر والمقيم المقتدى كالمسبوق لانه في الهداية ثم البحر
فينفرد في الباقي كالمسبوق وفي الهنديه وصاروا منفردين
كالمسبوق الا انهم لا يقرعون في الاصح كذا في التبیین فهذا كالنص
في المسئلة لان الامام كالمدرک والمقيم كالمسبوق وسلامه لا يخرج



عن الصلوة کما نصوا علیہ قاطبة فیجب ان تجوز صلواتہ واما
مسئلة الفساد باخذ الفتح عن غیر مقتدیہ فمختص بفهم القراءة
فی ما ارى لوجوه۔

اما اولاً فلانهم ذکرُوا فی تفاصيل مسائل الفتح
القراءة فقط فهذا يدل علی الاختصاص لانهم ينصون علی جل الجزئیات
ففی الهندیة مثلاً ولو فتح علی غیر امامه تفسد الا اذا عی به التلاوة
دون التعلیم وایضا فیها شمل یبوی الفاتح بالفتح علی امامه التلاوة
والصحیح ان یبوی الفتح علی امامه دون القراءة۔ هذا اذا ارتج علیہ
قبل ان یقرأ قدر ماتجوز به الصلوة او بعد ما قرأ ولم یتحول
الی آیه اخرى واما اذا قرأ او تحول ففتح علیہ تفسد صلوة الفاتح
والصحیح انها لا تفسد صلوة الفاتح بكل حال ولا صلوة الامام
لو اخذ منه علی الصحیح هكذا فی الکافی ویکره للمقتدی ان یفتح علی
امامه من ساعتہ لجواز ان یتذکر من ساعتہ فیصیر قارئاً خلف
الامام من غیر حاجۃ کذا فی محیط السرخسی ولا ینبغی للامام
ان یلجئهم الی الفتح لانه یلجئهم الی القراءة خلفه وانه مکروه
بل یرکع ان قرء قدر ماتجوز به الصلوة والا ینتقل الی آیه
اخری کذا فی الکافی وتفسیر الالقاء ان یردد الایة او یقف ساکناً

له باخذ الکلام قرأنا کان او غیره عن غیر مقتدیہ کما حققتہ حق تحقیق بفضلہ وکن
تعالی فی مکبر الصوت فانظر تجد عجبا ۱۲ ابو الخیر النعمی غفرلہ ۵ ارشوال المکرم سلمہ

کذا فی النہایت ارتجح علی الامام ففتح علیہ من لیس فی صلواتہ وتذکرہ
فان اخذ فی التلاوة قبل تمام الفتح لم تفسد ولا تفسد لان تذکرہ
مضاف الی الفتح وفتح المراهق کالبالغ ولو سمعہ الموتى
من لیس فی الصلوة ففتحہ علی امامہ يجب ان تبطل صلوة الكل
لان التلقین من خارج کذا فی البحر الرائق ناقلاً عن القنیۃ انتہی
وايضاً صرح الفقہاء بانہ کلام ففی الہدایۃ لانہ تعلیم وتعلم
فکان من کلام الناس ثم شرط التکرار فی الاصل لانہ لیس من
اعمال الصلوة فیعفی القلیل منہ ولم یشرط فی الجامع الصغیر
لان الکلام بنفسہ قاطع وان قل وهکذا فی الفتح والغنیۃ والبحر
فاستفید من ہذا ان غیر الکلام لا یدخل فی الفتح خصوصاً اذا ذکرنا
التسبیح لعروض شیئ اخر للامام۔



و اما ثانیاً فلما سمعت من نص الصریح اتوا اصلواتکم
فانا قوم سفر وایضاً اذا کان یصلی الی غیر القبلة خطأ فاخبرہ رجل
ان القبلة الی هذه الجهة فتوجه الیہ تجوز ففی الغنیۃ والبحر و
رد المحتار والہدایۃ والنظم للامام البرہان وان علم ذلك فی الصلوة
استدار الی القبلة وبنی علیہ لان اهل قباء لما سمعوا بتحول القبلة
استداروا کہیئتہم فی الصلوة واستحسنہ النبی علیہ السلام
وفی الغنیۃ والدر والنظم للعلاء ولواعی فسواء رجل بنی
وقررہ الشامی علیہ الرحمة فہذه النصوص تنص علی ان
الفتح علی الاطلاق وایضاً لا فارق بین هذه الجزئیات والمسئلة



المستثولة والله الموفق، وفي الدر والبحر وحاشية الشامي
والهندية والنظم منها مصل اقعد عند نفسه انسانا في خبره اذا سها
عن ركوع او سجود يجزیه اذا لم يمكن الا بهذا كذا في القنية
لكن في البحر والدرينبغي ان يجزیه واقره الشامي وفي الخلاصة
لو كان المقتدى عن يمين الامام فجاء ثالث وجذب المؤتم الى نفسه
بعكبر الثالث او قبله لا تفسد صلواته وهكذا في الفتح ورح السحار
وفيها الوجه جذب قبل التكبير لا يضره وفي البحر والاصح ان لا تفسد
صلواته وفي البحر الرائق وفي فتح القدير وروى ابوداؤد والامام
احمد عن ابن عمر رضي الله عنهما ان صلي الله عليه وسلم قال قيموا
الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخل ولينوا بايدي
اخوانكم لا تذروا فرجات للشيطان من وصل صفا وصل الله
ومن قطع صفا قطع الله وروى البزار باسناد حسن عن صلي
الله عليه وسلم من سد فرجة في الصف غفر له وفي ابوداؤد عنه
صلي الله عليه وسلم قال خيركم الذين منكب في الصلوة وبهذا يعلم جهل
من يستمسك عند دخول داخل بجانب في الصف ويظن ان فسحة له
رياء بسبب انه يتحرك لاحب له بل ذلك اعانة له على ادراك
الفضيلة واقامة لسد الفرجات المأمور بها في الصف والاحاديث
في هذا كثيرة شهيرة اه وكذا في الفتح وهكذا في الدر المختار فهذه



النصوص تنص على ان الفتح ليس على الاطلاق وايضا لا فارق بين هذه
النصوص والمسئول عنه -

فان قلت قد عللوا الفساد باخذ فتح غير المقتدى بانه
تعلم كما في الهداية والغنية وردد المحتار وفتاوى الامام قاضي خان
واطلاق التعلم يشتمل المسئول عنه فاقول ان التعلم مطلقا ليس
بمفسد بل تعلم الكلام والقول به مفسد كما تدل عليه النصوص
المذكورة وما في فتاوى الامام قاضي خان من انه لو طلب من المصلي
انسان شيئا فافاء المصلي برأسه بنعم او اراه انسان درهما وقال
اجيده هو فافاء برأسه بنعم لا تفسد صلوته وفي البحر ولو طلب
انسان من المصلي شيئا فافاء برأسه او قيل له اجيده هذا فافاء برأسه
بلا او بنعم لا تفسد صلوته اه من الفتاوى الظهيرية والخلاصة
وغيرهما وفي الهندية طلب من المصلي شيئا فاشار بيده او برأسه
بنعم او بلا لا تفسد صلوته هكذا في التبیین وفي المنية وشرحه
الغنية طلب منه شيئا فافاء برأسه او عينيه او حاجبيه اى
قال نعم او لا فان صلوته لا تفسد بذلك وكذا الواراه انسان
درهما وقال اجيده هو فافاء بنعم او لا لعدم عمل الكثير في
جميع ذلك وفي الذخيرة ولا بأس بان يتكلم الرجل مع المصلي
قال الله تعالى فنادت الملكة وهو قائم يصلي في المحراب الآية
وفي احكام القرآن للحلواني ولا بأس للمصلي ان يجيب برأسه ذكره
الزاهدي وفي البحر والهندية والدر المختار وردد المحتار والنظم



من البحر لانه اشمل في الفتاوى الظهيرية والخلاصة وغيرهما لوسلم
 انسان على المصلي فاشار الى رد السلام برأسه او بيده او باصبعه
 لا تفسد صلواته وكذا في السنية فجميع النصوص تدل على ان
 التعلم فقط اى التفهم مع الجواب بالفعل القليل غير مفسد والمراد
 من التعلم في التعليل التلقن والقول به كما في مسئلة القراءة عن
 المصحف احدى وجهى الفساد هذا حيث قال في البحر الثاني ان تلقن
 من المصحف فصاركما اذا تلقن من غيره ومثله في رد المحتار و
 الهندية والغنية والهداية والفتح وهذا الوجه هو الصحيح كما
 في الهندية والغنية والبحر والشامى ونصه وصحح الثانى في
 الكافى تبعاً لتصحيح السرخسى انما نزلت والقول به لان موضوع
 المسئلة القراءة من المصحف والقراءة هو القول ولانهم صرحوا
 بان لو نظر الى مكتوب مستفهما لا تفسد صلواته ففى البحر و
 الهداية والعناية والكفاية والفتح والهندية والدر المحتار و
 رد المحتار والنظم منه قوله ولو مستفهما اشار به الى نفي ما قيل
 ان لو مستفهما تفسد عند محمد قال في البحر والصحيح
 عدمه اتفاقاً لعدم الفعل منه الخ فهذا يدل على ان التلقن فقط اى التفهم غير مفسد بل
 صرح به في الفتح حيث قال وقولهم لانه تلقن غلط اذ المفسد التلقن المقترن بقول المتلقن
 وهو منتف والموفق وهو اعلم والحمد لله اولا واخرا ظاهرا وباطنا صلى الله تعالى
 على المحبوب الاعلى.



منه الغنى البراخي محمد نور الله تعالى عن غفرته



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں حضرات احناف اس مسئلہ میں کہ مسبوق اگر بھول کر امام کے ساتھ ہی سلام پھیرے، پھر کسی مد رک (اول رکعت سے تشهد تک امام کے ساتھ پوری نماز میں شریک رہے) کے یاد دلانے پر وہ بقیہ نماز ادا کر لے تو کیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں؟
وضاحت کے ساتھ جواب سے سرفراز فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ بخیریت اور ہر ضرر سے محفوظ رکھے۔



اس کی نماز ہو جانی چاہئے کیونکہ تمام فقہاء کرام نے اس امر کی صراحت فرمائی ہے کہ مسافر امام جب سلام پھیرے تو اسے یہ کہنا مستحب ہے کہ لوگو! اپنی نماز پوری کر لو کیونکہ ہم مسافر ہیں۔

۱۔ یعنی ایسا شخص جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ گئی ہو (جسے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کرے گا)۔

فقہاء نے یہ مسئلہ حدیث پاک سے اخذ کیا ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا، اس لئے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحالت سفر مکہ والوں کو نماز پڑھا کر ہی ارشاد فرمایا تھا۔

شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی کے حوالے سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت مبارکہ میں غزوہ کیا اور فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ راتیں مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ صرف دو رکعت نماز ادا کرتے اور

فرماتے کہ اے مکہ والو تم چار رکعت نماز پڑھو ہم تو مسافر لوگ ہیں، اسے ترمذی نے صحیح کہا، نیز فقہاء کرام نے اس مسئلہ کی یہ بھی علت بیان کی ہے کہ امام مسافر کا بعد از تسلیم اتتمواصلوت کما کہنا اس احتمال کی وجہ سے ہے کہ ممکن ہے کہ امام کے پیچھے کوئی ایسا آدمی بھی ہو جسے نہ تو اس امام کا حال معلوم ہو اور نہ ہی امام کے وہاں سے چلے جانے سے پہلے امام سے اس کی ملاقات ہو سکے پس اندریں صورت وہ اس گمان کی بناء پر اپنی نماز کے ٹوٹنے کا حکم لگا دے کہ شاید امام مقیم تھا اور اس نے (کسی عذر کے باعث) دو رکعتوں پر سلام پھیر کر اپنی نماز کو فاسد کر لیا ہے۔ (فتح القدیر، بحر الرائق)

اور مقیم مقتدی اپنے مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز میں مسبوق کی طرح ہے۔ (ہدایہ، بحر)

ہندیہ میں ہے "مقیم مقتدی مسبوق کی طرح منفرد ہو گئے مگر اصح قول میں ایک فرق ہے کہ یہ لوگ قرآن نہیں پڑھیں گے (بلکہ اندازے سے قرارت کی مقدار خاموش کھڑے رہیں گے) اسی طرح تبیین میں ہے تو یہ بات مسئلہ مسئلہ میں نص کی طرح ہو گئی

کیونکہ اس صورت میں مسافر امام (مسئلہ مذکورہ کے) مدرک کی طرح ہے (یعنی دونوں نماز سے فارغ ہو چکے ہیں) اور مقتدی مسبوق کی طرح ہیں (یعنی جیسا کہ اس صورت میں امام کے اتھوا صلوات کم کہنے سے مقتدیوں کی نماز نہیں ٹوٹتی ایسے ہی مدرک کے کہنے سے بھی مسبوق کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

اور امام کا سلام مسبوق کو نماز سے باہر نہیں لاتا جیسا کہ سب فقہاء کرام نے اس امر پر نص فرمائی ہے لہذا واجب ہے کہ اس کی نماز جائز ہو۔
باقی رہا اپنے مقتدی کے علاوہ کسی اور سے لقمہ لینے کی صورت میں نماز کے فاسد ہو جانے کا مسئلہ تو میری رائے میں کئی وجوہ کی بنا پر یہ فساد قرارت کے لقمہ کے ساتھ مختص ہے۔

اولاً تو اس لئے کہ فقہاء کرام نے لقموں کے مسائل کی تفصیل میں صرف قرارت کا ذکر کیا ہے تو یہ چیز اختصاص مذکور پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ تمام ضروری جزئیات پر نص کرتے ہیں (لقموں کے مسائل میں صرف قرارت کے ذکر کی چند مثالیں) مثلاً ہندیہ میں ہے اور اگر اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو لقمہ دے تو اس کی اپنی نماز فاسد ہو جائے گی مگر جب لقمہ کے الفاظ سے تلاوت کی نیت کی تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر بہ نیت تسلیم لقمہ دیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

نیز اسی میں ہے: پھر کہا گیا ہے کہ لقمہ دینے والا اپنے امام کو لقمہ دیتے وقت

اپنے مقتدی کے علاوہ کسی اور سے کلام اخذ کرنے کے ساتھ مختص ہے خواہ وہ کلام قرآن ہو یا غیر قرآن

جیسا کہ میں "مکبر الصوت" میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی تحقیق کا حق ادا کر چکا ہوں جس کا مطالعہ

بہت خوش کن ہوگا۔
ابوالخیر النعمی غفرلہ ۱۵ اشوال المکرم ۱۳۸۵ھ

تلاوت کی نیت کرے لیکن صحیح یہ ہے کہ تلاوت کی نہیں اپنے امام کو لغتہ دینے کی نیت کیے
 بعض فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ لغتہ دینے سے اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی جبکہ
 نماز کے لئے بقدر ضرورت قرأت نہ کر چکا ہو یا اتنی مقدار پڑھ چکا ہو لیکن وہ کسی اور آیت
 کی طرف منتقل نہ ہوا ہو بلکہ اگر بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو یا کسی دوسری آیت کی طرف
 منتقل بھی ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اسے لغتہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن
 صحیح یہ ہے کہ لغتہ دینے والے کی نماز کسی حال میں بھی فاسد نہیں ہوتی اور نہ ہی لغتہ لینے سے
 امام کی نماز فاسد ہوتی ہے (کافی میں اسی طرح ہے) اور مقتدی کے لئے فوری طور پر لغتہ
 دینا مکروہ ہے۔ لیکن ہے امام کو اسی لمحے یاد آجائے اور وہ خود بخود تصحیح کر لے سو ایسی صورت میں
 مقتدی کا لغتہ دینا امام کے پیچھے بلا ضرورت پڑھنے کے مترادف ہوگا (اسی طرح محیط بشری میں ہے)
 اور امام کے لئے بھی یہ بات نامناسب ہے کہ مقتدیوں کو لغتہ دینے پر مجبور کرے کیونکہ اس طرح گویا وہ
 انہیں قہروت کرنے پر مجبور کرے گا حالانکہ قرأت خلف الامام مکروہ ہے بلکہ ایسی صورت میں امام کو
 چاہئے کہ وہ رکوع میں چلا جائے اگر اتنی مقدار پڑھ چکا ہے جس سے نماز ہو جاتی ہے ورنہ کسی
 دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے۔ کافی میں یوں ہے اور مجبور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ امام
 ایک آیت کو بار بار پڑھے یا چپ کر کے کھڑا ہو جائے (اسی طرح نہایت میں ہے) امام پر اشتباہ پڑا
 اور کسی ایسے شخص نے لغتہ دے دیا جو اس کا مقتدی نہیں ہے اور اسے یاد آ گیا تو اگر لغتہ
 مکمل ہونے سے قبل اس نے تلاوت شروع کر دی تو نماز فاسد نہ ہوتی ورنہ ٹوٹ جائے گی
 کیونکہ اس صورت متاخرہ میں اسے یاد آنا لغتہ کی طرف منسوب ہوگا اور مراہق کا لغتہ بالغ کے لغتہ
 کی مانند ہے اور اگر مقتدی نے کسی ایسے شخص سے سن کر اپنے امام کو لغتہ دیا جو کہ اس کے متا
 نماز میں شریک نہیں تھا تو لازم ہے کہ سب کی نماز باطل ہو جائے کیونکہ یہ نماز میں شریک
 نہ ہونے والے کی لغتہ دینے سے اسی طرح اجماع الرائق میں القنیہ سے نقل کرتے ہوئے



لکھا گیا ہے۔

نیز فقہار کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ لقمہ کلام ہے۔

ہدایہ میں ہے اس لئے کہ یہ تعلیم و تعلم ہے لہذا لوگوں کی کلام کی

جنس سے ہوا امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں تکرار کی شرط لگائی ہے (یعنی بتلانے میں تکرار سے کام لے، اگر ایک آدھ بار بتایا تو فاسد نہ ہوگی) اس لئے کہ یہ عمل افعال نماز میں سے نہیں ہے لہذا اس کا قلیل سا حصہ قابل معافی ہوگا اور جامع صغیر میں تکرار کی بھی شرط نہیں لگائی کیونکہ کلام بذات خود قاطع نماز ہے اگر قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح فتح، غنیہ اور بحر میں بھی ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ غیر کلام لقمہ میں داخل نہیں ہے خصوصاً جب

امام کو کسی شے کے عارض ہونے کی وجہ سے لوگ متنسبہ کرنے کے لئے سبحان اللہ کہیں۔

ثانیاً : مقتدی کے علاوہ کسی دوسرے سے لقمہ لینے کی صورت میں فساد نماز صرف قرأت

کے لقمہ سے مختص ہونے پر دوسری دلیل، نص صریح استموا صلوتکم فانما قوم سفر

کی وجہ سے جس کا پہلے بیان ہو چکا (یعنی امام سلام پھیر کر تلقین کرنے سے تو مقیم مقتدیوں کی نماز میں

کوئی خلل واقع نہیں ہوگا کیونکہ امام کی اس ہدایت کا لقمہ قرأت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔)

(تیسری دلیل) نیز جب کوئی شخص بھول کر غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی آدمی

اسے خبر دے کہ قبلہ تو اس طرف ہے اور وہ ادھر رخ کر لے تو اس کی نماز جائز ہے پس غنیہ،

بحر، رد المحتار اور ہدایتیہ ہے سپنا نچہ امام برہان الدین رقمطراز ہیں اگر دوران نماز جہت قبلہ کا

علم ہو جائے تو قبلہ کی طرف رخ کر لے اور نماز کا جو حصہ ادا کر چکا ہے اسی پہ بنا کر کرتے ہوئے

بقیہ نماز (دوسری طرف منہ کر کے) پوری کر لے اس لئے کہ اہل قبائے نے جب نماز کی حالت

میں تبدیلی قبلہ کا حکم سنا تو اسی حالت میں کعبہ کی طرف گھوم گئے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام



نے اس بات کو بہت پسند فرمایا اور غنیہ اور دریں ہے جبکہ عبارت علیہ السلام کی ہے کہ اگر کوئی نابینا نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی آدمی اس کا رخ درست کر دے تو وہ اسی پر بنا کرے اور شامی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کو ثابت رکھا۔

پس یہ ساری نصوص ناطق ہیں کہ لقمہ علی الاطلاق مفسد نہیں ہے (بلکہ کلام کے ساتھ مختص اور مقتصد)

نیز ان جزئیات اور مسئلہ مسئلہ کے درمیان کوئی فارق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

ہندیہ میں ہے کوئی نماز پڑھنے والا اپنے پاس کسی ایسے آدمی کو بٹھلے جو بھول چوک کے وقت رکوع اور سجود بتا جائے تو یہ نماز اسے کافی ہے جب کہ اس کے بغیر سے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو۔ اسی طرح قنہ میں ہے (نیز تجر اور درمیں بھی بالفاظ متعارف یہی مفہوم ہے) اور خلاصہ میں ہے "اگر مقتدی امام کے دائیں طرف ہو پس تیسرا آدمی آجائے اور وہ تکبیر افتتاح کہہ لینے سے پہلے یا اس کے بعد اس مقتدی کو پیچھے اپنی طرف کھینچے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی" اور اسی طرح فتح اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ سے پہلے اسے کھینچ لے تو امام کے ساتھ کھڑے ہوئے شخص کی نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوگا اور بھر میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اسکی نماز فاسد نہیں ہوگی (یعنی نمازی کو کھینچنے والا شخص اگرچہ بھی نماز میں شامل نہیں ہوا مگر اس کی مدایت پر عمل کر کے پیچھے ہٹنے والے شخص کی نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا، اسی طرح مدرک کا مسبوق کو نماز پوری کرنے کے بارے میں کہنا اور مسبوق کا اس پر عمل کرنا مفسد نماز نہیں)

البحر الرائق میں ہے "اور فتح القدیر ابوداؤد اور امام احمد کے حوالے سے عبد اللہ بن عمر کی روایت میں ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفیں سیدھی کیا کرو، کندھے برابر رکھو"

خالی جگہیں پُر کیا کرو اور اپنے (مسلمان) بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم رہو اور شیطان کے لئے خلا نہ چھوڑو، جس نے صف کو ملایا اللہ اسے ملائے اور جس نے صف کو توڑا اللہ اسے توڑے۔

بزار نے ایک سند حسن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے صف میں خالی جگہ کو پُر کیا اس کی مغفرت کر دی جائیگی۔
ابوداؤد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو نماز کے دوران اپنے کندھے بہت نرم رکھتے ہیں۔

ان احادیث کی رو سے اس شخص کی لہجہ معلوم ہو جاتی ہے جو صف میں اپنے ہم پلو در آنے والے آدمی کے داخل ہونے پر یہ سمجھ کر اسی جگہ جاتا ہے کہ اس کے لئے گنجائش اور وسعت پیدا کرنا کہیں ریاکاری نہ بن جائے حالانکہ صف میں گنجائش پیدا کرنے کے لئے اس کا حرکت کرنا ریاکاری نہیں بلکہ فضیلت مخصوصہ کے پانے اور صف میں خالی جگہیں پر کرنے کے مامور بہا فعل پر اس کی اعانت ہوگی۔ اس باب میں بہت زیادہ مشہور احادیث مبارکہ وارد ہیں۔ فتح القدیر اور درمختار میں بھی یونہی ہے۔

سوان نصوص سے یہ امر طے پا گیا کہ لقمہ علی الاطلاق مفسدِ صلوٰۃ نہیں ہے نیز ان نصوص اور مسئلہ مسئلہ کے مابین کوئی فارق نہیں ہے۔

پس اگر تو کہے کہ انہوں نے غیر مقتدی سے لقمہ لینے کے سبب نماز فاسد ہونے کی علت بیان کی ہے اٹ۔ تعلم (یعنی چونکہ اس نے سمجھ اور جان لیا ہے لہذا تعلم و تفہم مفسدِ صلوٰۃ ہوا) جیسا کہ ہدایہ، غنیہ، ردالمحتار اور فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے اور اس تعلم و تفہم کا اطلاق مسئلہ مسئلہ عنہا کو بھی شامل ہے تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ مطلقاً تعلم مفسدِ صلوٰۃ نہیں ہے بلکہ کلام کے تعلم و تفہم کے ساتھ ساتھ اسے بولنا اور پڑھنا مفسد ہے

جیسا کہ نصوص مذکورہ اس پر دلالت کر رہی ہیں۔

اور یونہی فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے والے سے کچھ طلب کرے پس وہ نمازی سر سے اشارہ کر دے "ہاں" یا کوئی انسان اسے درجہ دکھائے اور پوچھے کہ یہ کھرا ہے؟ جو ابائیہ اپنے سر سے "ہاں" کا اشارہ کر دے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

اور بحر الرائق میں فتاویٰ ظہیر یہ اور خلاصہ وغیرہ سے ہے کہ اگر کوئی انسان نماز سے کچھ طلب کرے پس وہ سر سے اشارہ کر دے یا اس سے پوچھا کہ یہ کھرا ہے؟ اور وہ اپنے سر سے نہ یا ہاں کا اشارہ کر دے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

اور ہندیہ میں ہے کہ نماز پڑھنے والے سے کسی نے کچھ مانگا پس اس نے اپنے ہاتھ یا سر سے ہاں یا نہ کا اشارہ کر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی تبیین الحقائق میں بھی یونہی ہے۔

منیہ اور اس کی شرح غنیہ میں ہے کسی نے نمازی سے کچھ مانگا تو اس نے اپنے سر، آنکھ یا ابرو سے اثبات یا نفی کا اشارہ کر دیا تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اسی طرح اگر کوئی انسان اسے درجہ دکھائے اور پوچھے کیا یہ کھرا ہے؟ پس وہ ہاں یا نہ کا اشارہ کر دے تو نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ ان ساری صورتوں میں عمل کثیر نہیں پایا گیا۔

ذخیرہ میں ہے کہ کوئی آدمی نماز پڑھنے والے سے بات کر لے تو کوئی حرج نہیں (یعنی نمازی کی نماز درست رہے گی بشرطیکہ وہ بدستور خاموشی سے نماز میں مشغول رہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تو فرشتوں نے انہیں (ذکر یا علیہ السلام کو) نذار کی جب کہ وہ محراب میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے" (آیہ آل عمران، آیت ۳۹) اور جلوانی کی کتاب احکام القرآن میں ہے کہ

نماز پڑھنے والا اگر سر سے جواب دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اسے زاہدی نے ذکر کیا ہے۔“

ہندیہ، درالمختار اور ردالمحتار میں اجمالاً اور بحر الرائق میں فتاویٰ ظہیریہ اور خلاصہ وغیرہما کے حوالے سے تفصیلاً مذکور کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے والے کو سلام کہے اور وہ اپنے سر ہاتھ یا انگلی سے اس کے سلام کا جواب دے دے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی اور اسی طرح منیہ میں بھی ہے۔

یہ ساری نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ محض تعلم وفہم یعنی کسی بات کو سمجھ کر عمل قلیل سے جواب دینے کی صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی لہذا فسادِ صلوة کی اس تعلیل مذکور میں تعلم سے محض تعلم نہیں بلکہ تلقن مع القول یعنی سمجھ کر اسے بولنا مراد ہے جیسا کہ مصحف پر سے دیکھ کر پڑھنے کی صورت میں فسادِ صلوة کی دو وجوہ ہیں سے ایک وجہ یہی چیز ہے جیسا بحر الرائق میں ہے۔

”دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مصحف سے متلقن و متفہم ہوا ہے تو وہ ایسے ہو گیا جیسے اپنے غیر سے متلقن ہوا ہو اور یونہی ردالمختار، ہندیہ، غنیہ، ہدایہ اور فتح القدیر میں بھی ہے اور صحیح وجہ یہی ہے جیسا کہ ہندیہ، غنیہ، بحر اور شامی میں صراحۃً مذکور ہے نیز کافی میں بھی سرخی کی اتباع کرتے ہوئے اسی دوسری وجہ کو صحیح کہا گیا ہے۔

میں نے تعلیل مذکور میں تعلم کے ساتھ والقول بہ کا اضافہ اس لئے کیا ہے کہ موضوع مسئلہ قراءۃ عن المصحف ہے اور قرارت قول ہی ہے نیز اس لئے بھی کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ نماز پڑھنے والا اگر لکھے ہوئے پر نظر کر کے سمجھ بھی لے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی پس بحر، ہدایہ، عنایہ، کفایہ، فتح، ہندیہ، درالمختار اور ردالمحتار میں ہے اور عبارت شامی کی ہے اقوله ولو استفہما یہ کہہ کر اس قول کے بطلان کی طرف



اشارہ کیا ہے وہ جو کہا گیا ہے اگر مصحف پر نظر کر کے سمجھ لے تو اہم محمد کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

بحر میں فرمایا اور صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق نماز باطل نہیں ہوتی کیونکہ اس سے نماز کے منافی کوئی فعل سرزد نہیں ہوا، پس یہ لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ صرف تلقن و تفہم یعنی نماز میں شریک نہ ہونے والے کی ہدایت کو سمجھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا مفسد نماز نہیں چنانچہ فتح القدیر میں صراحت مذکور ہے اور ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ نماز تلقن کی وجہ سے باطل ہوتی ہے کیونکہ مفسد ایسا تلقن ہے جو سمجھے ہوئے کو بولنے کے ساتھ ملا ہوا ہو اور ایسا تلقن یہاں منتفی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور بہتر جاننے والا ہے اور اول و آخر ظاہر باطن سب ریفیں اسی کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب بلند و بالا محبوب پر درود بھیجے۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

نوٹ: اس ترجمہ کا عربی متن فتاویٰ نوریہ (قلمی نسخہ) کی پہلی جلد سے لیا گیا ہے جس پر کوئی تاریخ و سن درج نہیں ہے، سیاق و سباق سے البتہ اندازہ ہے کہ یہ ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء کی تحریر ہے۔ اس عربی فتوے کا یہ اردو ترجمہ مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری (مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ لکھنؤ) نے کیا ہے۔

(مترتب)



باب التطوع

تعارف رسالہ ”قضاے سنت فجر“

مسئلہ یہ ہے کہ فجر کی نماز اگر رہ جائے اور زوال سے پہلے اس کی قضائی دی جائے تو فرضوں کی سنتیں بھی پڑھی جائیں لیکن اگر صرف سنتیں رہ جائیں تو شیخین (سیدنا امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما) کے نزدیک ان کی قضا لازم نہیں ہے۔

رسالہ ہذا میں اسی مسئلے کی توضیح ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی صاحب نے فجر کی سنتوں کی قضا لازم ہونے کا فتویٰ تحریر کر کے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی طرف بھیجا، جس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ فتویٰ بھیجنے والے صاحب کا نام اور رسالہ ہذا کا سن تحریر معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ اس کے آخر میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے جو دستخط ثبت فرمائے ہیں، ان سے واضح ہے کہ یہ ”فرید پور جاگیر“ کے زمانہ قیام (۱۹۳۸ تا ۱۹۴۵ء) میں

تحریر کیا گیا۔

یہ تحریر فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخے میں درج نہیں ہے۔ البتہ حضرت کے اپنے قلم سے تحریر کردہ اس کا مسودہ بصورت رسالہ کاغذات سے ملا ہے۔ جس پر کوئی عنوان درج نہیں ہے۔

اس رسالہ کو ”قضاۃ سنت فجر“ کے عنوان سے فتاویٰ نوریہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔

(مرتب)



قضاے سنت فجر



الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده

جناب مولانا صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ

آپ کا فتویٰ بلا نظر مافیہ ہوا۔ رکعتیں فجر اگر بدون الفرض رہ جائیں تو عدم القضاء قبل الطلوع وعند الطلوع تو آپ کے نزدیک بھی مجمع علیہ ہے اور بعد الطلوع میں اختلاف۔ امام ہمام علیہ الرحمۃ کا مذہب یہ کہ بعد الطلوع بھی قضاء نہیں والاہام ابو یوسف علیہ الرحمۃ معہ چنانچہ وقایہ ہشرح الوقایہ، رد المحتار، رد المحتار، کنز الدقائق، بحر الرائق، نور الایضاح، غنیۃ المستملی وغیرہ میں ہے والنظم من الکبیر واذا ترکہا فعندہما لا تقضی اصلا لا قبل طلوع الشمس لکراہۃ النفل فیہ ولا بعدہ امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک قضاء بہتر اور رسم الافاء کا قاعدہ مقررہ کہ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول پر ہی فتویٰ رد المحتار میں ہے وکذا لا یتخیر لو کان احدهما قول الامام والاخر قول غیرہ لانہ لما تعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا الی الاصل

وهو تقديم قول الامام عليه الرحمة -

اقول هذا اذا صح القولان كما ينبغي قوله تعارض
التصحيحان ولان كلامه ليس الا فيه فكيف اذا لم يصح بحجج الرائق
ج ۲ ص ۱۲۹ وانا تعجب من فتواهم في هذا وامثالها بما يخالف مذهب
الامام خصوصا المخالف للنص الصريح اگرچہ امام مقدم نہا ہی ایک جانب ہوں
درالمختار، والمختار، خزائن المفتين، فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ ہندیہ، بحجج الرائق میں ہے والنظم
للزین علیہ الرحمة وصحیح فی السراجیۃ ان المفتی یفتی بقول
ابی حنیفۃ علیہ الرحمة علی الاطلاق اگرچہ شائع نے تصریح فرمائی ہو کہ صاحبین
علیہما الرحمۃ کے قول پر فتوے ہے ردالمختار میں فتاویٰ خیریہ اور بحجج الرائق سے ہے بل فی
شہادات الفتاویٰ الخیریۃ المقرر عندنا ان لا یفتی و یعمل
الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عن الی قولہما او قول احدہما
او غیرہما الا لضرورة کمسألة المزارعة وان صرح المیشائخ بآیات
الفتویٰ علی قولہما لان صاحب المذهب والامام المقدم اھ ومثلہ
فی البحر عند الکلام علی اوقات الصلوة وفيه من کتاب القضاء یحل
الافتاء بقول الامام بل یمجب وان لم نعلم من این قال انتهى ما فی
رد المحتار -



فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان، ردالمختار میں ہے واللفظ من الهندیۃ
قال عبد اللہ بن المبارک یؤخذ بقول ابی حنیفۃ علیہ الرحمة لانه
کان من التابعین وناحیہم فی الفتویٰ کذا فی محیط السرخسی
غنیۃ المستمل، ردالمختار میں ہے کہ عبادت میں مطلقاً قول امام علیہ الرحمۃ پر فتوے ہے والنظم

للسامی علیہ الرحمة قد جعل العلماء الفتوی علی قول الامام الاعظم
فی العبادات مطلقاً وهو الواقع بالاستقراء ما لم یکن عنه رواية کقول
المخالف خصوصاً جبکہ احد الصحابین ساتھ ہوں۔ فتاویٰ قاضی و خزانة المفتین میں ہے
واللفظ من الآخر وان کان مع ابی حنیفة علیہ الرحمة احد صاحبیہ
یاخذ بقولہما الوفور الشرائط واستجماع ادلت الصواب بینہما
بالخصوص جب ابویوسف علیہ الرحمہ ہوں لہذا یتلوہ من تقدیم اقوالہما علی قول
محمد علیہم الرحمة بلکہ اگر بالفرض امام مقدم علیہ الرحمہ کا اس مسئلہ کے متعلق کوئی قول نہ ہو
اور صاحبین علیہ الرحمہ کا آپس میں اختلاف ہوتا تب بھی امام ابویوسف ہی کا قول مفتی پر ہوتا کہ رد المحتار
رد المحتار، خزانة المفتین، مرجعہ، ہندیہ، بکھر میں ہے ان المفتی یفتی بقول ابی حنیفة
علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد الخ علیہم الرحمة
نیز عموماً متون میں قول شیعین علیہما الرحمہ پر اقتصار ہے چنانچہ وقایہ، تنویر الابصار، کنز الدقائق و نور البصالح
وغیرہ میں ہے واللفظ من النور ولم تقض سنة الفجر لا بفوتهما مع الفرض
اور متون نقل مذہب کے لئے موضوع۔

منحة الخالق علی البحر الرائق کے ج ۲ ص ۵۵ پر شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ان

المتون موضوعة لنقل المذهب نیز اسی کے ج ۱ ص ۲۰۶ پر ہے واعتماد
اصحاب المتون علی شیئی ترجیح لہ۔ تو جو مسئلہ متون کے مخالف وہ مذہب کے
مخالف لہذا اس پر عمل و فتویٰ نہیں جائز۔ رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۸ کتاب الکراہیۃ فصل فی
اللبس تحت قولہ قال فی القذیۃ میں ہے قال فی الخیریۃ فالحاصل
انہ مخالف لما فی المتون الموضوعة لنقل المذهب فلا یجوز العمل
و الفتوی بہ۔ بحر الرائق ج ۱ ص ۷۹ پر ہے یفصل بما صح من المذهب اور متون کا

اتنا اعتبار کہ اگر ان کے مخالف فتاویٰ میں ہو تو متون کو ترجیح ہے۔ در المختار، رد المحتار، بحر الرائق وغیرہ میں ہے والنظم للزین علیہ الرحمة والعمل علی ما فی المتن بلکہ شرح پر بھی ترجیح ہے لما سمعت وصرح بہ فی الدر المختار اور جب ان دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا کہ عدم القضاء ہی راجح و مفتی بہ ہے تو اس کے خلاف پر فتوے دینے کا حکم در المختار سے سنئے والفتی بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع۔ رد المحتار میں ہے قوله

بالقول المرجوح كقول محمد مع وجود قول أبي يوسف اذا لم يصح
ويقو وجهه۔ اور یہاں تو قول شیخین ہے لهذا اشد جہلاً و خرقاً ہوگا۔

اب اس شمس کی طرح واضح و لائح ہوا کہ فتویٰ شیخین علیہما الرحمہ کے قول پر کیا ضروری ہے تو ثابت ہوا کہ اس مسئلہ میں بھی ان کے قول پر فتوے سے ہے، والحمد للہ علی ذلك۔

جب اثبات مدعی سے فراغت پائی تو عنانِ سمنہ قلم لبوئے ردِ فتوے کھٹائی فالق
السمع بقلب شہید۔



آپ کا ارشاد کہ شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک قضاء لازم نہیں، اس کا مفہوم مخالف یہ کہ ان کے نزدیک بہتر ہے اور یہی امام محمد علیہ الرحمہ کا قول تو اختلاف کہاں رہا جس کے مقتضی آپ بھی تھے۔ قضاء لازم نہیں“ یہ کس لفظ سے مفہوم ہے، جناب من! لا بأس تو خلاف اولیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ رد المحتار، بحر، غنیہ، منہ علی البحر ج ۱ ص ۳۲۲ واللفظ للشامی علیہ الرحمہ فی المنحة وترکہ یوجب خلاف الاولیٰ وهو مرجع

لہ شامی ج ۱ ص ۶۶ پر ہے اقول وینبغی تقييد التخيير ايضا بما اذا لم يكن احد القولين في المتن لما قدمناه انفا
عن البيري ولما في قضاء الفوائت من البحر ان اذا اختلف التصحيح والفتوى فالعمل بما وافق المتن اولیٰ ام
وكذا لو كان احدهما في الشروح والآخر في الفتاوى لما صرحوا به من ان ما في المتن مقدم على ما في الشروح
وما في الشروح مقدم على ما في الفتاوى لكن هذا عند التصريح بتصحيح كل من القولين
او عدم التصريح اصلا الخ ۱۲ نور عفی عنه

لابأس به في اغلب استعماله الى ان نقل عن البحران مرجع خلافاً لاولي
كلا بأس الى التنزيه اور لازم نہیں استحاب پر وان هذا الاثبات احد المتناقضين
بوجود الآخر، یہ کیسے متعین ہوا کہ واسف قضی فلا بأس به کلام شیعین علیہما الرحمہ
سے ہے جس پر آپ کے دعوے کی بنیاد ہے، دلیل سے کیوں نہ ثابت کیا بلکہ سیاق کلام
صراحتہ دال کہ مقولہ موفق سے ہے۔ امامین جلیلین کا شان والا اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ
شے کی نفی کر کے فرمائیں لا بأس به کہ منفی کا وجود ہی نہیں پھر ارتکاب کس کا جس پر لا بأس
فرمایا جائے۔

آپ نے رد المحتار کی پوری عبارت کیوں نہ نقل کی کہ آپ کے اس پیچ و تاب کی بیخ و
بنیاد ہی اکھڑ جاتی۔ صدافسوس، علماء کا یہ شان نہیں مگر اس بشیاری سے تو کام نہیں بنتا، کیا
ہمارے ہاں رد المحتار نہیں یا ہم رد المحتار کی عبارت نکال نہیں سکتے یا سمجھنے سے قاصر ہیں؟
مولوی صاحب! جب آپ کی منقولہ عبارت کے صدر میں ہے واما بعد
طلوع الشمس فكذا لك عندهما۔ اس كذا لك کا مشارا لیه کیا ہے؟ یہی مذکور
الصداء فلا تقضى قبل طلوع الشمس میں فلا تقضى پس اگر فلا تقضى کا معنی
اس جگہ بھی یہی ہے کہ قضا لازم نہیں تو صاف صاف ثابت ہوا کہ ہو سکتی ہے بلکہ ملحوظ مفہوم
مخالفت مستحقیق ثابت ہوئی حالانکہ آپ بھی مُبقر ہیں کہ اس وقت قضا نہیں اور اگر فلا تقضى
کا معنی "قضا نہیں کی جا سکتی" کریں اور لزوم والی قید کو بالائے طاق تو وہاں بھی یہ قید

رد المحتار کی عبارت یہ ہے واما بعد طلوع الشمس فكذا لك عندهما وقال محمد احب الى ان يقضى بالي الزوال
كملاق البدقيل هذا اقرب من الاتفاق لان قولنا احب الى دليل على انه لو لم يفعل لا لوم عليه قال لا يقضى
وان قضى فلا بأس به كذا في الخبرية ومنهم من حقق الخلاف وقال الخلاف في انه لو قضى بالخبر
خط كشيد عبارت کو مولوی صاحب نے ملا کر لکھا اور اول و آخر کو کاٹ دیا، ناظر باہر پر اس وصل و قطع کے از غیر معنی
ويعرف ما فيه باذني التامل بالصادق ۱۲

نور عینی عنہ

نہیں لگا سکتے۔

نیز عموماً متون میں اس مسئلہ کو نفی و استثناء کے ایسے پیرایہ میں بیان فرمایا کہ
ماؤلین کی تمام تاویلات ان کے اگے خام تنویر الابصار، وقایہ، کنز الدقائق، نور الایضاح وغیرہ
میں ہے والنظم من الكنز ولم تقض الا متبعاً پس اس نفی میں تمام موقوفہ
سنة الفجر قضاء فائتة بدون الفرض قبل الطلوع بعد الطلوع وقضاء
فائتة مع الفرض عند الطلوع بعد الطلوع بعد الزوال وغیرہا، تمام موقوفہ
داخل الا سے قضاء فائتہ مع الفرض قبل الزوال کو استثناء کیا، باقی تمام صورتیں داخل رہیں
ایک ہی سبک میں منسلک بنیں، ایک نفی سے مستثنیٰ اور ایک ہی التوا میں ملتوی، پس اگر
بدون الفرض کی قضا بعد الطلوع کے جواز بلکہ استحباب کے حامل ہوں تو باقی میں بھی یہی
کہنا پڑے گا ولا قائل بہ۔



اگے چلئے! آپ کی منقولہ عبارت کے وسط سے یہ عبارت رہی ہوئی ہے قیل
هذا قريب من الاتفاق لان قوله احب الى دليل على انه لو لم يفعل
لا لوم عليه۔ اگے آپ کی منقولہ عبارت کا دوسرا حصہ لایا یعنی وقال لا يقضى وان
قضى فلا بأس به كذا في الخبازية۔

اس عبارت سے ثابت کہ یہ اختلاف اختلاف ہے مگر اتفاق کے قریب اور اگر
لا يقضى کا معنی "لازم نہیں" کریں جس کا مفہوم مخالف یہ کہ قضاء بہتر ہے اور یہی امام محمد علیہ الرحمہ
کا قول تو قريب من الاتفاق نہ رہا بلکہ عین الاتفاق ہوا، اگر ذرہ بھر تدریس سے کام لیتے تو لا بأس بہ
کو شیخین علیہما الرحمہ کے مقولہ سے نہ فرماتے کہ قضاء لا بأس بہ ہو ہی نہیں سکتی، وجہ سنئے کہ
قضاء اگر لا بأس بہ ہو تو خلاف اولیٰ ضرور ہوگی کہ لا بأس بہ اور خلاف اولیٰ متساوی
الاقدام ہیں حالانکہ قضاء نائب و مثل ادا ہے اور ادا متوکد و بجا ہے تو قضاء کیسے خلاف اولیٰ ہے

والحمد لله في الآخرة والأولى اور خود شامی علیہ الرحمہ بھی اس قیل والی توفیق کے مخالف اور ضعیف ہیں کہ قیل صیغہ تملیض و تضعیف سے بیان فرمایا۔

ردالمحتار کی کتاب القضاء میں تحت قولہ والفاسق لا یصلح مفتیا وقیل نعم وبہ جزم فی الکثر ہے، قولہ وبہ جزم فی الکثر حیث قال والفاسق یصلح مفتیا وقیل لا فجزم بالاول ونسب الثاني الى قائله بصیغۃ التملیض فافهم۔ ایضا کتاب القضاء کے فصل فی الخمس ج ۲ ص ۳۶ کے اوائل میں ہے ان التعبير یقل یفید الضعف اگے جو آپ نے شامی سے نقل کیا ومنهم من حقق الخلاف وقال الخلاف في انه لو قضى كان نفلا مبتدأ او سنة كذا في العناية یعنی نفلا عندہما سنة عندہ کما ذکرہ فی الکافی اسماعیل بس یہی خلاف محقق ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یقضیہا اور قضاء سنت کا قائل ہونا سنیت ماضی کا قائل ہونا اور شیخین علیہما الرحمہ لا یقضیہا اور عدم القضاء کا قائل ہونا عدم سنیت ماضی کا قائل ہونا ہے غنیۃ المستملی، بحر الرائق، ردالمحتار میں فتح القدر سے ہے والمنقول من الغنية فالذي لا يشك فيه انهم اذا قالوا تقضى اولامعنا انها تفعل بعد ذلك الوقت وتقع سنة كما هي في ذلك الوقت لا تقع سنة بلکہ غنیۃ میں فتح القدر سے اسی جزیئہ کی تصریح موجود حیث قال الاتری انهم لما اختلفوا في سنة الفجر هل تقع بعد الشمس سنة او نفلا مبتدأ حکوا الخلاف فی انها تقضى اولاً۔

ملہ فی البحر ج ۱ ص ۳۳۲ وقد نقلوا هذا التصحيح هنا بصيغة التملیض وبالاستغناء

نور عینہ

اس کی وجہ وہی جو سن چکے کہ قضا مثل ادا ہے اور اسی وجہ کی طرف کلام محقق ذوالکمال
 ناظر حیت قال وتقع سنة كما هي في ذلك الوقت اور شامی علیہ الرحمہ نے اس کے
 خلاف محقق کو "قال" سے بیان فرمایا کہ مقبول ہے نہ "قیل" سے کہ مخذول ہے اور امام محمدؒ نے
 جو قضا کو احب فرمایا اس میں اشارہ ہے کہ آپ نے احتیاطاً قضا کا ارشاد فرمایا اور نہ احب
 نہ فرماتے کہ احب کے تارک کو طاعت نہیں کر سکتے اور سنت مؤکدہ کے تارک کو طاعت کر سکتے ہیں
 تو ثابت ہوا کہ امام محمدؒ علیہ الرحمہ کے نزدیک قضا لازم نہیں اور شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک ہو ہی سکتی
 کہ لا تقضیٰ فرما کر نفی کر دی۔

آپ نے جو یہ فرمایا کہ فقیر کے نزدیک بھی نہ قضا روینے سے قضا دینی بہت بہتر ہے
 اس کے متعلق یہی کافی کہ آپ مقلد ہیں اور مقلد کی رائی مخالف کا اعتبار نہیں۔ بحر الرائق میں ہے
 ان كان مقلدا لا ب حنیفة فلا عبرة برأيه المخالف لمذهب امامه۔
 آپ کی دلیل کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنت فجر کی بہت تاکید فرمائی ہے اور
 حدیث رکعتا الفجر واشد تعاھدا آئی۔ اس کا جواب اولاً یہ کہ یہ تاکید وحدیثیں سنت فجر
 کے متعلق اور جب بعد الطلوع سنت ہی نہیں تو تاکید بھی نہ رہی کہ وجود مؤکد بدون المؤکد غیر موجود۔
 ثانیاً یہ کہ یہ تاکید وحدیثیں شیخین علیہما الرحمہ جیسے زبردست ائمہ و علماء کو بھی معلوم تھیں یا نہیں نہیں
 کی طرف تو راہ ہی نہیں، تو ضرور معلوم تھیں اور جب شیخین علیہما الرحمہ باوجود علم واجتہاد واحتیاط و
 تقویٰ ارشاد فرمائیں کہ لا تقضیٰ تو آپ کو اس میں کیا تامل ہے حالانکہ بحر الرائق میں ہے



ملہ عقود الدرر ج ۲ ص ۳۶۸ پر ہے کل ایہ او خبر بخالف قول اصحابنا یحمل علی النسخ والنقل
 او الترجیح علی ما صرح بہ فی الكشف الکبیر اذا کان حدیثا مخالفا لما ذهب الیه
 ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ هل یجوز ان یقال انہ لم یبلغہ قالوا لا لانه وجہہ
 غیر صحیح او مؤلا ۱۲ نور عفی عنہ

وان كان المفتي مقلدا يقلد الامام فنص امامه وان كان اجتهادا يافى حقه كالدليل القطعي.

آپ نے جو فرمایا کہ شیخین کی قضا میں بھی اجازت ہوئی، اس کا جواب لازم نہیں کا جواب ہے کہ وہ اصل وہ فرع اور میں نہایت ہی متعجب ہوں کہ اگر قضا ہوتی تو اجازت نہ ہوتی بلکہ ضروری ارشاد ہوتا کہ قضا مثل ادار اور ادار ضروری تو قضا کیوں غیر ضروری بلکہ منقطع منع ہوئی اور حدیث لیلۃ التعریس کے دو جواب تو وہی ہیں جو پہلی حدیثوں کے جواب ہیں اور ایک وہ جو ہدایہ بحر غنیہ وغیرہ میں ہے واللفظ لا یسراہیم علیہ الرحمة ولا یبعده لا یختصا ص القضا خارج الوقت بالواجبات الاما وما دیم شرع والشرع انما ورد فی قضاء ما کعتی الفجر عند فواتها مع الفرض قبل الزوال کما فی غداة لیلۃ التعریس ولم یرو فی قضائها اذا فاتت وحدها وایضا قول ان السنن القبلية لا بد لها من الامرین الاداء فی الوقت و قبلية الفرض اما الاول فعارض لا بدیته تبعاً للفرض والثانی ذاق نظر الی التبعیة فان فاتت مع الفرض فات الامر الاول الفرضی فتقضى قبل الزوال تبعاً للفرض مع قبلية الفرض وان فاتت بدون الفرض فات الامر الذاق اعنی قبلية الفرض وبالطلوع فات الاول ایضاً فوضح الفرق ولله الحمد فلا یقاس علیہ غیرہ۔

اور نفلوں سے کون منع کرتا ہے؟ میں نے وہاں کیا نہیں کہا تھا کہ اگر ہزار رکعت نفل پڑھے میں تب بھی منع نہیں کرتا ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ رکعتین فجر جو بدون الفرض فوت ہوں ان کی قضا نہیں ہے۔

باقی رہا آپ کا جبروتی حکم کہ قضا سنت فجر سے منع نہ کیا جاوے ورنہ مناجع للخیر میں داخل ہوگا، اس کی کیا دلیل؟ جب قضا ہو ہی نہیں سکتی تو نافی منقہی، منقطع للخیر میں کیونکر



داخل ہوگا اور اگر داخل ہوگا تو آپ بھی ضرور داخل ہیں کہ جمہ فی القریٰ کی نفی جس طرح میں کرتا ہوں ویسے ہی آپ بھی کرتے ہیں حالانکہ فضائل و تائید جمہ میں بھی بہت حدیثیں وارد ہیں تو یہی کہوں گا کہ فضائل و تائید بھی اس کے متعلق نہ ہوئے تو نفی مفتنی میں کوئی حرج نہیں ہے مولوی صاحب! صد ہا افسوس کہ آپ نے جھٹ کہہ دیا کہ مناع للخیر میں داخل ہوگا مگر یہ نہ سوچا کہ مناع للخیر کن کے حق میں وارد اور اس کا معنی کن لوگوں کے ساتھ مختص یقیناً کفار کے حق میں وارد اور اس کا معنی کفار سے مختص مگر آپ اہل علم ہو کر اہل علم کے حق میں پڑھتے ہیں حالانکہ نافی اپنی طرف سے نافی نہیں بلکہ باتباع شیخین و مشائخ علیہما وعلیہم الرحمۃ نافی ہے تو آپ کا یہ جبروتی حکم کہاں تک پہنچا؟

اگر اس کے درود و اختصاص میں شک ہو تو تفاسیر معالم التنزیل و لباب التویل و مفاتیح الغیب و ارشاد العقل و حسینی وغیرہ کو دیکھیں اور درود تو نص قرآنی کے سیاق سے اظہر من الشمس ہے، نیز مفسرین کرام نے مناع للخیر کے دو معنی بیان فرماتے، دونوں کو اس سے تعلق ہی نہیں ہے مگر آپ اہل ایمان کے متعلق پڑھ رہے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سیرا ہم شرار خلق اللہ وقال انہم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین کیا اگر میں جو ابنا کریمہ والذین یعذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً واما مبینہ تحریر کروں تو نہیں کر سکتا؛ مگر میں مناسب نہیں سمجھتا واللہ المتعال العاصم۔ یہ ہے آپ کی تحریر کا جواب بے نقاب جو دلائل قاہرہ باہرہ منطوی، باقی جواب آپ پر ملے گا، اگر یہ جواب در نظر جناب صواب سے بہرہ ور نہ ہو تو مطلع فرمائیں مگر اسی پر اکتفا نہ فرمائیں مگر درود ہے بلکہ بیان دلائل و نقص دلائل فردا فردا میں ہی سود ہے کہ سخن مقبول و مسموع ہو ورنہ عند العقلاٰ مخنوع و مردوع۔ والسلام۔



وصلی اللہ تعالیٰ علی السحبوب المرغوب المطلبوب المصحب
فی کل ان وحین وعلی الہ الکرام وصحبہ العظام اجمعین وان الحمد
للہ رب العلمین .

نور عفی عنہ، فرید پور جاگیر

الاستفتاء

اس فتوے کا مسودہ استفتاء کے بغیر پرانے کاغذات میں سے ملا ہے جس میں
مندرجہ ذیل تین سوالوں کے جوابات دئے گئے ہیں :-

- ۱۔ نفل نماز کی جماعت کا حکم؟
- ۲۔ غیر مسلموں پر قربانی کا گوشت صدقہ کرنے کا حکم؟
- ۳۔ اعتکاف میں غسل کا حکم؟

(مرتب)



۱۔ ہاں یقیناً جائز ہے جبکہ مخدورات شرعیہ سے متبراہو، قرآن کریم کا ارشاد مبین ہے
وارکعوامع التکعین وقد بین فی الاصول ان العبرة لعموم الفاظ

وان الاطلاق بمنزلة النص والتخصيص نسخ لا يجوز في
القطعي بخبر الواحد ولا القياس وذا جبل العلم والفضل
العلامة الشاهی يستدل علی مسئلة التواويع فيقول لان
جماعتهم مشروعة فله الدخول فيها معهم لعدم المحذور
وذا ظاهر جدا۔

اور احادیث کثیرہ صحیح سے بھی ثابت ہے جس کے ثبوت میں اصلاً کوئی شک
شہدہ نہیں اور یہی ہمارے ائمہ و مشائخ احناف کے کلمات متظاہرہ اور تصریحات وافرہ سے
ثابت ہے البتہ اگر تداعی سے ہو جو دوسرے لفظوں میں جماعت کثیرہ ہے تو ہمارے
فقہائے کرام نے اسے مکروہ فرمایا ہے کہ یہ متواتر کے خلاف ہے مگر اس مکروہ سے
مراد مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ منحة الخالق علی البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۵ میں ہے وان
الکراهة کراهة تنزیہ اور شامی ج ۱ ص ۶۶۲، منحة الخالق ج ۲ ص ۶۰ میں ہے
وهو کالصریح فی انها کراهة تنزیہ اور یہ بھی تب جب دوام ہوا اور احیاناً
یہ بھی نہیں چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جماعت کثیرہ کے ساتھ وتر
ادا کرنے سے ثابت ہے۔



شامی ج ۱ ص ۶۶۳ میں ہے ثم ان کان ذلك احیاناً کما فعل
عمر کان مباحاً غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبة کان
بدعة مکروہة لان خلاف المتواتر اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ مواظبت
کے ساتھ تشبہ انقل بالفرض بنے گا اور وہ بعض کے نزدیک مکروہ ہے کما قالوا
فی التعریف۔

۲۔ لحرم اضحیہ دینا تبرع ہے یا تصدق اور غیر مسلم پر تبرع اور تصدق کی بہترین تفصیل وہ ہے



جوامہ اہل سنت و الجماعت نے الحجۃ المومنین میں فرمائی۔
۳۔ معتکف کو غیر فرض غسل کے لئے معتکف یعنی اس مسجد سے نکلنا جس میں معتکف ہے
جائز نہیں جبکہ اعتکاف واجب یا سنت ہو۔

(مسودہ یہاں تک دستیاب ہوا)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اندری مسئلہ کہ نوافل جب بیٹھ کر پڑھے جائیں
تو رکوع کرتے وقت سرین اور پنڈلیاں جدا کرنی ضروری ہیں یا کہ نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں
اس طرح سجدہ ہو جاتا ہے لہذا منع ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

نیازمند: مسرور احمد لفظ خود
خطیب حدت کالونی وقاری گورنمنٹ کالج ملتان



فرزند باتمیز سلمہ رب العزیز

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ چند ایام ہوئے

آپ کا گرامی نامہ آیا جس میں بخیریت تین بچے ملتان پہنچنے کا ذکر تھا اور گھر کی خیریت بھی، مسرور ہوا اور ایک استفتاء نوافل میں قعود کی صورت میں رکوع کس طرح کیا جائے اور کچھ اختلاف مصلین کا ذکر بھی تھا جو لو پر یاد نہیں رہا کیونکہ وہ لفافہ گم ہو گیا ہے جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ اگر لفافہ سامنے ہوتا تو انشاء اللہ خوب رد کرتا مگر مقصود اصل مسئلہ ہے جو خوب منقح کر کے لکھ دیتا ہوں۔

عزیز! نفل یا سنت پڑھنے میں رکوع کی اصل صورت یہ ہے سرین اٹھا کر رکوع یوں کرے کہ سر اور پیٹ ہموار ہو جیسے کہ قیام کی حالت میں رکوع میں ہوتا ہے جو سب کتب فقہ میں مذکور ہے کیونکہ مطلق رکوع کا ذکر ہے کہ سر اور پیٹ ہموار کرے جس میں بیٹھے والے کا رکوع بھی داخل ہے کیونکہ اطلاق کا یہی تقاضا ہے اور پھر فقہاء کرام نے تصریح فرمائی کہ بیٹھا قیام کے عوض ہے تو احکام قیام جو قیام کے علاوہ ہیں اس میں بھی جاری ہوں گے شامی ج ۱ ص ۴۵۵ میں در المختار کے قول شحرا رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما هو الاعمال ان القاعد یفعل کذلک کے تحت فرمایا ای من القیام الحقیقی والحکمی فان القعود فی النافلة وفی الفریضة وما الحق بـ لعذر كالقیام بلکہ نور الایضاح رکوع کے بیان میں مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی شرح مراقی الفلاح میں کل مصل فرمایا یعنی یہ حکم ہر نمازی کا ہے جس میں قاعد بھی داخل ہے۔

شرح المراقی کے حاشیہ طحاوی ص ۱۶۹ نص۔ (شکبہ) کل مصل
ما اکعام الی ان قال (مستویا رأسہ بعجزہ الخ) اور در المختار میں فرمایا ویسوی

ظہرہ بعجزہ، حاشیہ شامی ج ۱ ص ۲۶۱۔ اب غور کریں روزِ روشن سے بھی روشن کہ جب سر پٹیٹ اور سرین برابر ہوں تو قاعد کے سرین رانوں سے ضرور لٹھے ہوں گے تو مسئلہ بالکل واضح ہو گیا واللہ تعالیٰ الحمد۔

تنبیہ

عجز کا معنی کتب لغت میں سرین لکھا ہے چنانچہ غیاث اللغات منتهی الارب، صراح منتخب اللغات میں ہے وهو الظاهر من لسان العرب وتاج العروس والنہایۃ و مجمع البحار وغیرہا من کتب اللغة اور شامی علیہ الرحمہ نے تویہ جزئیہ بالکل واضح کر دیا ہے۔ ج ۱ ص ۲۱۶ میں فرمایا ولو کان یصلی قاعد اینبغی ان یحاذی جہتہ قدامہ کتبہ لیحصل الركوع قلت لعلہ محمول علی تمام الركوع والافقد علمت حصولہ باصل طائطۃ الرأس۔

جب ہاتھ رانوں کے اگلے حصوں کے سامنے ہو اور سر پٹیٹ، سرین برابر ہوں تو لامحالہ سرین رانوں سے اٹھے ہوں گے اور یہ کہنا کہ اس طرح سجدہ ہو جاتا ہے بالکل لغو ہے اور غلط ہے کیونکہ یہ بالفعل رکوع و سجود ہے نہ کہ اشارۃ رکوع و سجود۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيبہ وعلى آله واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

تو مولوی صاحب نے کہا کہ جب اصل حدیث سے ثابت ہے تو پھر فقہ کی کیا ضرورت؟
اب آپ حضرات اس کے متعلق بالتحقیق و باحوالہ تحریر فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

السائل

آپ حضرات کا خادم الحقیر عبد الرسول محمد نور بنی شمس نوری عفی اللہ عنہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ



نماز تسبیح کے یہ دونوں طریقے احادیث شریفہ سے ثابت ہیں۔ پہلے طریقہ کی حدیث تو رسائل نے لکھ ہی دی ہے اور دوسرا طریقہ سنن ترمذی شریف میں ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید سے ثابت ہے سنن ترمذی ج ۱ ص ۶۲ میں ہے سألت عبد الله بن المبارك عن الصلوة التي يسبح فيها قال يكبر ثم يقول سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله الاك غيرك ثم يقول خمس عشرة مرة سبحن الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ثم يتعوذ ويقرأ بسم الله الرحمن الرحيم وفاتحة الكتاب وسورة ثم يقول عشر مرات سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ثم يركع فيقول لها عشر اثم يرفع رأسه فيقول لها عشر اثم يسجد فيقول لها عشر اثم يرفع رأسه فيقول لها عشر اثم يسجد الثانية

فیقولہا عشر ایصلی اربع رکعات علی ہذا فذلک خمس وسبعون
تسبیحة فی کل رکعة یبدأ فی کل رکعة بخمس عشرة تسبیحة ثم یقرأ
ثم یتسبح عشر اوریہ دونوں طریقے جائز ہیں چنانچہ شامی ج ۱ ص ۶۲۳ میں ہے
والذی ینبغی فعل ہذہ مرة و ہذہ مرة طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۲۸۸ میں ہے
والظاہر جواز الامرین لوسود الاحادیث بکل اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ
سے اس کے متعلق کوئی روایت نظر نہیں آئی البتہ بعض مشائخ نے صرف اس لحاظ کے جلسہ استراحت
چونکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ ہے اور پہلی ترکیب پر وہ جلسہ کرنا پڑتا ہے
لہذا دوسری ترکیب کو ان بعض مشائخ نے پسند فرمایا ہے چنانچہ شامی ج ۱ ص ۶۲۳ میں ہے قال
فی شرح المنیۃ ان الصفة التي ذکرها ابن المبارک ہی التي ذکرها
فی مختصر البحر وہی الموافقة لمذهبنا لعدم الاحتیاج فیہا الی
جلسة الاستراحة اذھی مکروہة عندنا۔



یہ صرف بعض حضرات کا خیال ہے ورنہ نماز تسبیح کے متعلق ہمارے امام اعظم
رضی اللہ عنہ کی ایسی کوئی نص نہیں اور جب پہلے طریقے کی حدیث بھی ثابت ہے تو ہمارے نزدیک
بھی کوئی حرج نہیں چنانچہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں لکن علمت ان ثبوت حدیثها
یثبتہا وان کان فیہا ذلک البتہ دوسرے طریقے کو ہمارے فقہائے کرام کے علاوہ
دوسرے کئی حضرات نے بھی پسند فرمایا ہے چنانچہ حضرت امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ
قوت القلوب شریف کے ج ۱ ص ۹۴ میں فرماتے ہیں و ہذہ الروایۃ احب الوجہین
الی وهو اختیار عبد اللہ بن المبارک۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم شریف کے ج ۱ ص ۲۱۴ میں فرماتے ہیں
ہذا هو الاصح وهو اختیار ابن المبارک۔

بہر حال یہ دونوں طریقے بلاشبہ جائز ہیں اور حسب تصریح شامی لائق یہ ہے کہ کبھی یوں پڑھے کبھی یوں پڑھے۔

رہا مولوی صاحب کا کہنا کہ پھر فقہ کی کیا ضرورت؟ یہ محض غلط ہے، اس کی بنیاد اس پر ہے کہ فقہ اور حدیث کی مخالفت ہے حالانکہ یوں ہرگز نہیں بلکہ فقہ خلاصہ احادیث ہے کما بینہ العلماء فی تصانیفہم المنیفة۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى
آله واصحابه وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ شوال ۱۴۶۶ھ ۲۹-۹-۷۶



بَابُ الْجُمُعَةِ وَالْعِيدِ

الاستفتاء

بگرامی خدمت عظیم الدار صاحب حضرت علامہ الحاج صفوی محمد نصر اللہ صاحب نعیمی (دہمت برکات اللہ علیہ)
السلام علیکم! مزاج گرامی۔

دیگر احوال یہ ہے کہ ہمارے علاقہ تحصیل چوئیاں ضلع قصور میں مسئلہ جمعۃ المبارک اور عیدین کا ہے، کشیدگی اختیار کر چکا ہے، بعض علمائے کرام کا یہ قول ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن اگر عید ہو تو صرف عید ہی کا خطبہ ہو سکتا ہے جمعۃ المبارک کا خطبہ نہیں ہونا چاہئے، آپ ہمیں باحوالہ طور پر ارشاد فرمائیں کہ احادیث کے لحاظ سے ہمیں دونوں خطبوں کو ادا کرنا چاہئے یا کہ نہیں، جمعۃ المبارک وغیرہ کا تو بہارا جھگڑا ہی نہیں جس مقام پر جمعۃ المبارک فرض ہو

اور جمعہ والے دن ہی عید ہو تو تحریر فرمادیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہماری آواز کو بھرا
نہیں ہونے دیں گے۔ والسلام

خیر اندیش : غلام نبی خطیب جامع مسجد نظام پورہ تحصیل چوینیا ضلع قصور
محمد حنیف پی ٹی آئی گورنمنٹ مڈل سکول نظام پورہ عبدالعزیز ایم سی ایڈ گورنمنٹ نظام پورہ
تحصیل چوینیاں ضلع قصور محمد اکرم عبد الجبار بقلم خود
مولوی غفور احمد محمد اسحاق بقلم خود
اکبر علی چوہدری (مہر) ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل سکول نظام پورہ ضلع قصور
سرار علی بقلم خود



اصل مسئلہ نماز کا ہے، اگر جمعہ کے دن عید آئے تو آیا جمعہ کی نماز بھی لازم ہے یا
نہیں، اگر نماز لازم ہے تو خطبہ بھی ہوگا۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے نماز جمعہ عید کے دن
بھی لازم ہے لاطلاق الاحکام اور بعض کو جو شبہ ہوا ہے تو وہ محض پادر ہوا ہے چنانچہ
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
عید جمعہ کے دن آئی تو حضور نے عید پڑھا کر فرمایا کہ جو چاہے جمعہ کی نماز کے لئے آئے اور جو
نہ چاہے نہ آئے رواہ احمد فی مسندہ ج ۲ ص ۳۷۲ والطحاوی فی
مشکل الآثار ج ۲ ص ۵۳ و ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۳ والنسائی ج ۱ ص ۲۳۶

وابن ماجہ ص ۹۲ والبیہقی فی السنن ج ۳ ص ۳۱۷ والنص عن ابی داؤد
قال صلی العید ثم رخص فی الجمعة قال من شاء ان یصلی فلیصل۔
پھر ابو داؤد نے حضرت ابی ہریرہ کی حدیث مرفوع روایت کی جس کے آخر میں فرمایا وانا
مجمعون اور یونہی شکل الآثار ج ۲ ص ۵۶ میں حضرت ذکوان کی حدیث مرفوع کے آخر میں ہے
وانا مجمعون یعنی اور ہم جمعہ ادا کرنے والے ہیں تو اس "ہم" سے مراد کیا ہے ظاہر ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مدینہ منورہ مراد ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ اجازت دیہات والوں کیلئے
تھی جو باہر سے آکر عید و جمعہ مدینہ منورہ میں ادا کرتے تھے کیونکہ عید کا دن کھانے پینے و خوشی
کا دن ہے تو اگر یہاں جمعہ ادا کرنے تک رہیں تو مشکل ہے اور اگر جا کر دوبارہ آئیں تو یہ بھی مشکل ہے
لہذا اجازت دے دی مگر اہل مدینہ کے لئے کوئی مشکل نہیں لہذا افراد یا وانا مجمعون
یعنی ہم جمعہ ادا کرنے والے ہیں اور اکی وانا حضرت سیدنا ذی النورین رضی اللہ عنہ نے فرمادی
چنانچہ مشکل الآثار ج ۲ ص ۵۶ اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۵ اور مؤطا امام مالک ص ۱۶۵ اور
مؤطا امام محمد ص ۱۳۹ اور کتاب الام حضرت امام شافعی ج ۱ ص ۲۳۹ میں ہے کہ ابو عبید کہتے ہیں
شهدت العید مع عثمان بن عفان فجاء فصلی ثم انصرف فخطب
فقال انہ قد اجتمع لکم فی یومکم ہذا عیدان فمن احب من
اہل العالیۃ ان ینتظر الصلوة فلینتظرہا ومن احب ان یرجع
فلیرجع فقد اذنت لہ۔

یعنی حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ میں عید کے دن حاضر ہوا تو آپ نے اگر نماز
پڑھائی، پھر خطبہ دیا تو فرمایا کہ آج کے دن دو عیدیں اکٹھی آگئی ہیں تو جو چاہے دیہات والوں سے
کہ نماز جمعہ کا انتظار کرے تو کر لے اور جو واپس جانا چاہے تو چلا جائے، میں نے اجازت
دے دی۔



حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ اجازت باہر سے آنے والوں کے لئے ہے اور شہر والوں کے لئے نہیں اور یونہی طحاوی فرماتے ہیں اور ہمارے مکرر مذہب حنفیہ کے امام حضرت امام محمد بھی یونہی فرماتے ہیں چنانچہ اس حدیث کے بعد ص ۱۲۰ میں ہے قال محمد و بھذا کلناخذ و انما رخص عثمان فی الجمعة لاهل العالیة لانہم لیسوا من اهل المصر و هو قول ابي حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

پھر ہماری کتب فقہیہ حنفیہ کی جامع صغیر ص ۲۰، در المختار اور طحاوی علی الدر ج ۱ ص ۳۵۱ اور شامی علی الدر ج ۱ ص ۳۷۳ میں ہے والنظر للشامی قال فی الہدایۃ ناقلا عن الجامع الصغیر عیدان اجتماع فی یوم واحد فالاول سنة والثانی فریضۃ ولا یتروک واحد منہما۔ پھر فرمایا عن علی ان ذلک فی اهل البادیۃ ومن لا تجب علیہم الجمعة۔

پھر غیر مقلدین کی مایہ ناز کتاب المحلی کے ج ۵ ص ۸۹ میں ہے اذا اجتمع عید فی یوم جمعة صلی للعبید ثم للجمعة ولا بد ولا یصح اشر بخلاف ذلک اور آخر میں ہا الجمعة فرض والعید تطوع والتطوع لا یسقط الشرع۔

یہ جملہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے ارشاد سے ہی ہے۔ بہر حال اگر جمعہ کے دن عید آئے تو جن پر پہلے جمعہ فرض ہے ان پر فرض ہی ہے اور جن پر فرض نہیں مثلاً دیہات والے تو ان کے لئے اجازت ہے کہ عید پڑھ کر گھر چلے جائیں اور پھر جمعہ کے لئے آئیں تو آئیں اور نہ آئیں تو اجازت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب



الاعظم والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ : یہ آپ کا استفتاء شاید ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ میں آیا جبکہ میر انور نظر لخت جگر مولانا محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ مرض الموت میں لاہور شفا خانہ میں تھے اور میں مدینہ منورہ میں تھا تو مجھے اب یہ لفافہ اتفاقیہ ایک کتاب میں مل گیا تو جواب لکھ رہا ہوں۔ والسلام

عزہ الفقیر ابو النجیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ ۲۲-۳-۷۹

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ کیا نماز جمعۃ المبارک مسجد کے باہر ہوتی ہے جب کہ امام بھی مسجد میں نہ ہوں نہ اذان نہ خطبہ اور جگہ بھی ایسی ہو جہاں ہفتہ پھر جانور لید گو بر غلاطت پیشاب وغیرہ پھیلاتے رہیں اس جگہ ہفتہ بھر نجاست غلیظہ موجود رہے صرف جمعہ کے روز اس کو تھوڑا سا صاف کر کے دریاں وغیرہ بچھا کر جمعہ کی نماز ادا کر لی جائے جبکہ ارد گرد شہر میں بالکل قریب اور بھی اسی مسلک کی جامع مساجد موجود ہوں۔ کیا نماز جمعہ وہاں ہو جاتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر بھی گئی، نمازوں کا اعادہ کیا ضروری ہے؟ تفصیل کے ساتھ مسلک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

سائل : محمد امین خاں دولتانہ

تحصیل بازار بہاولنگر





ایسی جگہ میں جمعہ ادا کرنا جائز ضرور ہے مگر بالکل غیر مناسب ہے جب سب ہی ایک مسک کے میں مگر تعجب ہے یوں ہوتا کیوں ہے، شاید کسی جانب کوئی غرض فاسد ہو تو گناہ اس پر ہے جس کی غرض فاسد ہے بلکہ یوں خیال آتا ہے کہ شاید کسی بھٹو کے چیلے کی یہ تفریق و فساد ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شر پسندوں کے شر سے بچائے۔

ہاں جائز کیوں لکھا ہے اس لئے کہ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں اور نہ ہی کسی کتاب میں کوئی ایسی شرط لگائی گئی ہے بلکہ سب سے پہلا جمعہ جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا تھا وہ جنگل میں ہی مدینہ منورہ کے قریب تھا جہاں تبرک کے لئے چھوٹی سی مسجد یا دگاری ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تفریق و فساد و عناد بہت بری چیز ہے جمعہ کو جمعہ کہا ہی اس لئے کہ سب جماعتوں کو جمع کرنے والا ہے۔

شامی ج ۱ ص ۷۱ میں ہے وکذا تسمى الجمعة لاجتماع الجماعات فیہا اور اسی لئے تو حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ کے ایک قول میں شہر کی صرف ایک مسجد یا ایک جگہ ہی ہو سکتا ہے مگر فتوے دوسرے قول پر ہے کہ کئی مساجد یا مواضع میں جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۵ میں ہے وتؤدى الجمعة فی مصر واحدا فی مواضع كثيرة وهو قول ابی حنیفہ ومحمد وهو الاصح الخ اور شامی ج ۱ ص ۷۵ میں ہے جواز التعدد وان کان اسرجح و



اقوی دلیلا لکن فی شبهة قوية لان خلافه مروی عن
ابی حنیفة ایضا واختاره الطحاوی والتمریشی وصاحب
المختار وجعله العتابی الاظهر وهو مذهب الشافعی والمشهور
عن مالک واحد الروایتین عن احمد۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم
وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

عزه الفقير البواخير محمد نور الشدائمي غفرله

١٦ رجب المرجب ١٤٢٠ هـ ٢٠٠٠-٥-٣١



بَابُ الْجَنَائِزِ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ کہ آیا نماز جنازہ میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم ہے یا درمیان میں ایک ایک کی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہونا چاہیے۔ بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درمیان میں فرشتوں کے کھڑے ہونے کی جگہ چھوڑنی چاہیے۔ آیا ان کا یہ معمول و مقول صحیح ہے۔



نماز میں مطلقاً مل کر صفوں میں کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ

تہا لے عنہ سے امام بخاری ج ۱ ص ۱۰۰ و نسائی ج ۱ ص ۱۳۱ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیشک میں تمہیں اپنے پیچھے دیکھتا ہوں فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوجہہ فقال اقیمو اصفوفکم و تراصوا فانی اراکم خلف ظہری۔

صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۷ میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم فرشتوں کی طرح صفیں نہیں بناتے، عرض کی گئی فرشتے کس طرح صفیں بناتے ہیں فرمایا پہلے صفوں کو پورا کرتے ہیں اور خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں والنظر عند ابن ماجہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاتصفون کما تصف الملائکۃ عند ربہا قال قلنا وکیف تصف الملائکۃ عند ربہا قال یتمون الصفوف الاول ویتراصون فی الصف سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خوب ملاؤ صفوں کو اور نزویگی کرو ان کے درمیان اور برابر کرو گردنوں کو پس قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں بے شک دیکھتا ہوں شیطان کو داخل ہوتا ہے سورج صف میں حذف (ایک قسم کی چھوٹی بکری) کی طرح۔

در المختار وغیرہ میں ہے قال الشیخ وینبغی ان یامرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل تو نماز جنازہ میں بھی یہ احکام بلاشبہ ضرور ثابت ہے کہ مطلق و عام اپنے عموم و اطلاق پر رہا کرتے ہیں کما برہن فی اصول الفقہ



تو بعض لوگوں کا دستور العمل صحیح نہیں اور حدیث شریف سے سن چکے کہ سورائخ صف میں شیطان گھس جاتا ہے تو فرشتوں کے لئے جگہ چھوڑنا نہ ہو بلکہ شیطان کے لئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۶۰

الاستفتاء

مشکوٰۃ شریف میں کتاب الجنائز میں دو حدیثیں ہیں، ایک اذا صلیتم علی الميت فاصنعوا لہ الدعاء، دوسرے اسی راوی سے مروی ہے اذا صلی علی الجنائزہ قال اللہم اغفر لمیتنا الخ دوسری حدیث میں دعائی الصلوۃ الجنائزہ مراد ہے اور پہلی سے کونسی مراد ہے فی الجنائزہ یا بعد الجنائزہ۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے دعا بعد الجنائزہ کا استدلال کیا ہے کیا یہ استدلال درست ہے حالانکہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۱ میں ہے قال الکرمانی ولا یدعو للمیت بعد الصلوۃ الجنائزہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنائزہ۔ آپ کے خیال میں صلوۃ الجنائزہ اگر کوئی قوی فقہی دلیل یا حدیث صحیح تخصیص دعا بعد جنائزہ کی ہو تو تحریر فرمائیں۔



شکوہ شریف میں دیکھا ہے اس میں دوسری حدیث کے متعلق فی الصلوة کا لفظ نہیں نظر آیا تو احتمال بعد الصلوة کا بھی ہے اور اسی طرح پہلی حدیث میں بھی دونوں احتمال ہیں۔ بہر حال دعاء بعد جنازہ بھی دعاء ہی ہے تو عموم دعاء میں داخل ہے اور عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں، صرف کرمانی کا قوں دلیل نہیں بن سکتا جبکہ صفوف توڑنے کے بعد دعا ہو تو زیادتی کا وہم نہیں پڑتا احیاء دعا اذا دعاء سورة البقرہ کے عموم میں داخل ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ص ۱۳۲ میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عبد اللہ بن سائب کے دفن سے فارغ ہو کر قبر پر کھڑے ہو کر دعاء کی جو بعد از جنازہ ہی ہے لفظہ لما فرغ من قبر عبد اللہ ابن السائب قام ابن عباس علی القبر فوقف علیہ ثم دعاء اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا تو چار تکبیریں کہیں پھر چل کر میت کے پاس گئے اور دعاء فرمائی اللہم عبدک وابن عبدک الخ اور یونہی حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے ہے۔ راوی کے لفظ ہیں رأیت ایوب علی القبر فیدعو للمیت قال وہما رأیتہ یدعولہ وهو فی القبر قبل ان یشخرج۔ یہ حدیثیں باقاعدہ سند ہیں اور باب ہے فی الدعاء للمیت بعد ما یدفن ویسوی علیہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم وآله



واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ رذی قعدہ احرام ۱۴۲۱ھ ۸۱-۱۲-۱۵

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں ان مسائل کے :

۱۔ ایسی مسجد جہاں بقاعدہ باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے کیا اس کو دوسری جگہ بنایا جائے اور اس مسجد کی زمین کسی دوسرے کام میں لائی جائے، اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

۲۔ جنازہ قبرستان کی طرف لے جاتے وقت جنازہ کی چار پائی کی پاؤں والی طرف کس طرف ہونی چاہئے یعنی اگر قبرستان مشرق کی طرف ہے اور جنازہ لے کر چلنا ہے، اب جنازہ کے پاؤں والی طرف کس سمت ہونی چاہئے ؟ اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

السائل : مولوی نذیر احمد، قادر آباد



۱۔ مسجد تحت الشرا سے آسمان تک مسجد ہی ہے لہذا اس کو بدلا نہیں جاسکتا، قرآن کریم



مِنْ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُ وَسْمِ
فِي خَرَابِهَا۔

۲۔ قبرستان لے جاتے وقت سروالی طرف قبرستان کی طرف ہو اور جب قبرستان شرق
کی طرف ہو تو بظاہر پاؤں کعبہ کی طرف ہوں گے مگر در باطن منہ ہوگا کیونکہ
میت اور مریض کے قبلہ رخ ہونے کی ایک یہ بھی صورت ہے، اگر میت یا مریض کو
اٹھایا جائے تو رخ ظاہر میں بھی قبلہ کو ہو جاتا ہے لہذا مریض نماز کے وقت یوں لیٹ کر
پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے، اگر میت کو غسل کے وقت یوں رکھا جائے تو بھی جائز ہے اور
جنازہ اٹھانے کا یہ طریقہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے صاف صاف ثابت ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ علی حبیب الاعظم و
الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ ۲۰-۷-۲۰۲۰

ملہ

مستی سوار کھل کندر کے موضع دھون کوٹ روپ چند داخلی سوہاگ علی کے
میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنے کا مسئلہ دریافت کیا کہ جائز ہے یا نہیں؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرع شریف میں قبر سے نکالنا جائز نہیں
چنانچہ درالمختار شامی فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتب مذہب مذہب حنفی میں تحریر ہے۔

والله تعالى اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم وآله
واصحابه وبارک وسلم

مترجم الفقير الی الحق محمد نور الشان نعمی غفرلہ

۴ جلد سے الاولیٰ ۳۹۶ ۵-۵-۷۶





خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ
 وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ - (التوبة: ۱۰۳)
 ”اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے جس سے
 تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کرو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔“

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَنُطْفِئُ بِهَا غَضَبَ الرَّبِّ وَ
تَذْفِئُ مِيتَةَ السَّوْءِ - (ترمذی)
"غضب اللہ کے فرو کرنے اور بری موت سے بچنے کا
ذریعہ صدقہ ہے۔"

کتاب الزکوٰۃ

ذیل کے فتوے پر حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا
جواب ص ۴۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔ (ترجمہ)

الاستفتاء

علماء دین کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ تعلیمات اسلامیہ کے مدارس اور
دوسرے مذہبی ادارے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنے سفیر اور عمال مخیر اور مز کی حضرات
کی طرف بھیجا کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ سفیر وغیرہ فقراء اور طلباء کے
وکیل ہوتے ہیں یا متولین و مزین کے اور کیا یہ زکوٰۃ جس طرح فقراء اور طلباء پر خرچ

کی جاتی ہے، اسی طرح مدرسین اور مدارس کے ملازمین کو اس مال سے تنخواہ بھی دی جاسکتی ہے؛ دلائل سے واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مستفتی: محمد حسن از کراچی

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ ۱۶-۷-۸۱

الجواب

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اللهم اهدنی الی الصواب انک انت اعلم بالصواب وافی

الیک انیب والیک المآب۔

زکوٰۃ وصول کرنے والے سفیر اگرچہ فقراء اور طلباء کی طرف سے جاتے ہیں لیکن انہیں فقراء وغیرہ کا وکیل نہیں بنانا چاہئے کیونکہ اس صورت میں طلباء وغیرہ کی تملیک ضروری ہوتی ہے پھر بعد از تملیک ان سے مال واپس لینا بھی ناپسندیدگی سے خالی نہیں اور یہ بھی کہ

تملیک شاذ و نادر کوئی ادارہ کرتا ہو گا لہذا اس پیچیدگی سے بچنے کے پیش نظر سفراء وغیرہ کو اہل زکوٰۃ کا وکیل بنانا بہتر ہے تاکہ عدم تملیک کی خرابی لازم نہ آئے اور اداروں کے منتظمین حضرات سفیروں سے زکوٰۃ وصول کر کے مالداروں کی طرف سے بحیثیت وکیل اس مال کو مصارف حقہ میں خرچ کرتے رہیں اور شرعاً مالی عبادت میں نیابت جائز اور درست بھی ہے، رہا مدرسین وغیرہ کو اس مال سے بطور اجرت تنخواہ دینے کا سوال



تو جس طرح فقر اور طلبہ کو یہ مال دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ کے مال سے اجرت دی جاتی ہے اور بڑھ کر یہ کہ اگر عامل مالدار ہو تو بھی اسے اس زکوٰۃ سے تنخواہ دینا جائز ہے اس لئے کہ اس نے اپنا وقت نکال کر یہ کام کیا۔

صاحب روح المعانی زیر آیہ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهِمْ لَكَ مِن دَارِ الْغَنَى حَلَّتْ لِلْغَنَى مَعَ حُرْمَةِ الصَّدَقَةِ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ فَرَّغَ نَفْسَهُ لِهَذَا الْعَمَلِ فَيَحْتَاجُ إِلَى الْكِفَايَةِ وَالْغَنَى لَا يَمْنَعُ مِنْ تَنَاوُلِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ كَابْنِ السَّبِيلِ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ وَالتَّحْقِيقُ أَنَّ فِي ذَلِكَ شَبَهًا بِالْأَجْرَةِ وَشَبَهًا بِالصَّدَقَةِ فَبِالْإِعْتِبَارِ الْأَوَّلِ حَلَّتْ لِلْغَنَى رُوحُ الْمَعَانِي ج ۱۰ ص ۱۲۱ بَعِيْنُهُ بِهِيَ عِبَارَتُ بَحْرِ الرَّائِقِ فِي مَوْجُودِهِ ج ۲ ص ۲۵۹ وَفِي مَنْعِ الْغَفَارِ بَعْدَ ذِكْرِهِ مَا مَرَّ عَنْ الْبَدَائِعِ مِنْ تَعْلِيلِ حُلِّ الصَّدَقَةِ لِلْعَامِلِ الْغَنَى بِأَنَّهُ فَرَّغَ نَفْسَهُ لِهَذَا الْعَمَلِ فَيَحْتَاجُ إِلَى الْكِفَايَةِ ثُمَّ قَالَ وَبِهَذَا التَّعْلِيلِ يَقْوَى مَا نَسَبَ إِلَى بَعْضِ الْفَتَاوَى أَنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ الزَّكَاةَ وَأَنَّ كَانَ غَنِيًّا إِذَا فَرَّغَ نَفْسَهُ لَافَادَةِ الْعِلْمِ وَاسْتِفَادَتِ لَكُونُهُ عَاجِزًا عَنِ الْكَسْبِ وَالْحَاجَةِ دَاعِيَةً إِلَى مَا لَا يَبْدُ مِنْهُ وَهَكَذَا رَأَيْتُهُ بِخَطِّ مَوْثُوقٍ وَعِزَّاهُ إِلَى الْوَاقِعَاتِ (مَنْحَةُ الْخَالِقِ عَلَى الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۶)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ مدرسین حضرات کو تعلیم و تدریس کی اجرت اور تنخواہ زکوٰۃ کے مال سے دینا جائز ہے اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں اور اس کی علت تعلیم و تدریس کے لئے اپنے کو وقف کر دینا ہے وَاللّٰهُ اعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَهُوَ وَلِيُّ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ۔



المجيب خادم العلماء والفقراء ابو الطاهر محمد رمضان خادم الحديث بدار العلوم كنفية الغوثية
١٣ رمضان المبارك سنة ١٤٠٨ هـ ١٦-٤-٨١ يوم الخميس

محرم مولانا ابو الطاهر صاحب موصوف نے یہ فتوے تقریظ کے لئے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی طرف بھیجا، اس پر حضرت
علیہ الرحمہ نے درج ذیل مکتوب مع جواب فتوے تحریر فرمایا۔ (مرتب)

بسم الله الرحمن الرحيم
حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ؛ حسب الحکم یہ مختصر عریضہ قلب فرصت اور مشاغل کثیر میں
تحریر کیا حالانکہ میری صحت بھی یوں ہی ہے اس پر نظر تحقیق فرمائیں، اگر پسند آئے تو اطلاع دی
ورنہ جو چیز محل نظر ہو تو اس سے مطلع فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام
الفقیہ ابو الخیر محمد نور اللہ النعمانی غفرلہ



زکوٰۃ وصول کرنے والے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے وکیل ہو سکتے ہیں کیونکہ فقراء
کے لئے وکیل بننے میں بڑی خرابی ہے۔ دیکھئے فتاویٰ عالمگیری طبع مجید کانپور ج ۲ ص ۳۵۲
میں ہے وبتبني على هذا مسائل ابتلى بها اهل العلم والصلاح
منها العالم اذا سأل للفقراء شيئا واختلط بعضها ببعض يصير
ضامنا لجميع ذلك الخ

پھر ان سفراء و مدرسین وغیرہم کو جو لغوی عامل تو ضرور ہیں مگر ان کو زکوٰۃ کے عامل قرار دینا تو مشکل ہے کیونکہ وہ تو حسب نص قرآن کریم و العاصلین علیہا میں اور مدرسین اور دوسرا عملہ تنخواہ خوار عاصلین علیہا میں داخل ہی نہیں تو یہ فتوے تقریباً سارا ساقط ہو جاتا ہے ہاں اس کی ایک اور شرعی صورت ہے وہ یہ کہ دینی مدارس کے طلباء فی سبیل اللہ میں داخل ہیں اور ان کے ضروریات خوراک اور رہائش، روشنی، تعلیم وغیرہ پر خرچ کرنا بھی طلباء پر ہی خرچ کرنا ہے اور اس کی دلیل کہ طلباء علوم دینیہ فی سبیل اللہ میں داخل ہیں فی سبیل اللہ کا اطلاق ہی ہے۔

بدائع صناع ج ۲ ص ۲۵ طبع مصر میں ہے واما قولہ تعالیٰ فی سبیل اللہ عبارة عن جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الخيرات اذا كان محتاجا اور در المختار علی حاشیۃ الشامی ج ۲ ص ۸۳ میں اسے مقرر رکھا اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے بھی مقرر رکھا بلکہ اس کی تائید فتاویٰ ظہیریہ اور مرغینانی سے نقل کی اور علامہ شبلی علیہ الرحمہ نے بھی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۹۸ میں نقل فرمایا اور طحاوی علیہ الرحمہ نے در المختار کی شرح ج ۱ ص ۲۲۵ اور ۲۲۶ میں نقل فرمایا اور بحرق ج ۲ ص ۲۲۲ میں بھی نقل فرمایا اور اس تفصیل کو پند فرمایا اور الاکلیل علی المدارک ج ۲ ص ۲۶۰ میں بھی جواز کی تصریح فرمائی طلباء کے لئے اور تفسیر مظہری سورہ التوبہ مطبع فاروقی ص ۲۳۹ میں ہے فالاولیٰ ان لا یخص فی سبیل اللہ بالحبر ولا بالغزو بل یترك اعم منها ومن سائر ابواب الخیر ومن انفق ماله فی طلبۃ العلم صدق انه انفق فی سبیل اللہ اور تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۱۳ میں ہے و فی سبیل اللہ لا یوجب القصر علی کل الغزاة۔

نیز یہ قاعدہ کہ عموم الالفاظ لا یخص خصوص السبب اور

العبرة لعموم الالفاظ بلکہ اصول کا قاعدہ مسلمہ یہ ہے کہ الاطلاق بمنزلة النص لهذا طلبہ یقیناً اس اطلاق میں داخل ہیں اور سروجی کا یہ اعتراض جو علامہ شامی اور طحاوی نے نقل کیا اور علامہ شبلی نے بھی توہاس کا جواب علامہ شامی اور منہاج خضر و حنفی نے الدر الحکم ج ۱ ص ۱۸۹ میں دیا والنقل من الدر قال فی الظہیریۃ فی سبیل اللہ قیل طلبۃ العلم وقال السروجی قلت بعید فان الایۃ نزلت و لیس هناك قوم الخ قلت واستبعاده بعید لان طلب العلم لیس الا استفادة الاحکام وهل يبلغ طالب علم رتبة من لانهم صحبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لتلقى العلم عنه کاصحاب الصفة فالتفسیر بطالب العلم وجب خصوصاً وقد قال فی البدائع فی سبیل اللہ جمیع القرب فیدخل فیہ کل من کان فی طاعة اللہ وسبیل الخیرات اذا کان محتاجاً الخ اور شامی ج ۲ ص ۸۱ اور الاکیل ج ۲ ص ۲۶۰ میں ہے قلت و رأیت فی جامع الفتاوی ونصب و فی المبسوط لا يجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملک نصاباً الا الی طالب العلم والغازی ومنقطع الحبر لقوله علیہ الصلوٰۃ والسلام یجوز دفع الزکوٰۃ لطالب علم وان کان له نفقة اربعین سنة اور شامی میں ہے قوله لان طالب العلم ای الشرعی تو ثابت ہوا کہ مدرسین وغیرہ تنخواہ دار عملہ کو جو طالبان علم کے لئے ہی ہیں مال زکوٰۃ دینا طلبہ کو ہی دینا ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب والصلوٰۃ والسلام علی حبیب اللہ



والہ واصحابہ اجمعین۔

صوفی الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ ۸-۸-۱۳

ذیل کا فتوے بصورت مسودہ کاغذات سے ملا ہے جس پر استفتاء درج نہیں ہے
یہ فتوے فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخے میں نہیں ملا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

چند لوگوں اور پٹواری سے پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ایسا چاہی رقبہ جو بارش سے
سیلاب ہوا اور فصل تیار ہو جائے تو وہ چاہی شمار نہیں ہوتا۔ اصل رواج یہی ہے اور گورنمنٹ کے
نزدیک بھی یہی ہے اس پر کہ مالک زمین کو نہری کی طرح خوش چیشیتی (مالیانہ) پڑجانی ہے البتہ
گورنمنٹ کے حساب بٹائی میں چاہی کی طرح چوتھائی درج ہے اور زمیندار بھی اگر پرانے مزارع کا
محافظ کرے تو چوتھائی وصول کر لیتا ہے۔

بہر حال خوش چیشیتی کا بوجھ بھی یہی چاہتا ہے کہ زمیندار کو نہری کی طرح زیادہ
حصہ ملنا چاہئے اور مزارع کا بھی اس میں نقصان نہیں کہ چاہی پانی کے بوجھ سے آزاد ہوتا ہے

بلکہ نہری کے لحاظ سے زیادہ فائدہ میں رہتا ہے کہ آبیانہ نہری کا مزاج کو پڑتا ہے، زمیندار صرف خوش چیشیتی کا ذمہ دار ہوتا ہے اور حدیث پاک اور چاروں اماموں کے مذہب میں بارش سے تیار شدہ فصل چاہی کا حکم نہیں رکھتا بلکہ بارش والے غلہ کا عشر (غلہ کی زکوٰۃ) دواں حصہ ہوتا ہے اور چاہی کا عشر اس کا نصف کہ اس کا بوجھ پانی دینے کا زیادہ پڑتا ہے بناؤ علیہ بارش سے تیار شدہ فصل چاہی شمار نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ

و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی طہ

۱۲ ذی القعدة المبارک ۱۳۷۸ھ

۲۱۵۹





فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ ۱۸۵)
”سو تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ پائے تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔“

صُومُوا لِرُؤْيَايِهِ أَفْطِرُوا لِرُؤْيَايَتِهِ (تفق علیہ)
"چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو"

کتاب الصوم

بَابُ فَعْلَةٍ الْفَضْلَانِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ برطانیہ میں آباد مسلمان ہر ماہ چاند کی تاریخ کا تعین کس طرح کریں کیونکہ یہاں اکثر و بیشتر مطلع ابراؤں درمہتا ہے، چاند تو چاند کئی کئی ہفتے سورج بھی نظر نہیں آتا، خاص کر روزے اور عیدین کے موقع پر تو بہت مشکل بن جاتی ہے، بعض لوگ سعودی عرب کی پیروی کرتے ہیں، بعض پاکستان و ہندوستان کی اور بعض مراکش کی۔ اس دفعہ ایک بڑی اکثریت نے مراکش کی پیروی اختیار کی کیونکہ یہ ملک یورپ کے نزدیک تر ہے مگر اس پر سوال پیدا ہوا کہ خبر کے ذرائع جو اختیار کئے گئے ہیں وہ شرع میں معتبر نہیں مثلاً ٹیلیفون

اور اخبار، ٹی وی وغیرہ اور اگر حدیث شریف کے مطابق تیس پورے کئے جائیں تو اس کی ابتداء کا تعین کیسے ہوگا اور ہر ماہ تیس دن پورے نہیں کئے جاسکتے۔

غیر مقلدین سورج کے طلوع و غروب اور نمازوں کے اوقات کے تعین کے لئے آبزرویٹری سے کام لیتے ہیں اور چاند کے بارے میں بھی اس پر بھروسہ کرتے ہیں حالانکہ گذشتہ بار ثابت ہو گیا کہ آبزرویٹری کے مطابق چاند طلوع نہ ہوا، اس کے باوجود بعض لوگ اصرار کرتے ہیں کہ آبزرویٹری کو اپنا لیا جاتے تاکہ ہمیں وقت سے پہلے معلوم ہو جائے کہ عید کب ہوگی اور چھٹیاں لیکر نماز عید میں شامل ہو سکیں جیسے سعودی عرب میں پورا اسلامی کیلنڈر اسی آبزرویٹری (تجربہ گاہ برائے سیارگان) کے مطابق تیار کیا جاتا ہے اور اس پر پورا نظام حکومت چل رہا ہے وہاں انگریزی کیلنڈر نہیں ہوتا، وہاں روزہ عید اور حج وغیرہ کا بہت پہلے اعلان کر دیا جاتا ہے جس سے پبلک بہت سکھی ہے۔ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

نوٹ : استفتاء ہذا لندن سے بواسطہ حضرت مولانا علامہ پیر کرم شاہ صاحب مدظلہم بھیجے شریف مورخہ ۸۰-۵-۲۲ کو موصول ہوا۔



اللہ رب العالمین جل وعلا نے ارشاد فرمایا وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (سورۃ الحج آیت ۷۸) اور فرمایا يَرْيِدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمْ



الْعُسْرَ (سورة البقرہ آیت ۱۸۵) لہذا چاند کے بارے میں بھی کوئی مشکل امر نہیں چاند کا اعتبار رویت یعنی دیکھنے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورة البقرہ آیت ۱۸۵) اور صحیح حدیث شریف میں بھی یہ فرمایا صوموا للرویت و افطروا للرویت (صحاح ستہ وغیرہ)

بہر حال شرعاً روزہ اور عید کا دار و مدار دیکھنے پر ہے عام یا غیر مسلم ریڈیو وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہمارے علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے اور صد بار تجربات سے ثابت ہوا کہ ان تجربات کا ہوں کے مقرر کردہ اوقات غلط ثابت ہوئے اور سعودی عرب میں بھی پورا اسلامی کیلنڈر سال کا ہونا ہے مگر اس پر دار و مدار نہیں چنانچہ کئی مرتبہ مجھے حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی اور تجربہ ہوا تو دو مرتبہ نمازِ عشاء اور تراویح بھی حرم شریف کے امام نے پڑھا دیں اور بعد میں عید کا اعلان ہوا کہ کسی اور ملک سے ریاض میں چاند کی اطلاع آگئی اور ایک مرتبہ چاند دیکھنے کے بعد حج کا دن مقرر کر کے اعلان بھی کیا گیا مگر چند دنوں کے بعد اعلان ہوا کہ حج اس دن نہیں۔

بہر حال قرآن کریم اور حدیث شریف سے صاف صاف ثابت ہے کہ دار و مدار چاند دیکھنے پر ہے بکثرت صحیح حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہے لہذا ہمارے فقہاء کرام نے یہی حکم لگایا ہے کہ نجومیوں اور حساب دانوں کے کہنے کا اعتبار نہیں۔

رہا لندن کا معاملہ تو اس میں بھی کوئی مشکل نہیں کہ دوسرے ملکوں میں چاند نظر آجاتا ہے اور ممالکِ اسلامی میں ریڈیو پر اعلان کر دیا جاتا ہے تو جس ملک میں اسلامی حکومت کی طرف سے باقاعدہ شرعی طریقے پر وقت ہونے کا اعلان کیا جائے جیسے کہ پاکستان میں بھی سالہا سال سے ہو رہا ہے تو اس اعلان پر رمضان شریف کا روزہ اور عید بھی کر سکتے ہیں کیونکہ قولِ محقق مفتی بریہ ہے کہ جب رویت ہلال شرعی طور پر ایک جگہ

ثابت ہو جائے تو دور و نزدیک کے تمام مسلمان پر عمل لازم ہو جاتا ہے بشرط حصول یقین ثبوت مذکور یا ظن غالب اور یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ہر ایک مکلف کو اس کا علم شہادت شریعیہ یا حاکم شرع سے بلا واسطہ یا واسطہ شاہدین یا خبر مستفیض حاصل ہو تو لزوم ورنہ نہ ہو۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۰، شامی ج ۲ ص ۱۲۵، تلکثین ج ۱ ص ۲۲۷ میں ہے

والنظم من الہندیۃ و ذکر شمس الاثمۃ الحلوانی ان ظاہر مذهب اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی ظاہر الروایۃ ان یجوز الاطّار بالتحری کذا فی المحيط اور یہ جواز وجوب پر بھی صادق کہ تحری سے غلبۃ الظن اور غلبۃ الظن سے وجوب واجبات ثابت ہو جایا کرتا ہے شامی نے فرمایا ان التحری ینفید غلبۃ الظن وہی کالیقین کما تقدم اور ایسی ہی بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۰۶ میں ہے ان غالب الراۃ حجة موجبة للعمل وان فی الاحکام بمنزلۃ الیقین اور ایسی ہی ہدایہ وغیرہ مقدمات میں ہے بناء علیہ شامی علیہ الرحمۃ نے توپوں کے فار و غیرہ علامات بینہ کو باعث لزوم قرار دیا۔

منحۃ الخالق ج ۲ ص ۲۷۰، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۵ میں ہے لانہ علامۃ

ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن و غلبۃ الظن حجة موجبة للعمل کما صرح جواب حتی کہ فار کنندہ وغیرہ کی عدالت بھی شرط نہیں۔ رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۵ میں فرماتے ہیں قد یقال ان المدفع فی زماننا ینفید غلبۃ الظن وان کان ضاراً بہ فاسقاً۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحقیق مذکور کو برقرار رکھتے ہوئے رسالہ طریق اثبات الہلال ص ۲۲ میں فرماتے ہیں: حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنے کا

ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لئے ایسی ہی کوئی علامت معروضہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھنڈورہ وغیرہ اور نشریہ تو صرف علامت ہی نہیں بلکہ صریح اعلان و منادی بحکم حاکم اسلام ہے جو مطلقاً مقبول ہے اگرچہ فاسق ہی کرے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۶ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلان اور فاسق بلکہ اخبارات وغیرہ ذرائع کے قیام رویت ہلال کی طی کا اعلام جس کے ارکان علمائے کرام ہیں اور حکام اسلام کا اہتمام و انتظام کہ بعد از ثبوت شرعی بذریعہ ریڈیو اعلان عام کر دیا جائے گا پہلے ہی مشہور ہو جانا حالانکہ نشریات ریڈیو اجازات خاصہ پر ہی ہوا کرتے ہیں جو حکام و عوام سے نہاں نہیں رہتے۔

یہ ایسے قرائن و مقدمات ہیں جن سے اعلان تو اعلان خبر واحد بھی مفید یقین بن جاتی ہے۔ تثنین ج ۲ ص ۱۲۸ میں ہے ان من جملة طرق القضاء القرائن ہاں انگریزی دور اور پاکستان کے ابتدائی ایام میں یہ حالت اعتماد نہ تھی تو اس وقت عدم اعتماد کا فتوے تھا مگر اب جبکہ حکومت پاکستان کی طرف سے ثبوت شرعی پر اعلان کیا جاتا ہے تو اعتبار ضروری و لازم ہو گیا اور ان دلائل میں دوز و نزدیک کا کوئی فرق نہیں کیا لایخفی علی ولی النہی لہذا منحة الخالق میں فرمایا ج ۲ ص ۲۰۰ والظاہر وجوب العمل بہا علی من سمعہا من کان غائباً عن المصر کاہل القرى ونحوہا کیا جب العمل علی اہل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شہادة الشہود کما فی رسالتی افادۃ النشر جو فتاویٰ نور یہ جلد دوم میں ص ۱۲۹ سے ۱۳۵ تک ہے۔



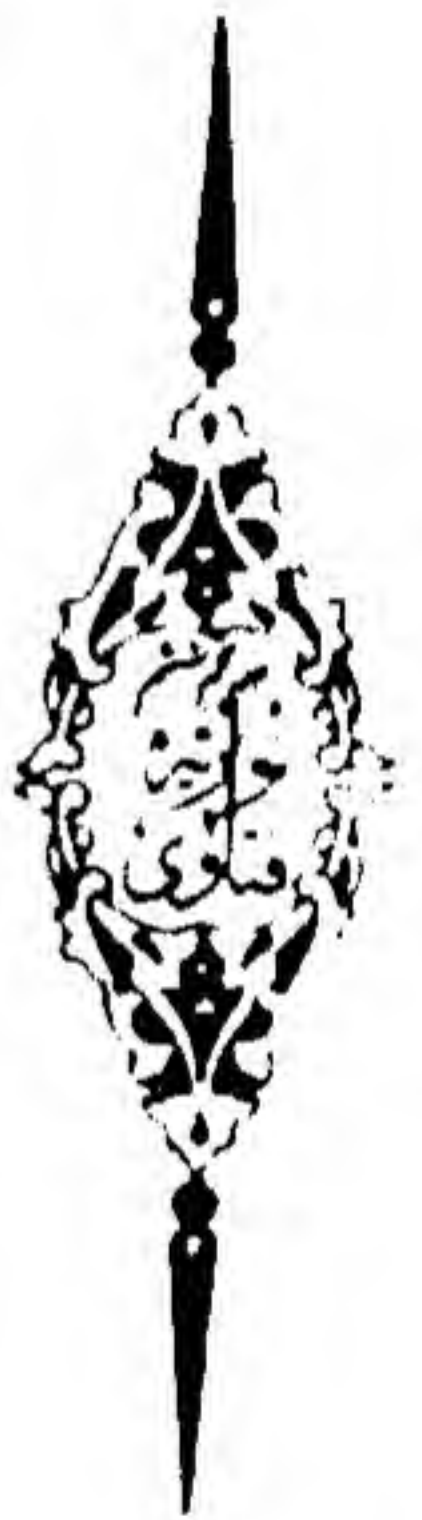
رہے اخبارات اور ٹیلیفون وغیرہ تو وہ معتبر نہیں۔ جس اسلامی ملک کے متعلق پورا علم ہو جائے کہ وہ شرعی ثبوت کے بعد ریڈیو سے اعلان کرتا ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے۔ رہا غیر ملکی کا آبرو دھیری پرچاند کے بارے میں اعتماد کرنا تو وہ قرآن کریم اور حدیث کے مخالف ہونے کے سبب منظور نہیں، ہاں نازوں کے اوقات کے متعلق کتاب کے سبب کہ کوئی مسلمان دیندار نہایت احتیاط سے حساب لگائے، لوگوں کے اصرار سے احکام شرعیہ نہیں بدل سکتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ الاکرم وعلى

آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عنہ النفعیر البواکیر محمد نور الشدائیس غفرلہ

۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ۲۶-۵-۸۰





وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ
مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (ابن عمر: ۱۹۷۰)
”اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو
طاقت رکھتا ہے وہاں تک پہنچنے کی۔“

تَحَجُّ الْمَمْبَرُ وَلَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ بِهِيَ
ممبرور کی جزا جنت ہی ہے

کتاب الحج

الاستفتاء



بخدمت جناب قبلہ فقیہ اعظم مولانا اسحاق ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہم العالی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی
اور اپنی بیوی کی درخواست حج کے لئے دی۔ ابھی واپسی اطلاع نہیں آئی تھی کہ زید فوت ہو گیا
اس کی وفات کے چند دن بعد منظوری آگئی۔

اب صورت حال یہ ہے کہ زید کی بیوی جو کہ عدت میں ہے وہ حج پر جا سکتی ہے
یا کہ نہیں کیونکہ اگر عدت کا لحاظ رکھے تو روانگی کی تاریخ نکل جائیگی اور حج فرض رہ جائے گا
اور اگر حج پر جائے تو عدت کا مسئلہ درپیش ہے۔ لڑکی کے والدین پریشان ہیں کہ کیا کریں

اور کیا نہ کریں۔ یہ یاد رہے کہ حج کے سفر کے دوران وہ لڑکی (زید کی بیوی) کسی غیر محرم کے ساتھ نہ ہوگی بلکہ بھائی یا باپ ساتھ ہوگا۔

براہ مہربانی جلد از جلد اس مشکل کو حل فرمائیں لڑکی کے والدین کو جواب جلد روانہ کیا جاوے۔ آپ حضور کی عین کرم نوازی ہوگی۔

السائل: سید محمد عبدالغفار شاہ و اہالیان چک ساہوکا

بورلوالہ ضلع و ہارمی



اس لڑکی پر عدت پوری کرنی لازم ہے اور عدت سے پہلے حج نہیں کر سکتی کیونکہ شرائط وجوب حج سے ہے کہ عورت عدت میں نہ ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۲ و منها عدم قیام العدة فی حق المرأة عدة وفاة كانت او عدة طلاق (الی ان قالوا فلا تخرج المرأة الى الحج فی عدة طلاق او موت اور یونہی شامی میں ہے تنویر الابصار اور در المختار اور شامی ج ۲ ص ۲۰۰ میں ہے واللفظ للشامی ای فلا یجب علیہا الحج اذا وجدت اور جب حج لڑکی پر لازم ہی نہیں تو یہ کہنا کہ حج فرض ہے جائیگا صحیح نہیں۔ بہر حال عورت پر عدت گزارنا شرعاً لازم ہے جو چار ماہ اور دس دن ہے جبکہ حمل نہ ہو اور جب حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے خواہ دوسرے دن ہی ہو،



باقی یہ کہنا کہ روانگی کی تاریخ نکل جائے گی یہ بھی لازم نہیں کیونکہ روانگی کی تاریخیں دیر کی ملتی ہیں تو ممکن ہے کہ روانگی سے پہلے عدت پوری ہو جائے۔ اگر عدت پوری ہونے کے بعد روانگی ہو تو کوئی حرج نہیں اور عدت میں تاریخ آجائے تو بالکل نہ جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

و اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ ۵-۸۱-۲۶





وَأَنْكِحُوا الْأَيَّامَ مِنْكُمْ (النور: ۳۲)
”اور نکاح کرو جو تم میں سے بے نکاح ہیں۔“

النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي
فَلَيْسَ مِنِّي
(ابن ماجہ)
”نکاح میری سنت ہے، جس شخص نے میری سنت پر عمل نہ کیا
وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔“

کتاب النکاح

الاستفتاء



بخدمت اقدس قبلہ و کعبہ حضرت فقیہ اعظم مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد گزارش ہے کہ آپ کا غلام بالکل خیریت سے ہے اور وہ اپنے آقا کی خیریت کا طالب ہے۔ صورت احوال آنکھ آپ کی بارگاہ عالیہ میں یہ عرض لکھ رہا ہوں اور یہ عرض ایک پیچیدگی کا حامل ہے جو کہ آپ حل فرمائیں گے اس لئے کہ آپ کا وجود ہمارے لئے باعث فخر ہے اور آپ کی حیات ہمارے لئے باعث برکت و رحمت ہے امید ہے کہ آپ اس مسئلہ کا صحیح جواب بمع دلائل قرآن کریم اور احادیث طیبہ اور اقوال ائمہ سے چھان بین کر کے مفصل طور پر بیان فرمائیں گے، آپ حضور کی بڑی مہربانی ہوگی اور آپ کا

ہم پر احسان عظیم ہوگا، ویسے بھی ہم پر آپ کے کافی احسان ہیں۔

عالیجاہ! مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے گاؤں چک ۹۳ میں شادی کے موقع پر ایک مولوی صاحب نے دولہا کو نکاح کے تین کلمے پڑھائے ایمان مہل یہ دونوں صفتیں بھی پڑھائیں اور ایجاب و قبول بھی کرایا اور ایجاب و قبول کے بعد اس نے درود ابراہیمی جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور دعاسب اجعلنی اور سورہ کافرون اور سورہ اخلاص اور فلق اور سورہ النکس اور قرآن پاک کی مختلف آیات اس نے دعائیں پڑھائیں اور شیرینی تقسیم کی گئی اور نکاح کی مبارکبادیاں ہر طرف سے آنے لگیں، اسی مجلس میں ایک مولوی صاحب اور تشریف فرما جو کہ باراتیوں کے ساتھ تھے۔ انہوں نے مولوی صاحب نکاح خواں کو یہ کہا کہ مولانا صاحب اپنے نکاح کا خطبہ تو پڑھا نہیں اور ختم پڑھنے والوں کی طرح سورتوں پر اکتفا کیا ہے تو نکاح خواں مولوی صاحب نے کہا کہ خطبہ پڑھنا نہ تو نکاح کی شرط ہے اور نہ ہی خطبہ نکاح کا رکن ہے بلکہ نکاح میں اگر حق مہر کا بھی نام نہ لیا جائے تو نکاح تب بھی ہو سکتا ہے، نکاح صرف ایجاب و قبول کا ہی نام ہے۔ اگر ایجاب و قبول نہ کرایا جائے تو نکاح درست نہیں ہوگا۔ نکاح خواں مولوی صاحب نے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے فتاویٰ رضویہ ج ۵ کا حوالہ دیا اور کتاب در المختار کا بھی حوالہ دیا۔ جناب میرے پاس یہ کتابیں نہیں ہیں، اگر ہوتیں تو میں یہ مسئلہ دیکھ لیتا۔ اب دولہا صاحب کے وارث جو ہیں وہ شش و پنج میں پڑ گئے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ نکاح ہو گیا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔ مولوی صاحب جو بارات کے ساتھ آئے تھے وہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا اس لئے کہ خطبہ تکمیل نکاح ہوتا ہے اور اب خطبہ ہی نہیں ہوا تو نکاح کیا۔ نکاح خواں صاحب کہتے ہیں کہ خطبہ کوئی مانع نکاح تو نہیں ہے اس لئے نکاح درست ہے۔

اب آپ حضور بجا لے کتب حدیث و تفسیر و اقوال ائمہ سے ٹھوس دلیلیں پیش کر کے

مفصل طور پر تحریر فرمائیں تاکہ بارہا تیوں کے دل کو تسلی ہو جائے اور جھگڑا ختم ہو جائے، میں نے آپ کے فتاویٰ نور یہ دوسرے جلد کا بھی مطالعہ کیا ہے مگر میری نظر میں یہ مسئلہ نہیں گزرا شاید آپ نے درج فرمایا ہو، اگر آپ کے فتاویٰ میں درج ہو تو تب بھی حوالہ لکھیں، آپ حضور کی بڑی مہربانی ہوگی۔ فقط والسلام

آپ حضور کا غلام: مولانا مولوی محمد اشرف بن محمد عمر نڈھا جک ۹۳
بالمقابل فرید پور سہیل ڈاک خانہ کوٹ غلام علی شاہ تحصیل و ضلع ساہیوال



بخدمت اقدس عزیزی مولانا محمد اشرف صاحب سر رہنمائی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد از دعوات عافیت آنکہ آپ کا استفادہ موصول ہوا، واقعی نکاح کے رکن ایجاب و قبول ہی ہیں، جب پائے جائیں تو نکاح ہو جاتا ہے کما فی اسفار المذہب السہذب الحنفی اور فتاویٰ نور یہ ج ۲ ص ۱۵۸ و ۱۶۲ وغیرہ میں بھی ہے۔ باقی ہا خطبہ تو اس کی رکنیت کسی آیت اور کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ آپ اس مولوی صاحب سے دریافت فرمائیں کہ کونسی آیت یا حدیث ہے اور کونسی کتاب ہے جس سے رکنیت ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے حسی دکھانی تھی، مطالبہ کرتے تو بالکل لاجواب ہو جاتا۔

نکاح کا خطبہ صرف مستحب ہے یا سنت جو احادیث میں آیا ہے مگر حکم نہیں دیا گیا کہ ضرور پڑھا جائے بلکہ کئی حدیثوں میں بغیر خطبہ کے نکاح پڑھانا بھی آیا ہے چنانچہ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۹ میں حدیث مرفوعہ مسند میں ہے کہ بنی سلیم سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خطبت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امامت بنت عبد المطلب فانکحنی من غیر ان یتشهد کہ میں نے حضور سے امامت بنت عبد المطلب کا رشتہ طلب کیا تو حضور نے مجھے نکاح کر دیں بغیر خطبہ پڑھنے کے۔

عون المعبود شرح ابو داؤد میں ہے کہ سوال کیا گیا کہ کیا نکاح بغیر خطبہ کے جائز ہے تو جواب دیا کہ احادیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ حدیث سہل ابن سعد الساعدي المتقدم لان الخطبة لم تذكر في شيء من طرق قال الحافظ تحت حدیث سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اس کے کئی اسناد ہیں مگر کشتی خطبہ کا ذکر نہیں تو حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ نکاح کی صحت کے لئے خطبہ شرط نہیں۔

فتح الباری ج ۹ ص ۷۷ میں ہے وفيه ان لا يشترط في صحة العقد تقدم الخطبة اذ لم يقع في شيء من طرق هذا الحديث وقوع حمد ولا تشهد ولا غيرهما من اركان الخطبة کہ اس حدیث سہل کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ خطبہ کا ہونا نکاح کے لئے شرط نہیں۔

نیل الاوطار شرح منقذ الاخبار میں قاضی محمد بن علی شوکانی جو غیر مقلدوں کے امام ہیں کے ج ۶ ص ۲۶۲ میں ہے بآستحباب الخطبة للنكاح اور پھر



اس باب میں متن میں وہی حدیث ابی داؤد ذکر کی ہے جس میں غیر ان یستہذون
نیز نیل الاوطار کے ج ۶ ص ۲۶۶ میں ہے وقد قال اهل العلم ان النکاح
جائز بغیر خطبة وهو قول سفيان الثوري وغيره من اهل العلم
استهني و يدل على الجواز حديث اسمعيل بن ابراهيم المذكور
فيكون على هذا الخطبة في النكاح مندوبه و رہمارے فقہاء کرام نے
بھی کسی کتاب میں خطبہ کو رکن نکاح نہیں فرمایا بلکہ اکثر نسخہ ذکر کر ہی نہیں کیا البتہ در المختار اور
مطہای ج ۲ ص ۵ اور شامی ج ۲ ص ۳۵۹ و ج ۲ ص ۳۶۰ بحر الرائق ج ۳ ص ۸۱ میں ہے
والنظم من الدرر ویندب اعدانہ و تقدم خطبة نیز میزان شعرانی
ج ۲ ص ۱۱۸ میں ہے ومن ذلك قول عامة العلماء ان الخطبة سنة
وليست بواجبة و مع قول داؤد انها واجبة نیز رحمۃ اللہ ج ۲ ص ۶۰
میں ہے والخطبة والنکاح لیست بشرط عند جميع الفقهاء و داؤد
فانہ قال باشتراط الخطبة عند العقد۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ طبع مصر ج ۴ ص ۸ کے حاشیہ میں احناف
اور ج ۴ ص ۹ کے حاشیہ میں مالکیہ اور ص ۱۰ میں حنابلہ اور ج ۴ ص ۱۱ میں شوافع ہے
کہ خطبہ مندوب ہے یا سنون، پہلے دو نذوب کے قائل اور پچھلے دو سنت کے قائل ہیں
بہر حال مذاہب الاربعہ اور ان کے غیر سے کسی مجتہد کا قول نذوب و سنت کے علاوہ نہیں
البتہ داؤد کا قول وجوب لکھا ہے جو بلا دلیل معتبر نہیں اور وہ بھی اجماع امت کے بعد ثابت
کہ وہ نکاح جائز ہے اور مولوی صاحب کا قول بلا دلیل بالکل غیر معتبر ہے، ایسے لوگوں
پر لازم ہے کہ شرع اظہر پرافترار نہ کریں اور ناری نہ بنیں، سورہ نحل کا ارشاد مبارک
پیش نظر رکھیں فرمایا وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ

وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى
اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ (سورة النحل پ ۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ استمد واحکم وصلى اللہ تعالیٰ
على حبیبہ الاعظم وبارک وسلم۔

حزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ۲۲-۳-۷۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں
کہ مسماۃ نور الہی دختر خان محمد قوم ماچھی سکھ منچریاں تحصیل دیپال پور میں رہتی ہوں یہ
واقعہ خاص منچریاں میں ہوا ہے کہ میں مسمی سلیمان قوم ملاح کے ساتھ اپنی رضا سے چلی گئی
تھی مگر اس نے میرے ساتھ دھوکا کیا، مجھے لاہور بھیجا اگر کسی اور شخص کے ہاں بیچ دیا مگر
مجھے کوئی علم نہ تھا کہ ہم نے یہاں رہنا ہے یا کسی اور جگہ چلا جانا ہے۔ مجھے یہ کہا کہ میں
صبح آؤں گا تو پھر کسی جگہ رہائش کریں گے۔

مسمی سلیمان ملاح تو پھر واپس نہ گیا تو جن کو سلیمان مجھے بیچ گیا تھا تو انہوں نے
صبح مجھے روانہ کر لیا اور کہا کہ وہ مجھے تجھ کو بیچ کر ملا گیا، اب ہم تمہارے ساتھ نکاح کرینگے
تو اس وقت پورا پتہ چلا کہ سلیمان مجھے فروخت کر گیا ہے تو وہ جو میرے لینے والے تھے

پاکپتن شریف لے آئے، انہوں نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو میں بہت کر لائی پیٹی تو انہوں نے اپنے کوئی دو آدمی بلوا کر ایک کاغذ لکھا، خدا جلنے کیا لکھا، مجھے انہوں نے بہت دھمکایا اور کہا نکاح پڑھ، مگر میں نے کوئی لفظ اختیار نہیں کیا، پھر انہوں نے میرے زبردستی انگوٹھے لگوائے تو پھر تھوڑے دنوں میں میرے وارث واپس لے آئے۔ اب میرا نکاح ہوا یا نہ؟

نیز مولوی نور احمد ولد مولوی شرف الدین صاحب چک ۱۰۰ و ساوے والا نے بھی شہادت دی ہے کہ مسماۃ نور الہی کو جب واپس گھر لائے، دریافت کرنے پر اس نے یہی جواب دیا کہ میں نے کوئی نکاح نہیں پڑھا۔ فرضی کاغذوں پر زبردستی میرے انگوٹھے ثبت کروائے گئے مولوی نور احمد کا بیان کہ میں خود بھی پاکپتن شریف کے نکاح رجسٹراروں کے پاس گیا اور دریافت کیا تو سب نے جواب دیا ہمارے ہاں یہ نکاح ہرگز نہیں ہوا اور نکاح کا کوئی کاغذ وغیرہ نہ پایا لہذا براہ کرم جواب فتویٰ سے مشکور فرمائیں۔ بنیو التوجسروا۔

السائل: بذریعہ سستی پہلوان قوم ماچھی

چک ۱۰۰ و ساوے والا
تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال



اگر سوال واقعی صحیح ہے تو یثرباً نکاح نہیں ہے۔

والله تعالى اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى
آله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ رحمہ اللہ، غفرلہ

۲۸ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ

۱۶-۵-۶۹

الاستفتاء

حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب بصیر پور

السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں اہل فتویٰ شریعت و علمائے دین جبکہ ایک عورت جس کی عمر
۳۵ سال اور رنڈی ہے اور اس کی اولاد اس کے خاوند مرحوم سے دو لڑکیاں اور ایک
لڑکا ہے اور اس کی گزر اس کے بھائی کے پاس ہو، اس کا نکاح جب ایک شخص سے
کریں مگر اس کے ورثہ اس کے پاس موجود نہ ہوں نہ عورت اور نہ اس کے ورثہ سے
اجازت نکاح حاصل کی ہو بلکہ قاضی صاحب نے مرد کو ایجاب اور از روئے شریعت کلمہ پڑھایا ہو
مگر عورت کو علم تک نہ ہو، کیا یہ نکاح جائز رہا یا نہ رہا۔

مستفتی: پہلوان ولد احمد حصہ ارپاناں مہار ضلع مظفر گری

مؤرخہ: ۵۸-۱۰-۱۶





یہ نکاح شرعاً نافذ و لازم نہیں بلکہ عورت کی اجازت و رضا پر موقوف ہے، اگر اطلاع ملنے پر اجازت دے دے تو جائز و نافذ ہو جائے گا اور اگر رد کر دے تو رد ہو جائیگا اور اجازت بھی وہی معتبر ہے جو رد سے پہلے دے ورنہ بعد از رد اجازت نہیں دے سکتی اور نکاح جائز نہیں ہوگا اگرچہ زبان سے کئی مرتبہ اجازت اجازت کہے۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۱ میں ہے حتی يتوقف العقد على الاجابة نیز ج ۲ ص ۲ شرائط نکاح میں ہے منها رضا المرأة اذا كانت بالغة بکرا کانت او ثيباً شامی اور در المختار ج ۲ ص ۴۱۲ میں ہے بخلاف ما لو بلغها فردت ثم قالت رضيت لم يجر لبطان بالرد۔

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلی
الله تعالى على حبيبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔
نوٹ: یہ جواب اس وقت ہے جب ایجاب و قبول دونوں پائے گئے ہوں ورنہ نکاح سرے سے کچھ ہی نہیں۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور الشدائعی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت جناب قبیلہ و کعبہ سیدی و سندی غوثی و غیاثی عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قبلہ الحاج اباجان دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض یہ ہے :

۱۔ اہل سنت و جماعت عقائد لڑکے کا اہل حدیث خاندان کی لڑکی سے نکاح جائز ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو کس وجہ سے؟

۲۔ اگر نکاح سے پہلے لڑکی کے خاندان والوں سے یہ عہد لے لیا جائے کہ بعد نکاح وہ لڑکے کے مذہبی عقائد میں کوئی دخل نہیں دینگے۔

صورت مسئلہ میں کیا حکم ہے؟

نیازمند سگٹ مینہ : محمد قبال مغل نوری مدنی

سکیر ۵-۹ ۱۳/۸۲ اورنگی ٹاؤن کراچی ۳۱

۶-۸-۸۰



اہل حدیث زمانہ جو کہ غیر مقلدین ہیں اور اسمعیل و ہروی کے ماننے والے ہیں



وہ گستاخانِ حضور محبوبِ نور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لہذا ان کی لڑکی سے جب تک توبہ نہ کرے نکاح جائز نہیں وہ ہمیں مشرک سمجھتے اور کہتے ہیں۔ ابوہل لعین کے برابر مشرک مانتے ہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان میں اسمعیل دہلوی نے لکھا ہے تو ہمیں ان سے بچنا نہایت ضروری ہے کما صرح بہ علماء اہل السنۃ فی فتاویٰ ہم۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ حبیبہ الاکرم
وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ ۶-۸-۸۰

الاستفتاء

بگرامی خدمت حضرت علامہ قبلہ فقیہ عظیم مفتی اعظم استاد العلماء

ابواخی محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد مودبانہ گزارش ہے کہ :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و دریں مسئلہ کہ حق مہر شرعی کتنا ہونا چاہئے؟ جو سٹھے

بیس روپے مشہور ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ واضح فرمائیں۔ ثواب داری سے حاصل کریں۔

السائل : سید غلام رسول چک ۸۰/۱۲ ڈاکخانہ ۵۵ ضلع ساہیوال



شرعاً کم از کم حق مہر دس درہم ضروری ہیں، اس لحاظ سے جتنی چاندی بنے
اتنا حق مہر ہونا چاہئے خواہ سو روپے یا دو تین صد روپے بنیں، غالباً ساڑھے بیس روپے
بھی اسی لحاظ سے تھے کیونکہ چاندی سستی تھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحبہ
وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۶ جمادے الاول ۱۴۲۰ھ

۲۴ - ۳ - ۸۰



سہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، ایک درہم کا وزن ۳ ماشہ ۱۰ اونی کے برابر ہے اس لحاظ سے دس درہم کا وزن دو تولے
سات ماشے اور چار رتی (۳۰۶۱۶ گرام) چاندی بنتا ہے لہذا اتنی مقدار چاندی یا اس کی مالیت کے برابر مہر دینا ضروری ہے۔
مہر کی زیادہ مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں چاہیے تو عورت کو ڈھیروں مال دے دے، بہتر یہ ہے فقہین کی حیثیت کو
مؤظہر رکھتے ہوئے مہر کا تعین کیا جائے تاکہ باسانی اس کی ادائیگی ممکن ہو سکے۔ (مرتب)



بَابُ الْمَحْرَمَاتِ

الاستفتاء

مکرمی و محترمی جناب علامہ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعمتی بصیر پور
السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ مثلاً زید
کے باپ کا انتقال ہو گیا تو اس وقت زید کی شادی ہو چکی تھی اور اس کی دولہا کییاں
تھیں تو زید کی والدہ نے کسی آدمی کے ساتھ نکاح کر لیا اور وہ آدمی جس کے ساتھ
نکاح کیا ہے وہ بعیدی رشتہ دار ہے اور اس کی پہلے بھی شادی ہوئی ہے اور اس کے
بچے بھی ہیں، اس کی پہلی بیوی بھی زندہ ہے۔ اب آپ وضاحت سے یہ فرمائیں کہ زید

کی وہ دونوں لڑکیاں اس نکاح کرنے والے (یعنی جس کے ساتھ زید کی والدہ نے نکاح کیا ہے) کے لڑکوں کے نکاح میں آسکتی ہیں یا نہیں؟
 ذرا دلائل سے واضح فرمائیں اور فتوے ارسال کریں اور اپنی مہر اور دستخط بھی ہمراہ لگا کر بھیجیں، مشکور ہوں گا۔
 دعا گو، سخی محمد متعلم مدرسہ اسلامیہ مفتاح العلوم چشتیاں ڈومندی محل پر ضلع بہاولپور (پاکستان)



اگر وہ لڑکے اس کی پہلی بیوی سے ہیں تو جائز ہے، قرآن کریم پارہ پنجم کے اول میں ہے کہ محرمات مذکورہ کے علاوہ سب عورتیں حلال ہیں حالانکہ محرمات میں یہ نہیں کہ منکوحۃ الاب کی پوتی اب کے لڑکوں کے لئے حرام ہے تو صراحتاً ثابت ہو گیا کہ جائز ہیں بلکہ فقہائے کرام نے یہاں تک تصریح فرمادی کہ منکوحۃ الاب کی لڑکی جو پہلے خاوند سے ہے اس کے لڑکے کے لئے حلال ہے۔

در المختار شامی ج ۲ ص ۳۸۳، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶، بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸
 فتاویٰ رملی ج ۱ ص ۲۳ میں ہے والنظم لا امان ووجه الابن ولا بنتها
 بحر میں اضافہ فرمایا کہ حضرت امام محمد بن حنفیہ نے ایک عورت کے ساتھ خود نکاح کیا اور اپنے لڑکے کے ساتھ اس کی بیٹی کا نکاح کیا اور صاحب بحر نے یہ بھی کہا کہ کوئی مانع نہیں فرمایا

لان لامانع وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة ونرج
ابن بنتها۔

والله اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعظم وعلى
الاصحاب وبارك وسلم۔

عزوه الفقير البواخير محمد نور الله النعمي غفر له

۱۹ جمادى الاول ۱۳۹۹ھ ۱۴۰۲-۲۰-۲۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دینِ ستین اندریں مسئلہ کہ ایک آدمی اپنی عورت بعد عدت
کے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیتی ہے اور دوسرے خاوند سے لڑکی پیدا ہوئی اب سابقہ
خاوند سے دوسرے شوہر کی لڑکی نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ آپ مہربانی فرما کر حدیث نبوی
یا قرآن شریف سے نوازیں۔ واللہ الصواب۔

السائل، میاں ارشاد احمد وٹو، موضع دلیکے ۸۰-۱-۸۰



جب عورت سے جماع کیا ہے تو ہرگز نہیں آسکتی، قرآن کریم پارہ چہارم کے



آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے وَرَبَّائِبُكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ هُنَّ
نِسَاءُكُمْ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ لَعْنَتِي عَنَ عَوْرَتِكُمْ سَاءَ مَا يَكُونُ لَكُمْ بِهِنَّ
اس پر حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۴ میں ہے والثانية بنات الزوجة
وبنات اولادهما وان سفلن بشرط الدخول لعني محرمات کی دوسری قسم بیوی
کی بیٹیاں ہیں اور پوتیاں نواسیاں یہ سب حرام ہیں جبکہ بیوی کے ساتھ جماع کیا ہو اور لڑکی
تنویر الابصار و المختار شامی ج ۲ ص ۲۸۲ میں ہے (و) حرم بالمصاهرة (بنت
زوجت السوطیة) اور فقہ کی سب کتابوں میں حرام لکھا ہے اور حدیث شریف
میں حرام کہا ہے۔

تفسیر مظہری ج ۲ ص ۶۱ میں ترمذی شریف کی حدیث میں فرمایا کہ بے شک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا راجل نہ کہ امراة نہ دخل فیہا یحل لہ
نکاح ابنتہا اور جب قرآن کریم اور حدیث شریف میں حرام فرمایا اور فقہ کی سب کتابوں
میں حرام لکھا ہے تو جائز کس طرح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ حبیبہ الاکرم
والہ واصلہ وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشاذلی النعمی غفرلہ

۱۹ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

۸۰۱۰۸۰



الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ بزرگوار مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گزارش ہے کہ مجھے شریعت کے مطابق فتوے درکار ہے، برائے مہربانی فرما کر فتوے دیا جائے، غریب پروری ہوگی۔

عرض ہے کہ میں نے آج سے تقریباً ۲۱ سال پیشتر اپنی لڑکی مسماۃ امینہ بی بی عرف مینا دختر غلام محمد کا نکاح مسٹے رشید احمد ولد محمد شریف سکنا بصیر پور سے کر دیا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

عرصہ تقریباً آٹھ ماہ ہوئے میرے داماد مسٹے رشید احمد ولد محمد شریف نے میری دوسری چھوٹی لڑکی مسماۃ نور الہی دختر غلام محمد عمر چودہ سال کو ورغلا کر اغوار کر کے کراچی لے گیا اور اغوار کے ایک ماہ بعد رشید احمد مذکور نے اپنی بیوی امینہ بی بی عرف مینا کو طلاق دیدی۔ ابھی طلاق جو رجسٹری ہو کر بصیر پور پہنچی تو چند روز بعد رشید احمد مذکور نے میری دوسری لڑکی جس کو رشید احمد اغوار کر کے لے گیا تھا، عدالت میں بیان دلا کر کہ میں اپنی مرضی سے رشید کے ساتھ اپنی مرضی سے آئی ہوں۔ عدالت مجسٹریٹ کراچی میں بیان ہونے کے دوسرے دن رشید احمد نے میری لڑکی مسماۃ نور الہی سے نکاح کر لیا۔ رشید احمد مذکور نے مسماۃ امینہ بی بی جو نور الہی کی حقیقی بہن ہے کو طلاق اول دی تھی اور عدالت بھی پوری ہوئی تھی بلکہ عرصہ تقریباً ۱۱ ماہ سے یادہ گزر چکا کہ رشید احمد مذکور نے دوبارہ نکاح میری چھوٹی لڑکی مسماۃ نور الہی سے کر لیا تھا، اس بار میں شریعت کے مطابق حکم ماننے فرمایا جائے

میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ بالا حالات کے مطابق مجھ غریب پر رشید احمد مذکور نے زیادتی کی ہے۔ میں نے رشید احمد ولد محمد شریف کے خلاف پولیس میں پرچہ درج کرا کر رشید احمد اور نور الہی کو پکڑ لیا تھا، رشید احمد گرفتار ہوا اور میری لڑکی مسماۃ نور الہی میرے پاس ہے اب میں نور الہی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں، کیا ایسا کر سکتا ہوں یا نہیں؟ فرمایا جاوے۔

میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ بالا تحریر پڑھ کر سمجھ کر لکھوائی ہے۔

عرضی نشان انگوٹھا ○

محترم جناب باباجی

السلام علیکم : میں تصدیق کرتا ہوں کہ درخواست کے حالات درست ہیں۔

دستخط بحروف اردو میاں ظفر علی ۲۴-۵-۸۱



اگر مسے رشید احمد نے مسماۃ آمینہ بی بی (جو نور الہی کی حقیقی ہم شیرہ ہے) کو طلاق دی اور عدت پوری ہونے سے پہلے مسماۃ نور الہی سے نکاح کر لیا تو وہ نکاح صحیح نہیں بلکہ فاسد ہوا جس کا چھوڑنا واجب ہے۔ اگر رشید احمد نے جماع کر لیا تو متارکہ بالقول ضروری ہے یعنی زبان سے یہ کہے کہ میں نے اس عورت کو چھوڑ دیا یا مسماۃ نور الہی کہے کہ میں نے رشید احمد کو چھوڑ دیا۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵ میں ہے والمستارکۃ فی الفاسد
بعد الدخول لا تكون الا بالقول۔ نیز اسی صفحہ میں ہے ولكل فسخ
بغير محضر صاحب۔ وبعده لا الا بمحضر صاحب۔ اور یونہی شامی
ج ۲ ص ۲۸۳ میں ہے مگر تنویر الابصار میں ہے ولو بغير محضر من صاحب
دخل بها اولاً۔ در المختار میں ہے فی الاصح اور شامی نے اسے برقرار رکھا مگر مگر عورت
متارک کرے تو مرد کا یہ جاننا ضروری ہے کہ متارک ہو گئی۔ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵ و علم
غیر المستارک شرط اور اگر جماع کیا ہے تو عدت پوری کرنے کے بعد اور جبکہ نکاح
کر سکتی ہے اور اس میں قضائے قاضی یعنی شرعی حاکم کا حکم بھی لگانا کہ یہ نکاح فسخ ہو گیا ہے
ضروری ہے کما فی الشامی تو مسماۃ نور الہی اس نکاح کے چھوڑنے کے بعد حاکم شرع کے
حکم سے اگر جماع ہوا ہے تو عدت گزار کر دوسری جبکہ نکاح کر سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
و اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور الشانعی غفرلہ

۲۰ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ ۲۵-۵-۸۱



بَابُ الْمَصْهَرَةِ

الاستفتاء



بخدمت جناب حضرت مولانا فخر عمار بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
تھیل دیپال پور ضلع ساہیوال

قبلہ و کعبہ مندرجہ ذیل کے متعلق فتوے درکار ہے :

- ۱۔ یہ کہ مسے علیم ولد سردار ذات اراٹیں ساکن موضع ارزانی پور تحصیل چوئیاں ضلع قصور نے اپنی حقیقی بہو مسماۃ ارشاد بی بی زوجہ یوسف ولد علیم ذات اراٹیں موضع ارزانی پور تحصیل چوئیاں ضلع قصور نے ناجائز تعلقات استوار کر رکھے ہیں۔
- ۲۔ یہ کہ مسے علیم خاں کو بارہا سمجھایا گیا لیکن وہ اپنی کرتوت سے باز نہیں آتا۔
- ۳۔ یہ کہ آخر کار مسے ابراہیم ولد چراغ ذات کبہہ اور محمد عاشق ولد رحمان و احمد دین ولد لقمان ساکنان موضع جھکیاں رحموں تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال نے یکجہتم خود دیکھ لیا

اس وقت وہ اپنی بدکاری میں مصروف تھے۔

۴۔ یہ کہ مسٹر حلیم مذکور میرے پاس موضع جھگیاں میں اپنی بہو کو گھر واپس لیجانے کے لئے آیا تھا کہ شب کے وقت یہ وقوعہ پیش آیا۔

لہذا دست بستہ معروض ہوں کہ اس کے لئے قانونِ شرع کے مطابق فتوے جاری فرما کر مشکور فرمائیں۔

المرقوم: مورخہ ۲۴ ماہ فروری ۱۹۸۰ء
خادم: ابراہیم ولد چراغ قوم کمبوہ ساکن موضع جھگیاں جموں تحصیل سیالکوٹ ضلع ہوا سال



اگر سوال صحیح ہے کہ مسٹر حلیم نے اپنی بہو ارشاد بی بی کے ساتھ بدکاری کی ہے گو کہ بوس و کنار ہی کیا ہو تو اس کے لڑکے کا نکاح فسخ ہو گیا، ارشاد، شرعی عدت گزار کر حسب دستور شرع کہیں اور نکاح کر سکتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴ میں ہے کہما تثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمس والتقبيل (المان قال) والسباشرة عن شهوة بمنزلة القبلة وكذا المعانقة هكذا في فتاویٰ قاضی خان اور یونہی ہدایہ وغیرہ تمام متون و فتاویٰ و شرح مذہب حنفی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا وعلى آله

حقہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۴ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ۲۰۸۰-۲۰۲۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام خصوصاً حضرت قبلہ فقیہ اعظم مسئلہ
کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی حلال بیوی کے موجود ہوتے ہوئے اپنی سگی سالی سے فعل
حرام کر لے اور جس کا اقرار بھی طرفین کر لیں تو آیا اس آدمی کا اپنی بیوی سے نکاح رہ جائیگا
یا فسخ ہو جائیگا اور طرفین کو شرعی لحاظ سے کیا سزا ہونی چاہئے۔ فقط والسلام
السائل: مستری خان محمد ولد مستری غلام محمد بستی پراچہ
داخلی دیپال پور ۲۹-۸-۸۱



سالی کے ساتھ زنا سے بیوی کا نکاح نہیں ٹوٹتا اور فسخ نہیں ہوتا ہاں مزنیہ
کی مدت گزرنے تک بیوی سے نزدیکی نہ کرے اور جب اسے حیض آجائے تو بیوی سے
نزدیکی جائز ہے۔ در المختار اور شامی میں ہے ج ۲ ص ۳۸۶ فی الخلاصۃ وطیخت

امرات لاتحرم امرأت، شامی اسی صفحہ میں ہے لو زنی باحدى الاختین
لا یقرب الاخری حتی تحيض الاخری حیضتہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔
نوٹ: اس کی سزا بڑی سخت ہے جو حاکم وقت کا کام ہے یہ زنا ہے اور محسن زانی کی
سزا سنگسار کرنا ہے عورت ہو یا مرد اور اگر محسن نہیں تو سو کوڑے سزا ہے جو حاکم اسلام کا کام ہے
اور عوام کا کام ہے کہ بائیکاٹ وغیرہ سے مجبور کریں کہ دل سے توبہ کریں اور نیک بن جائیں۔

صوّہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ ۸۱-۸-۲۹



بَابُ النِّكَاحِ الْمُعْتَدَّائِ فِي الْحَوْلِ

الاستفتاء

گرامی قدر و قابل صدا احترام صاحب

السلام علیکم۔ بعد از آداب !

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل حالات کے تحت شرعی فتوے کی ضرورت ہے
مہربانی فرما کر صحیح فتوے عطا فرما کر مشکور فرمائیں۔

حالات :-

ایک عورت کو طلاق ہوئی تھی، مطلقہ عورت کی دوسری شادی کا پروگرام بنا
نئی شادی کے سلسلہ میں اس کی بارات آگئی۔ جب نکاح کا وقت آیا تو پتہ چلا کہ ابھی

عدت کے دن گزرنے میں دیر ہے اور ۱۶ دن گزرنے کے بعد عدت پوری ہوگی اس لئے نکاح نہ ہوا۔

لڑکے والے عورت کو اپنے گھر لے گئے یعنی اپنے سسرال چلی گئی۔ لڑکے والوں نے وعدہ کیا کہ جب عدت پوری ہوگی ہم اپنے گاؤں میں نکاح پڑھائیں گے۔ گھر آکر لڑکے نے لڑکی سے (جس کو بغیر نکاح کے لایا تھا) صحبت کر لی یعنی ہمبستری کر لی (جبکہ ابھی نکاح درج نہ ہوا تھا اور عدت نہ گزری تھی) اب عدت کے بقایا سولہ دن گزر گئے ہیں لیکن چونکہ لڑکے نے عدت کے دوران ہمبستری کر لی ہے اس لئے شک پیدا ہو گیا ہے کہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہی عدت گزارنی پڑے گی۔

ہر بانی فرما کر مندرجہ بالا حالات کو مد نظر رکھ کر فتوے دیں کہ نکاح ہو سکتا ہے یا بالکل نہیں یا نہی عدت گزارنی پڑے گی اور عدت اگر گزارنی پڑے گی تو کتنی ہوگی اور کیسے ہوگی یعنی عورت اپنے سسرال رہ کر گزارے گی یا میکے چلی جائے یا کسی اور گھر رہ کر گزارے۔ والسلام

حاجی ملک محمد امین، قادر آباد



عورت کے سولہ دن باقی تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ عدت کا صحیح علم نہیں کیونکہ ایسی عورت جو جو ان ہو اسکی عدت تین حیض ہے، دنوں کا حساب تو تب ہے

جب حیض نہ آتا ہو، چھوٹی ہو یا بڑی ہو، بہر حال تین حیض پورے ہو جائیں تو عدت پوری ہوگی
عدت پوری ہونے پر نکاح ہو جائے گا۔

اس لڑکے نے جو مہبستری کی ہے وہ زنا ہوا ہے، اس سے عدت نہیں پڑتی
ہاں اگر حمل ہو جائے اور پہلی عدت پوری نہیں ہوئی تھی تو بچہ پیدا ہونے پر پہلی عدت پوری ہوگی
اب عدت خیال سے گزارے کہ پھر زنا نہ ہو، میکے گزارے یا اپنے سسرال، بہر حال پرہیز
سے رہے۔ یہ احکام قرآن کریم کے ہیں اور فقہ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

و اصحابہ اجمعین و باریک وسلم -

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشدانعمی غفرلہ

۲۱ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

۲۴ - ۶ - ۸۱

الاستفتاء

ایک لڑکی کنواری کا نکاح کیا گیا مگر بعد از نکاح پانچ ماہ سے پہلے ہی بچہ پیدا ہوا
تو معلوم ہوا کہ بوقت نکاح لڑکی کو حمل زنا تھا، تو کیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جردا
مولوی محمد ضیف بقلم خود از راہ جودال

۷ صفر المعظم ۱۴۰۲ھ

۵ - ۱۲ - ۸۱



یہ نکاح حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محترم مذہب حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک صحیح ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷۷ میں ہے قال ابو حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأۃ حامل من الزنا ولا یطأھا حتی تصنع اور یونہی بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۶۹، تنویر الابصار والمختار شامی ج ۲ ص ۲۰۱ میں ہے بلکہ قرآن کریم پانچویں پارے کے رکوع اول میں ہے وَأَحِلَّ لَكُمْ مَقَاوِرَ ذَٰلِكُمْ تَوَّاسٍ شَمْسٍ سے بھی واضح ہوا کہ یہ نکاح جائز و صحیح ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على رسولہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البوخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۵ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

۵ - ۱۲ - ۸۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان متین در این مسئلہ کہ مسیئے زید نے اپنی



سالی حقیقی کو اپنی بیوی کی موجودگی میں زنا کر کے حاملہ کر دیا۔ ورنہ زانیہ نے عرصہ پانچ ماہ حاملہ ہونے کے بعد اس کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا۔

۱۔ کیا از روئے شریعت یہ نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ نکاح خوان و گواہان نکاح کا نکاح قائم رہے گا کہ نہیں؟

۲۔ منکوحہ زانیہ کا نکاح قائم رہے گا یا نہیں؟

۳۔ منکوحہ زانیہ کے حمل کا علم ہونے کی صورت میں طلاق دے کر اس کو فاسخ کر دیا گیا ہے۔

۴۔ کیا زانیہ حاملہ کو طلاق کے بعد اپنے حق مہر کی وصول کرنے کی از روئے شریعت حق دار ہے یا نہیں؟

۵۔ تاریخ نکاح ۲۱ فروری ۱۹۷۷ء، وضع حمل ۶ جولائی ۱۹۷۷ء کو ہوا اس کے خاوند نے طلاق دے کر فاسخ کر دیا۔

اب مسئلہ حق مہر کا ہے کیا از روئے شریعت زانیہ مطلقہ حق مہر وصول کر سکتی ہے کہ نہیں؟ یہ فتویٰ مفصل مدلل عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مکمل پتہ حسب ذیل ہے:-

غلام سرور خاں ولد سردار محمد خاں قوم کھتران سکند و ہوا محلہ حضرت سلطان
لوزنگ رحمۃ اللہ علیہ تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں

غلام سرور بقلم خود

۷۸-۱-۷۸



۱۔ ہاں ایسی عورت جو کسی کے نکاح میں نہ ہو اور اس کو زنا کا حمل ہو جائے تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کا نکاح شرعی جائز ہے قرآن کریم میں ہے واحل لکم ما وراء ذلکم۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷۷ وقال ابو حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امراة حامل من الزنا ولا یطأها حتی تصنع۔

۲۔ نکاح خوان و گواہان کے نکاح نہیں گے کیونکہ انہوں نے جائز نکاح کیا ہے اور گواہ بنے ہیں۔

۳۔ ہاں منکوحہ زانیہ کا نکاح بھی طلاق سے قبل قائم رہے گا اور طلاق کی صورت میں مطلقہ ہو جائے گی اور حسب الحکم نکاح ختم ہو جائے گا۔

۴۔ اگر خاوند کے پاس اکیلے مکان میں کچھ وقت کے لئے ٹھہری ہے کہ وہ جماع کر سکتا ہے اگرچہ کیا نہ ہو تو پورا حق ہر وصول کر سکتی ہے ورنہ نصف، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے تجب العدة فی الخلوة سواء كانت ^{الخلوة} صحیحة او فاسدة (الی ان قالوا) فاقاموها مقامہ فی حق تاکد المهر، نیز اسی صفحہ میں ہے و اذا تاکد المهر لم یسقط الخ لہذا وہ عورت غلوت یا دخول کی صورت میں شرعاً پورا حق ہر وصول کر سکتی ہے ورنہ نصف تو ضرور وصول کر سکتی ہے



کہ اس کا شرعاً حق ہے اسی لئے تو اس کو حق ہر کہا جاتا ہے جو قرآن کریم کے دوسرے
پارے میں وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ
علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عقدہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ ۱۶ - ۱ - ۷۸



بَابُ الرِّضَايَةِ

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ مسسے بچہ کی دہیویا
میں اور ان میں سے ایک نے مسماۃ ہندہ کو اپنا دودھ پلایا لیکن خاوند کو اس کا علم نہیں اور
اس نے اپنی دودھ پلانے والی بیوی کی دوسری سوکن کے لڑکے سے اس لڑکی کی شادی
کر دی۔ کچھ مدت کے بعد دودھ پلانے والی بیوی نے ایک عورت کو اس سے تکرار کر نیکی
وجہ سے کہ تو نے یہ لڑکی اپنے لڑکے کے لئے کیوں نہیں لی حالانکہ یہ تیرے لڑکے
کے لئے جوڑ بھتی اور لڑکی سمجھدار بھی تھی، تجھے چاہئے تھا کہ اس کو اپنی نول بناتی تو
اس نے کہا کہ اس میں ایک وجہ تھی تو اس نے کہا وہ کیا وجہ تھی مجھے کیوں نہیں بتاتی
تو جواب میں اس نے کہا کہ میں نے اسے دودھ پلایا ہوا ہے تو اس پر مسئلہ نے

جواب دیا کہ ہم شیخ فاضل گئے تھے نکاح کے وقت اور مولانا مولوی زید احمد سے دریافت کیا تھا تو اس نے کہا یہ لڑکی نہ تیرے لڑکے نہ تیری سوکن کے لڑکے کو آسکتی ہے اس نے کہا کہ دودھ پلانے والی کے سوا اس کے دوسری بیوی کے لڑکے کو یہ لڑکی آسکتی ہے۔ کچھ مدت کے بعد اس آدمی کے درمیان اور اس لڑکی کے بھائی کے درمیان چھٹش ہو گئی تو اس لڑکی کے بھائی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس وجہ سے یہ دودھ کا مسئلہ بھر ظاہر ہوا تو اس آدمی کی سالی نے کہا کہ اس لڑکی نے میری بہن کا دودھ پیا ہوا ہے۔ دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے میری ہمشیرہ نے بتایا تھا۔ ایک اور آدمی جو اس بکر کا پتر ملا تھا اور اس نے اسے پالا تھا اور شادی بھی کی تھی اس نے بھی کئی آدمیوں کے سامنے کہا کہ اس لڑکی کو بکر کی بیوی نے دودھ پلاتے میں نے دیکھا ہے اور پھر مولوی صاحب کے پاس آکر پورا پورا بیان دیا یعنی دودھ پلانے کی شکل بتائی کہ جس طرح بکر کی بیوی نے دودھ پلایا تھا اور کہا کہ میں یہ گواہی دینے کو تیار ہوں۔ اب جبکہ معاملہ عروج پر پہنچ چکا ہے تو پتر ملا کہتا ہے کہ میں گواہی دینے کو تیار نہیں ہوں۔



نوٹ : اور پتر ملا نماز نہیں پڑھتا لہذا یہ ثقہ نہیں ہو سکتا، مخدوش الحواس بھی معلوم ہوتا ہے اور دودھ پلانے والی بھی فوت ہو گئی ہے ورنہ اس سے دریافت کیا جاتا کیونکہ بکر کے مجھ پر بہت احسان ہیں لہذا میں مجلس میں جا کر گواہی نہیں دینگا جبکہ دوسری عورت جو بکر کی سالی ہے وہ بھی مجلس میں جا کر گواہی دینے سے انکار کرتی ہے اور یہ تمام گواہ وغیرہ جو ہیں اس لڑکی کے نکاح کے وقت وہاں موجود تھے کسی نے یہ بات ظاہر نہیں کی تھی اور اب یہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں تھا کہ دوسری بیوی کے بچے کو یہ لڑکی نہیں آسکتی کیونکہ ہم ان پڑھ ہیں اور اب تمام بوجھ مولوی

صاحب پر ہے۔

لوگوں نے فساد بکھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اگر آپ کے پاس گواہ ہیں تو مجلس میں لائیں اور ان سے گواہی دلائیں ورنہ آپ کو ڈنڈ لگائی جائے گی اور بڑی صاحب یہ کہتے ہیں کہ میں نے جو بات شیر کے بارے میں بکر کے رشتہ داروں سے سنی تھی اگر ظاہر نہ کرتا تو محشر کے میدان میں اللہ رب العزت کی پھری میں جواب دہ ہوتا لہذا میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے، میرا کوئی قصور نہیں۔ اگر مجھے نکاح کے وقت ایک ذرہ بھر بھی علم ہو جاتا تو یہ نکاح ہرگز نہ کرتا۔ لڑکی کی شادی ہوئی تو تقریباً دس سال گزر چکے ہیں چاہے بھی پیدا ہو چکے ہیں بکر کہتا ہے کہ لوگ میرے دشمن ہیں مجھے ان کی گواہی قبول نہیں، اگر کوئی غیر گواہی تو مان لوں گا۔ بینوا اتوجروا۔

ایک نابعدار: نصیر احمد ولد غلام محمد ۹۶

نشان انگوٹھا میر بخش بلوچ میاں دلیر ولد سونا مکھن

حاجی شیر محمد مکھن میاں لال قوم کھل حضور مہربانی فرما کر اس مسئلہ کی پوری پوری تحقیق کتب فقہ کی روشنی میں بیان فرما مشکور فرمائیں، حضور کی عین نوازش ہوگی۔



دودھ پلانے کا مسئلہ بڑا نازک ہے، اس میں دونیک پابند شریعت مروی

ایک مرد اور دو عورتیں جو پابند شریعت ہوں انکی گواہی ہی قبول کی جاتی ہے حتیٰ کہ اگر
 سو آدمی جو پابند شریعت نہیں، ان کی گواہی قبول نہیں اور یونہی ہزار عورتیں جبکہ مردان کے
 ساتھ نہ ہوں ان کی گواہی بھی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲، تنویر الابصار و المختار فی
 ج ۲ ص ۵۶۸ میں ہے والنظم من الہندیۃ ولا یقبل فی الرضاع الا
 شہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین عدول اور یونہی تمام معتبرات مذہب حنفیہ
 کے متون و شرح و حواشی اور فتاویٰ میں مذکور ہے لہذا اس صورت میں نکاح بحال ہے
 کوئی شک و شبہ نہ کیا جائے البتہ اگر خاوند کا دل مان جائے کہ عورت نے واقعی دودھ پیا ہے
 اور تصدیق کر دے تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور اگر تصدیق نہ کرے بلکہ دل میں ہی آجائے کہ
 دودھ پیا ہے تو بچنا بہتر ہے جو سب کے درجہ میں ہے مگر واجب نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری
 ج ۲ ص ۴۵ میں ہے وان صدقها الرجل وکذبتهامراةفسد
 النکاح اور اس سے پہلے ہے وان کان المخبر واحدا ووقع فی قلبہ
 انہ صادق فالاولیٰ ان یتنزه ویأخذ بالثقة وجد الاخبار
 قبل العقد او بعده ولا یجب علیہ ذلک۔
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على خير خلقه
 محمد وعلى آله واصحابه وبارک وسلم۔
 حقہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

جناب مولانا داولنا محدث فقہاء مولوی محمد نور اللہ صاحب دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور



کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ میری والدہ نے اپنی بہن زینب کے ساتھ رشتہ داری کر لی۔ میری والدہ نے اپنی بیٹی کا رشتہ اپنی بہن زینب کے لڑکے کے ساتھ منسوب کر دیا جو کہ میری خالہ زینب نے قبول کر لیا تھا اور بچپن میں ہی لڑکی کو لڑکے کے نام کے ساتھ منسوب کر دیا تھا۔

علاوہ ازیں اٹھارہ سال کی بات ہے کہ میری والدہ گھر بڑھ چکی تھیں کی بنا پر اپنے بھائی کے گھر چلی گئی۔ میرے والد نے اپنی بیٹی کو بکری کا دودھ پلایا اور اس کے بعد میری والدہ کو لینے چلا گیا۔ راستے میں میری خالہ نے اپنی بھانجی کے منہ میں پستان ڈال دیا۔ اس وقت پستان میں دودھ تھا یا کہ نہیں، اس بات کا میری خالہ کو علم نہیں ہے، اسی وقت میری خالہ نے اپنی بھانجی کو واپس کر دیا اور میرا والد لے کر میری والدہ کو لینے کے لئے میرے ماموں کے گھر گیا اور میری والدہ کو لے کر آگیا۔ میری والدہ کو کسی رشتہ دار نے پارٹی بازی کی وجہ سے کہ تم رشتہ ان کو نہ دو ہمیں دے دو۔ میری والدہ نے رشتہ نہ دینے کے لئے بہانے بنانے شروع کرتے ہماری برادری والوں نے رشتہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے افواہ اڑادی کہ لڑکی ان کو نہیں لینی آتی ہے۔ دودھ والی بات بالکل جھوٹی ہے۔ میں نے چھٹی پر آتے ہی اپنی ماں سے پوچھا کیا وجہ ہے؟ کیوں آپ نے اس طرح کیا تو ماں نے کہا کہ مجھے میرے بڑے بھائی نے یہ مشورہ دیا تھا۔

آپ اس مسئلہ پر فتوے لکھ کر مشکور فرمائیں جنہور کی عین نوازش ہوگی۔

سائل: غلام السین ولد جلال الدین، بصیر پور

حلفہ بیان

زینب بی بی: عرصہ سولہ اٹھارہ سال کا ہو چکا ہے۔ مجھے کچھ علم نہیں کہ میں نے اپنی

بھانجی کے منہ میں پستان دیا تھا اور اس وقت پستان میں دودھ تھا یا نہیں تھا، مجھے کچھ علم نہیں ہے، میری بہن لوگوں کے کہنے پر مجھے رشتہ نہیں دینا چاہتی۔

○ نشان انگوٹھا زینب بی بی

حاجن غلام فاطمہ : بیان کرتی ہوں کہ میں بھی اس گھر میں تھی، مجھے کچھ علم نہیں کہ میری سوکن زینب نے اپنی بھانجی کو دودھ یا پستان دیا تھا اور یہ افواہ بھی اس وقت کی ہے جبکہ میری سوکن کے پستانوں میں دودھ بالکل نہیں تھا، یہ بات بالکل جھوٹ ہے۔

○ نشان انگوٹھا حاجن غلام فاطمہ

حاجی غلام محمد : مجھے کوئی علم نہیں کہ میری بیوی نے اپنی بھانجی کے منہ میں پستان دیا تھا یا کہ نہیں۔ پستان والی افواہ ہمیں رشتہ نہ دینے کی علامت ہے۔ یہ ہماری برادری والوں کی خاص شرارت ہے اور پستان والی بات بالکل جھوٹی ہے، میں نے آپ کے حکم کے مطابق مکمل پڑتال کر لی ہے، اس لئے فتوے لگا کر شکور فرماتیں۔

غلام محمد بقلم خود

جلال الدین : میں گھر سے اپنی بچی کو بکری کا دودھ پلا کر اپنی بیوی کو لینے کے لئے گیا تھا مجھے کچھ علم نہیں ہے، پستان والی صرف کسی نے افواہ اڑائی ہے اور رشتہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

○ نشان انگوٹھا جلال الدین

غلام حسین : میں چھٹی پر گھرایا ہوں اور اپنی والدہ سے پوچھا تو میری والدہ نے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے کہا ہے کہ یہ ہمیں رشتہ نہیں دیتے اس لئے ہم بھی ان کو رشتہ نہیں دیتے میری والدہ اپنے بھائی کے پیچھے لگ گئی۔ میرے ماموں نے حاجی صاحب سے اپنے بڑے

کے لئے رشتہ مانگا جو کہ حاجی صاحب نے جواب دے دیا، اسی وجہ سے ان لوگوں نے افواہ اڑادی۔ میری والدہ نے اپنے بھائی کے کہنے پر حاجی صاحب کو جواب دے دیا۔ آپ کے پاس اس لئے آتے ہیں کہ آپ فتوے لگا کر شکور فرمائیں۔

غلام حسین بقلم خود



بچے کے منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا جب تک یہ علم نہ آئے کہ بچے کے پیٹ میں دودھ گیا ہے خواہ تھوڑا ہی ہو اور جب دودھ کا علم پستان دینے والی ہی کو نہ ہو تو اس افواہ کا اعتبار نہیں۔

در المختار اور شامی میں ہے والنظم من الدر فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن في حلقه ام لا لم يحرم شامی نے فرمایا وفي القنية امرأة كانت تعطى شديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن في شدي لبن حين القتها شدي ولم يعلم الا من جهتها جانرا لابنها ان يتزوج بهذه الصبية الخ

لہذا اندریں صورت فتوے اس پر ہے کہ وہ لڑکی زینب کے لڑکے کے لئے جائز ہے۔

واللہ اعلم وصلى اللہ علی حبیب والہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

۱۷۰۲۰۷۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہندہ نے زید کو ایام رضاعت میں اپنا دودھ پلایا ہے۔ اب اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح پوشیدگی میں اس زید مذکور سے پڑھا دیا ہے، اب اس نکاح، نکاح خوان اور گواہاں کے نکاحوں کا کیا حکم ہے کیا ان پر کوئی شرعی تعزیر بھی لازم آتی ہے؟ بینوا تو جبروا۔

المستفتیان

محمد باقر محمد شریف

از چک ۱۹۷۵ تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی





شرعاً وہ لڑکا اس عورت کا رضاعی بیٹا بن گیا تو اس کی لڑکی بہن ہوگی تو بہن بھائی کا نکاح ہوا۔ یہ حرام ہے۔

نکاح خوان اور گواہوں سے جن کو علم تھا کہ رضاعی بہن بھائی ہیں اور حلال سمجھا تو کلمہ اسلام از سر نو پڑھیں اور اپنے نکاح کریں۔ قرآن شریف میں ہے اخواتکم من الصلواتہ پارہ چہارم کا آخر

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى عليه وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۷ جماد سے الآخر سے ۱۴۰۲ھ

۲۲-۴-۸۲



بَابُ الْعَوَّلِ

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم : مزاج شریف !

جناب قبلہ حضرت صاحب، رقعہ حامل ہذا حاضر ہے۔ آپ کی خدمت عالیہ میں
مندرجہ ذیل ہے، بحوالہ قرآن مجید و احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جواب سے
نوازیں، مشکور ہوں گا۔

سوال یہ ہے :-

ایک شخص نے اپنی لڑکی، جس کی عمر آٹھ سال تھی، ایک مہتر شخص سے نکاح کر دیا
جبکہ لڑکی بالغ ہوئی اس نے علانیہ انکار کر دیا کہ مجھے یہ نکاح جو کہ میرے بچپن میں پڑھا گیا ہے

مجھے منظور نہیں۔ آیا آپ حضور سے استدعا کہ جواب قرآن مجید، حدیث شریف کی رو سے عنایت فرمادیں کہ اس لڑکی کا نکاح ہے یا کہ نہیں ہے۔ فقط والسلام
 آپ کا مخلص، سید محمد شاہ گیلانی از بستی کیہ عرف بستی پیراں
 تحصیل اوکاڑہ تھا چوک ضلع ساہیوال ۱/۸



شرعاً اس لڑکی کا یہ نکاح بدستور ہے اور لڑکی کے علانیہ انکار سے کوئی نقص نہیں پیدا ہوا۔ شرعاً باپ اور داد سے کیا ہوا نکاح لازم ہے یعنی نابالغہ کو اس کے توڑنے کا کوئی اختیار نہیں۔ قرآن کریم سورۃ النور میں ہے وَأَنْكِحُوا الْأَيَّامِیٰ اور سورۃ الطلاق میں ہے وَالْحَتِّ لَمْ يَحْصَنَّ۔ ان دو آیتوں سے باپ کا یہ اختیار ثابت ہے اور حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس وقت ہوا جبکہ صرف چھ سال کی تھیں اور پھر اس نکاح کے فسخ کا حق ان کو نہیں ملا۔

یہ حدیث پاک کی ایسی مضبوط دلیل ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا لہذا الامام عظیم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ میں یہی درج ہے۔ سب متون و تشریحات اور فتاویٰ سے مذہب حنفی میں یہ آفتاب کی طرح وضاحت سے ثابت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۹ اور ج ۲ ص ۱ اور مبسوط ج ۲ ص ۲۱۳ اور ج ۲ ص ۲۱۴ اور بدائع صانع ج ۲ ص ۲۳۸ اور ج ۲ ص ۲۴۲ وغیرہ صد ہا کتب حنفیہ میں ہے والنظر من الہندیۃ ص ۹ میں والاب شمال الحد

ابوالاب وان علا کذا فی المحيط اور ص ۱۰ میں ہے فان زوجها الاب و
الجد فلا خیار لهما بعد بلوغها۔ پہلی آیت اور حدیث شریف بدائع کے ص ۲۳۸
میں ہے اور دوسری آیت و حدیث مبسوط ص ۲۱۲ میں ہے۔

بہر حال ہمارے مذہب مہذب میں اس لڑکی کے علانیہ انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا
ہاں اگر جوان لڑکی کا نکاح باپ دادا بلا اجازت لڑکی کر دے تو لڑکی کے انکار سے نسخ ہو سکتا ہے
اور نابالغہ نسخ نہیں کر سکتی۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علی حبیب الاعظم
وعلیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ

۸۰۱۰۷۸

الاستفتاء

میں محمد سائل کہ مسماۃ سداں بیگم کے تین بھائی بنی العلات کے علاوہ اور کوئی
بھائی نہیں اور ایک نے بولایتہ خود اس کا نکاح کر دیا۔ اب اس کے دوسرے بھائی نے
بذریعہ فتوے ہذا (جو کہ درج ذیل ہے) دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ دوسرا نکاح ہو گیا یا نہیں
اور یہ فتوے صحیح ہے یا نہیں؟ بسینواتوجروا

سہ درج ذیل فتوے پر حضرت فقیر عالم کا فتوہ ۵۳۴ پڑھاؤ کریں۔

فتوے مولوی عبد العلی از چک نور محمد مانیکا تحصیل پاکپتن شریف

نقل بعینہ : بجزوہ جناب قبلہ مولوی صاحب دامت اقبالہ

بیان مسماۃ سداں بیگم دختر محمد متوفی قوم ماچھی ساکن چک ۱۲/۵

میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی مسے باقر ولد محمد نے کسی جگہ میرے نابالغ ہونے کی صورت میں میرا نکاح کر دیا تھا۔ اب میں تقریباً عرصہ دس سال سے اپنی سابقہ مکونت ریاست بہاول پور سے چھوڑ کر انگریزی علاقہ میں دس سال سے اپنے بھائی احمد کے پاس ہوں اور اس نے میری ہر طرح سے پرورش کی ہے۔ اب میں عرصہ تقریباً ایک ہفتہ سے بالغ ہوں اور میں اپنا نکاح اپنی مرضی سے کرنا چاہتی ہوں۔ پہلا نکاح نہ ہی میں نے خود پڑھا ہے اور نہ ہی میں نے سنا ہے اور نہ ہی وہ نکاح رکھنا چاہتی ہوں۔ اب آپ فتویٰ اسلام سے اجازت نکاح مرضی خود بالغ ہونے کی صورت میں عرض گزار ہوں کہ مہربانی سے اجازت بخشی جاوے۔ مینوالوجسروا

تحریر کنندہ

محمد صدیق بے قلم خود ۱۰۳۰-۳۰

رحیم بخش ولد میاں مراد قوم درہا العبدۃ سداں بیگم نشان انگوٹھا وایا

عین الدین

انگوٹھا گواہ مذکور

گواہ شد رحیم بخش بے قلم خود

الجواب

قال في الكنز وشرح العيني ولهما خيار الفهم بالبلوغ

في غير الاب والجد ما لم يررض يعني ما لم يقل رضيت وقال

فی موضع آخری لقول لهما ان اختلفا ای الرجل المحبب والمرأة
المنکوحۃ انتہی کلامہ ہکذا فی الدر المختار والشامی فی
باب الاولیاء والاکفاء۔

پس معلوم ہوا کہ لڑکی مذکورہ کا نکاح اصلاً نہیں ہے اگر بالفرض مانا جائے
کہ نکاح ہے، پس یہ نکاح عند الشرع نزدیک فقہار کے فسخ ہے۔
کتبہ عبد العلی ولد مولوی احمد علی مرحوم از چک نور محمد مانیکا بقلم خود



مسماة سداں بیگم کا دوسرا نکاح نہ ہوا کہ اس کا نکاح اول ثابت وقائم ہے
کہ اس کا مقولہ "ناہی میں وہ نکاح رکھنا چاہتی ہوں" اظہار ارادۃ فسخ ہے نہ فسخ
اور اگر بالفرض اسے فسخ تسلیم کریں تو تب بھی نکاح منفسخ نہ ہوا کہ وہ فسخ شرط حکم قضاء ہے
کنز الدقائق وشرحہ العینے والبحر الرائق، شرح الوقایہ مع متنہ، ہدایہ، فتح القدیر، تنویر الابصار
ودر المختار میں ہے والنظم من الكنز ولهما خيار الفسخ بالبلوغ
فی غیر الاب والجد بشرط القضاء قال العینی یتعلق بقولہ خيار
الفسخ یعنی لهما خيار الفسخ بشرط ان یحکم القاضی بالفسخ
اور یہاں حکم قضاء تو دور رہا، اس کی طلب بھی نہیں ہوتی تو نکاح کیسے ٹوٹا اور جب پہلا
نکاح ثابت تو دوسرا نکاح اصلاً نہ ہوا۔

یہ فتوے فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ و افتراء و خیانت کا مجموعہ ہے :
 اولاً کنز کا اول و آخر نقل کیا اور متوسط کو ترک کیا جس میں بشرط قضاء کی تصریح تھی
 کہ اس میں فتوای جعلی کی تقبیح تھی۔

ثانیاً یہ قول کہ لڑکی مذکورہ کا نکاح اصلاً نہیں ہے صراحتہً جھوٹ و گزاف متون و
 شرح و فتاویٰ فقہیہ کا خلاف ہے۔ مختصر القدوری، کنز الدقائق، عینی، بحر الرائق، وقایہ شرح
 الوقایہ، ہدایہ، فتح القدیر، در المختار وغیرہ اسفار فقہ میں ہے واللہ من المختصر
 ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذ اذ وجہا الولی بکرا کانت
 الصغیرۃ او ثیباً والولی هو العصبۃ۔

ثالثاً اس کی عبارت مہملہ کہ ”اگر بالفرض مانا جاوے کہ نکاح ہے پس نیکاح عند الشرع
 نزدیک فقہاء کے فسخ ہے، افتراء و افتراء کہ اولاً فقہاء کا یہ بیان نکاح فرضی کے متعلق نہیں
 بلکہ متعلق نکاح واقعی ہے کما علمت مما مر من مفهوم الفسخ و ثانیاً
 فقہاء کا بیان مثبت اختیار فسخ ہے نہ نفس فسخ کما هو المنطوق بہما فی نظم
 الكنز۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

حذو الفقیر الی الخیر محمد نور الشدانعمی غفرلہ

۲۵ رجب ۱۳۵۹ھ

الاستفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : اما بعد

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص بکرنامی سے اس کی ہمشیر نے اپنے لڑکے زید کے لئے لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔ بکر نے اپنے بیٹے سے مشورہ کیا تو بیٹے نے چند دن رکنے کا مشورہ دیا، باقی گھر کے سارے افراد پہلے ہی سے رشتہ دینے سے بکر کو منع کرتے رہے لیکن بکر نے اپنی ہمشیرہ کو لڑکی کا رشتہ دے دیا۔

چند منٹ کے بعد جب بکر کے تمام اہل خانہ کو اس بات کا علم ہوا تو گھر میں جھگڑا ہونا پایا کہ ہم رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں جس میں تمام لڑکیاں اور بکر کی بیوی شریک ہیں لیکن اب لڑکا خاموش رہا۔ اب بکر یہ کہتا ہے کہ اس وعدہ خلافی کا کوئی جواز ہے یا نہیں؟ اگر گنجائش ہے تو قرآن و احادیث کی رو سے فتوے صادر فرمائیں۔

السائل: محمد منظور حسین، سکند قہولہ



اگر واقعی سب افراد گھر کے رضا مند نہیں تو بکر کو عند ترک کرنی چاہئے، قرآن کریم کا ارشاد ہے امرہم شوریٰ اور یہ بھی حکم ہے کہ والصلح خیر پھر یہ بھی معلوم ہے کہ یوں رشتے ان کا نتیجہ اچھا نہیں، نباہ نہیں ہو سکے گا اور شکوہ اور غیبت کا دروازہ کھل جائے گا حالانکہ ان چیزوں سے گھر والوں کا بچنا ضروری ہے

ارشادِ قرآنِ کریم ہے قوا انفسکم واهلیکم ناراً تو بجز کوئی عہدہ لو پر انہیں کرنا چاہئے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

۱۴۰۲ - ۲ - ۸۲





بَابُ الْكُفْوِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ نذیراں دختر سارنگ فقہ سندیل
آبادی دھڑ پھر زمیندار منظوری نامی ایک مصلی کے ساتھ اغوار ہو گئی جو کہ مختلف مقام پر لے جاتا رہا
آخر کار تحصیل لودھراں ضلع ملتان کے موضع ٹھٹھی میں نکاح کر لیا۔ نذیراں ایک زمیندار کی
بیٹی ہے جس کے ساتھ بغیر والدین کے نکاح کیا۔ کیا جائز ہے یا ناجائز ہے، چونکہ لڑکی
والپس والدین کے پاس آگئی ہے، برائے مہربانی کر کے کسی معتبر کتاب کے حوالہ سے کو فرمائیں
نوٹ منظور می مصلی تھانہ پاکپتن ضلع ساہیوال کا مجرم اشتہاری ہے، دس نمبر کا بد معاش

ہے اور بہاولنگر کا بھی اشتہاری ہے۔

السائل : مولوی شہار اللہ، جوتیانوالہ
محکم اقبال بی ڈی ممبر نمبر ۱۱۰۰ آباد دھڑ بوسہر
تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد



بشرط صحت سوال تصریح مفتیان عظام یہ نکاح نکاح ہی نہیں بلکہ ایک عقد باطل ہے۔ فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۳، فتاویٰ قاضیان ص ۱۵۵، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۷، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۱۰، ملقی البحر مجمع الانہر، در المنقح ج ۱ ص ۳۳۲، تنویر الابصار در المختار شامی ج ۲ ص ۲۰۸ و ۲۰۹ میں ہے والنظم من البدر مع التنویر (ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وهو المختار للفتویٰ۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب
وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ
۲۱ ربيع الثاني ۱۴۰۰ھ ۸۰-۳-۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے کہ مسیۃ چراغ علی حشمتی سکنتہ نبیب وال
تھیل پاکستن ضلع ساہیوال نے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر تقریباً ۵ سال مسیۃ اللہ دتہ سکنتہ
پیر غنی سے اپنا کف سمجھ کر شرعی نکاح کر دیا۔ ابھی سال ہوا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ ہماری قوم
یعنی حشمتی نہیں ہیں، اس کے بابت برادری میں جھگڑے بھی ہوئے اور پنچایت میں جہیں
ثابت ہوا کہ وہ ہماری قوم نہیں ہیں تو پنچایت نے ان کا سامان جو تھا وہ واپس کر دیا، اب
لڑکی جوان ہے اس کی شادی ہم کرنا چاہتے ہیں تو دولہا والے کہتے ہیں کہ ہمارا نکاح
باقی ہے۔ اب جبکہ لڑکی اور والدین اور برادری انکار کر رہے ہیں آپ سے گزارش ہے
کہ آپ فقہ حنفی کی رو سے ثابت فرمائیں کہ اس کا نکاح باقی ہے یا کہ ختم ہو گیا ہے۔
السائل: چراغ علی قوم حشمتی سکنتہ نبیب وال تھیل پاکستن ضلع ساہیوال



جب ہم کفو سمجھ کر نکاح کر دیا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے اور سامان
وغیرہ بھی واپس کر دیا تو نکاح نہ رہا، آپ کو اختیار ہے کہ لڑکی کی شادی حسب پسند کر دیں۔



الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَإِمْسَاكَ يُمَعَّرُونَ أَوْ تَسْرِيحُهُ
 بِإِحْسَانٍ... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَكَ مِنْهُ بَعْدُ حَتَّى
 تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (البقرہ: ۲۲۹)

”طلاق دو بار ہے پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا
 چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب
 وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ کسی اور خاوند کے ساتھ
 نکاح کرے۔“

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الظَّلَامُ.

(امہد لود)

مدل چنروں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ حلال ہے:

کتاب الطلاق

الاستفتاء



محترمی و محرمی مخدومی علامہ حضرت مولانا نور اللہ صاحب نوری بصیر پوری مسکت تاقیامت باد
السلام علیکم، بعد اوائے آداب گزارش ہے کہ من مذکور کی ہمشیرہ کا نکاح تھا، شادی نہ ہوتی
تھی لیکن اسی حالت میں اس نے اسکی طلاق گھڑیج دی لیکن برادری کے اکٹھے ہونے کی
صورت میں دوبارہ نکاح کا وہی طلاق دہندہ طلب کرتا ہے۔ اہالیان یا اہم صاحب کو شرعی
لحاظ سے کیسے اجازت ہے یا نہیں؟

جناب سے مسئلہ پیش خدمت ہے، اس کا صحیح شرعی لحاظ سے مسئلہ نکاح
کی اجازت کس طرح ہے، شک و شبہ نہ رہے، تسلی سے حاملہ کو سمجھا دیں مہربانی ہوگی
اللہ تعالیٰ آپ کے درجات میں ترقی فرمائے۔ مہربانی ہوگی۔

نوٹ: بلاوجہ بے گناہی کی صورت میں طلاق دے دی گئی ہے۔

عبدالرحمن چیمبرین عشریٹی محمد امیر علی فقط دعاگو

دستخط بحروف اردو دستخط محمد علی میاں خان محمد

نمبردار محمد اسماعیل دستخط بحروف اردو



اگر صرف ایک طلاق دی ہے تو نکاح ہو سکتا ہے کساف کتب

الفقه۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على خير خلقه محمد وآله

و اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ ۲۰۰۵-۸۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے



کہ میرا خاوند پہلے بھی مجھے مار کٹائی کرتا تھا، اکثر ناچاتی رہتی تھی، میرے بطن سے چار لڑکے، دو لڑکے ہوئے ہیں جو کہ اکثر نوجوان ہیں۔ میرے خاوند نے غصہ میں آکر ایک دن کہا کہ تجھے میں طے سے تین طلاق دیتا ہوں اور تو میرے گھر سے نکل جا۔

جب غصہ جاتا رہا تو اب کہتا ہے کہ اگر شریعت اجازت دیتی ہے تو میں تمہیں اپنے گھر رکھنے کو تیار ہوں لہذا حدیث و قرآن کی رو سے وضاحت فرمائی جاوے کہ شرعی طور پر کیا حکم ہے؟

مسماۃ سرداراں بی بی زوجہ مولوی محمد صنیف چک ۱۲ مجاہد آباد
تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال ۲۹-۶-۸۰



طلاق ہوتی ہی ناراضگی اور غصہ میں ہے لہذا غصہ کوئی عذر نہیں تو جب تین طلاقیں دی ہیں تو طلاق مغلطہ بن گئی جو بلا حلالہ شرعاً جائز نہیں کما فی کتب الفقہ والحدیث۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ ۲۹-۶-۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین و مفتیان عظام اندریں مسئلہ کہ سالہ او
بہنوئی آپس میں جھگڑ پڑے، سالانہ اپنے بہنوئی سے کہا میں تیرے سے نیٹ لوں گا،
بہنوئی نے کہا کہ تو کیا کرے گا اپنی بہن کو ساتھ لے جائے گا۔ سالانہ نے کہا تو طلاق دیدے
میں لے جاؤں گا تو بہنوئی نے کہا جاتیری بہن کو میں نے طلاق دے دی طلاق طلاق
کیا اب وہ دوبارہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائی جاوے۔
السائل، حمید علی، محلہ درس بصیر پور



تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور اب رجوع نہیں کر سکتے، قرآن کریم میں ہے
فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَكَ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَہَا۔ اب ان کے
اتفاق کی صورت یہ ہے کہ حلالہ پڑے گا یعنی جس وقت زوج نے کہا کہ طلاق دے دی
طلاق طلاق، اس وقت کے بعد تین حیض پورے ہو گئے تو پھر کسی اور مرد کے ساتھ صحیح نکاح
کرے اور وہ شخص باقاعدہ جماع کے بعد طلاق دے دے تو پھر تین حیض پورے کر کے

دوبارہ پہلے مرد کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے جیسا کہ آیت مذکورہ سے ثابت ہے اور حدیث متفق علیہ سے ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ علی حبیبہ والہ
واصحابہ وبارک وسلم۔

حضرت الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ۶-۷-۸۱

الاستفتاء

بخدمت جناب مفتی اعظم جناب مولانا الحاج محمد نور اللہ صاحب النعمی مہتمم العلوم حنفیہ تہذیبیہ

جناب عالی !

میں من و لد حسین ذات ماچھی ساکن بھون منضبطہ کی شادی بموجب شرع محمدی
بقدر چار سال قبل ہمراہ مسماۃ زیناں دختر احمد دین ذات ماچھی سکے پھلون وزیر کے ہوئی
مذکورہ شادی سے پہلے سال اپنے خاوند کے گھر آباد رہ کر حقوق ادا کرتی رہی، بصورت
حمل اپنے والدین کے گھر ناراض ہو کر چلی گئی۔ اپنے میکے گھر ہی بچی کو جنم دیا، پھر سے
آج تک اپنے خاوند کے گھر نہیں آئی۔

خاوند ہر چند بذریعہ پنچایت واپس لانے کی کوشش کرتا رہا ہے، نہیں
آئی۔ متذکرہ حالات کی روشنی میں حکم شرع شریف سے مطلع فرمائیں کہ آیا نکاح موجود ہے

یا نہیں؟ کیا عورت کو خلع کا حق ہو گیا ہے؟

عرضے

ممن ولد حسین ذات ما چھی کنہ دھو منضبط
مؤرخہ حکیم اکتوبر ۱۹۸۰ء



نکاح یقیناً موجود ہے اور عورت کی بے فرمانی سے وہ خود گنہگار ہوئی مگر
نکاح میں فرق نہیں پڑا، قرآن کریم کا فرمان ہے اَلزَّجَّالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ
ہاں اگر خاوند چلے ہے تو خلع ہو سکتا ہے مگر صرف عورت اپنے آپ نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم
نے خاوند کے ہاتھ نکاح دیا ہے ارشاد ہے اَلَّذِي يَشْتَرِي عَقْدَةَ النِّكَاحِ لِهَذَا عَوْرَتِ
خود بخود کچھ نہیں کر سکتی۔

والله تعالى اعلم و صلى الله على حبيب سيدنا و مولانا
محمد وآله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ ربيعہ المبارکہ ۱۴۰۲ھ

۱۰۱۰۸۰



الاستفتاء

گرامی خدمت سامی منزلت جامع الکمالات العلمیہ والعلمیہ حامی فنونِ اعلیٰ
فرعیہ مخدوم معظم مطاع مخم نیاز کیشاں مفتی اعظم پاکستان و محدث پاکستان
شیخ القرآن والحديث قبلہ فقیہ اعظم محمد نور اللہ صاحب نعیمی امت فیضہم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض یہ کہ تین مسئلوں کی بہت ضرورت ہے آپ
حضرت اپنا قیمتی وقت نکال کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام ان مسائل میں کہ :

۱۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو چھ برس سے طلاق دی ہوئی ہے
اگر یہ بیان اس کا واقعی نہ ہو تو اس عورت کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

۲۔ قبروں پر حافظوں کو قرآن کریم پڑھنے کے واسطے بٹھانا اور ان کی کچھ خدمت روپیہ
پیسہ سے کرنی آیا شرعاً یہ امر اور ایسے امر کی وصیت کرنی درست ہے یا کہ نہیں ایک
شخص کہتا ہے کہ صاحبِ طریقہ محمدیہ نے اس کو بدعتِ سیئہ کے قبیلہ میں داخل
کیا ہے اور روپیہ پیسہ لینا حرام ہے اور تانا تار خانہ میں ہے کہ پڑھنے والوں سے
جو سلوک کیا جاتا ہے وہ بمنزلہ اجارہ ہے اور یہ اجارہ باطل اور حرام ہے، آیا
یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہے یا نہیں؟ کتابِ طریقہ محمدیہ اور کتاب تانا تار خانہ
ان کے تصنیف کرنے والے دیوبندی تھے یا دہلوی یا سنی تھے۔

۳۔ اگر کسی شخص نے اپنے لڑکے یا لڑکی کو اپنی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں سے ہبہ کر دیا



آیا بعد ازاں اپنی جائیداد مہربہ کو واپس شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں؟
 آپ حضور مہربانی فرما کر ان مسائل کے جوابات اپنے شاگرد رشید اور میرے
 نورِ نظر سید محمد عبدالغفار شاہ کو عطا فرمادیں۔ وہ خود ہی کسی نہ کسی طرح جلد ہی ہم تک
 پہنچادیں گے اور باقی ہر طرح ہم آپ کی مخصوص دعاؤں سے بالکل خیریت سے ہیں۔
 استفتے سید محمد عبدالرحیم شاہ مکنہ ساہوکار کا ڈاکخانہ خاص
 تحصیل بوسے والہ ضلع وہاڑی ۸۱-۳-۱۱



۱۔ اس مسئلہ کی کئی صورتیں ہیں، ظاہر یہ ہے کہ وہ عورت اس کے گھر آباد ہے اور
 اس نے جھوٹ بولا حالانکہ جھوٹے اقرار پر طلاق پڑ جاتی ہے۔ شامی ج ۲ ص ۵۷۹
 ج ۲ ص ۵۸۲ میں ہے ولو اقرب بالطلاق كذباً او هازلاً وقع قضاء
 مگر جب کہ اس کے گھر عورت آباد ہی ہے اور طلاقیں اس نے دو یا ایک کا
 اقرار کیا ہے تو رجعت ہو گئی کیونکہ رجعت فعل کے ساتھ بھی ہو جاتی ہے شامی
 ج ۲ ص ۷۲۸-۷۲۹ میں در المختار سے ہے وبالفعل مع الكراهة
 بكل ما يوجب حرمة المصاهرة كمن ولو منها اور اگر تین
 طلاق کا اقرار کیا تو بائنہ مغلظہ ہو گئی جو بلا حلالہ جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيبہ والہ

واصحابہ وبارک وسلم۔

۲۔ واقعی یہ ناجائز ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں بھی لکھا ہے اور طریقہ محمدیہ اور فتاویٰ تاتارخانیہ ہمارے ہی ہیں، کسی وہابی یا دیوبندی کے نہیں۔ شامی ج ۵ ص ۲۷ میں ہے ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للمیت ولا للقارئ اگے چل کر فرمایا یمنع القارئ للدنیا والاخذ والمعطى اثمان۔

پھر علامہ شامی نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا جس کا نام ہے شفا العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ بالتحیات والتہلیل۔ اس میں بڑے بڑے فتاویٰ کی عبارتیں نقل فرمائیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی خیر خواہ اپنی طرف سے قرآن کریم قبر پر ختم کرے اور ثواب بخش دے تو بہت اچھا ہے شامی ج ۵ ص ۲۷ ولو نذر قبر صدیق او قریب له وقرء شیئ من القرآن فهو حسن اما الوصیۃ بذلك فلا معنی لها۔ واللہ اعلم وصلى الله على حبيب واله واصحبه وبارک وسلم۔

۳۔ ہاں اس صورت میں مہربہ واپس نہیں کر سکتا اور اگر ضرورت پڑے تو اپنے لڑکے یا لڑکی کا مال استعمال کر سکتا ہے کیونکہ باپ کا بڑا حق ہے شامی ج ۲ ص ۱۲ میں تنویر الابصار سے ہے لو وهب لذي رحم محرم منه ولو ذميا او مستأمنا لا يرجع۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب واله

واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

۲۹ جلد ۱۲۱

۵ - ۵ - ۸۱

الاستفتاء

مکرمی و محترمی جناب مولانا مولوی الحاج البواخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی ظلہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین
۱۔ کہ ایک شخص عاقل اور بالغ پاکستانی فوج میں ملازم ہے، وہ اپنی بیوی کو طلاق
لکھ کر دے دیا ہے اور تین تین بار طلاق لکھ دیا ہے اور طلاق نامہ بیوی کے
گھر لکھ کر بھیجا ہے جس پر دو گواہ کے دستخط اور اس کے دستخط بھی موجود ہیں
کیا اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی ہے یا نہیں ہوئی؟

۲۔ اگر وہ اپنی بیوی کو دوبارہ بسانا چاہے تو کیا کرے؟ دونوں خط جس میں طلاق کا
ذکر ہے۔ آپ کے حضور بھیج رہا ہوں اچھی طرح پڑھ کر اس کے متعلق شرع سے آگاہی
بخشیں۔ حامل رقعہ ہذا حاضر خدمت ہے، کچھ زبانی عرض بھی کرے گا۔ فقط والسلام

دعاؤں کا طالب

حاجی انتظار محمد خاں چک نانک پور تحصیل پاکپتن شریف ضلع ساہیوال





اپکے مسئلہ دونوں خط منظور احمد کے تحریر کردہ دیکھ لئے ہیں، شرعاً تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔ اگر یہ خط منظور احمد فوجی کے ہیں اور وہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے ہی لکھے ہیں تو تین طلاقیں وارد ہو چکی ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶۳ میں ہے فی الطلاق بالکتابہ رالی ان قالوا وان كانت مرسومة يقع الطلاق اور یونہی شامی ج ۲ ص ۵۸۹ میں ہے اور اسی طرح فقہ کی بکثرت کتابوں میں ہے۔ نیز فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶۲ اور شامی کے اسی صفحہ میں ہے کذا کل کتاب لم یکتب بخط ولم یملہ بنفسه لا یقع به الطلاق ما لم یقرانہ کتاب۔

بہر حال جب اقراری ہے کہ یہ خط میرے ہیں تو طلاق واقع ہونے میں کوئی شک نہیں اور جب تین طلاقیں واقع ہو گئیں تو قرآن کریم کی رو سے وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں جب تک کہ باقاعدہ حلالہ نہ کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ ۵-۸۱-۱۸۰



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین و علمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ زید نے اپنی بیوی مدخول بہا کو تین طلاقیں دے دیں ہیں تو اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب باثواب سے نوازیں۔

سائل : محمد علی ولد نور محمد
بستی شفیع آباد موضع تخت مل اوتاڑ
P/o مدرسہ ضلع بہاولنگر



اس عورت کے ساتھ بلا حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا قرآن کریم میں ہے فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَكَ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَ آیت ۲۳۰ پ سورۃ البقرہ، کسی اور شخص کے ساتھ باقاعدہ صحیح نکاح کرے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ باقاعدہ نزدیکی کرے اور پھر طلاق دے تو عدت پوری کر کے زید کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے کما فی کتب الفقہ والحديث۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب الاعظم



والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۵ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

۲۰ - ۵ - ۸۱

الاستفتاء

السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین بحوالہ قرآن پاک و حدیث شریف مسئلہ ذیل میں جو نیچے درج ہے :-

مسئلہ : ایک شخص نے اپنے بالغ لڑکے کا نکاح بکر کی لڑکی کے ساتھ شرعی کیا نکاح کے کچھ عرصہ بعد لڑکی زہر کھالیتی ہے جس کا تدارک ہسپتال میں کیا گیا چنانچہ اس بنا پر لڑکی کے والد نے شرعی طلاق لکھ کر جلسہ عام میں اہل محلہ کے لوگوں کے سامنے طلاق نامہ لڑکے کو پیش کی جس پر لڑکے نے تین طلاق دے دیں گو لڑکی کی رسمی طور پر روانگی نہیں ہوئی مگر لڑکا لڑکی والوں کے گھر آتا جاتا رہا کچھ عرصہ بعد لڑکی کی والدہ بیمار ہو گئی۔ بیماری پر بھی لڑکا لڑکی طلاق شدہ کے ہمراہ لاہور رہا۔

اس دوران میں لڑکی کی والدہ مر جاتی ہے مگر میاں بیوی کا سمجھوتہ نہ ہوا پھر کچھ عرصہ پر لڑکی کے بھائی کی شادی پر لڑکا شادی کا انتظام کرتا رہا جلسہ عام میں اہل محلہ

نے پھر کوشش کی مگر ناکام رہی۔ پھر کچھ عرصہ بعد انتظار کیا گیا مگر کوئی سمجھوتا نہ ہوا۔ اس طرح سے طلاق ثلاثہ مؤثر ہو چکی، بیوی اس پر قطعی طور پر حرام ہو گئی یا نہیں؟ ۱/۲ سال بعد لڑکی کی نامزدگی اہل محلہ کے ایک لڑکے کے ساتھ ہوئی اور اہل محلہ نے رسم منگنی میں شرکت کی اور بوقت منگنی طلاق ثلاثہ مؤثر ہو چکی تھی، کچھ عرصہ بعد پھر منگنی راس نہ آئی۔

اب لڑکی کے والد نے پھر لڑکے کے طلاق دہندہ کے ساتھ لڑکی کو گاؤں سے کافی دور جہاں ان کو کوئی نہیں جانتا تھا، لڑکی مذکورہ کے ساتھ نکاح کر کے پہلے طلاق دہندہ لڑکے کے ساتھ روانگی کر دی۔ اب وہ لڑکی پہلے خاوند طلاق دہندہ کے آباد ہے۔

کیا از روئے شریعت محمدی یہ نکاح جائز ہے؟ اگر نہیں تو اس کا کیا ازالہ ہے؟ اہل محلہ کو اس کے متعلق بحیثیت ملت ابراہیمی و دین محمدی کیا سلوک کرنا پڑتا ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دیں۔ جواب جلد از جلد عطا فرمائیں۔

مظفر علی شاہ براستہ نور کوٹ چک قاضیاں
صلح سیالکوٹ ۸۱-۸-۲۵



جب لڑکی کو تین طلاقیں پڑ چکیں اور مؤثر بھی ہو چکیں تو وہ لڑکی مطلقہ خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی، بلا حلالہ شرعیہ طلاق دہندہ پر حلال نہیں خواہ دوسرے

ملک میں بھی چلے جائیں۔ یہ ساری کہانی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ قرآن حکیم کے دوسرے پارے میں صاف حکم ہے فان طلق الایۃ اور حدیث مشہور حدیث عسلیہ اور کافی حدیثیں بخاری اور مسلم وغیرہ اس کی دلیل ہیں۔

سائل کا یہ لکھنا کہ بحوالہ قرآن پاک و حدیث شریف کے لکھنا کیوں ہے جبکہ قول فقہاء قرآن و حدیث کا حکم ہی ہے، یہ طلاق کا مؤثر ہونا کیا چیز ہے، کسی آیت یا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اللہ ہدایت دے، اہل محلہ بائیکاٹ کریں تاکہ وہ لڑکا اور لڑکی مجبور ہو کر حرام کاری سے بچیں، اور کیا کر سکتے ہیں ہاں حاکم اسلام اگر توجہ فرمائیں اور شرعی سزا دیں تو ہو سکتا ہے مگر ابھی تیاری ہی ہو رہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ حبیب الاعظم

والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ ۸-۸-۲۸

الاستفتاء

از شاہ بھو
۲۶-۲۷-۸۲

قبلہ و کعبہ فقیہ اعظم حضرت مولانا سید محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد حضور گزارش ہے کہ ہمارے ایک صاحب نے

اپنی منکوحہ بیوی سے چند سال تعلقات کرنے کے بعد نہ تو آباد کیا اور نہ ہی اسے طلاق دی

بعد ازاں اس کی بیوی نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ اس کا خاوند حاضر نہ ہوا۔ آخری تاریخ پر اس گاؤں کے ایک وکیل صاحب نے اس کو عدالت میں جاتے ہوئے کہا کہ آج حاضر ہو جاؤ شاید یکطرفہ کارروائی نہ ہو جائے تو اس نے کہا کہ طلاق ہوتی ہے تو ہو جائیں تو عدالت میں نہیں جاؤں گا یکطرفہ کارروائی ہو گئی اور اس کے خاوند نے بعد سوچی کے کوئی کارروائی نہ کی۔

عورت نے تین ماہ گزارنے کے بعد نکاح کر لیا اور خاوند نے بھی نکاح کر لیا جس کو تقریباً دس سال ہو چکے ہیں اور ابھی اس عورت کی بھتیجی سے شادی کر رہا ہے جبکہ میرے سامنے اس نے اقرار کیا تھا کہ میں نے طلاق نہیں دی تھی۔ ابھی اس کی شادی کا صرف ایک ماہ باقی ہے، اگر وہ آج طلاق دے بھی پہلی عورت کے دے نہیں گزر سکتے۔ ابھی اقرار کرتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی تھی مگر مجھے یہ علم ہے کہ بالکل جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ براہ مہربانی بتادیں کہ وہ تنسیخ نکاح کی پہلی صورت کامیاب ہے کہ نہیں؟ پھر دس سال کا عرصہ گزرنے تک اس کا مطالبہ نہ کرنا اور اپنے گھر نہ لانا اس میں کوئی صورت طلاق کی ہے کہ نہیں۔ آیا میرے سامنے وہ اقرار کر دے کہ میں نے طلاق دے دی تھی اور مجھے علم بھی ہو جائے کہ صاف جھوٹ بول رہا ہے۔ کیا میں اس کی پہلی بیوی کی بھتیجی سے نکاح کروں یا نہ کروں؟

آپ اس بارے میں فتوے دیں۔ میں انشاء اللہ اس پر ضرور عمل کرونگا خواہ مجھے گاؤں چھوڑنا پڑے کیونکہ میرے نکاح نہ کرنے کی صورت میں مخالفت بہت ہو جائیگی۔

فقط والسلام
آپ کا بندہ خاکسار
حافظ محمد اسلم امام مسجد چک ۲۱۱ شاہ مجبور



سوال کے مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ خاوند نے طلاق دی ہوئی تھی اس لئے اس نے کوئی پردہ نہ کی اور کوئی حرکت نہ کی اس کا سابقہ منکوحہ کی بھتیجی کے ساتھ نکاح کا ارادہ بھی واضح کرتا ہے کہ وہ عورت کو فارغ کر چکا ہے، باقی اس کا یہ کہنا کہ میں نے طلاق نہیں دی تھی تو آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ سچا ہے اور اس کا ابھی اقرار کہ طلاق دے دی تھی جھوٹ کیوں ہے ایسے معاملات میں سوچنا چاہئے، عاقل بالغ مسلمان پر اعتبار کرنا چاہئے، کھینچنا کر جھوٹا بنانا جائز نہیں کہ مسلمان کا معاملہ ٹھیک ہوتا ہو تو ٹھیک بنایا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۵۵ میں ہے لان حمل امرہ علی الصلاح واجب اور فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۵۲ میں ہے سنل کم طلقته ا قال ثلاثا نعم انہ کان کاذبا لا یصدق فی القضاء آپ کا یہ کہنا کہ مجھے علم ہے کہ جھوٹ بول رہا ہے، غلط ہے، علم کہتے ہی یقینی بات کو تو یقین کیسے ہوا۔ ہاں یہ احتیاط کر سکتے ہیں کہ بوقت نکاح اس سے حلف لیں کہ طلاق دے چکا تھا۔ اگر حلف اٹھا جلتے تو آپ پر کوئی گناہ نہیں کہ نکاح کر دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ الاعظم

والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حضرت الفقیر البواخیر محمد نور الشدائنی غفرلہ

۲ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

نوٹ : درج ذیل فتوے کا استفادہ فتاویٰ نوریہ (قلمی) ج ۳ میں موجود ہے لیکن جواب درج نہیں۔ اب یہ فتوے مولانا محمد حسن محبت حضور نوری نے مطبوعہ بصورت اشہار عنایت کیا ہے جو کہ اُس وقت سائل نے طبع کرایا تھا، اس فتوے کو مولانا موصوف کے شکریے کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین اندریں صورت کہ ساڑھے دس سالہ نابالغ لڑکا جسے کوئی عقل و شعور نہیں اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟
السائل: مولوی محمد حنیف عاجز
چک ۲۲ تحصیل و ضلع مظفرگڑی



شرعاً ایسا لڑکا طلاق نہیں دے سکتا اور اگر الفاظ طلاق بولے یا لکھے ہوئے الفاظ پر انگوٹھا لگا دے تو اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں کہ لڑکا ایقان طلاق کا اہل ہی نہیں تو اس کے بیوی بیوی ہی رہتی ہے اور الفاظ طلاق کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا چنانچہ تمام کتب معتبرہ

فقہ حنفیہ میں اس کی تصریح ہے۔

مبسوط امام بخاری ج ۶ ص ۱۷۸، بدائع صنائع ج ۳ ص ۹۹، ہدایہ، فتح القدر،
عنایہ، کفایہ ج ۳ ص ۳۲۳، درالحکام ج ۱ ص ۳۶۰، فتاویٰ سرحدیہ ج ۳ ص ۴۳، خلاصۃ الفتاویٰ
ج ۲ ص ۷۵، شرح وقایہ ص ۷۱، جامع الرموز ص ۲۲۰، ملتی البحر مجمع الانهر، درالمنقح ج ۱ ص ۳۸۵
کنز الدقائق بحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۹ تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۹۲، تنویر الابصار در المختار رد المحتار
ج ۲ ص ۵۸۶، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۸ میں ہے والنظم منها ولا یقع طلاق
الصبیح ان کان یعقل یعنی لڑکے کی طلاق نہیں ہوتی اگرچہ عقلمند ہو۔ ہدایہ اور زیلعی وغیرہ میں
حدیث مرفوع ذکر فرمائی کہ کل طلاق جائز الاطلاق الصبی والمجنون۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا و

اصحابنا وبارک وسلم۔

رحمۃ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین
طلاق دے دیں کہا کہ طلاق طلاق طلاق ہے اور عرصہ تقریباً دس سال گزر گئے اور
مفاہمت نہ ہوئی۔ اب عرصہ دراز کے بعد دوبارہ برادری کے مجبور کرنے یا ویسے صلح

کے ساتھ انہوں نے پھر اسی کے گھر میں بٹھادی اور کوئی حلالہ وغیرہ نہ نکلوا یا اور ایک مولوی عبد الجبار نامی باہری پور والے نے فتوے دیا ہے کہ جائز ہے اور ہمارے گاؤں کے زمینداروں نے کہا کہ ہم یہ فتوے نہیں مانتے۔ مولانا محمد نور اللہ صاحب بصیر لوری جو فرمائیں گے وہ تسلیم کریں گے۔

حنوی والے فتوے صادر فرمادیں کہ وہ عورت اس کے گھر بیٹھ سکتی ہے یا نہیں اور جو آدمی اب اس نکاح میں بیٹھیں گے ان کا کیا حال ہوگا؟ فتوے صادر فرما کر مشکور فرمائیں۔

کترینے : ماہم علی بسم خود

(دستخط بحروف اردو)



اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو وہ عورت اس پر حلال نہیں جب تک باقاعدہ حلالہ نہ نکالا جائے اور عبد الجبار ہمیشہ غلط فتویٰ دیتا ہے حرام خور ہے اس کے فتوے کا کوئی اعتبار نہیں، وہ طلاقیں نامہ اور فتوے مجھے دکھایا جائے تو کچھ کہا جاسکتا ہے اور جو بلا حلالہ نکالنے بیٹھیں گے وہ کافر ہی ہو سکتے ہیں والعیاذ باللہ اس خبیث رشوت خوار کے کہنے پر ایمان ضائع نہ کریں اور ایسے مرد و عورت کے ساتھ

کوئی تعلق نہ رکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ علی حبیبہ والہ و

صحابہ وبارک وسلم۔

حضور الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۹۰۱-۸۰

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین بشرع متین اس مسئلہ میں کہ مسے محمد طفیل ولد چراغ دین قوم ڈھڑی سکھ ۶۷ تحصیل پاکپتن نے اپنی زوجہ مسماۃ وزیراں بی بی دختر نور حسن قوم ڈھڑی سکھ ۶۷ کو بذریعہ یونین ۱۸۳ چک نور محمد تین طلاق بذریعہ تین نوٹس دی۔ بعد گزرنے میعاد یونین کو نسل مذکور نے طلاق مؤثر قرار دے دی اور گزرنے میعاد تقریباً ۹ ماہ علاقہ کی پنچایت نے از سر نو معاملہ پر غور کیا اور مسماۃ وزیراں بی بی دختر نور حسن کا نکاح سید محمد ولد محمد علی قوم ڈھڑی سکھ سیٹھاں والا چک کے ساتھ مورخہ ۲۶-۶۰-۸۲ کو کر کے بغیر حلالہ کے اسی وقت سید محمد سے طلاق حاصل کر لی گئی اور اسی مجلس میں بغیر کسی وقفہ کے پہلے خاند مسے محمد طفیل ولد چراغ دین سے نکاح کر دیا لیکن پہلے خاوند نے نکاح ہونے کے باوجود ابھی تک اپنی بیوی سے رجوع نہیں کیا اور مسماۃ ابھی اپنے لڑکوں ارشاد محمد ممتاز محمد وغیرہ کے گھر موجود ہے۔

تین طلاق مؤثر ہونے کے بعد آیا بغیر حلالہ یہ نکاح جائز ہے کیونکہ سید محمد
کے ہمراہ مسماۃ وزیراں بی بی کا نکاح کئے جانے بعد وہ تنہائی نہیں دی گئی جو کہ شرع میں مذکور ہے
حکم صادر فرمایا جاوے۔

السائل: محمد طفیل ولد چراغ دین قوم ڈھڑی
سکنہ ۶ تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال
تحریر ۶-۸-۸۲



مے محمد طفیل نے ٹھیک کیا، وہ عورت بلا حلالہ حلال نہیں ہوتی، لوگ یہ غلط
کرتے ہیں، یہ ایوب کے عیوب سے ہے کہ یونین کونسل مؤثر قرار دے تو مؤثر ہے ورنہ
نہیں، خاوند نے طلاق تین عدد دے دی تو فوراً مؤثر ہو گئی۔

شرعیات کے احکام اٹل ہیں، کسی صورت کے بدلانے سے نہیں لیتے اور اسی طرح
حلالہ کے لئے ضروری ہے کہ دوسرا خاوند نکاح کے بعد کم از کم ایک ضرور بہتری کے
پھر طلاق دے اور اسکی عدت گزرے تو پہلے خاوند کے ساتھ نکاح ہوگا کما فی الحدیث
المشہور فی البخاری وغیرہ وکتب الفقہ الحنفی۔

والله تعالى اعلم وصلى الله على الحبيب العظيم
و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواخیر محمد نور الشدائمی غفرلہ

۱۶ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

۷۰۸۰۸۲





وَمَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ج

(الحشر: ۷)

”اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں، لے لو اور جس سے منع فرمائیں، باز رہو“

أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْعَةُ

(بخاری)

”حق اور آسان دین ہی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے“

الاستفتاء

بجزو فقہ اعظم پاکستان مفتی ابوالخیر علامہ محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر لور شریف ضلع ساہیوال
پنجاب، پاکستان



کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ صوفیائے
کرام کی محافل ذکر و سماع جہاں تلاوت کلام پاک نعت خوانی اور تقاریہ ہوں، مزامیر کا
استعمال نہ کیا جائے اور نماز کی پابندی اور وقت کا پورا پورا خیال رکھا جائے نعتیں اور غزلیں عشق
مصطفیٰ اور محبت مشائخ میں پڑھی جائیں، محفل خالصہ روحانی ہو، ریاکاری اور نموسے مکمل
اجتناب کیا جائے، سامعین پر درد سوز و گداز اور عشق وستی کا جذبہ طاری ہو اور بعض سامعین کو
وجد و حال ہو جائے، بعض رو رہے ہوں اور نعرہ ہائے حق و ہو اور یا رسول اللہ کی آوازیں
بلند ہوں، بعض سامعین بیہوشی میں گر پڑیں یا رقص کر رہے ہوں، بعض کی چنجیں نکل رہی ہوں
بے خودی اور بے قراری کے عالم میں بعض واجدین رقص کرتے اور کبھی نالیاں بجاتے ہوں
ایا شرعاً بمطابق مذہب مہذب اہلسنت و جماعت بموافق مشرب مشائخ قادریہ پشتیہ نقشبندیہ
سہروردیہ یہ جائز ہے یا ناجائز، حلال ہے یا حرام، ثواب ہے یا عذاب؟ آیا یہ وجد و حال
شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایسی محفل میں شرکت کرنا کیسا ہے اور واجدین پر اعتراض کرنا کیسا ہے؟

دلائل شرعیہ سے وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام مع الاکرام
السائل: مولوی محمد نواز احمد امام مسجد بابا فتح شاہ راجہ جیت تحصیل و ضلع قصور
نوٹ: واجدین کی مندرجہ بالا حرکات قابل مواخذہ ہیں یا نہیں؟
بقلم خود محمد نواز احمد

۱۲ اکتوبر ۲۰۲۰ء
۸۲



ایسی محفل قدسیہ غنیمت ہیں، اگر صورت سوال صحیح ہے تو بڑی نعمت ہے
باقی بے خودی میں اگر کسی کا قص یا تالیاں بجانا تو اس کا جواب ہے کہ عہد ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے
گرفت تو عقل پر ہے اس میں سائل کو کیا چیز قابل اعتراض اور ناچار
نظر آتی ہے، وہابیوں کی چوں کو کچھ نہ کہیں وہ لوگ تو مجبوراً ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں
قرآن حکیم میں ہے **وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ** (سورۃ الحج کا آخری رکوع) مگر یہ باقاعدہ تنقید
کے ساتھ تحقیق کریں کہ واقعی کسی ریاکاری اور نمود سے مجلس پاک ہو تو پاک پر کیا اعتراض؟
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

صوہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۲ھ ۲۵-۴-۸۱



درج ذیل فتوے ”فتاویٰ نوریہ“ کے قلمی نسخے میں درج نہیں ہے۔ یہ فتوے حضرت فقیر اعظم قدس سرہ العزیز کی ذاتی لائبریری کی کتاب البحر الرائق (جلد ہفتم) کے ابتدائی خالی صفحات پر حضرت علیہ الرحمہ کے اپنے قلم سے بصورتِ مسودہ موجود ہے جسے ہم ان صفحات سے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

(مرتب)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ ریشم یا سونے چاندی کی تختی میں تعویذ رکھنا یا ریشمی کپڑے پر تعویذ لکھ کر یا سونے چاندی کے پترے پر کندہ کر کے مرد اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا ما جودین۔



مرد کو ریشم پہننا اور سونا چاندی استعمال کرنا شرعاً ممنوع و حرام ہے جس کی تحریر پر احادیث مبارکہ بکثرت وضاحت دال ہیں جن کا استقصاء ناممکن، اختصاراً چند سے ازاں تحریر ہیں :

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا میں ریشم وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں
رواہ البخاری و مسلم والنسائی عن عمر وابن مساجد عن ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما والنظم من الصحيحین انما یلبس الحریر
فی الدنیا من لاخلق لہم فی الآخرة۔

امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم راوی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے دانتھنے ہاتھ مبارک میں ریشم اور بانیں میں سونے کو لے کر ارشاد فرمایا کہ بیشک یہ دونوں
میری امت کے مردوں پر حرام ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذہبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال
ان ہذین حرام علی ذکور امتی رواہ ابو داؤد وابن مساجد الا ان ذکر بدل
الیمین الشمال والشمال بدل الیمین ونحوہ ایضا النسائی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی اور نسائی راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ



۱۵ ج ۲ ص ۸۶۷

۱۵ ج ۲ ص ۱۹۰

۱۵ ج ۲ ص ۲۹۶

۱۵ ج ۲ ص ۲۶۲

۱۵ ج ۲ ص ۲۰۶

۱۵ ج ۲ ص ۲۶۵

۱۵ ج ۲ ص ۲۸۲

۱۵ ج ۱ ص ۲۰۵

۱۵ ج ۲ ص ۲۹۳



علیہ وسلم فرماتے ہیں حرم لباس الحریر والذهب علی ذکر امتی واحل لانہم
احرام کیا گیا ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر اور حلال کیا گیا ان کی عورتوں
والنظم عن الترمذی وزاد فی الباب عن عمرو علی وعقبة بن عامر
وام هانی وانس وحذیفة وعبد اللہ بن عمرو وعمران بن حصین
وعبد اللہ بن الزبیر وجابر وابی ریحانة وابن عمرو والبراء هذا
حدیث حسن صحیح۔

امام بخاری حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سونا، چاندی، ریشم، دیباچ، یہ کافروں کے لئے دنیا میں
اور تمہارے لئے آخرت میں قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
الذهب والفضة والحریر والدیباچ هم لهم فی الدنیا ولکم
فی الآخرة۔

امام الائمہ سراج الامہ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی ہے
قدوری، کنز الدقائق، وقایہ، تنویر الابصار وغیرہ اسفار فقه میں مصرح والنظم للامام
القدوری ولا یجوز الاکل والشرب والادھان والتطیب فی انیۃ الذهب والفضة
للرجال والنساء جائز نہیں کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو لگانا سونے اور چاندی کے
برتنوں میں مردوں اور عورتوں کے لئے،

ہدایہ تکملة الجمر، المختار میں ہے والنظم من الدر وما اشبه ذلك

من الاستعمال (اور جو استعمال ہم مثل اس کے ہیں)

شامی، عنایہ: نتائج الافکار میں ہے والنظم من الآخر والمحرّم هو الاستعمال بی وجه کان والحلال للنساء من الذهب والفضة هو الحلی فقط وذا ثابت فی موضعہ (اور محرام استعمال ہے جس طرح بھی ہو اور عورتوں کے لئے سونے چاندی سے صرف زیور ہی حلال ہے بلکہ اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق و اجماع ہے، نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں فحصل مما ذکرناہ ان الاجماع منعقد علی تحريم استعمال اناء الذهب واناء الفضة فی الاکل والشرب والطهارة وذلک بمسئقة من احدهما وتجر بمجموع منہما والبول فی الاناء منہما وجميع وجوه الاستعمال ومنہا المكحلة والمیل (الی ان قال) ویستوی فی التحريم الرجل والمرأة بلا خلاف وانما فرق بین الرجل والمرأة فی التحلی الخ



قدوری، کنز، رقایہ، ہدایہ، تنویر البصار، والمختار میں ہے والنظم من التنویر وشرحہ یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ و بین بدنہ علی المذهب الصحیح (الی ان قال) علی الرجل لا المرأة (یعنی محرام ہے پہننا ریشم کا اگرچہ بدن اور اس کے درمیان حائل ہو مرد پر نہ عورت پر، پس اگر ریشمی کپڑے مثلاً دستار، قمیص، کوٹ، واسکٹ پر تعویذ لکھ کر پہنے اگرچہ بدن کو نہ لگے، حرام ہے اور اگر چھوٹے سے ٹکڑے پر لکھ کر بازو یا گردن میں باندھے یا لگاتے تب بھی ممنوع ہے کہ یہ اگرچہ

پہننا نہیں مگر اس کا مشابہ ضرور ہے اور اگر جیب وغیرہ میں رکھے تو کوئی عرج نہیں کہ یہ نہ پہننا ہے اور نہ اس کے مشابہ اور ایسے ہی ریشمی کپڑے یا ڈورے میں تعویذ باندھ کر یا سی کر بازو یا گلے میں باندھنا، لٹکانا ممنوع ہے کہ یہ مشابہ لباس ہے اور اگر جیب میں رکھے تو کوئی عرج نہیں۔

تنویر الابصار میں ہے والکیس الذی یعلق اور مکروہ ہے وہ کیسہ جو لٹکایا جاتا ہے، شامی میں ہے ای یعلق الرج معہ لا الذی یوضع ولا الذی یعلق فی البیت واحترب عن الذی لا یعلق والظاہر فی وجہہ ان التعلیق یشبہ البس فحرم لذلک لما علم ان الشبہۃ فی باب المحرمات ملحقہ بالیقین رملی والظہر ان المراد بالکیس المعلق نحو کیس التمام المسماة بالحماشی فانہ یعلق بالعنق بخلاف کیس الدراہم اذا کان یضعہ فی جیبہ مثلاً بدون تعلیق و فی الدر المنقہ ولا تنکرہ الصلوۃ علی سجادۃ من الابریسم لان الحرام هو اللبس اما الانتفاع بسائر الوجوہ فلیس بحرام کما فی صلوۃ الجواہر واقصرہ الفقہستانی وغیرہ الخ (یعنی وہ مکروہ ہے جسے لٹکاتا ہے مروا اپنے ساتھ نہ وہ کہ رکھا جاتا، اور نہ وہ کہ لٹکایا جاتا ہے کمرے میں اور قیید تعلیق سے وہ حکم کراہت سے نکل گیا جسے معلق نہیں کیا جاتا بلکہ جیب میں رکھا جائے یا دستار کے پیچ میں مثلاً) اور ظاہر کراہت کی وجہ یہ کہ لٹکانا پہننے کے مشابہ ہے لہذا احرام ہوا کہ قواعد شرعیہ سے معلوم ہے کہ باب محرمات میں شبہہ حکم یقین رکھتا ہے، یہ رملی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے اور ظاہر یہ کہ مراد اس کیس معلق مکروہ سے



وہ کیسہ ہے جس میں تعویذ وغیرہ ہوتے ہیں جسے حائل کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ گردن لٹکایا جاتا ہے اور کیسہ دراہم یعنی بٹوہ مکروہ نہیں جب کہ اسے جیب وغیرہ میں رکھتا ہو اور لٹکاتا نہ ہو اور درالمنقشے میں ہے کہ ریشمی جانماز پر نماز مکروہ نہیں کیونکہ حرام ریشم کا پہننا ہی ہے اور باقی تمام طریقوں سے برتنا جائز ہے جیسا کہ جوابہر کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے اور قستانی وغیرہ نے اس حکم کو برقرار رکھا واما التثبث بترخیص الزبیر وعبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی جواز لبس الحریر عند الضرورة فلیس بصحیح لاحتمال الخصوصية بل خصوصية (ثابتة) فصرح الشافعی بانہ خص علیہ السلام الزبیر وعبدالرحمن بلبس الحریر لحکمة فی جسدہما کما فی التبيين ونقل عن الزیلعی قبلہ بل اقول یجب ان یکون خصوصية لانہ واقعة حال ولا عموم لہما کما نص علیہ فی کتب الاصول والغنیۃ والفتح ۴



اور اگر عملے کے پتوں یا کوٹ وغیرہ کے شانوں پر مثلاً ریشمی کپڑا جس کا عرض چار انگل سے زائد نہ ہو، لگالے تو یہ لگانا شرعاً جائز ہے کہ یہ تابع ہے اصل نہیں، شافعی میں ہے فجسم ذلک لا بأس بہ اذا کان عرضہ اربع اصابع وان زاد علی طولہا و اس پر تعویذ ہو یا اب لکھے تو کوئی حرج نہیں ہاں بول و براز کے وقت اتارنا ضروری ہے اور جمیع

۳۱۸ ص ۴

۳۱۱ ص ۴

۵۲۵ ص ۴

۳۲۲ ص ۴

۳۰۸ ص ۴

صورہ مذکورہ عورتوں کے لئے جائز ہے کہ ان کو ریشم پہننا حلال ہے اور سونے چاندی کی تختی پترا مذکورہ مرد کو اپنے بازو یا گلے یا جیب وغیرہ میں رکھنا حلال نہیں کہ یہ استعمال سیم زر ہے اور مرد پر یہ حرام ہے اور دراہم و نانیر یا سیم و زر کی ڈلی یا زیور محض بغرض حفاظت اپنے پاس رکھ سکتا ہے کہ یہ استعمال نہیں بلکہ مقصود حفاظت ہے بخلاف تختی و پترا تعویذ کہ اس میں مقصود اپنے پاس رکھنا اور استعمال کرنا ہے، یہ تحریم عموم احادیث طیبہ و آیات فقہیہ مذکورہ سے صراحتہ ثابت ہے اور کیس التماس من الحریر کا جزئیہ جو شامی سے منقول ہوا اس کا مؤید و مفید ہے کہ سیم و زر و حریر تینوں تحریم علی الرجال میں مساوی ہیں پس اس جزئیہ میں بھی مساوی ہی ہوں گے۔

شامی میں ہے قد استوی کل من الذهب والفضة والحریر فی الحرمة فتخص العلم و الکفان من الحریر ترخیص لهما من غیرہ ایضا بدلالة المساواة اور یہاں جیب وغیرہ میں رکھنا بھی ممنوع بخلاف اول کہ وہاں صرف پہننا حرام تھا باقی ہر طرح استعمال جائز اور یہاں ہر قسم کا استعمال ممنوع کما مر کلاهما منصوصین فی ما قبل ہاں اگر عورتیں پترا بہ نیت زیور پہنیں اور اس میں تعویذ رکھیں یا کندہ کرائیں تو کوئی حرج نہیں کہ زیور ان کے لئے حلال ہے ہاں جیب وغیرہ میں حرام کہ یہ استعمال سیم و زر بدون طریق زیور ہے اور یہ ان پر بھی حرام کما سمعت۔

نیز شامی میں ہے وقوله للرجل والمرأة قال فی الخانیۃ والنساء فی ما سوی الحلی من الاکل والشرب والادھان من الذهب و

لہ جہ ص ۳۱۱

لہ جہ ص ۲۹۸

الفطنة والعقود بمنزلة الرجال الخ

رہا عامل کا کہنا کہ اس تعویذ کی تاثیر رشیم یا چاندی سونے پر موقوف ہے تو یہ مجوز استعمال حرام نہیں ہو سکتا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم رواه البخاري نیز تعویذ مشابہ دوا ہے کہ دونوں عند الضرورة استعمال کئے جلتے ہیں اور تداوی بالمحرم امام عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہرگز ہرگز جائز نہیں جس کے شاہد عدل نصوص کتب مذہب ہیں۔ بحر الرائق و در المختار وغیرہ میں ہے والنظم من البحر ولا يخفى ان التداوی بالمحرم لا يجوز في ظاهر المذهب وكذا في كراهية الشامي عن الدر المنثور بحر الرائق میں ہے يعمل بما صرح من المذهب بحر الرائق و شامی میں ہے يحل الافتاء بل يجب بقول الامام وان لم نعلم من اين قال فتاوى امام فقيه النفس قاضي خان، بحر الرائق، عالمگیری، سراجیہ، در المختار وغیرہ میں ہے یفتی بقول الامام علی الاطلاق نیز ان اشبار کی حرمت متیقن اور قول عال غیر متیقن بلکہ اس تعویذ کے علاوہ کوئی دوسرا تعویذ یا علاج وحلیہ غیر محرم مظنون اور قاعدہ مقررہ شرع مطہر ہے کہ الیقین لا یرتفع بالشک صرح بہ فی الہندیہ والغنیۃ وغیرہا بحر الرائق و شامی میں ہے النظم له لان المرجع فيه الاطباء وقولهم ليس بحجة حتى لو تعين الحرام مدفعا للهلاك يحل



جلد ۲ ص ۸۴۰

جلد ۳ ج ۲۲۳

جلد ۱ ص ۷۶

جلد ۱ ص ۱۹۴



کالمیۃ والخمر عند الضرورة اور جو حکم مرد و عورت کے استعمال کا مذکور ہوا
وہی حکم لڑکے کے پہنانے کا ہے۔ قدوری، کنز الدقائق، تنویر الابصار، در المختار وغیرہ
اسفارفتہ میں موجود والنظم من الدر ومکنہ وکرہ الثباس الصبی ذہبا او
حریرا فان ما حرم لبسه وشربه محرم الباسہ واشربہ۔ شامی میں ہے لان
النص حرم لذهب والحریر علی ذکر الامۃ بلا قید البلوغ والحرۃ والامۃ
علی من البسہم لانا امرنا بحفظہم ذکرہ التمر تاشی ولا فرق بین الذہب
والحریر و بین الفضة فی الحرمة فتثبت۔ واللہ ورسولہ اعلم وعلیہما
اتحادکم حل جلالہ وعلی اللہ تعالیٰ عیدہ وسلم۔

حررہ الفقیر محمد نور اللہ کھنفی القادری النعمی نورہ الشربہ وقوہ علی کل غبی وغوی
۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۶۶ھ





وَنَجِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ
الْخَبَائِثَ۔

(الاعراف : ۱۵۷)

”رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پاک چیزیں حلال کرتے ہیں اور
ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں۔“

إِنَّ الدِّينَ يَسْرُّ وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ
الْأَغْلَبُ فَسَدِّدُوا - (بخاری)
”بے شک یہ دین آسان ہے اور جو بھی دین میں سختی سے
کام لے گا دین اس پر غالب آجائے گا اس لئے میانہ روی اختیار کرو“

مِثَقَات

الاستفتاء



بخدمت اقدس غوثی و غیاثی عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شیخ الحدیث محدث عرب و عجم مفتی اعظم پاکستان شمس العلماء و الفقہاء حضرت
مولانا الحاج فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب احسن تعلیم الاشرافی القادری مدظلہم العالی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ مزاج ہمایوں! بعد از دعائے درازی عمر بندہ ایک مسئلہ
کے ساتھ حاضر خدمت ہے۔

مسئلہ: موضع ساہو کا تحصیل بورلوالہ ضلع دہاڑی میں گٹا کی روح شیرہ کے
دو ڈرم بھرے ہوئے رکھے تھے، کھانڈ بنانے کے لئے ان ہر دو میں سے دو چوہے
مردہ برآمد ہوئے ہیں، اب اس شیرہ کا پاک کرنا مقصود ہے، وہاں ایک مولوی صاحب
ہیں وہ کہتے ہیں کہ گڑ بنا لو اور پھر کھانڈ بنا لو، بس پاک ہے لیکن وضاحت طلب امر ہے

کہ ایسے کس طرح پاک ہوں لہذا استدعا ہے کہ مختصر جواب سے نوازیں، آپ حضور کی مہربانی ہوگی۔
السائل: سید محمد عبدالغفار شاہ

مستعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر لوہڑو
خطیب موضع ساہو کا ضلع وہاڑی

۲۵-۳-۸۲



یوں پاک نہیں ہوگا بلکہ پاک کرنے کی یہ صورت ہے کہ پاک شیران ڈرموں میں
اور پایا جائے کہ وہ اور اوپر سے بہ جائیں تو پاک ہو جائیں، تھوڑا سا بہنا بھی کافی ہے اور ایک
صورت یہ ہے کہ ان ڈرموں کو ایک پرنا لے میں پٹا جائے جبکہ پاک شیرہ بھی پرنا لے میں
پٹا جائے یوں کہ پاک شیرہ بہنے کی صورت میں پلید شیرہ یوں پٹا جائے کہ پلید کا دھارہ
پاک بہتے ہوئے شیرہ کے اندر پڑے تو جمع شدہ سب شیرہ پاک ہو جائے گا کچھ بھی ضائع نہ ہوگا
مگر یہ احتیاط رہے کہ بہتے ہوئے پاک شیرہ میں سب پڑے، ایک قطرہ بھی الگ نہ پڑے
ورنہ سب پلید ہو جائے گا، شامی، فتاویٰ رضویہ وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیب الاعظم



وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ

صَوِّهُ الْفَقِيرُ الْوَالِدُ الْخَيْرُ مُحَمَّدُ نَوْرُ الدِّينِ الْغَنَمِيُّ غَفَرَ لَهُ

۲۸ رجمادے الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

۸۲ - ۳ - ۲۵

الاستفتاء

بنظر شرف اکاج حضرت فقیہ اعظم محدث بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
درخواست بمراد اجرائے فتاویٰ

جناب عالی! مودبانہ گزارش حسب ذیل ہے :

۱۔ یہ کہ سائل کا ملکیتی بیل مورخہ ۸۱۔۸۰۔۳ کو بقضائے الہی مرگیا اور اس کو وقت پر ذبح نہ کیا جاسکا بلکہ حرام ہو گیا۔

۲۔ یہ کہ بعد ازاں سائل نے اس حرام بیل کا خود چمڑا اتار کر فروخت کر دیا۔

۳۔ یہ کہ بعد ازاں مسے عبدالرشید و انس چیمین موضع دیارام نے تمام دیہہ میں اعلان کروادیا کہ ان کے ساتھ رباط اور لہین دین ختم کر کے قطع تعلقی کر دی جائے کیونکہ اس نے خلاف حکم شریعت حرام بیل کا چمڑا اتارا ہے۔

۴۔ یہ کہ ان حالات میں سائل اور گھر کے دیگر افراد کو سخت کوفت کا سامنا ہے لہذا بذریعہ درخواست استدعا کرتا ہوں کہ اس کے لئے احکام شریعت کیا ہے اور اب سائل کو

کیا کرنا چاہئے؟ نوازش ہوگی۔

المرقوم ۸۱-۸۰-۷۹

عرضے

فدوی محمد دین ولد جمیل ذات موجی ساکن موضع دیارم تحصیل دیپالپور
محمد دین ولد جمیل عالم علی ولد ولی محمد گواہ
منصب سلی ولد ظہور خاں گواہ جمال ولد سلطان گواہ



مردہ بیل کا چام اتارنا جائز ہے اور کچا یوں ہی فروخت کرنا جائز نہیں رنگ کے فروخت کیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردہ بکری کے پاس سے گزے تو فرمایا کہ اس کے مالک نے اس کے چام کھاتے نفع کیوں نہیں اٹھایا؟ بخاری شریف ج ۲ ص ۸۳۰ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بشاة میتة فقال هلا استعتم باہایا قالوا انہا میتة قال انما حرم اکلمہا۔ اور اس مضمون کی بکثرت صحیح حدیثیں صحاح ستہ وغیرہ میں ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قاعدہ بیان فرمایا کہ مردار کا گوشت یا پوست کھانا حرام ہے چام سے نفع اٹھانا حرام نہیں لہذا فقہاء کرام نے یہی فرمایا کہ کچا چام رنگنے سے پاک ہو جاتا

ہے، اس کی مشک لونا وغیرہ جائز ہے، اس کے جائے نماز پر نماز پڑھ سکتے ہیں فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۳ اہاب د ب غ د با غ ح ق ق ی ق ب ا ل ا د و ی ق ا ح ک م ی ق ب ا ل ت ت ر ی ب و ا ل ت ش م ی س و ا ل ا ل ق ا ع ف ی ا ل ر ی ع ف ق د ط ه ر و ج ا ز ت ا ل ص ل و ق ف ی و ا ل و ض و م ن ا ل ج ل د ا ل ا د م ی و ا ل خ ت ز ی ر ا و ر ی و ن ہ ی ت ن و ی ر ا ل ا ب ص ا ر و ا ل م خ ت ا ر فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۱۸۷-۱۸۸ میں یہی ہے۔ شامی میں بھی فرمایا افاد طہارۃ ظاہرۃ و باطنۃ لا ینالاق الاحادیث الصحیحۃ پھر فرمایا لکن اذا کان جلد حیوان میت ماکول اللحم لا یجوز اکلہ و ہوا الصحیح الخ اور یونہی فقہ کی سب کتابوں میں ہے، بیل بکری کا کوئی فرق نہیں تو اتارنا صحیح ہوا تو اس پر طعن و تشنیع یا بایکھاٹ کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اس سے توبہ کی جلتے اور میل جول کیا جائے ہاں کچے چام کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں تھا واپس کر کے رنگ کر کے فروخت کریں یا خود جوتی وغیرہ کسی کام میں لائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ حبیبہ و
الہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ العفیر الوب الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

نوٹ : درج ذیل فتوے کا استفتاء دستیاب نہیں ہو سکا۔

مرتب



عزیزی مولانا منظور احمد صاحب ربانی نوری سلمہ بہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ :

ماہ رمضان المبارک میں آپ کا خط آیا مگر اور بھی کافی ڈاک کا کام تھا لہذا جواب جلدی نہ دے سکا۔ یہ مسئلے فقہ حنفی کی بہت کتابوں میں ہیں کوئی کتاب ضرور خرید لو۔

۱۔ صبح طلوع ہونے کے بعد نفل مکروہ اور ناجائز ہیں صرف فجر کی سنتیں پڑھ سکتا ہے، تنویر الابصار در المختار شامی کے ج ۱ ص ۳۲۹ میں ہے (وکذا) الحکم من کراہۃ نفل (الی ان قال) (بعد) طلوع فجر سوغ سنت اور ج ۱ ص ۳۲۸ شامی میں ہے والکراہۃ هنا تحریمیۃ ایضا کما صرح فی الحلۃ۔

۲۔ چھتر بکرا ونبہ قربانی کے لئے سال بھر کی عمر کا ہو البتہ صرف ونبہ کا شش ماہہ بچہ بڑا موٹا تازہ جو سال بھر والوں میں مل جائے جائز ہے، باقی بکرا چھتر سال کے ہی ہو شامی ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے (قول من الضان) هو مال الیت منع قید بہ لانہ لای يجوز المجذع من المعز وغیرہ بلا خلاف



کشاف المبسوط یعنی چکی والا سال سے کم جائز ہے اور اس کے علاوہ بکرا وغیرہ بلا خلاف سال سے کم عمر جائز نہیں اور یونہی اور بھی کئی کتابوں میں ہے۔ ۳۔ حلال جانور ذبیحہ کا پھینکا جانے والا حلال ہے اور کپور سے ناجائز ہیں مکروہ تحریمی ہیں چنانچہ تنویر الابصار در المختار شامی ج ۵ ص ۶۵۲ و ۶۵۵ میں ہے عبارت طویل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ذبیحہ جانور کے سات حصے ناجائز اور مکروہ تحریمی ہیں اور باقی جائز ہیں، ان سات میں کپور سے ہیں اور پھینکا نہیں لہذا پھینکا جانور ہے اور دلیل میں حدیث شریف اور آیت قرآن کریم لکھی ہے۔

بہر حال یہ مسائل بڑے ہی واضح ہیں، باقی چک والوں کا نہ جاننا یہ کوئی دلیل نہیں، وہ بیچارے تو بہت سے مسائل نہیں جانتے، بے علموں کو پیار اور محبت سے سمجھایا کریں، ربانی عالم کا یہی طیرہ ہوتا ہے والتفصیل فی الفتاویٰ النوریۃ وغیرہا۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کتابیں عطا فرمائے اور مطالعہ اور مفہوم تک پہنچنے کی توفیق بخشے اور اپنے پاک گھر کا حج اور دریا پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ایمان و اخلاص اور قبول خاص سے عطا فرمائے۔ میرے لئے بھی دعا کرتے رہیں ہوائی جہاز سے حاضری کی درخواستیں دی ہوئی ہیں، شوال المکرم کے اخیر میں ہی انشاء اللہ تعالیٰ روانگی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ دین مبین کی صحیح خدمت اور محبت خاصہ عطا فرمائے اور استقامت والا بنائے۔ والسلام

دعا گو: حضور الفقیر الباقی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ دہلیہ بصیر پڑھ صلح ساہیوال

۲ شوال المکرم ۱۴۰۶-۹-۲۰

نوٹ: جب ملنے آئیں تو یہ فتوے ساتھ لائیں کہ فتاویٰ میں نقل ہو جائے۔ (مدہ غفرلہ)

الاستفاء

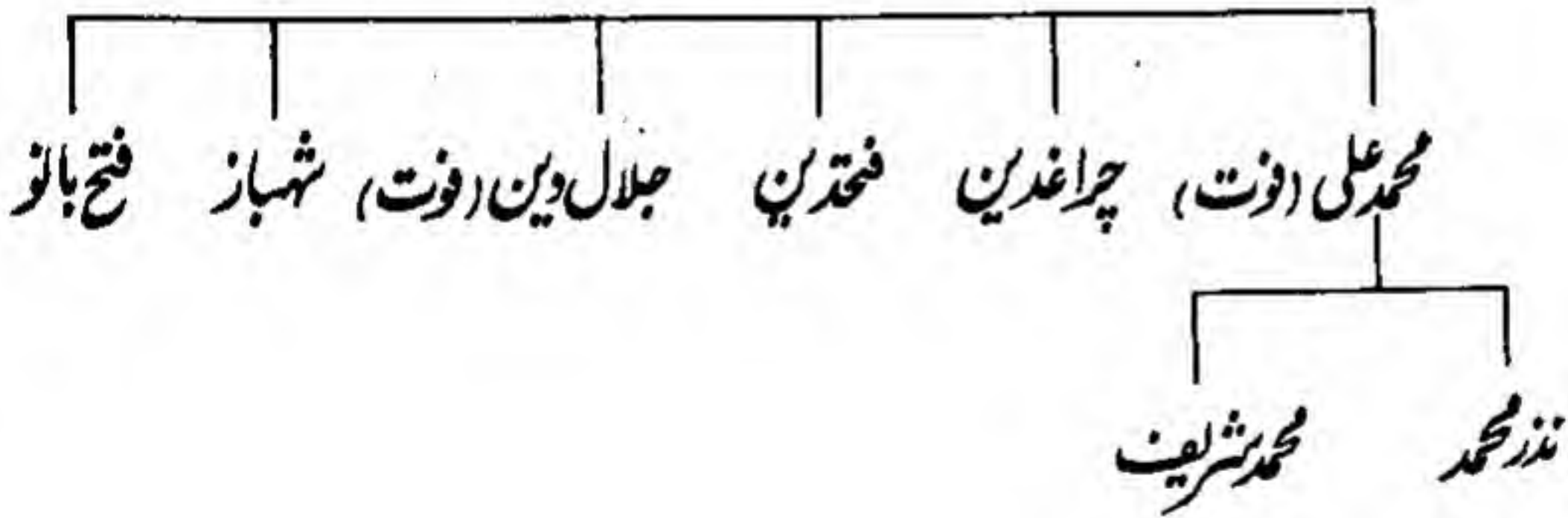
۷۸۶

قبلہ و محترم جناب مولانا ابو الخیر صاحب

السلام علیکم : مزاج شریف !

حاملِ رقعہ ہذا کا وراثت کا جھگڑا ہے، آپ کرم فرماتے ہوئے اس کو حصہ داران کا حصہ تحریر فرمادیں، بے حد نوازش ہوگی۔

سوجا



جناب عالی !

ان میں سے جلال دین فوت ہو گیا ہے جس کی وراثت باٹنی ہے۔ آپ ان تمام حصے بنا کر بھیج دیں، بے حد مہربانی ہوگی۔



سائل نے زبانی بیان کیا کہ سو جا کی ایک ہی بیوی سے تمام لڑکے اور لڑکی ہے
جلال دین کے وارث صرف تین بھائی ہیں اور ایک بہن فتح بانو مسئلہ سات سے ہے،
دو دوسرے بھائیوں کے اور بہن کا ہے ہکذا :

جلال دین مسئلہ و تصحیح از سات

چراغ دین فتح دین (بھائی) شہباز فتح بانو (بہن)
 $\frac{2}{5}$ $\frac{2}{5}$ $\frac{2}{5}$ $\frac{1}{5}$

اور محمد علی جو پہلے فوت ہوا، محروم ہے تو اس کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا کذا فی القرآن الکریم
والحدیث الشریف والسراجی وغیرہا من کتب الفقہ الحنفی۔
واللہ اعلم وصلى الله على حبيبنا وواله وصحبهم وسلم۔

صرہ الفقیر ابو بخیر محمد نور السرایمی غفرلہ بیہ
از بصیر لور ضلع اوکاڑہ
۹ جمادی الاولیٰ

۸۳ - ۲ - ۲۳



درج ذیل مسئلہ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی پرانی ڈائری کے ایک ورق میں
مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ / ۶ فروری ۱۹۴۶ء کی تاریخ ہے، پر بصورتِ مسودہ
تحریر ہے۔ یہ استفتاء فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخہ میں درج نہیں ہے۔ (مرب)

الاستفتاء

اشجارِ عظیمہ جو عموماً قبرستانوں میں ہوا کرتے ہیں جو بعد از وقف اراضی پیدا ہوں اور
کوئی خاص لگانے والا معلوم نہ ہو تو ایسے درختوں کو مدارس اہل سنت و اجماعت استعمال کر سکتے ہیں؟



حسب تصریحات مشائخ عظام احناف ایسے درخت وقف مطلق کا حکم رکھتے ہیں،
فتاویٰ فاضل خان ص ۲۴۲، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۲۹، بحر الرائق ج ۵ ص ۲۵۴ میں ہے والنظم
من متقارب جدا و یكون فی الحکم کانها وقف۔ کانہا سے
واضح ہوتا ہے کہ حقیقتہً وقف اور نکارت کلمہ وقف سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص وقف المقبرہ
کے حکم میں بھی نہیں بلکہ بلا قید اور عام وقف کے حکم میں ہے ورنہ حسب القواعد الوقف معروف باللام
تو قاضی حسب صوابدید مصارف خیر و وقف میں سے جہاں چاہے لگا سکتا ہے، کتب مذکور میں
اور فتاویٰ عالمگیری کے ج ۲ ص ۳۵۱ میں واقعات حسامیہ سے ہے الحکم فی ذلک الی القاضی۔
نوٹ: یہ فتویٰ یہاں تک مستیاب (مرب)

سہ ماہی فتح القدیر اور بحر الرائق کے طرز بیان سے اور نمایاں ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں و تفرق المقبرۃ ۱۲ من فغر

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع مستین اندریں سند کہ قرآن مجید کو حاضر و نظر سمجھ کر کلمہ پڑھو کہ صوبہ ماچھی کو چک سے نکالنا ہے۔ تمام مسلمانوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مجلس کو درخواست کیا اور صوبہ ماچھی کو جواب دے دیا کہ تم چک سے نکل جاؤ، کچھ دنوں کے بعد صوبہ ماچھی نے مذکورہ آدمیوں سے معافی مانگ لی اور انہوں نے اسے معافی دے دی۔ کیا کلمہ طیبہ پڑھنے سے کوئی کفارہ عائد ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ بینوا و توجروا۔



صدق دل سے کلمہ شریف پڑھنا گناہوں کو بلکہ کفر کو بھی مٹا دیتا ہے تو صرف کلمہ شریف پڑھنے پر کفارہ کس طرح عائد ہو؟ ہاں اگر کلمہ شریف قسم کی نیت سے پڑھے اور پھر اس قسم کا خلاف کرے تو اس صورت میں خلاف ورزی کے سبب کفارہ پڑے گا اور اگر قسم کی نیت نہیں تھی بلکہ مجلس میں صوبہ ماچھی کو نکالنے کا فیصلہ ہو گیا اور مجلس درخواست ہونے کے وقت تمام مسلمان ثواب کے لئے کلمہ شریف پڑھ کر اٹھے تو پھر کفارہ نہیں پڑ سکتا کہ مسلمان ثواب کے لئے ہمیشہ کلمہ شریف پڑھا ہی کرتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا نام مسلمان ہمیشہ لیا کرتے ہیں مگر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا قسم نہیں بنتا بلکہ جب قسم کا ارادہ ہو اور کوئی قسم کا حرف یا اسم مذکور یا مقدر ہو تو قسم بنتا ہے

اور یہ سوال بھی صحیح نہیں ہے، اس کی دوسری سطر کا کوئی واضح معنی نہیں۔ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ لفظ کس طرح اور کس وقت بولے گئے اور کس نے بولے؟ لہذا خوب غور کر لیں، اگر مسلمانوں نے صوبہ ماچھی کے نکالنے پر قسم اٹھانے کے لئے کلمہ شریف پڑھا ہے تو کفارہ پڑیگا کہ جب صوبہ ماچھی کو نہیں نکالا تو قسم ٹوٹ گئی اور صرف ثواب کے لئے کلمہ شریف پڑھنے پر ہرگز ہرگز کفارہ نہیں پڑتا، کفارہ تو گناہ پر پڑتا ہے اور قسم توڑنا بھی گناہ ہے مگر کارِ خیر اور ثواب پر کفارہ نہیں پڑتا۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۸۲ میں ہے ولو قال لا اله الا الله
لا فعلن کذا فليس بيمين الا ان ينوي يميناً اور شامی ج ۳ ص ۸۰
میں ہے لا اله الا الله فعل کذا ليس بيمين الا ان ينوي قرآن
کریم پ ۱۲ ع ۱ میں ہے وَلَٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ اور پ
کے ۲ میں ہے وَلَٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ۔
والله تعالى اعلم و صلى الله على حبيب و آلہ
و اصحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر البواخی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

از مولانا مولانا
۱۸ سوال و جواب

جناب مولانا مولوی نور اللہ صاحب دَامَ عَنایتکم



السلام علیکم :

گزارش ہے کہ اگر مرہق یا نابالغ لڑکا گلے یا بھینس دودھ دینے والی سے
فعل بد کرے تو کیا دودھ نوش کرے یا نہ کرے یا باقی رکھیں یا نہ رکھیں یا ذبح کر کے دفن کر دیں
برائے مہربانی بمعہ حوالہ اور تحقیقات سے اس کے پیچھے جواب لکھ دیں تاکہ تسلی
ہو جائے عام کو۔

احقر محمد خضر بختلم خود از لولہ ریوالہ

۸ اشوال ۱۳۵۹ھ



اولاً تحقیق کرنا ضروری ہے کہ یہ فعل شنیع شہادتِ عادلین سے شرعی طور پر
ثابت ہے یا نہیں عموماً عوام محض شبہ یا نیم روایت ہی سے کہہ دیا کرتے ہیں اور خبر واحد
پر ہی معتمد ہو جایا کرتے ہیں اور جب یہ فعل شنیع حق الثبوت ثابت ہو جائے تو حکم یہ
کہ حیوان مفعول بہ اس فعل بد کی وجہ سے حرام نہیں ہوتا، اس کے منافع بدستور سابق
رہتے ہیں کہ حلت منافع کا ثبوت قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہے ارشاد ہوتا،
تَسْقِیْکُمْ مِمَّا فِی بُطُونِہَا وَلَکُمْ فِیْہَا مَنَافِعُ کَثِیْرَةٌ وَمِنْہَا تَأْكُلُوْنَ۔
تو جب تک حرمت منافع نص صریح مخصوص یا ناسخ سے ثابت نہ ہو، قائل حرمت نہیں ہو سکتے
تو منافع حلال بلا شک و شبہ حلال و جائز الاستعمال ہیں اور وہ حدیث حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما جو سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں ہے جس میں فاقتلوہ و اقتلوا البہیمۃ
وارد ہے۔

اولاً ترمذی علیہ الرحمہ نے اس سے پچھلی حدیث کو ہذا اصح من
الحديث الاول والعمل علی ہذا عند اهل العلم الخ فرمایا ہے اور
ابو داؤد نے بھی اس کی تضعیف کی ہے تو اس سے علت ثابتہ بالقرآن کی تخصیص یا نسخ
نہیں ہو سکتی۔

ثانیاً اقتلوا البہیمۃ سے تحریم بہیمہ سمجھنا نہایت ہی بعید ہے کمالا یخفی
علی اولی النہی البتہ ہمارے ائمہ کرام اور فقہاء عظام کے نزدیک اس کا فوج مستحسن و مندوب
نہ واجب اور وہ بھی صرف اس لئے کہ اگر اس کو ذبح نہ کیا جائے تو جب تک لوگ اس جانور کو
دیکھیں گے اس عیب کو بیان کریں گے، اس میں فاعل کو بار بار شرمندگی اٹھانی پڑے گی، ذبح
کرنے سے عنقریب بند ہو جائے گی۔ ہدایہ، عینی علی الکنز، بحر الرائق وغیرہ میں ہے، والنظم
من البحر والذی یروی انہا تذبح وتحرق فذلك لقطع
التحدث بـ و لیس بواجب اور احراق و ابہ غیر ماکول ہو تو ہے ورنہ کھایا جائے۔
فتح القدیر، کفایہ، عینی علی الکنز، بحر الرائق وغیرہ میں ہے والنظم من الاول واذا
ذبحت وہی مما لا توکل ضمن (الی ان قال) وان کانت مما توکل



۲۵۷ ص ۲۵۷

۱۸۷ ص ۱۸۷

۱۷۵ ص ۱۷۵

۱۷۵ ص ۱۷۵

۲۵۷ ص ۲۵۷

(ترجمہ)



اکلت وضمن عند ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ اور فاعل کو تعزیراً زد و کوب
کیا جائے گا؟ اندہ ایسے فعل شنیع کے نزدیک نہ آئے صرح بالتعزیر فقہ ہائے العظام
علیہم الرحمۃ والرضوان ہذا ما عندی من العلم،
واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ
علی حبیبنا و آلہ وصحبہ واتباعہ وحبیبہ اجمعین۔

مرکز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۱۸ شوال المکرم ۱۴۵۹ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس استاذ العلماء و بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

بابت جاری فرمائے فتاویٰ

قبلہ و کعبہ! حسب ذیل معروض یہ کہ فتاویٰ جاری فرمانے کے لئے عرض کرتا ہوں:

۱۔ یہ کہ سائل موضع م. د. تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال کارہائشی ہے۔

۲۔ یہ کہ مورخہ ۲۰۸۰/۲۳-۲۰۸۰/۲۴ کو سائل کے حقیقی بھائی مسے جہانگیر ولد اسماعیل جو کہ

زبان سے گونگا ہے، وہ شب کے وقت کیا دیکھتا ہے کہ مسے امیر حمزہ سائل کی

بجٹی بھینس سے بدکاری کا مرتکب ہو رہا ہے۔



- ۳۔ یہ کہ مسے جہانگیر گونگا مذکور نے اشارے سے مجھے اطلاع دی۔
- ۴۔ یہ کہ بعد ازاں سائل کے حقیقی چچا نے اس سے دریافت کیا تو اس نے صفا انکار کر دیا اور کہا کہ گونگا مذکور محض جھوٹ بولتا ہے۔
- ۵۔ یہ کہ ازاں بعد مسے امیر حمزہ چاہ سے بھاگ کر اپنی والدہ کے پاس آیا اور اس نے والدہ سے کہا کہ یہ مجھ پر ناجائز تہمت لگائی جا رہی ہے، میں اس میں بے گناہ ہوں۔
- لہذا دست بستہ معروض ہوں کہ مندرجہ امور کی نسبت فتوے جاری فرما کر شکور فرمایا جاوے، نوازش ہوگی۔

المرقوم مورخہ ۲۳ ماہ فروری ۱۹۸۰ء
خادم: محمد امیر ولد اسماعیل ذات وٹومانیکا ساکن موضع م. ۹ تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال



بھینس بلاشبہ حلال ہے کیونکہ شرعاً دو گواہ ضروری ہیں کما فی الہدایۃ ج ۳ ص ۱۵۲ وغیرہا اور پھر ایک جو ہے وہ بھی گونگا ہے اور گونگا کی شہادۃ جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۲۰۸ میں ہے لا تجوز شہادۃ الآخرین عند علمائنا کذا فی الذخیرۃ اور در المختار میں ہے وافاد عدم قبول الآخرین مطلقاً بالاولیٰ اور شامی ج ۴ ص ۵۲۵ میں ہے ونقل عن المبسوط انہ باجماع الفقہاء۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب الاعظم
واله واصحابه وبارك وسلم۔

عزہ الفقیر البرا کیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۴ - ۲ - ۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیاں شرع متین اندر میں مسئلہ کہ زید کے نکاح میں
سلمیٰ تھی جو قصائے الہی سے فوت ہو چکی ہے تو کیا زید سلمیٰ کی بہن یا بھتیجی یا بھانجی کے ساتھ نکاح
کر سکتا ہے؟

بعض مولوی صاحبان یہ فرماتے ہیں کہ بعد از انقضائے عدت نکاح کر سکتا ہے۔
اور پہلے جائز نہیں کہ جمع بین الاختین حرام ہے بینوا تو جروا



بلا شک و شبہ یہ نکاح کر سکتا ہے۔ فادائی مالگیر صفحہ ۷ جلد ۲ خلاصۃ الفادائی

صفحہ ۷ جلد ۲۔ بحر الرائق صفحہ ۱۰۲ جلد ۳۔ شامی صفحہ ۲۹۰ جلد ۲ میں خلاصہ اور مبسوط صدر الاسلام محیط شری



بحر الرائق۔ تاتارخانیہ وغیرہ مکتب معتمدہ سے ہے۔

والنظم له فرع مانت امرات له التزوج باختها بعد يوم من موتها كما في الخلاصة عن الاصل وكذا في المبسوط لصدر الاسلام والمحيط للشيخ والبحر والتاتارخانية وغيرها من الكتب المعتمدة۔

باقی رہا مولوی صاحب کا فتویٰ کہ انقضائے عدت سے پہلے نکاح نہیں کر سکتا تو وہ محض غلط فہمی اور مسائل شرعیہ سے بے خبری کی دلیل ہے کہ حرام جمع بین الاختین و ما فی معناہما ہے اور جمع نکاح یا ملک یا عداۃ المرأة کی شکل میں ہے کہ جمع بین المحارم انہیں صورتوں میں متصور ہے۔ اور متوفیہ پر عدت نہیں کہ اس کا نکاح ثانی متصور ہی نہیں تو انقضائے کس چیز کا ہو گا جس کے بعد نکاح کیا جائے۔ اور نہ ہا مرد کو عدت نہیں پڑتی بلکہ عدت عورت کا حکم ہے کہ مرد پر انتظار و عدت لازم ہو فتح القدیر صفحہ ۱۳۵ جلد ۲ شامی صفحہ ۸۲۳ جلد ۲ میں ہے۔

حرمة تزوجہ باختها لا یكون من العدة بل هو حکم عدتها لهذا کتب مذہب میں مصرح کہ حدم تزوج اخت معتدت۔
والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدده اتم واحکم و صلواتہ
تعالیٰ علی حبیبہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر البواخیر محمد نور الشانعی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے۔ زید کی کنواری لڑکی کو زنا



کا محل ہو گیا ہے۔ اس کا نکاح پڑھانا درست ہے یا نہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نکاح جائز نہیں۔ ازراہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرمادیں۔

(نوٹ) میں نے ماہنامہ رسالہ آستانہ دہلی جاری کر رکھا ہے۔ یہی مسئلہ ماہنامہ مارتح جولائی۔ اگست ۱۹۵۶ء میں حضرت الحاج مولانا زاہد القادری صاحب دہلی نے باب الاستفسار میں جواب دیا ہے: اگر محل اسی شخص کا ہے جس سے کہ نکاح پڑھانا چاہتے ہیں تو وہ صحبت بھی کر سکتا ہے۔ اگر دوسرے سے کرنا چاہتے ہو تو نکاح جائز ہے مگر بچہ پیدا ہونے تک قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ازراہ کرم کوئی معتبر کتاب کا حوالہ مطلع فرمادیں کرم نوازی ہوگی۔

خیر اندیش عبد الباقی خاں چک نمبر ۱۲۶ ایس۔ پی
تحصیل پاک پتن ضلع منٹگمری



حمل زنا غیر ثابت النسب مانع نکاح نہیں قال اللہ تعالیٰ واصل لکم ما وراہ
ذکم ہدایہ اولین صفحہ ۲۹۲ فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۲ جلد ۲ در المختار۔ رد المحتار صفحہ ۴۰۱ جلد ۲ میں ہے۔
والنظم من الدروع نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ای الزنا الثبوت نسبہ۔

پھر زانی ہی سے نکاح ہو تو قربت بھی کر سکتا ہے۔ ورنہ قربت و بوس و کنار وغیرہ دوائی قربت
تا وضع حمل حرام ہے۔ کما فی الدر وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ آم و حکم و صلی اللہ تعالیٰ علی

جیہ داکہ دماہ دبارک وسلم۔

عزہ الغیر البوالخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۲ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ



مکتوب

چند ایام گزرے کراچی سے حضرت مولانا قاری رضا المصطفیٰ صاحب اعظمی
خطیب نیو مین مسجد کراچی کا گرامی نامہ آیا کہ بہارِ شریعت مطبوعہ لاہور میں کافی اغلاط ہیں اور
وہ اپنے اہتمام سے طبع کرنا چاہتے ہیں اور میرے متعلق لکھا کہ سنا ہے کہ بعض مقامات
پر اعتراضات کتے ہیں تو وہ کیا ہیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ تحدی کی حد تک مندرجات ہوں
کسی کو کسی مسئلہ پر اعتراض کا موقع نہ مل سکے تو جواباً معروض کہ تحدی کی حد تک
والی بات تو میں کیا عرض کروں کہ صحت کا اہتمام تو نہایت مبارک ہے مگر تحدی والی بات
مخدوش ہے کیونکہ عالیجناب حضرت قبلہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے درالمختار اور رد المحتار
پر بڑا اعتماد فرمایا ہے اور درالمختار کے اوائل میں مولف علیہ الرحمہ نے خود فرمایا دیبا
اللہ العصمت لکتاب غیر کتابہ اور رد المحتار ج ۱ ص ۲۵، ۲۶ میں اس کی
شرح میں فرمایا و اھذا اعتذار منہ عن اللہ تعالیٰ ان ھذا



الکتاب وان کان مشتملاً علی ما حدره المتأخرون و علی
التحقیقات المذكورة لکن غیر معصوم ای غیر ممنوع من
وقوع الخطأ والسهو فیہ فان الله تعالى لم یرض او لم یقدر
العصمة لکتاب غیر کتاب العزیز الذی قال فیہ لا یأتی
الباطل من بین یدیه ولا من خلفه فغیرہ من الکتاب قد
یقع فیہ الخطأ والزلل لانہما من تألیف البشر والخطأ
الزلل من شعارہم الخ وقد قال الله تعالى ولو کان من عند غیر
الله لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔

یہن نصیحتہ تعالیٰ عرض کیا ہے، باقی بہارِ شریعت پر اعتراضات تو میری کیا
جرات کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی وہ مقبول تألیف مبارکہ جو تقریظِ مجددِ دین و ملت
رضی اللہ عنہ سے آراستہ ہو! حضرت میں ایک کم علم طالب علم ہوں، ایسی کوئی بات نہیں
البتہ بعض مسائل کے متعلق اتفاقیہ کوئی بات ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے، عرض کئے دیا ہوں
خود غور فرمائیں !

۱۔ باب الجمعہ کے اداغز میں ہے کہ حجامت بنوانا اور ناخن ترشوانا جمعہ کے بعد افضل
ہے تو اس پر عرض ہے کہ یہ صاحب در المختار کے اتباع میں فرمایا جو قبل باب
العیدین فرمایا الا فضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدھا
علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اس کی شرح میں فرمایا ج ۱ ص ۷۲، (قوله الا فضل الخ
فی التارخانیۃ ویکرہ تقليم الاظفار وقص الشارب فی
یوم الجمعة قبل الصلوة لما فیہ من معنی الحج وذلک
قبل الفراغ من الحج غیر مشروع۔

اس پر حاشیہ شامی پر فقیر نے لکھا ہے اقول بتوفیق المملک
العلام ہذا لیس بشیئ والا فیکرہ الاغتسال المزیل للابس
والتطیب ولبس المخیط والجماع وستر الرأس بالعمامة
والقلنسوة وغیر ذلک مما هو منون بلا ریب او مستحب وقد
قال فی البدائع ج ۱ ص ۲۷۰ فی دلیل الاغتسال یتحب ان
یکون المقیم لها علی احسن وصف وذا من احسن وصف
بلا شک وقد قال الشامی فی ج ۵ ص ۳۵۷۔

اور المختار کے قول وكونه بعد الصلوة افضل کی شرح میں فرمایا ای
لتنال بركة الصلوة وهو مخالف لما ذكره قسربا في الحديث
اقول وقد جاء في حديث البخاري في باب الدهن للجمعة مرفوعا
ويتطهر ما استطاع من طهر وقد قال العيني في شرحه ج ۶ ص ۱۷۵
والمراد به التنظيف باخذ الشارب وقص الظفر وحلق العانة
وقد ذكر الشراح القسطلاني والكرماني وابن حجر وشيخ الاسلام
وجده الشيخ نور الحق وقد ذكره الشيخ المحقق عليه الرحمة
في اشعة السمعات ج ۱ ص ۵۷۹ في اول باب التنظيف هذه الاشياء
من التنظيف ثم قال اي هم برز جمعة سنت است اي القبلية فان الباب
فيها وقد قال في المرقاة ج ۳ ص ۲۲۹ قال المظهر ادا بالطهر
قص الشارب وقلم الاظفار وحلق العانة ونتف الابط۔

۲۔ بھیڑ کے شش ماہہ بچے کی قربانی کا جواز بحوالہ در المختار مذکور ہے حالانکہ در المختار میں بھیڑ
کی تصریح نہیں اور شامی علیہ الرحمہ نے شرح میں فرمایا ج ۵ ص ۲۸۱ (قوله من



الضمان، هو مال الیہ منح، قید بـ لانی لا یجوز من المعز
وغیرہ بلا خلاف کما فی المبسوط اور یونہی طحاوی علی الدر ج ۲
ص ۱۶۲ میں اور شرح الوقایہ ج ۲ ص ۳۳۸ میں ہے۔

۳۔ اگر عشاء تنہا پڑھی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے یہ در المختار اور رد المحتار سے
ہے جس کا ماخذ جامع الرموز ہے حالانکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے واسرکعوا مع التکعین بملوک
ہے اس میں عام نمازیوں کی جماعت وتر بھی شامل ہے تو حکم دار کو اجازت ہوگا شامی نے اس طرف
اشارہ کیا اور طحاوی نے تشریح کر دی۔ باقی مجھے بلا استقصا کسی ایک حصہ کو بھی دیکھنے کا اتفاق
نہیں بنا کہ میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں۔ اب بھی آپ کے دلائل کا جواب بڑی دیر سے
اسی عدیم الفرستی کی بنا پر دے کر ہوں والعذر عند کرام الناس مقبول والسلام مع الاکرام

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشدائعی غفرلہ

۹۰۵۰۸۰





فہرست آیات مبارکہ

نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورت	صفحہ
۱	قَدْ جَاءَ كُفْرًا اللَّهُ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔	المائدہ ۱۵	۷۴
۲	قَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔	المومن ۶۱	۸۲
۳	أُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا۔	البقرہ ۱۸۶	۲۵۲، ۸۲
۴	وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔	الانبیاء ۱۰۷	۲۵۹، ۲۳۲، ۸۳
۵	فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ۔	الشوریٰ ۲۵	۸۴
۶	وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ		
	عَلَيْكَ عَظِيمًا۔	النساء ۱۱۳	۲۳۱، ۸۶
۷	وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ		
	يَجْتَبِي مَن رَّسُولًا مِّنْ يَّشَاءُ۔	ال عمران ۱۷۹	۸۶
۸	عَالِمِ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا أَمْرًا		
	مِّنْ رَّسُولٍ۔	الجن ۲۶	۸۶
۹	وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔	التکویر ۲۲	۲۳۱، ۸۸، ۸۷



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورت	صفحہ
۱۰	وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السِّنُّكُمْ الْكُذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا۔ (الایۃ)	النحل ۱۱۶	۸۷
۱۱	مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔	ایضاً ۱۱۷	۸۷
۱۲	إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔	الکوثر ۱	۸۹
۱۳	إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ۔	المزمل ۱۵	۸۹
۱۴	مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔	الفتر ۲۹	۸۹
۱۵	نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا۔	البقرہ ۱۳۳	۹۰
۱۶	وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ۔	ایضاً ۲۳۱	۹۲
۱۷	أُولَٰئِكَ هُم شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔	البینۃ ۶	۹۲
۱۸	إِنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ۔	الحجرات ۲۵	۹۴
۱۹	وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّعِينٌ	الرعدہ ۲۷	۹۸
۲۰	مَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ۔	ق ۲۹	۹۸
۲۱	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ..... (الایۃ)۔	البقرہ ۱۷۱	۹۹
۲۲	خُلِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ۔	البقرہ ۱۷۲	۹۹
۲۳	أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُمَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ	ال عمران ۷۷	۹۹
۲۴	خُلِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ..... (الایۃ)۔	۷۸	۹۹



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۲۵	وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ..... الآية	النحل ۵۵	۱۰۰
۲۶	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كَلَّمًا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بِذَلَّتْ لَهُمُ الْآيَةُ.	النساء ۵۶	۱۰۱
۲۷	وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا الْآيَةَ	السجدة ۲۷	۱۰۲
۲۸	فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ شِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ الْآيَةُ	الحج ۱۹	۱۰۳
۲۹	يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ	الحج ۲۰	۱۰۴
۳۰	وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِّنْ حَدِيدٍ	الحج ۲۱	۱۰۴
۳۱	كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ تَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَيْرِ أُعِيدُوا فِيهَا.	الحج ۲۲	۱۰۴
۳۲	يُرِيدُونَ أَنْ تَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِشَاقِقِينَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ	المائدہ ۳۲	۹۸، ۱۰۴
۳۳	هَلْ تُجْزَوْنَ الْآيَةَ	یونس ۵۲	۱۰۸
۳۴	مَنْ أَعْرَضَ عَنْهَا فَاِنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَذَرًا	طہ ۵۳	۱۰۹
۳۵	خُلْدٍ فِي سَاءَ لَهْمٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حِمْلًا	طہ ۵۴	۱۰۹
۳۶	وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لَخَزَنَةٌ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ	المومن ۵۹	۱۱۰



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۳۷	إِنَّ السُّجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ۔	الزخرف ۴۴	۱۱۱
۳۸	لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ۔	۴۵	۱۱۱
۳۹	وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ۔	۴۶	۱۱۱
۴۰	وَنَادُوا بِمَلِكٍ لِّيَقْضِيَ عَلَيْهِمْ نَارُكَ قَالَ		
	إِنِّكُمْ مَّا كُتُبُونَ۔	۴۷	۱۱۱
۴۱	وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَاطْرُكٌ	۴۸	۱۱۱
۴۲	وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ فِيهَا نَارَ رَبِّنَا أَخْرِجْنَا		
	نَعْمَلْ صَالِحًا۔	۴۹	۱۱۱
۴۳	فَادْعُوا وَمَادُّعُوا الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ۔	المومن ۵۰	۱۱۳
۴۴	إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا۔	فرقان ۵۱	۱۱۳
۴۵	سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجْرُ عَنَّا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِصِينَ	انبیاء ۵۲	۱۱۳
۴۶	وَلَا تَقِفْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ الْاِیۡۤهَ	الاسراء ۵۳	۱۲۳
۴۷	إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِشْمٌ۔	الحجرات ۵۴	۱۲۳
۴۸	مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ		
	أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ الْخ	النساء ۵۵	۱۲۹
۴۹	وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ		
	الصَّادِقُونَ الْخ	الحديد ۵۶	۱۲۹
۵۰	لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ	الانبیاء ۵۷	۱۳۱



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۵۱	وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔	الشعراء ۲۱۳	۱۳۲
۵۲	وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ الْحَقْنَا الْآيَةَ	الطور ۲۱۳	۱۳۲
۵۳	وَاذْنَعِبْنَا لَكَ فِي ذُرِّيَّتِكَ لَعْنَتُنَا وَلَعْنَةُ سُوءِ الْعَذَابِ الْآيَةَ	البقرة ۲۱۳	۱۳۲
۵۴	يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔	الفجر ۲۱۳	۱۳۲
۵۵	ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔	۲۱۳	۱۳۲
۵۶	فَادْخُلِي فِي عِبَادِي۔ وَأَدْخُلِي جَنَّتِي۔	۲۱۳	۱۳۲
۵۷	فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ۔	الواقعة ۲۱۳	۱۳۲
۵۸	فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةٌ نَّعِيمٌ۔	۲۱۳	۱۳۲
۶۰	كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الذُّبُرِ۔	القمر ۵۲	۱۴۵
۶۱	إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ الْخ	الاحزاب ۵۴	۱۴۵
۶۲	لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ الْخ	المجادلة ۲۲	۱۴۵
۶۳	لَا هُمْ يَحِلُّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُمْ الْخ	المتحة ۲۲	۱۴۴
۶۴	مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ۔	طہ ۱۳۳	۱۴۴
۶۵	مَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ۔	النجم ۳۱	۱۴۴
۶۶	يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً۔	البینۃ ۲	۱۴۴
۶۷	جَاعِلُ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ۔	الفاطر ۱	۱۵۲



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۶۸	وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا۔	بنی اسرائیل ۳۳	۱۶۴
۶۹	وَالْمَدَيَّرَاتِ امْرَأًا۔	النارعا ۵	۱۶۰
۷۰	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔	البقرہ ۲۵۳	۱۶۰
۷۱	لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ۔	الحديد ۲۵	۱۶۰
۷۲	يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى		
	ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ الْخ	الصف ۱۲	۲۴۶' ۱۶۰
۷۳	فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ۔	الاحزاب ۱۵۴	۲۴۳' ۲۰۲' ۱۶۰
۷۴	وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔	البقرہ ۲۵۳	۱۶۰
۷۵	وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى۔	الانفال ۱۷	۲۴۸' ۲۵۵' ۱۶۰
۷۶	أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔	النساء ۵۹	۱۸۳
۷۷	إِشْبَعُ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔	لقمان ۱۵	۱۸۳
۷۸	ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَالَةُ أَيْنَمَا تُقِفُوا الْخ	بقرة آل عمران ۱۱۶	۱۹۲
۷۹	كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ الْآيَةُ	مائدہ ۶۲	۱۹۵
۸۰	وَإِنْ عُدَّتُمْ عِدَّةَنَا۔	بنی اسرائیل ۳۳	۱۹۵
۸۱	لَنْ يَضُرَّكُمْ كُفْرًا أَدَّىءٌ وَإِنْ بَقَايَتُوكُمْ يُؤَلُّوكم الْخ	آل عمران ۱۷۷	۱۹۶
۸۲	وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔	" ۳۳	۱۹۶
۸۳	وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرَّكُمْ كَيْدُكُمْ شَيْئًا	آل عمران ۱۲۰	۱۹۶
۸۴	وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَسَافَهَوْا الْخ	الانفال ۲۶	۱۹۶



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۸۵	حَتَّىٰ إِذَا فُشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمُ الْخ	ال عمران ۱۵۲	۱۹۷
۸۶	وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ -	" ۱۵۳	۱۹۸
۸۷	إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ	الاحزاب ۷۲	۲۰۰
۸۸	وَعَزَّزْنَاهُ وَتَوَقَّرُوهُ وَنَجَّيْنَاهُ بِكُرَّةٍ وَأَصِيلًا -	الفتح ۹	۲۰۰
۸۹	وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ	" ۱۵۴	۲۰۱
۹۰	وَمَنْ يَطْعَمْهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَدْخُلْهُ جَنَّاتٍ -	النساء ۱۳	۲۰۲
۹۱	سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا الْآيَةِ	بنی اسرائیل ۷۱	۲۰۴
۹۲	الْحَمْدُ	البقرة ۷۱	۲۰۴
۹۳	رَبِّ آيَاتِي كَيْفَ تَخَيَّرَ الْمَوْتَى -	" ۲۶۱	۲۱۳
۹۴	هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو		
۹۵	عَلَيْهِمُ الْآيَاتِ الْخ	الجمعة ۲۱	۲۲۲
۹۵	وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ الْخ	" ۲۱	۲۲۲
۹۶	ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ		
۹۶	الْعَظِيمِ -	" ۲۱	۲۲۲
۹۷	رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ		
۹۸	الْآيَاتِ الْخ	البقرة ۱۲۹	۲۲۳
۹۸	كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ الْخ	البقرة ۱۵۱	۲۲۴
۹۹	لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا	ال عمران ۱۵۳	۲۲۴



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۰۰	شُحْرَانِ عَلَيْنَا بَيَانٌ -	القلیلة ۱۹	۲۲۴
۱۰۱	إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ		
	النَّاسِ بِمَا آرَأَكَ اللَّهُ.	النساء ۱۵	۲۲۵
۱۰۲	وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ		
	إِلَيْهِمْ -	النحل ۱۱۲	۲۲۵
۱۰۳	وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ		
	دُونِ اللَّهِ الْخ	یونس ۳۴	۲۲۵
۱۰۴	مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي		
	بَيْنَ يَدَيْهِ الْخ	یوسف ۱۱۱	۲۲۶
۱۰۵	وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ الْخ	النحل ۸۹	۲۲۶
۱۰۶	إِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ -	الأنعام ۱۱۵	۲۳۰
۱۰۷	فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ -	النحل ۶۳	۲۳۰
۱۰۸	لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ		
	مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ		
	رَحِيمٌ -	التوبة ۱۲۸	۲۳۱
۱۰۹	وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ -	الشورى ۵۲	۲۳۲
۱۱۰	صِرَاطَ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي		
	الْأَرْضِ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ -	الشورى ۵۳	۲۳۲



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۱۱	لَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔	الفاتحہ ۵	۲۳۲
۱۱۲	صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔	۶	۲۳۳، ۲۳۳
۱۱۳	غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔	۷	۲۳۳
۱۱۴	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا		
	وَنَذِيرًا۔	الاحزاب ۲۹	۲۳۳، ۲۵۶
۱۱۵	وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔	۳۰	۲۳۳
۱۱۶	وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَن لَّهُمْ قَدْ خَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ لَدُنْهِ	۳۱	۲۳۳
۱۱۷	لَا تُبِيعُ مَا أُوتِيَ مِنَكَ مِنْ تَرْتِيبٍ۔	الانعام ۱۱۶	۲۳۶
۱۱۸	هَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا		
	لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ۔	۱۱۷	۲۳۷
۱۱۹	لَا تُبِيعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ تَرْتِيبٍ۔	الاعراف ۳	۲۳۸
۱۲۰	إِنْ أَتَيْتُمْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَىٰ۔	الانعام ۱۱۷	۲۳۸
۱۲۱	قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔	الاعراف ۱۵۸	۲۳۸، ۲۴۴
۱۲۲	قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ	الاعراف ۳۱	۲۳۹، ۲۴۰
۱۲۳	وَيُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔		
۱۲۴	فَلَنُؤْتِيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔	البقرة ۱۴۴	۲۴۱
۱۲۵	وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔	الضحىٰ ۵	۲۴۲
۱۲۶	وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ۔	النور ۲۴	۲۴۲



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۲۶	الَّتِي أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجَهُ أَقْهَمَهُمْ	الاحزاب ۲۱	۲۲۲
۱۲۷	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا	الاحزاب ۲۱	۲۲۳
۱۲۸	وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ فَلَا وَرَأَيْكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا	۳۶	۲۲۲
۱۲۹	قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَأِنَّمَا عَلَىٰ مَحْضِلٍ وَعَلَيْكُمْ مَاحِضِلُهُمُ الْآيَةُ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ يَوْمَ تُقْلَبُ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ	النساء ۶۵	۲۲۲
۱۳۰	وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ	النور ۵۲	۲۲۵
۱۳۱	وَلَا آخِرَةَ خَيْرَ لَكَ مِنَ الْأُولَىٰ	النساء ۶۴	۲۲۵
۱۳۲		النساء ۱۱۵	۲۲۶
۱۳۳		الضحىٰ ۲	۲۲۷



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۳۵	فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالصِّدْقِ	النہر ۳۲	۲۴۸
۱۳۶	وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ	" ۳۳	۲۴۸
۱۳۷	لِيَكُونُوا لِلْعُلَمَاءِ نَذِيرًا	الفہم ۵۲	۲۵۶
۱۳۸	يُقَذِّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ	الصفا ۸	۲۶۱
۱۳۹	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْذِرُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ	الحجرات ۱	۲۶۶
۱۴۰	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ	" ۲	۲۶۸
۱۴۱	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ	الأنفال ۲۴	۲۶۹
۱۴۲	اسْتَجِيبُوا دَعَاءَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَيُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ	الاحقاف ۳۳	۲۷۰
۱۴۳	وَمَنْ لَا يُجِيبْ دَعَاءَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعِجِّنٍ	" ۳۴	۲۷۰
۱۴۴	وَالْتَجَمِ إِذَا هَوَىٰ	النجم ۱	۲۷۰
۱۴۵	مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ	" ۲	۲۷۰
۱۴۶	وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ	" ۳	۲۷۱
۱۴۷	إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ	" ۴	۲۷۱



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۴۸	قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوكُمْ مِمَّا دُعِيَ اللَّهُ آمُونِي	الحق ۲	۲۶۱
۱۴۹	مَآذَ أَخْلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ -	التوبة ۲۹	۲۶۲
۱۵۰	الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ -	الاعراف ۱۵۰	۲۶۳
۱۵۱	ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ -	البقرة ۲	۲۶۳
۱۵۲	الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ -	" ۳	۲۶۳، ۲۶۵
۱۵۳	وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً -	" ۵۵	۲۶۴، ۲۶۵
۱۵۴	وَمَا إِلَهُكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا -	الحشر ۲۵	۲۶۵
۱۵۵	قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا	الاعراف ۱۵۸	۲۶۶
۱۵۶	فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ -	الحاقة ۳۸	۲۶۸
۱۵۷	وَمَا لَا تُبْصِرُونَ -	" ۳۹	۲۶۸
۱۵۸	اَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ -	العنكبوت ۲۵	۲۶۸
۱۵۹	اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ -	عن ۱	۲۶۹
۱۶۰	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا		



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
	وَجُوهَكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔	المائدہ ۳۲۰	
۱۶۱	أَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا۔	الحج ۳۲۸/۳۲۸	
۱۶۲	طَهِّرَ آبَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔	البقرہ ۳۲۸	
۱۶۳	وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ۔	النور ۳۳۶/۳۳۶ ۳۵۳/۳۵۳	
۱۶۴	فِي بُيُوتٍ أُذِنَ لِلَّهِ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ۔۔۔	النور ۳۳۶/۳۳۶	
۱۶۵	يَرْجُلٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ۔	النور ۳۳۶	
۱۶۶	إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ۔	التوبۃ ۲۵۰/۲۵۰	
۱۶۷	وَأَرْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔	البقرہ ۲۵۱/۲۵۱	
۱۶۸	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ	التوبۃ ۳۵۱	
۱۶۹	إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ		
	الْآخِرِ۔		
۱۷۰	فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمَحْرَابِ۔	الاحزاب ۴۰/۴۰	
۱۷۱	إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا		
	الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔	الاحزاب ۵۶/۴۸۸	
۱۷۲	لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّيَهُ تُوَفِّرُوهُ۔	الفتح ۴۷۲	



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۴۳	تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا۔	التَّحِيم ۴۸	۳۴۸
۱۴۴	وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَغْفِرُ		
	مَا اكْتَسَبُوا۔	الْأَنْزَاب ۵۰	۴۳۰
۱۴۵	وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ..... وَأَحِلَّ لَكُمْ		
	مَا وَرَاءَ ذَلِكَ۔	النِّسَاء ۴۲	۵۰۵، ۵۰۳، ۵۲۰، ۵۲۱
۱۴۶	وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرِّضَاعَةِ۔	۴۳	۵۳۱
۱۴۷	وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ الَّتِي		
	دَخَلْتُم بِهِنَّ۔	۴۴	۵۰۶
۱۴۸	وَأَنْكِحُوا الْأَيَّامَ۔	النُّور ۲۴	۵۳۲
۱۴۹	وَالطَّلَاقُ حُرْمٌ۔	الطَّلَاق ۲	۵۳۲
۱۵۰	أَمْرُهُمْ شُورَى۔	الشُّورَى ۲۵	۵۳۹
۱۵۱	وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔	النِّسَاء ۱۲۸	۵۳۹
۱۵۲	قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔	التَّحِيم ۴۸	۵۳۹
۱۵۳	فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَكَ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَ۔	الْبَقَرَة ۲۲	۵۵۲، ۵۶۰، ۵۶۳
۱۵۴	الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ۔	النِّسَاء ۲۲	۵۵۲
۱۵۵	الَّذِي بِيَدِهِ عَقْدَةُ الزَّكَاةِ۔	الْبَقَرَة ۲۲	۵۵۲
۱۵۶	وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُم فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔	الْحَج ۴۸	۴۶۴
۱۵۷	يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔	الْبَقَرَة ۱۸۵	۴۶۴



نمبر شمار	آیات مبارکہ	نام سورۃ	صفحہ
۱۸۸	فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔	الحجر ۱۸۵	۲۷۵
۱۸۹	إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔	الحجر ۱۸۶	۲۹۲
۱۹۰	لَا يَأْتِيَنَّكَ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَتَنَزَّلُ مِنْ جَعْدٍ حَسْبُكَ	حم السجدہ ۲۲	۲۹۲، ۲۱۲
۱۹۱	وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔	مریم ۲۱۲	۲۹۶
۱۹۲	وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔	الحج ۲۷	۲۵۸، ۲۵۲
۱۹۳	وَلَكِنْ يُوُوا اخِذْكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ۔	البقرہ ۲۲۵	۲۰۳
۱۹۴	وَلَكِنْ يُوُوا اخِذْكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ۔	المائدہ ۸۹	۲۰۳
۱۹۵	نَسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ قَدْ مِنْهَا تَأْكُلُونَ۔	المؤمنون ۲۱	۲۰۵
۱۹۶	وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔	النساء ۸۳	۲۱۲

نوٹ: اُن کے مراد مکی آیت ہے اور قرآن سے مراد مدنی آیت ہے۔



فہرست

احادیث مبارکہ

صفحہ	احادیث مبارکہ	نمبر شمار
۴۴	اول ما خلق اللہ نوری۔	۱
۴۴	انا من اللہ والمؤمنون منی۔	۲
۴۵	كنت نوراً بین یدی ربی۔	۳
	ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن	۴
۶۱، ۶۸	یرئی لہ ظل فی شمس ولا قمر۔	
	قال (عثمان) یا رسول اللہ اخذت براءة عائشة من	۵
	ظلك لانى رأيت الله صان ظلك ان يقم على	
۴۸، ۶۰	الارض۔	
۸۰	لان لا یوطأ بالاقدام۔	۶
	اللہم اجعل لی نوراً فی قلبی۔۔۔۔۔ واجعل	۷



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	لی نوراً۔	۸۶
۸	فی عصی۔	۸۱
۹	اجعل فی نفسی نوراً۔	۸۱
۱۰	اجعلنی نوراً۔	۸۱
۱۱	کل نبی یحجّاب۔	۹۲
۱۲	فبعث بہا (ای بالامرنب) الی النبی صلی اللہ علیہ و سلم بورکیہا و فخذیہا فقبلہ۔	۱۴
۱۳	بعثت من خیر قرون بنی آدم قرناً فقرنا۔	
۱۴	یبدل (جلد الکافر) فی ساعة مائة مرة۔	۳
۱۵	قال معاذ عندی تفسیرہا یبدل فی ساعة مائة مرة۔	۱۰۳
۱۶	قال الحسن تأکلہم النار کل یوم سبعین الف مرة کلما.....	۱۰۳
۱۷	انکم تحشرون حفاة عراة غرلا۔	۱۲۵
۱۸	ان المیت یبعث فی ثیاب التی یموت فیہا۔	۱۲۵
۱۹	قال عمر احسنوا کفان موتاکم فانہم یبعثون فیہا یوم القیمة۔	۱۲۶
۲۰	مومنوا امتی شہداء۔	۱۳۰
۲۱	قال ابن مسعود ان الرجل لیموت علی فراشہ وهو شہید۔	۱۳۰



صفحہ	احادیث مبارکہ	نمبر شمار
۱۳۰	قال ابو هريرة كلكم صديق وشهيد۔	۲۲
۱۳۰	قال ابو هريرة انما الشهيد الذي مات على فراشه۔	۲۳
۱۳۰	قال ابو هريرة كل مؤمن صديق وشهيد۔	۲۴
۱۳۰	انهم اذا خرجوا من قبورهم استقبلوا بنوق۔۔۔	۲۵
۱۳۱	عن علي، لكنهم يؤتون بنوق من نوق الجنة لم تنظر الخلائق الى مثلها۔۔۔۔۔	۲۶
۱۳۱	ان صدق عبدي فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة (حديث قدسي)۔	۲۷
۱۳۲	يا فاطمة انقذي نفسك من النار۔	۲۸
۱۳۲	بلى والله ان رحى موصولة في الدنيا والاخرة۔	۲۹
۱۳۳	ان الانساب تنقطع غير سببي ونسبي۔	۳۰
۱۳۳	كل سبب ونسب منقطع يوم القيمة الاسبي ونسبي۔	۳۱
۱۳۳	كل نسب وصهر منقطع يوم القيمة الانسبي وصهري۔	۳۲
۱۳۳	والذي نفسي بيده ان (اي يوم القيمة) ليخفف على المؤمن حتى اخف عليه من صلوة مكتوبة	۳۳



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	فی الدنيا۔	۱۳۵
۳۲	انکم ملاقوا اللہ مشاة حفاة عجرة غرلا۔	۱۳۶
۳۵	انما نسمة المؤمن طائر تعلق فی شجرة الجنة حتی یرجعه اللہ تعالیٰ الی جسده یوم القيمة۔	۱۳۹
۳۶	أجل البہائم وخشاش الارض کلہا فی التسبیح۔	۱۴۲
۳۷	لعن الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین ضربت امرأت القبة علی قبرہ سنة۔	۱۴۰
۳۸	فكنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یربصر بہ (حدیث قدسی)	۱۴۱
۳۹	فاذا احببت صرت سمعہ وعینہ ویدہ ورجلہ۔	۱۴۲
۴۰	(قال حذیفة) قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ماترك شیئا یكون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعة الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔	۲۲۶
۴۱	(قال ابو نرید) صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا..... واخبرنا بما کان وبما ہو کائن۔	۲۲۷



صفحہ	احادیث مبارکہ	نمبر شمار
۲۲۶	۲۲ (قال عمر) قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق۔	۲۲
۲۲۸	۲۳ (قال علی) لو شئت ان اؤقر سبعین بعیرا من تفسیر ام القرآن لفعلت۔	۲۳
۲۲۸	۲۴ (قال ابن عباس) لو ضاع لی عقل بعیر لوجدت فی کتاب اللہ۔	۲۴
۲۳۰	۲۵ قال الخوارج "ان الحكم الا لله" قال علی هذه کلمة حق یراد بہا باطل۔	۲۵
۲۳۰	۲۶ قال علی وقد جمع القراء للمصحف ایہا المصحف حدث الناس۔	۲۶
۲۴۹	۲۷ لا تقوم الساعة حتی تخرج نار من ارض الحجاز تضیی اعناق الابل ببصری۔	۲۷
۲۵۲	۲۸ لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا الترت۔	۲۸
۲۵۲	۲۹ لا تقوم الساعة حتی یقاتل المسلمون الیہود فیقول الحجر او الشجر یا مسلم یا عبد اللہ ہذا یرودی ورائی فاقتل۔	۲۹
۲۵۶	۵۰ قال سلمان خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر یوم من شعبان قال یا یمہا الناس قد اظلمکم شہر عظیم مبارک الحدیث۔	۵۰



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۵۱	يقول العبد مالى مالى وان ماله من ماله ثلث ما اكل فافنى او لبس قابلى او اعطى فاقتنى الحديث	۲۵۹
۵۲	اذا ظهرت القيان والمعارف.	۲۵۹
۵۳	في هذه الامة خسف ومسخر وقذف.	۲۶۰
۵۴	يمسخر قوم من امتي في اخر الزمان قرده و خنايز الخ.	۲۶۱
۵۵	وظهور القلم (من علامات الساعة)	۲۶۲
۵۶	ويكثر القلم.	۲۶۲
۵۷	لا تقوم الساعة حتى تناكر القلوب ويختلف الاقارب.	۲۶۲
۵۸	اذا وضع السيف في امتي لم يرفع عنها الى يوم القيامة.	۲۶۳
۵۹	وان س يكون كذابون ثلثون كلهم يزعم ان نبي الله.	۲۶۴
۶۰	حتى يبعث دجالون كذابون قريب من ثلثين كلهم يزعم ان رسول الله.	۲۶۴
۶۱	الا اني اوتيت القرآن ومثله مع الايوشك راجل.	۲۶۶
۶۲	لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر.	۲۶۶



صفحہ	احادیث مبارکہ	نمبر شمار
	ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول فی قدح۔	۶۳
۲۸۳	قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی فخارۃ فی جانب البیت فبال فیہا۔	۶۴
۲۸۳	سأیت ربی فی المنام۔	۶۵
۲۸۶	ثم غسل (علی) رجلی الی الکعبین ثم قال انما احببت ان اریکم طہور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	۶۶
۲۲۱	انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب۔	۶۷
۳۲۸	جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانیینکم۔	۶۸
۳۲۸	ان تطہروا و تطیبوا (المساجد)۔	۶۹
۳۲۸	امر (عمر) المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی ممدینۃ مسجدين۔	۷۰
۳۲۹	لا اداها اللہ الیک فان المساجد لم تبین لہذا۔	۷۱
۳۲۹	انہ (علیہ السلام) نہی عن تناسد الاشعار فی المساجد والبیع والشراء فیہ۔	۷۲
۳۲۹	من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبین لہذا۔	۷۳
۳۲۹	لا وجدت انما بنیت المساجد لما بنیت لہ۔	۷۴



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۷۵	من اكل من هذه الشجرة الخبيثة فلا يقربنا في مسجدنا۔	۳۲۶
۷۶	اجعلوا اثمتكم خیار کم فانهم وفدکم فیما بینکم وبین اللہ عزوجل۔	۳۵۱
۷۷	فکلوا وادخروا واتجروا۔	۳۵۱
۷۸	کان (صلی اللہ علیہ وسلم) یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیة۔	۳۶۶
۷۹	لا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ العصر حتی تغرب الشمس۔	۳۶۶
۸۰	کان بلال (یدعو قبل الاذان) اللہم اف احمدو استعینک علی قریش ان یقیموا دینک۔	۳۶۶
۸۱	التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔	۳۶۸
۸۲	ان الصدقة لتطفی غضب الرب۔	۳۶۸
۸۳	صلوا خلف کل یر وفاجر۔	۳۸۲
۸۴	واللہ ما مست ید رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ید امرأة قط۔	۳۸۶
۸۵	ایما امرئ قال لا خبیہ یا کافر فقط باء بہا الحدھا۔	۳۹۶
۸۶	فاقام (صلی اللہ علیہ وسلم) بمکة ثمان عشرة لیلة لا یصلی الا رکعتین ویقول یا اهل مکة صلوا اربعافانا قوم سفر۔	۴۰۲



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۸۷	ان اهل قباء لما سمعوا بتحول القبلة استداروا كهيئتهم في الصلوة۔	۲۰۲
۸۸	اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناكب وسدوا الخلل۔	۲۰۵
۸۹	من وصل صفا وصل الله ومن قطع صفا قطع الله۔	۲۰۵
۹۰	من سد فرجة في الصف غفر له۔	۲۰۵
۹۱	خيركم اليكم مناكب في الصلوة۔	۲۰۵
۹۲	كان ابن عمر رضي الله عنهما يراهما شرار خلق الله وقال انهما انطلقوا الى ايات - نزلت في الكفار فجعلوها على المؤمنين۔	۲۲۰
۹۳	قال الراوى: دفنا ابا بكر رضي الله عنه ليلا فقال عمر رضي الله عنه اني لحد او تر فقام و صففنا وراءه فصلى بنا ثلث ركعات لم يسلم الا في الخرهن۔	۲۳۲
۹۴	تقرء في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة فاذا فرغت من القراءة في اول ركعة وانت قاشم قلت سبحان الله۔	۲۳۶
۹۵	يكبر ثم يقول سبحانك اللهم وبحمدك ثم	



نمبر شمار	احاديث مبارکه	صفحہ
	يقول خمس عشرة مرة سبحان الله -	۲۳۷
۹۶	صلى العيد ثم رخص في الجمعة قال من شاء ان يصلى فليصل (مرفوعا من رواية زيد بن ارقم) -	۲۴۲
۹۷	وانا مجمعون (مرفوعا من رواية ابي هريرة) -	۲۴۳
۹۸	وانا مجمعون " " " " (ذکوان) -	۲۴۴
۹۹	قال الراوى شهدت العيد مع عثمان بن عفان فجاء فصلى ثم انصرف فقال انه قد اجتمع لكم في يومكم هذا عيدان -	۲۴۴
۱۰۰	اقیموا صفوفکم و تراصوا فانى امرکم خلف ظهرى -	۲۵۰
۱۰۱	الاتصفون كما تصف الملائكة عند ربها -	۲۵۰
۱۰۲	تراصوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالاعناق -	۲۵۰
۱۰۳	قام ابن عباس على القبر فوقف عليه ثم دعا -	۲۵۲
۱۰۴	اللهم عبدك وابن عبدك الخ (دعا على بعد صلوة الجنازة) -	۲۵۲
۱۰۵	(قال الراوى) رأيت ايوب يقف على القبر فيدعو للميت -	۲۵۲
۱۰۶	صوموا الروثيته وافطروا الروثية -	۲۷۵
۱۰۷	(قال الراوى) فانكحنى من غير ان يتشهد -	۲۹۲
۱۰۸	ايما رجل نكح امرأة فدخل بها فلا يحل له نكاح	



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	ابنتہا۔	۵۰۶
۱۰۹	انہ (علیہ السلام) تزوج عائشہ رضی اللہ عنہا	
۵۳۳	وہی صغیرہ بنت ستہ سنین۔	
۱۱۰	حتی یذوق عسیلتہا۔	۵۶۰، ۵۶۳، ۵۶۰
۱۱۱	انما یلبس الحریر فی الدنیا من لایحلق لہم فی	
۵۸۰	الأخرة۔	
۱۱۲	اخذ حریرا فجعل فی یمینہ واخذ ذہبا فجعل	
۵۸۰	فی شمالہ ثم قال ان ہذین حرام علی ذکور امتی۔	
۱۱۳	حرم لباس الحریر والذہب علی ذکور امتی و	
۵۸۱	حل لاناثرہم۔	
۱۱۴	الذہب والفضۃ والحریر والدیبا جہم لہم فی	
۵۸۱	الدنیا ولکم فی الآخرۃ۔	
۵۸۶	اقال ابن مسعود ان اللہ لم یجعل شفاء کم فیما	
۵۵۶	حرم علیکم۔	
۱۱۶	خص علیہ السلام الزبیر وعبد الرحمن بلبس	
۵۸۳	الحریر لحکۃ فی جسدہما۔	
۵۹۶	مر بشاة میتہ..... قال انما حرم اکلہا۔	
۱۱۸	کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشاة الذکر	
	والانثیین والقبل والغدة والمرارة والمثانة	



نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	والدم۔	۵۹۸
۱۱۹	فاقتلوه واقتلوا البہیمۃ۔	۶۰۶
۱۲۰	فلاحد علیہ (عن ابن عباس موقوفاً۔	۶۰۶
۱۲۱	وینظہر ما استطاع من طہر (یوم الجمعة)	۶۱۳



ماخذ و مراجع

فتاویٰ نوریہ جلد ۵

کتب حدیث و تشریح حدیث و مشکل الحدیث —

- موطا امام مالک صح المطابع، کراچی ابو عبد اللہ مالک بن انس صحیح ۱۷۹ھ
مسند امام احمد دار صادر بیروت ۳۸۹ھ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱ھ
صحیح البخاری صح المطابع ۳۵۷ھ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ
صحیح مسلم صح المطابع ۳۴۹ھ مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ
سنن ابوداؤد مجیدی کانپور ۳۲۶ھ ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۷۵ھ
سنن ترمذی مجیدی کانپور ۳۲۴ھ عیسیٰ دہلی ۳۵۷ھ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ
سنن نسائی مجتبیٰ ۳۵۷ھ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب خراسانی ۳۵۷ھ
سنن دارقطنی فاروقی دہلی ۳۸۵ھ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی ۳۸۵ھ
مستدرک علی الصحیحین دائرة المعارف ۳۳۲ھ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم ۴۰۵ھ
ذیل للذہبی حیدرآباد دائرة المعارف ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی ۴۲۷ھ
حلیۃ الاولیاء السعادة مصر ۳۵۸ھ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی ۴۳۸ھ
السنن الکبریٰ دائرة المعارف ۳۲۷ھ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ



مشکوٰۃ المصابیح اصح المطابع ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب بغدادی ۸۲۰ھ
 مجمع الزوائد بیروت ۹۶۷ھ نور الدین علی بن ابی بکر ہشتمی ۸۰۷ھ
 الجامع الصغیر تجاریہ کبریٰ مصر ۳۵۲ھ علامہ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ
 فیض القدر ۳۵۶ھ عبدالرؤف محمد بن علی حدادی منادی ۱۳۳ھ
 السراج المنیر مبینہ مصر ۳۵۶ھ شیخ علی بن احمد عزیزی ۸۰۷ھ
 کنز العمال دائرۃ المعارف ۳۱۲ھ تا ۳۱۴ھ علاؤ الدین علی متقی ہندی ۹۷۵ھ
 الکواکب الدریٰ کرمانی، بہیہ مصر ۳۵۲ھ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی ۷۹۶ھ
 فتح الباری عسقلانی بہیہ مصر ۳۳۸ھ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ
 عمدۃ القاری عینی دار الطباعت عامہ مصر ۳۰۸ھ ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ
 ارشاد الساری قسطلانی بولاق مصر ۲۸۵ھ علامہ احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ
 اشعۃ اللمعات منشی نول کشور لکھنؤ ۳۵۲ھ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ
 نہایہ خیرہ مصر ۳۰۶ھ مجد الدین مبارک بن محمد جزری ابن اثیر ۶۰۶ھ
 مجمع البحار کشوری ۳۱۲ھ محمد طاہر بن علی فتہنی ہندی ۹۸۶ھ
 کتب تفسیر اصول تفسیر

معالم التنزیل تجاریہ کبریٰ مصر ۳۵۶ھ ابو محمد حسین بن مسعود فرار لغوی ۱۰۵۶ھ
 کشف کبریٰ امیرہ مصر ۳۱۸ھ ابوالقاسم محمود بن عمر غنشی ۵۲۸ھ
 مفاتیح الغیب بہیہ مصر ۳۵۶ھ والینا طبع مع الارشاد فخر الدین محمد بن عمر رازی ۶۰۶ھ
 غرائب القرآن و نیشاپوری کبریٰ امیرہ مصر ۳۲۲ھ نظام الدین حسین بن محمد قنیشاپوری ۷۲۸ھ
 لباب التأویل خازن تجاریہ کبریٰ مصر ۳۵۶ھ علی بن محمد بغدادی صوفی خازن ۷۲۸ھ
 ابن کثیر عیسیٰ البابی اکلہ مصر ۳۲۱ھ ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر ۷۴۲ھ

جلالین مجیدی دہلی۔ فاروقی دہلی جلال الدین محمد بن احمد علی شافعی و جلال الدین

عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی شافعی ۹۱۱ھ

جامع البیان طبع مع الجلالین معین الدین محمد بن عبدالرحمن ابی صفوی شافعی ۹۵۰ھ

الدر المنثور مبینہ مصر ۱۳۱۲ھ علامہ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ

المواہب العلیہ حسینی حیدری ممبئی ۱۲۷۹ھ حسین بن علی کاشفی ہروی ۹۵۲ھ

ارشاد العقل جلد ۱ تا جلد ۳ حسینیہ مصر، جلد ۴ تا ۸ عامہ شرقیہ مصر ابوالسود محمد بن محمد عبادی ۹۸۲ھ

الفتوحات الالہیہ عیسی البابی اکلہی مصر سلیمان بن عمر عجلی شافعی ۱۲۰۲ھ

مظہری فاروقی دہلی قاضی محمد شار الشریانی پتی ۱۲۲۵ھ

فتح العزیز محمدی لاہور ۱۲۹۲ھ شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۲۳۹ھ

صاوی ازہریہ مصر ۱۳۲۸ھ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی ۱۲۲۱ھ

فتح القدر مصطفی البابی اکلہی مصر ۱۳۵۵ھ امام الظاہریہ محمد بن علی شوکانی ۱۲۵۰ھ

خزان العرفان اہل سنت برقی پریس مراد آباد سید محمد عظیم الدین مراد آبادی ۱۳۶۶ھ

الاتقان ازہریہ مصر ۱۳۲۳ھ علامہ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ

کتاب فقہ

فتاویٰ خانہ نول کثور لکھنؤ ۱۲۹۶ھ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خان ۵۹۲ھ

ہدایہ شرکت علیہ سلطان ۱۳۸۰ھ برطان الدین علی بن ابوبکر مرغینانی ۵۹۳ھ

فتح القدر مبینہ مصر ۱۳۰۷ھ کمال الدین محمد بن عبدالحمید ابن ہمام ۸۶۱ھ

جامع الفصولین کبری امیرہ مصر ۱۳۰۷ھ محمود بن اسرئیل ابن قاضی سادہ ۸۲۳ھ

غنیۃ المستملی مجتہدانی دہلی ۱۳۳۳ھ شیخ جبرائیل بن محمد علی ۹۵۶ھ

بحر الرائق دار الکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری ۸۵۰ھ



مسلم الثبوت نول کشور لکھنؤ ۹۰۳ھ ملا محبت اللہ بن نظام الدین بہاری ۱۱۹ھ
فوائح الحموت " " بحر العلوم عبد علی محمد بن نظام الدین سہالوی ۱۲۵ھ
کتب عقائد

فقہ اکبر دارالکتب العربیہ ۱۳۲ھ امام اعظم نعمان بن ثابت ۵۱ھ

شرح القاری " " ملا علی قاری حنفی ۱۰۱۲ھ

العقائد سراج الدین لاہور ۹۵۹ھ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد ۵۳۶ھ

شرح العقائد " " سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی ۷۹۱ھ

طوالع الانوار خیرہ مصر ۱۳۲۳ھ عبد اللہ بن عمر قاضی بیضاوی ۶۸۵ھ

مطالع الانظار " " شمس الدین بن محمود اصفہانی ۷۲۹ھ

مواقف در السعاده مصر ۱۳۲۵ھ قاضی محمد الدین احمد بن یحییٰ ایچی ۷۵۶ھ

شرح مواقف " " سید میر شریف علی بن محمد جانی ۸۱۶ھ

عاشیہ عبد الحکیم " " عبد الحکیم بن شمس محمد سیالکوٹی ۱۰۶۷ھ

المسارہ فی علم الکلام محمودیہ تجاریہ مصر ۱۳۲۸ھ علامہ کمال ابن ہمام ۸۶۱ھ

کتاب الروح دائرۃ المعارف ۱۳۲۴ھ شمس الدین بن عبد اللہ بن قسیم جوزی ۷۵۱ھ

البدور السافر کانسی رام پریس لاہور ۱۳۳۷ھ علامہ سیوطی ۹۱۱ھ

شرح الصدر عیسیٰ البابا اکلہی مصر " "

بشری الکتاب " " " " " "

تذکرۃ الموتی مجتہائی کانپور ۱۳۳۳ھ قاضی شہار اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ

تکمیل الا بیان " دہلی ۱۳۲۱ھ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ



فصل الاعتقاد احمد رضا خاں بریلوی ۳۲۰ھ

الدولة المكية " " "

الامن والعلی " " "

رد الرفضہ " " "

مقیاس خلافت مولانا محمد عمر اچھروی

کتاب اسماء رجال وسیرت وتاریخ

تهذیب التہذیب دائرة المعارف ۳۲۵ھ علامہ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ

الشفا بتعريف حقوق المصطفیٰ مصطفیٰ البابی کلبی مصر ۳۶۹ھ قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی ۵۲۲ھ

نسیم الریاض خفاجی عثمانیہ رسالہ ۳۱۲ھ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی حنفی ۶۹۹ھ

انحصار الکبریٰ دائرة المعارف ۳۱۹ھ علامہ سیوطی ۹۱۱ھ

مسالك الحنفیہ " " ۳۲۲ھ

الدرج المنيف دائرة المعارف ۳۲۲ھ علامہ سیوطی ۹۱۱ھ

وفاء الوفاء نور الدین علی بن احمد مہدی ۹۱۱ھ

المواہب اللدنیہ ازہریہ مصر ۳۲۵ھ علامہ احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ

شرح مواہب للزرقانی " ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مصری مالکی ۱۲۲ھ

مدارج النبوة نزل کشو لکھنؤ ۱۹۱۳ھ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۵۲ھ

جذب القلوب " " ۹۱۶ھ

فتوحات احمدیہ تجاریہ کبریٰ مصر ۳۵۲ھ سلیمان بن عمرو عجیلی شافعی ۲۰۲ھ

شمس الاسلام احمد رضا خاں بریلوی ۳۲۰ھ

طبقات کبریٰ ابن سعد دار صادر بیروت ۳۶۷ھ ابو عبد اللہ محمد بن معاذ بن واقدی ۲۳ھ



تاریخ یافعی (مرآة الزمان) دائرة المعارف ابو محمد اللہ بن سعد یافعی ۷۸۸ھ
تاریخ الخلفاء محمدی لاہور ۱۳۱۵ھ علامہ سیوطی ۹۱۱ھ

کتاب تصوف

قوت القلوب مصطفی البابی کلبی مصر ۱۳۸۱ھ ابوطالب محمد بن علی حارثی مکی ۳۸۶ھ
کشف المحجوب گلزار سید تیم پریش لاہور داتا علی بن عثمان ہجوری ۲۶۵ھ
فتوح الغیب نول کثور کرسی نشین حضرت غوث اعظم سید ابوبکر عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ رضاعنا ۵۶۱ھ
شرح محقق " " شیخ عبدالحق محدث دہلوی حقی ۵۰۲ھ
احیاء العلوم قلمی ابوعامد محمد بن محمد غزالی شافعی ۵۰۵ھ
احیاء العلوم مصطفی البابی کلبی مصر ۱۳۵۸ھ ابوعامد محمد بن محمد غزالی شافعی ۵۰۵ھ
عوارف المعارف " " " شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد ہمدانی ۶۳۲ھ
فتوحات مکیہ دار الکتب العربیہ مصر ابوعبداللہ محمد بن علی ابن عربی ۶۳۸ھ
ایواقیت و الجواہر عباس بن عبدالسلام مصر ۱۳۵۸ھ سیدی عبدالوہاب شمرانی ۹۴۳ھ
فتاویٰ حدیثیہ المعامد قاہرہ مصر احمد بن شہاب الدین ابن حجر ہیتمی مکی ۹۴۳ھ
مکتوبات نول کثور لکھنؤ ۹۱۳ھ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ۱۰۲۲ھ
الابرین مصر سیدی عبدالعزیز دباغ ۱۳۱۵ھ
سن تصنیف ۲۹۱ھ جامع الکتاب حافظ احمد بن مبارک سلجاسی ۵۵۵ھ
ملفوظات تونسوی پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی بن محمد زکریا ۲۶۱ھ
انہار الانوار شاہ احمد رضا خاں بریلوی ۱۳۲۲ھ
مقال العرفاء برہم قاسمی برکاتی کراچی فاضل بریلوی ۱۳۲۲ھ



فہرست ماخذ و مراجع

کتاب تفسیر و اصول تفسیر

جامع البیان ابن جریر طبری کبری امیر مصر^{۱۳۳۰ھ} ابو جعفر محمد بن جعفر طبری^{۳۱۰ھ}
 احکام القرآن جصاص بہیہ مصر^{۱۳۲۸ھ} ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص^{۳۴ھ}
 معالم التنزیل تجاریہ کبریہ مصر^{۱۳۵۶ھ} ابو محمد حسین بن سعود فرار بغوی^{۵۱۶ھ}
 مفاتیح الغیب کبیر بہیہ مصر^{۱۳۵۶ھ} فخر الدین محمد بن عمر رازی^{۶۰۶ھ}
 الجامع لاحکام القرآن دار الکتب المصریہ^{۱۳۸۶ھ} ابو عبد اللہ محمد بن احمد ندسی قریطی^{۶۴۱ھ}
 الزوار التنزیل نوکثر لکھنؤ^{۱۲۸۲ھ} ابو سعید عبداللہ بن عمر شافعی بیضاوی^{۶۸۵ھ}
 غرائب القرآن نیشاپوری کبری امیر مصر^{۱۳۳۳ھ} حسن بن محمد قسیمی نیشاپوری^{۷۲۵ھ}
 لباب التأویل تجاریہ کبریہ مصر^{۱۳۵۶ھ} علی بن محمد بغدادی صوفی خازن^{۷۲۱ھ}
 البحر المحیط النصر احمدیشیہ ریاض ابو عبد اللہ محمد بن یوسف اندلسی (ابو حیان)^{۷۵۲ھ}
 ابن کثیر عیسی البابی مکی^{۱۳۲۱ھ} ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر^{۷۷۲ھ}
 تفسیر جلالین مجیدی جلال الدین محمد بن احمد مکی^{۸۶۱ھ} و

جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی^{۹۱۲ھ}

المواہب العلیہ حسینی حیدری ممبئی^{۱۲۷۹ھ} حسین بن علی کاشفی ہری^{۹۵۲ھ}
 السراج المنیر شریانی ہمار المعرفہ بیروت محمد بن احمد خطیب شریانی شافعی^{۹۷۷ھ}
 ارشاد العقل حینیہ عالم شرقیہ مصر ابو السعود محمد بن محمد عمادی حنفی^{۹۸۲ھ}



عناية القاضي شهاب علي البيناوي دار صادر بيروت شهاب الدين احمد

ابن محمد خفاجي حنفی، مصر ۱۰۶۹ھ

تفسير احمدية عليمي دہلی ۱۳۲۹ھ شیخ احمد بن ابوسعید ملا جویں جوہر پوری ۱۱۳۰ھ

روح البیان در سعاد و مصیر ۱۳۳۰ھ شیخ اسماعیل حنفی بن شیخ مصطفیٰ بروسی ۱۱۳۷ھ

الفرقات الالهیہ محل عیسیٰ لبابی کلبی مصر ۱۳۳۰ھ سلیمان بن عمرو بی شافعی ۱۲۰۲ھ

مظہری فاروقی دہلی قاضی شہار اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ

تفسیر صاوی از ہر یہ مصر ۱۳۲۸ھ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی ۱۲۲۱ھ

فتح القدر مصطفیٰ البابی کلبی مصر ۱۳۵۰ھ امام الطاہر یہ محمد بن علی شوکانی ۱۲۵۰ھ

روح المعانی الطباعة المنیریہ بیروت ابوالنار سید محمود بن عبد اللہ آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ

اکلیل علی المدارک اکلیل المطلب ۱۳۳۳ھ شیخ الدلائل محمد عبد الحق مہاجر ہندی مکی

تکمیل کتاب ۱۲۹۶ھ

فتح البیان عاصمہ شارع افکی قاہرہ ۱۹۶۵ھ محمد بن علی صدیق حسن خان قزوچی بھوپالی ۱۳۰۷ھ

الاتقان از ہر یہ مصر ۱۳۲۳ھ علامہ جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ

کتب حدیث

موطا امام مالک اصح المطابع کراچی ابو عبد اللہ مالک بن انس صبحی ۱۷۹ھ

موطا امام محمد ۱۳۸۱ھ ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی ۱۸۱ھ

کتاب الامم الکلیات از ہر یہ مصر ۱۳۸۱ھ ابو عبد اللہ محمد بن ادیس شافعی ۲۰۲ھ

مصنف ابن ابی شیبہ اقبال برقیہ ملتان ۱۳۸۱ھ ابو عبد اللہ محمد بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ

مسند امام احمد در صادر بیروت ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱ھ

صحیح بخاری اصح المطابع دہلی ۱۳۵۷ھ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ



صحیح مسلم ۳۲۹ھ ابو حنین مسلم بن الحجاج قشیری ۲۶۱ھ
سنن ابن ماجہ ۳۴۲ھ و عیسیٰ البانی حلی ۳۴۲ھ ابو عبد اللہ محمد بن یزید

ابن ماجہ قزوینی ۲۴۳ھ

سنن ابی داؤد مجیدی کانپور ۳۲۱ھ ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۴۵ھ

جامع ترمذی مجیدی کانپور ۳۲۱ھ علی دہلی ۳۵۱ھ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۴۹ھ

سنن نسائی مجتبیٰ دہلی ۳۵۱ھ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی ۳۰۳ھ

مشکل الآثار دائرة المعارف ۳۳۳ھ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلام طحاوی ۳۲۱ھ

السنن الکبریٰ بیہقی ۳۲۲ھ ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی ۲۵۸ھ

کتب شرح حدیث

الکواکب الدری کرمانی بہیصر ۳۵۲ھ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی ۴۸۶ھ

فتح الباری عسقلانی ۳۲۸ھ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ

عمدة القاری عینی منیر بیروت ۳۲۸ھ ابو محمد حسنین احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ

ارشاد الساری قسطلانی بلاق مصر ۳۲۸ھ علامہ احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ

تلیقہ علوی لکھنؤ ۲۹۸ھ شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق اکبر آبادی ۴۳۰ھ

شیخ الاسلام ۳۲۸ھ محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین تصنیف ۶۶۶ھ

المنہاج اصح المطابع دہلی ۳۲۹ھ ابو زکریا یحییٰ بن اشرف نووی شافعی ۶۴۳ھ

مرقات امدادیہ طتان ۳۴۸ھ ملا علی بن سلطان محمد قاری ۱۱۲ھ

اشعة اللمعا نوکشتور لکھنؤ ۳۵۲ھ شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلی ۱۰۵۲ھ

شرح سفر السعاده ۱۸۸۵ھ

عون المعبود دار الکتب العربیہ بیروت محمد اشرف بن امیر صدیقی عظیم آبادی



بذل المجہود قاسمہ سلطان ۳۹۰ھ خلیل احمد سہارنپوری انیسویں
کتاب لغات و مشکل الحدیث —

کتاب الافعال دائرۃ المعارف ابو القاسم علی بن جعفر سعدی، ابن قطاع ۵۱۵ھ
نہایہ خیرہ مصر ۳۱۶ھ ابوالسعاد مبارک بن محمد جزری، ابن اثیر ۶۰۶ھ
صرح احمدی کانپور ۳۱۰ھ ابوالفضل محمد بن عمر جمال قرشی تصنیف ۶۸۱ھ
لسان العرب بیروت ۳۴۵ھ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم مصری ۱۱۱۰ھ
منتہی الارب اسلامیہ لاہور ۳۲۴ھ شیخ عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری شافعی تقریباً ۸۸۶ھ
مجمع البحار کٹوری ۳۱۲ھ محمد طاہر بن علی فتنی ہندی ۹۸۶ھ
منتخب اللغات مجیدی کانپور ۳۲۸ھ عبدالرشید بن مصطفیٰ جونپوری ہندی ۱۰۸۳ھ
تاج العروس دار صادر بیروت ۳۸۶ھ محب الدین محمد بن محمد سید قسری بیدی حنفی ۲۰۵ھ
فیروز اللغات فیروز سنز لاہور ۹۴۶ھ مولوی فیروز الدین —
کتاب فقہ —



جامع صغیر علوی ۳۱۲ھ ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی ۱۸۱ھ
قدوری سرحدین لاہور ابوالحسن احمد بن محمد قدوری بغدادی ۲۲۸ھ
جوہرہ تیرہ محمود بک آستانہ ۳۱۰ھ ابوبکر بن علی حداد عبادی حنفی مینی ۲۸۰ھ
مبسوط السعاده مصر ۳۳۱ھ محمد بن احمد بن ابوسہل سرخی ۲۸۲ھ
خلاصۃ الفتاویٰ ایکسپریٹ لیٹور لاہور طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری ۵۲۲ھ
فتاویٰ سراجیہ نوکٹور لکھنؤ ۳۲۲ھ سراج الدین علی بن عثمان اوشی فرغانی
تصنیف ۵۶۹ھ
بدائع صنائع جمالیہ مصر ۳۲۸ھ ملک العلماء علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاشانی ۵۸۴ھ

فتاویٰ قاضیخان کبری امیر مصر ۳۱۰ھ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی ۵۹۲ھ
 ہدایہ شرکت علمیہ سلطان ۳۸۰ھ برہان الدین علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانی ۵۹۳ھ
 عنایہ مہمینہ مصر ۳۰۰ھ محمد بن محمود بابر قتی ۷۸۱ھ
 کفایہ " " مولانا جلال الدین خوارزمی ۷۰۰ھ
 عینی علی الہدایہ نولکشو لکھنؤ ۲۹۳ھ علامہ بدر الدین محمود عینی ۸۵۵ھ
 فتح القدر مہمینہ مصر ۳۰۰ھ کمال الدین محمد بن عبد الحمید بن ہمام ۸۶۱ھ
 نتائج الافکار " شمس الدین احمد بن قوردقاضی زادہ ۹۸۸ھ
 فتاویٰ ظہیر ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد بخاری حنفی ۶۱۹ھ
 منیۃ المصلیٰ قرآن محل کراچی ۳۷۲ھ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری ۷۵۰ھ
 غنیۃ المستملی کبری مجتبیٰ دہلی ۳۳۲ھ شیخ ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ
 کنز الدقائق مجتبیٰ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حنفی ۷۱۰ھ
 تبیین الحقائق امیر مصر ۳۱۳ھ فخر الدین ابومحمد عثمان بن علی زلیعی ۷۲۳ھ
 حاشیہ شلبی " " شہاب الدین احمد شلبی
 رمزا حقائق عینی حیدری ممبئی ۲۹۲ھ بدر الدین محمود عینی ۸۵۵ھ
 البحر الرائق دارالکتب العربیہ مصر ۳۳۳ھ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم مصری ۹۶۹ھ
 تکملہ البحر " " محمد بن حسین طوسی ۱۳۷ھ
 منحة الخالق " " علامہ ابن عابدین شامی ۲۵۲ھ
 خزائن المفتین حسین بن محمد سمغانی حنفی تکمیل کتاب ۷۲۰ھ
 شرح وقایہ احمدی دہلی ۲۷۸ھ عبید اللہ بن سعید بن تاج الشریعہ ۷۲۷ھ
 جامع الرموز نولکشو شمس الدین محمد قسسانی ۹۵۳ھ



تحریر الاصول مصطفیٰ علی مصر ۱۳۵۰ھ علامہ ابن ہمام ۸۶۱ھ
تیسیر التخریر " محمد امین امیر بادشاہ
مسلم الثبوت ذل کثور لکھنؤ ۱۹۰۳ھ علامہ حبیب اللہ بن نظام الدین بہاری ۱۱۱۹ھ
شرح مسلم " عبد العلی محمد بن نظام الدین سہالوی ۱۲۲۵ھ
ثلاثین شامی دار السعاده مصر ۱۳۲۵ھ علامہ ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ





گزارش

فتاویٰ نوریہ کی چھ جلدیں پایہ تکمیل کو پہنچیں، فیللہ الحمد —
حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے فتوؤں کا جو ذخیرہ اب تک ہمیں متیر آسکا
وہ ان چھ جلدوں میں سمودیا گیا، لیکن چونکہ حضرت علیہ الرحمہ نے قریباً نصف
صدی تک فتویٰ نویسی کا کام کیا ہے اور کئی شواہد کی بنا پر یہ بات یقینی ہے کہ
مختلف حضرات کے پاس آپ کے بہت سے ایسے فتوے موجود ہوں گے جو ابھی
تک فتاویٰ نوریہ میں طبع نہیں ہو پائے — نیز چونکہ عدالتوں میں بھی آپ کے
فتوے تسلیم کیے جاتے تھے لہذا عدالتوں کے ریکارڈ میں بھی بکثرت فتوے موجود
ہوں گے — قارئین سے گزارش ہے کہ اگر ان کے پاس یا ان کے علم میں
ایسے غیر مطبوعہ فتاویٰ ہوں تو براہ کرم احقر کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

محمد محب اللہ نوری
مہتمم دارالعلوم حنفیہ سریدیہ
بصیر پور، ضلع اودکارہ

تکمیل آرزو

مولانا محمد منشا تابش قصوری



ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
غالب مرحوم نے نہ جانے یہ مصرع کس عالم میں کہا جو ہر انسان کے دلی جذبات کا ترجمان
ہے۔۔۔۔۔ یہ جہان ہست و بود حقیقتاً خواہشات سے عبارت ہے۔۔۔۔۔ خالق کائنات کے اس
اندازِ اظہار کُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ، فَخَلَقْتُ مُحَمَّدًا كَوْسٍ نَامٍ سے تعبیر کیا
جائے؟۔۔۔۔۔ اسی محبت کے جلوے مخلوق میں ظہور پذیر ہیں۔۔۔۔۔
خواہشات کو حسنہ اور سیدہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے مگر ہمیں دوسری قسم سے کوئی سروکار نہیں۔۔۔۔۔
ہمارا تعلق حسنہ سے ہے۔۔۔۔۔

مقاصد حسنہ یا نیک خواہشات کی تکمیل عمدہ زندگی کی تعمیر ہے اور عمدہ زندگی کے لیے اسوۂ رسول
اکرم ﷺ کو لائحہ عمل بنانا انتہائی ضروری ہے جو قرآن و سنت کی صورت میں اپنی تمام تر رعنائیوں کے
ساتھ آج بھی جلوہ فگن ہے۔۔۔۔۔ مگر قرآن و حدیث سے اس کا استنباط ہر کہ دمہ کے بس کی بات

نہیں۔۔۔۔۔ لہذا انسانی زندگی کو تاب ناک بنانے کے لیے علماء ملت اور فقہاء امت کی طرف رجوع لازمی ہے۔۔۔۔۔

لوگ ہر زمانہ میں اپنے دینی و دنیوی مسائل و معاملات کے حل کے لیے علماء و فقہاء سے راہنمائی حاصل کر کے گوہر مراد پاتے آرہے ہیں۔۔۔۔۔ اسی سنت مستمرہ کو اپناتے ہوئے ملت اسلامیہ کی نام ور علمی و روحانی شخصیت 'بقیۃ السلف' حجتہ الخلف 'رئیس الفقہاء' استاذ الاساتذہ 'مجدد الفہم' فقیہ اعظم حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قادری اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا ثانی اس دور میں کوئی نظر نہیں آتا جو آسمانِ فقاہت پر آفتاب و مہتاب کی طرح چمکتے رہیں گے۔۔۔۔۔ آپ علماء فقہاء محققین طلباء اور عوام و خواص کی شرعی ضروریات کے کفیل رہے۔۔۔۔۔ آپ کے وصال حق فرمانے کے بعد آپ کے بحر تحقیق سے حاصل شدہ لؤلؤ و مرجان لعل و جواہرات علمیہ کا ناقابل اختتام خزانہ "فتاویٰ نوریہ" ہر قسم کے جدید و قدیم مسائل کی عقدہ کشائی فرماتا رہا ہے اور فرماتا رہے گا۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ جو ضخیم و عظیم چھ مجلدات پر پھیلا ہوا ہے اسے دنیائے اسلام کی فقہی کتب میں ممتاز مقام حاصل رہے گا۔۔۔۔۔ یہ نہ صرف زمانہ حال کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے بلکہ آئندہ صدیوں تک پیدا ہونے والے مسئلوں کی بھی گرہ کشائی کرتا رہے گا۔۔۔۔۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ فراست مستقبل کو بھی دیکھ رہی تھی اس لیے اس کی حفاظت و صیانت کا اہتمام روز اول سے ہی کر دیا اور سال ہا سال کی تحقیق، مسودہ و مبیضہ کی صورت پاتی رہی۔۔۔۔۔ سینکڑوں صفحات آپ کی فقہی امانت کو اپنے سینے میں محفوظ کرتے رہے۔۔۔۔۔ مجلدات رجسٹروں کی شکل پاتی گئیں اور آپ کے منتخب تلامذہ جنہیں آپ اس کام کا اہل سمجھتے ان سے مسودہ کتابت کرواتے۔۔۔۔۔ یہ سعادت کتنے خوش قسمت تلامذہ کے حصہ میں آئی، کم و بیش پچاس کے قریب بنتے ہیں جن میں درج ذیل خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:

استاذ العلماء مولانا الحاج محمد باقر ضیاء النوری، حضرت مولانا علامہ ابوالیسر محمد اسماعیل، خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری، عمدة المحققین علامہ ابوالحقائق محمد رمضان الحق النوری، استاذ العلماء حضرت مولانا صاحبزادہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری، مولانا ابوالظفر منظور احمد، مولانا خواجہ غلام حسین، سدید رحمہم اللہ تعالیٰ، مولانا محمد زبیر نوری، امام الصرف مولانا الحاج عونی محمد ہاشم علی نوری، مولانا



صاحبزادہ محمد اجمل نوری، راقی السطور محمد منشا تابش قصوری، مولانا شاہ محمد چشتی قصوری، مولانا حافظ نذیر احمد نوری، مفتی عبدالرسول منصور، مولانا محمد یوسف نوری، بھڈالوی، پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری اور آخری دور میں نائب فقیہ اعظم، عہدہ الافاضل، حضرت الحاج صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری مدظلہ نے بھی فتاویٰ نوریہ کو اپنے قلم سے رجسٹر پر مزین کرنے کا موقعہ پایا۔۔۔۔۔

میری طرح ہر ایک کی خواہش تھی کہ فقہ کا یہ عظیم علمی خزانہ زیور طباعت سے آراستہ ہو۔۔۔۔۔ میرے زمانہ طالب علمی میں ترتیب کی طرح ڈال دی گئی۔۔۔۔۔ حضرت صاحبزادہ مولانا الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبویب کا سلسلہ شروع کیا۔۔۔۔۔ فہرست کی تیاری، مآخذ سے تطابق اور پھر مسائل کی تفصیلی فہرست۔۔۔۔۔ حتیٰ کہ ۱۹۷۴ء میں فتاویٰ نوریہ جلد اول اپنی پوری آب و تاب سے اشاعت کا لباس پہن کر منصف شہود پر جلوہ گر ہو گیا۔۔۔۔۔

پھر دوسری جلد بھی اسی پوری تابانی سے شائع ہوئی۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ ملک بھر میں فتاویٰ کی اشاعت کا بھرپور خیر مقدم کیا گیا۔۔۔۔۔ فضلاء، علماء، فقہاء، طلباء نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔۔۔۔۔ پہلی جلد کے دوا یدیشن حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی ظاہری زندگی میں ہی شائع ہو گئے، جب کہ تیسرا جلد آپ کے وصال سے چند ماہ بعد مارکیٹ میں آیا۔۔۔۔۔

نائب فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ مولانا محمد محبت اللہ نوری مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام اوصاف حمیدہ اور کمالات جمیلہ سے نوازا ہے جو ایک عالم دین کی شان کے شایان ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ان کے دل میں تبلیغ و اشاعت کے جملہ شعبہ جات کو بروئے کار لانے کی ٹرپ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔۔۔۔۔ وہ جدید دور کے تمام تقاضوں کو باحسن وجوہ پورا کرنے کی صلاحیتوں سے مرصع ہیں۔۔۔۔۔ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں دارالعلوم کے امور خارجہ و داخلہ کا اہتمام، تمام آپ کے سپرد کر کے تعمیری مراحل اپنے سامنے مکمل کر دیے تھے۔۔۔۔۔ اس لیے راستہ میں آنے والی جملہ مشکلات کا آپ نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا اور تمام شعبہ جات کو اس شان سے چلا رہے ہیں کہ انسان خراج عقیدت و محبت پیش کرتے ہوئے سکون محسوس کرتا ہے۔۔۔۔۔

فتاویٰ نوریہ جلد سوم شائع ہوئی تو اب خواہشات نے انگریزی لی اور باقی مجلدات کو جلد از جلد شائع کرنے کے تقاضے شروع ہو گئے۔۔۔۔۔ حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ جو مصروفیات کے ٹیک



وسیع جہان میں گھرے ہوئے تھے انہوں نے اس مہتمم بالشان امر سے ذرا بھر بھی اغماض نہ برتا، بلکہ اپنی پوری توجہ ادھر مبذول فرمادی۔۔۔۔۔

الحمد للہ تعالیٰ چوتھی جلد کی اشاعت کے بعد اب پانچویں اور چھٹی جلدیں یک جا شائع ہو رہی ہیں۔۔۔۔۔ جو میری طرح دارالعلوم کے ہر فاضل کی خواہش تھی کہ اللہ کرے فتاویٰ نوریہ کامل مکمل شائع ہو کر مارکیٹ میں آئے اور علماء و فقہاء اور طلباء کی ضروریات شرعیہ میں راہنما ثابت ہو۔۔۔۔۔

غالب نے تو ہزاروں خواہشات کی مثال دی تھی مگر ہماری ایک ہی خواہش ہزار ہا خواہشات سے بھاری تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کا صدقہ پوری فرمادی اور ہماری سال ہا سال کی آرزو کی تکمیل ہو گئی۔۔۔۔۔ اس کی تکمیل پر حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلف رشید کو ظاہری و باطنی انعامات سے نوازتا رہے اور دارالعلوم کے لیے ان کا وجود ہمیشہ سلامت رکھے۔۔۔۔۔ آمین

محمد منشا تابش قصوری
خطیب جامع ظفریہ مرید کے
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور



نامور الزماں فتاویٰ نوریہ حصہ پنجم ششم

۱۹۹۰ء

مقبول یزداں فقیہ عظیم پاکستان
۱۹۹۰ء

ارمغان جانے نواز
۱۹۹۰ء

جامع الفضل کتاب تطاب
۱۹۹۰ء

انجام کار مفتی نبیل علامہ صاحبزادہ محمد محبت اللہ
۱۴۱۰ھ

آغاز کار صاحبزادہ مولانا محمد نصر اللہ
۱۹۷۴ء



جن سے جہاں حکمت و دانش ہے ستیر
میں بھی تو اُن کے دائمِ محبت کا ہوں اُسی
لے کر زبانِ شعر میں نذرانہِ معقیر
ہے مفتی عظیم کی تحریرِ دلپذیر
وہ افتخارِ اہلِ سننِ فاضلِ شہیر
جو کارِ دینِ اہلِ محبت کے ہیں مامیر
انوارِ حق سے جن کا درخشندہ ہے ضمیر
جن سے بری صریحِ دفا ہے ضیاءِ پذیر
کرتے ہیں کسبِ فیض اسی سے جو اُن پیر

وہ آسمانِ رشد و ہدٰی کے مہِ منیر
جن کا جہاں علم میں ارفع مقام ہے
حاضر ہوں اُن کی خدمتِ عالیٰ قمار میں
جس کو کہیں فتاویٰ نوریہ اہلِ دین
آغازِ کار حضرت بودا فضل نے کیا
اور اختتامِ کار بدستِ محبت اللہ
وہ جانشینِ مفتی عظیم ذوالاحترام
اس کے محرکِ حضرت تائبش ہیں یقین
یہ کاوشِ جمیل یہ گنجینہٴ علوم

سالِ اشاعت اس کا جو لوچھے کوئی تھیں
کہہ دو مقرر کہ "نامور" تالیفِ بے نظیر
۱۹۹۰ء

پیش کارِ ارقمِ سرزیدانی، پخوانہ
۱۳ ۱۰

مؤرخِ یکم ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ
۲۰ جون ۱۹۹۰ء



اجمالی فہرست کتب و ابواب فتاویٰ نوریہ

جلد اول

- کتاب الطہارۃ ..
کتاب الوقف (مساجد وغیرہ)
رسالہ ”عقود العساجد لعمار المساجد“
کتاب الصلوٰۃ
باب الاوقات
رسالہ ”تنویر فیئ الزوال“
رسالہ ”ابداء البشری بقبول الصلوٰۃ فی الضحوة الكبرى“
باب الاذان
رسالہ ”تقبیل الابهامین عند ثانی الاذانین“
باب الامامة
لاؤڈ پیکر میں نماز کے جواز پر تصنیف ”مکبر الصوت“ مکمل
باب ما يجوز فی الصلوٰۃ وما لا يجوز (مباحات ومفادات نماز)
باب القراءة
باب الوتر والنوافل
باب سجدة السهو
باب صلوٰۃ المسافر
باب صلوٰۃ الجمعة والعیدین
رسالہ ”انوار اتقن الدولہ فی اجوبة اسئلة فکا دولہ“
مسائل شتی (متفرقات)
باب الجنائز
فوائد متعلقہ اصول فقہ وحدیث وفتویٰ

جلد دوم

باب العشر

کتاب الزکوٰۃ



رسالہ روزہ اور نیکہ	کتاب الصیام
رسالہ "افادۃ النشر او کد الامر"	باب ردیۃ الہلال
کتاب الحج	باب الاعتکاف
باب الخطبہ	کتاب النکاح
باب الشغار	باب المہر
باب الجمع بین المحارم	باب المحرمات
باب نکاح المعتدات	باب نکاح المحصنات
رسالہ "حرمة المصاهرة ترفع المناکحة"	باب المصاہرہ
باب الکفو	باب الرضاع
باب خیار البلوغ	باب الولی

جلد سوم

باب طلاق الصبی	کتاب الطلاق
باب الطلاق فی الغضب	باب طلاق المجنون والمغنی علیہ
باب طلاق المکرہ	باب طلاق الحوامل
باب الفاظ الطلاق	باب کتابۃ الطلاق
باب الحلالۃ	باب الطلاق بالشرط
باب التطہار	باب تفریق القاضی
کتاب الذبائح	باب العدة
رسالہ حرمت زناغ	باب ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ
باب العقیقة	کتاب الاضحیۃ
کتاب الحظر والاباحۃ	کتاب التعزیر
	رسالہ "الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء"

جلد چہارم

کتاب الدیۃ والقصاص	کتاب السرقة
کتاب الربو	کتاب المیوع
کتاب الدعوی	کتاب الرہن
باب حضانتہ الولد	باب ثبوت النسب
کتاب الفرائض	کتاب الوصایا
باب العصبات	باب ذوی الفروض
باب العول	باب ذوی الارحام

باب اصلاح

باب مسائل الشتی

باب الرد

باب المناخه

جلد پنجم

توحید

رسالہ "مسئلہ سایہ"

قرآن کریم

حساب کتاب

موت و حیات

شفاعت

خلفاء راشدین ائمہ اہل بیت کرام

شریعت و طریقت

کتاب السنۃ والحدیث

فوائد متفرقہ

کتاب العقائد

نور انیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

عظمت مصطفیٰ

ملائکہ

رسالہ "انار استمرار الکفار فی اضرار النار"

قیامت حشر نشر

مسائل ارواح

اولیائے کرام

کتاب التفسیر

حدیث الحبيب (حجیت حدیث کے موضوع پر تصنیف)

جلد ششم

اس جلد کی حیثیت تہ کی ہے اس میں وہ فتاویٰ درج ہیں جو پہلی جلدوں میں شامل نہ کیے جاسکے۔

باب الوضوء

کتاب الصلوٰۃ

باب الامامۃ

باب التطوع

باب الجمعہ والعیدین

کتاب الزکوٰۃ

باب رؤیۃ الہلال

کتاب الحج

باب المحرمات

باب نکاح المحدثات والحوامل

باب الولی

کتاب الطلاق

فوائد اصول متفرقہ

کتاب الطہارۃ

کتاب المساجد

باب الاوقات

باب ما یتمطل بہ الصلوٰۃ وما لا یتطل

رسالہ "قضائے سنت فجر"

باب الجنائز

کتاب الصوم

باب الاعتکاف

کتاب النکاح

باب المصاہرۃ

باب الرضاع

باب الکفو

کتاب الخطر والاباحۃ

متفرقات



چند روز مصر میں

حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری مدظلہ علمی و عوامی حلقوں کے اندر اب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ انہوں نے ”پدرم سلطان بود“ کا مصداق بننے کی بجائے ”الولد سر لایبہ“ کی عملی تصویر بن کر اور شبانہ روز محنت کے ذریعہ خود کو منوایا ہے۔ موصوف کے ثقہ و ممتاز اور جید عالم ہونے میں تو کسی کو کوئی شک ہے نہ کلام اس اعتبار سے ان کے خامہ و قلم سے نکلنے والے ایک ایک لفظ کے اندر علمی ثقاہت کا بیش بہا خزانہ تو ہوگا ہی لیکن ایک شخص جس نے بصیر پور جیسے دور افتادہ علاقے میں مسجد و مدرسہ کی چٹائیوں پر بیٹھ کر اپنی علمی زندگی کی خشت اول رکھ کر تکمیل بھی اسی ماحول میں کی ہو ایسی شخصیت اگر سوانح نگاری اور سفرنامہ لکھنے کے لئے قلم اٹھائے اور ہر دو اصناف ادب کے جملہ تقاضوں کو اس احسن و منفرد طریقہ سے پورا کرے کہ اہل ادب داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں تو کہنا پڑتا ہے کہ ”ایں سعادت بزور بازو نیست“۔ سوانح نگاری میں ”مرتضیٰ مشکل کشا مولاعلیٰ“ اور ”ورفعنا لک ذکرک“ کا ہے سایہ تجھ پر۔۔۔ غوث الوریٰ بحیثیت مظہر مصطفیٰ“ لکھ کر حضرت صاحبزادہ صاحب پہلے ہی علمی و ادبی حلقوں سے داد وصول کر چکے ہیں اب ”چند روز مصر میں“ کے عنوان سے سفرنامہ لکھ کر انہوں نے ایک مرتبہ پھر اہل علم و ادب کو داد و تحسین کا مقروض کر دیا ہے۔ اپنے سفرنامہ میں انہوں نے جو اسلوب نگارش طرز تحریر اور انداز بیان اختیار کیا ہے وہ اس قدر عام فہم اور مشاہدہ سے بھرپور ہے کہ قاری الفاظ کی منظر کشی کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے منظر بنی تک جا پہنچتا ہے۔ دوران مطالعہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف ممدوح اپنے قاری کو ہاتھ کی انگلی پکڑے ہر پیش منظر کا پس منظر بھی بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ یوں یہ کہنا خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ ”چند روز مصر میں“ معلومات کا خزانہ اور دل و دماغ کو روشن کر دینے والے علم و ادب اور تصوف و روحانیت کے انمول موتی بلکہ موتیوں کا گنجینہ ہے جن کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ ایک مالا میں پرو دیا گیا ہے۔ ان موتیوں میں تاریخی مشاہد و مقابرت زیارات تبرکات اور شخصیات کے تذکار و حالات شامل ہیں جو قاری کو بیک نظر اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ سفرنامہ بڑا موقع طرح دار روح پرور اور دل کش تحریر سے مرصع ہے جو قاری کو حسن ذوق حسن نظر کی دولت عام کرتے دکھائی دیتا ہے امید ہے کہ قارئین اس سفرنامے کا مطالعہ کرتے وقت مذکورہ اوصاف کو خود جان لیں گے۔

قیمت ۱۵۰ روپے

ضخامت ۲۸۸ صفحات

۱ ملنے کے پتے: فقیہ اعظم پہلی کیشنز بصیر پور ضلع اوکاڑا

۲ ضیاء القرآن پہلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور ۳ فرید بک شال - اردو بازار لاہور

[تبصرہ نگار: پروفیسر علامہ محمد الیاس اعظمی ماہنامہ العلماء لاہور اکتوبر ۱۹۹۹ء]

